گناہوں سے توبہ کیجئے

مؤلف

مولانا محمد ہارون معاویہ

فاضل! جامعہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی

مدرس! مدرسہ عربیہ قاسم العلوم میرپورخاص

خطیب جامع مسجد سرورِ کونین میرپورخاص

نظر ثانی

مولانا مفتی کریم داد صاحب

مہتمم جامعہ عبداللہ میرپورخاص

ناشر

دارالانعام کراچی

0321-3310700

گناہوں سے توبہ کیجئے

مؤلف

مولانا محمد ہارون معاویہ

فاضل! جامعہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی

مدرس! مدرسہ عربیہ قاسم العلوم میرپورخاص

خطیب جامع مسجد سرورِکونین میرپورخاص

نظرثانی

مولانا مفتی کریم داد صاحب

مہتمم جامعہ عبداللہ میرپورخاص

پبلشرز......الحاج محمد رضوان گارمینٹس پینٹرز

ناشر

دارالانعام کراچی

0321.3310700

گناہوں سے توبہ کیجئے

مؤلف

مولانا محمد ہارون معاویہ

فاضل! جامعہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی

مدرس! مدرسہ عربیہ قاسم العلوم میر پور خاص

خطیب جامع مسجد سرورِ کونین میر پور خاص

نظرِ ثانی

مولانا مفتی کریم داد صاحب

مہتمم جامعہ عبداللہ میر پور خاص

ناشر

دار الانعام کراچی

0321.3310700

نام کتاب.................................گناہوں سے توبہ کیجئے
مؤلف......................مولانا محمد ہارون معاویہ......0302.3310700
ضخامت..................................568 صفحات
سن اشاعت................................2010
باہتمام..............................الحاج محمد رضوان قریشی
ناشر.................................دارالانعام کراچی 0321.3310700

تقسیم کندہ

المکتبۃ العربیہ کراچی.....0321.3788955
مکتبہ یوسفیہ میرپورخاص..........0333.2953808

ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات اردو بازار کراچی
بیت العلوم پرانی انارکلی لاہور
ادارۃ الانور بنوریؒ ٹاؤن کراچی
مکتبہ عمر فاروقؓ بالمقابل جامعہ فاروقیہ کراچی
المکتبۃ العربیہ جمشید روڈ کراچی
کتب خانہ اشرفیہ اردو بازار کراچی
بیت القلم گلشن اقبال کراچی
حاجی امداد اللہ اکیڈمی جیل روڈ حیدرآباد

دارالاشاعت اردو بازار کراچی
مکتبۃ الحسن اردو بازار لاہور
مکتبۃ السعید مدنی مسجد کراچی
اسلامی کتب خانہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی
کتب خانہ مظہری کراچی
بیت الکتب گلشن اقبال کراچی
اسلامیہ کتب خانہ ایبٹ آباد
کتب خانہ مکی میرپورخاص

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

توبہ سے متعلق آیات قرآنی

تیسرا باب..................۲۱۷

توبہ سے متعلق احادیثِ نبوی ﷺ

توبہ کی حقیقت واقسام اور اسکے فوائد وثمرات

توبہ واستغفار کے خاص خاص وظائف
قرآن وحدیث کی روشنی میں

توبہ نہ کرنے کے اسباب

ندامت ہی توبہ کی جان ہے

توبہ کی برقراری کے لئے محاسبہ کی ضرورت ہے

موت سے قبل توبہ میں صلحاء کا عمل

گناہوں سے توبہ کرنے والوں کے سبق آموز واقعات

عرض مؤلف

یاد رکھیئے گناہوں سے توبہ کرنا راہ نجات کی پہلی سیڑھی ہے اور منزل مقصود تک پہنچنے والوں کے لئے گراں قیمت پونجی ہے، توبہ گم کردہ راہ لوگوں کو راستہ دکھانے کا ذریعہ ہے اگر کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو یہ بات حیرت انگیز باعث تعجب خیز نہیں کیونکہ انسان خطا کا پتلا ہے لیکن اصل انسان اور اس کی کامیاب زندگی تب ہی ہوگی جب وہ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر توبہ واستغفار کا اہتمام کرے گا۔

ایک سفید ریش بزرگ سے کسی نے پوچھا! بابا جی آپ کی عمر کتنی ہوگی؟ کہا کوئی دس بارہ سال ہوگی۔ سائل بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا بابا جی آپ کے بال سفید اور آپ کہتے ہیں کہ بارہ سال کی عمر ہے فرمایا! کہ ہاں بیٹے جب سے میں نے سچی توبہ کی ہے بارہ سال گزرے ہیں۔ یہی میری زندگی ہے اس سے پہلے میری زندگی نہیں شرمندگی تھی۔ حقیقت یہی ہے کہ زندگی وہی ہے جو اللہ کے خوف میں گزرے۔

بہرحال اسلام میں توبہ کا ایک اہم مقام ہے، انسان گناہوں میں ڈوبا ہوا ہو اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر توبہ واستغفار کا التزام کرلے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک صاف ہوسکتا ہے کہ جیسے کبھی زندگی میں گناہ کے قریب بھی نہ گیا ہو، قرآن وحدیث میں جابجا توبہ واستغفار کی تلقین کی گئی ہے۔

آج کے اس پرفتن و پرآشوب دور میں جہاں اپنے خالق و مالک کی نافرمانیوں کی بھرمار ہے اور جس انداز میں آج کے اس پرخطر دور میں مسلمان گناہوں کی طرف کھنچے چلے جارہے ہیں یہ انتہائی نقصان کی بات ہے، اس لئے مسلمانوں سے گزارش ہے کہ اگر اپنی زندگی کو بچانے اور قیمتی بنانے کا جذبہ ہے تو آیئے ہم سب مل کر آج ہی اپنے ماضی کے گناہوں پر نادم ہو کر اپنے رحیم وکریم اللہ سے معافی مانگیں اور آئندہ اپنی زندگی

کے تمام شب وروز منشائے خداوندی کے مطابق گزارنے کا عزم مستحکم کریں۔

آپ کے ہاتھوں میں موجودہ کتاب اسی موضوع سے متعلق ہے، امید ہے کہ اگر اس کتاب کو عمل کی نیت سے پڑھا گیا اور پھر سچے دل کے ساتھ توبہ بھی کی تو انشاء اللہ یہ کتاب دونوں جہانوں کی کامیابی کا ذریعہ بن جائے گی، بیشک میں بھی اس کتاب کا محتاج ہوں اور ہر انسان اس کتاب کا محتاج ہے، اللہ کرے یہ کتاب ہم سب کے لئے سچی توبہ کا ذریعہ بن جائے۔آمین۔

اور میں اپنے اللہ وحدہٗ لاشریک کی بارگاہ قدسی میں بھی دعا کرتا ہوں کہ وہ ذات پاک اس کتاب کو میری پہلی کتابوں کی طرح مفید اور کارآمد بنادے اور ہم سب کو خلوص نیت کے ساتھ دین کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

آخر میں ضروری ہے کہ اپنے پرُخلوص معاونین کا شکریہ ادا کرتا چلوں جن کے خصوصی مشورے میرے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں، جن میں میرے مدرسے ''مدرسہ عربیہ قاسم العلوم میرپورخاص'' کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ صاحب اور نظر ثانی فرمانے والے مولانا مفتی کریم داد صاحب مہتمم جامعہ عبداللہؒ میرپورخاص اور مولانا محمد آصف میمن صاحب استاذ جامعہ عبداللہؒ میرپورخاص اور اسی طرح ہمارے مدرسے کے استاذ الحدیث اور مکتبہ یوسفیہ کے مالک برادر کبیر جناب حضرت مولانا محمد یوسف کھوکھر صاحب، اسی طرح میرے ہم کلاس، مخلص دوست کئی کتابوں کے مؤلف جناب مولانا محمد سفیان بلندی صاحب بھی میرے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں۔، میری دل سے ان حضرات کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دونوں جہانوں کی خوشیاں نصیب فرمائے، آمین۔

ان کے علاوہ بھی میں دیگران تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، کہ جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب سے لے کر کمپوزنگ تک میرے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون کیا، خصوصاً اس کتاب کے ناشر الحاج محمد رضوان قریشی صاحب کا بھی دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس کتاب کو بڑے اہتمام سے شائع کررہے ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو

دونوں جہانوں کی شادمانیاں نصیب فرمائے اور الحاج محمد رضوان قریشی صاحب کے والدین الحاج انعام الدین و بیگم کی قبروں کروڑں رحمتیں نازل فرمائے آمین۔

اور تمام قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ مجھے، میرے والدین، اساتذہ کرام اور اس کتاب کے ناشر الحاج محمد رضوان قریشی صاحب اور ان کے والدین کو اپنی خصوصی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں، اور اگر آپ کو اس کتاب میں کوئی خامی اور کمزوری نظر آئے تو ضرور آگاہ فرمائیں آپ کا بہت شکریہ ہوگا۔ آپ کے ہر مشورے کا دلی خیر مقدم ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام　آپ کا خیر اندیش
محمد ہارون معاویہ……0302.3310700
فاضل جامعہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی
ساکن میر پور خاص سندھ

پہلا باب

گناہوں کی اقسام اوران کے نقصانات اوران سے بچنے کے طریقے وعلاج

گناہوں کی ایک تقسیم صغیرہ اور کبیرہ

گناہوں کی ایک تقسیم صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے کی جاتی ہے۔ان کی تعریف کے سلسلے میں زبردست اختلاف ہے۔بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ گناہ نہ چھوٹے ہوتے ہیں اور نہ بڑے ہوتے ہیں۔ بلکہ ہروہ عمل بڑا گناہ ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت ہولیکن یہ رائے صحیح نہیں ہے اس لئے کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صغیرہ گناہ موجود ہیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الذین یجتنبون کبائر الا ثم والفواحش الا اللمم (پ:۲۷،۶ آیت۳۲)

ترجمہ: ''وہ لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں مگر ہلکے پھلکے گناہ۔''

ان تجتنبوا کبائر ماتنھون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم وندخلکم مدخلاً کریماً. (پ:۵،۲ آیت۳۱)

ترجمہ: ''جن کاموں سے تم کومنع کیا جاتا ہے اگر تم ان میں بڑے بڑے کاموں سے بچتے رہوتو ہم تمہاری خفیف برائیاں معاف کردیں گے اورہم تم کو ایک معزز جگہ میں داخل کریں گے۔

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرماتے ہیں۔

الصلوات الخمس والجمعة الی الجمعة یکفرو مابینهن ان اجتنبت الکبائر. (مسلم ابوھریرہؓ)

ترجمہ ''پانچوں نمازیں اور جمعہ سے دوسرے جمعہ تک وہ گناہ دور کرتے ہیں جو ان کے درمیان سرزد ہوئے ہیں سوائے کبائر کے۔''

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

کفارات لمابینهن الا الکبائر

''درمیانی گناہوں کو دور کرنے والے سوائے کبائر کے۔''

حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاصؓ کی روایت ہے۔

الکبائر الا شراک باللہ وحقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس. (بحوالہ بخاری)

ترجمہ: ''اللہ کا شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا قتل نفس کرنا اور جھوٹی قسم کھانا بڑے گناہ ہیں۔'' (بحوالہ جستہ جستہ از احیاء العلوم جلد چہارم)

کبیرہ گناہوں کی تعداد

صحابہ تابعین کے نزدیک کبائر کی تعداد مختلف فیہ ہے۔ یہ اختلاف چار سے سات، نو اور دس تک بلکہ اس سے زیادہ تک ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ کبائر چار ہیں۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ان کی تعداد سات ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو کہتے ہیں جب حضرت عبداللہ ابن عباس نے یہ سنا کہ ابن عمرؓ نے کبائر کی تعداد سات بتلائی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ سات کے بجائے ستر کہنا زیادہ قرین ثواب ہے۔ ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا کہ جس بات سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا اس پر عمل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ ایک بزرگ کی رائے یہ ہے کہ جس گناہ پر دوزخ کے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے وہ کبیرہ ہیں، جن کے ارتکاب پر حد واجب ہوتی ہے۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ کبائر مبہم ہیں، ان کی تعداد

متعین نہیں کی جا سکتی۔جس طرح شب قدر معین نہیں ہے یا جمعہ کی وہ ساعت معلوم ومخصوص نہیں ہے جس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں ۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے کسی نے کبائر کے بارے میں دریافت کیا،آپ نے فرمایا سورۂ نساء کے شروع سے تیسویں آیت پڑھو۔جب سائل نے یہ الفاظ پڑھے:

ان تجتنبو اکبائر ما تنهون عنه .

آپؓ نے فرمایا،اس سورۂ میں یہاں تک اللہ تعالیٰ نے جن امور سے منع فرمایا ہے وہ کبائر ہیں۔

ابو طالب مکیؒ فرماتے ہیں ، کبائر ستر ہیں ، میں نے یہ تعداد احادیث سے اخذ کی ہے۔البتہ اگر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ابن مسعودؓ اور ابن عمرؓ کے مختلف اقوال جمع کئے جائیں تو ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ چار کبیرہ گناہ دل میں ہوتے ہیں ۔شریک باللہ،اس کی معصیت پر اصرار،اس کی رحمت سے ناامیدی اور اس کی پکڑ سے بے خوفی ۔چار کا تعلق زبان سے ہے۔جھوٹی گواہی دینا،پاکباز (عورت یا مرد) پر زنا کی تہمت لگانا اور جھوٹی قسم کھانا ۔جھوٹی کے معنی ہیں کہ اس کے ذریعے باطل کو حق اور حق کو باطل بنا کر پیش کیا جائے اور بعض کے نزدیک اس کی تعریف یہ ہے کہ جس کے ذریعے کسی مسلمان کا مال ناحق قبضے میں لیا جائے ،خواہ وہ پیلو کی مسواک ہی کیوں نہ ہو۔جھوٹی قسم کو غموس اس لئے کہتے ہیں کہ اپنے مرتکب کو دوزخ میں ڈال دیتی ہے اور غموس کے معنی ہیں غوطہ دینا۔زبان سے متعلق چوتھا کبیرہ گناہ سحر ہے۔اس سے وہ کلام مراد ہے جو انسان کو اس کے اعضاء کو اصل خلقت سے بدل دے۔

تین کبیرہ پیٹ سے متعلق ہیں۔شراب اور دیگر نشہ آور چیزیں استعمال کرنا،یتیم پر ظلم وتشدد کر کے ان کا مال رکھنا ، جان بوجھ کر سود کھانا ،دو گناہوں کا تعلق شرمگاہ سے ہے،زنا اور لواطت ۔دو ہاتھ سے متعلق ہیں،قتل اور چوری ،ایک کا تعلق پاؤں سے ہے،میدان جنگ سے فرار ،اس طرح ایک دو کے مقابلے سے اور دس بیس کے مقابلے سے فرار

ہوجائیں۔ایک گناہ پورے جسم سے تعلق رکھتا ہے،والدین کی نافرمانی،والدین کی نافرمانی یہ ہے کہ اگر وہ کسی چیز کی قسم کھائیں تو بیٹا اس کی قسم پوری نہ کرے،یاوہ کوئی اپنی ضرورت سامنے رکھے تو اس کی تکمیل نہ کرے،یاوہ برا بھلا کہیں تو بیٹا مرنے مارنے پر آمادہ ہوجائے ،اگر وہ بھوکے ہیں تو انہیں کھانے کو نہ دے۔یہ رائے اگرچہ قریب فہم ہے مگر پوری تشفی اس سے بھی نہیں ہوئی کیونکہ اس تعداد میں کمی بیشی کی گنجائش ہے مثلاً اس میں سود اور یتیم کا مال کھانے کو کبیرہ گناہ کہا گیا ہے حالانکہ یہ گناہ اموال سے متعلق ہیں۔اس طرح صرف قتل نفس کو کبیرہ گناہ کہا گیا ہے،آنکھ پھوڑنے ،ہاتھ کاٹنے اور مسلمان کو اسی طرح جسمانی تکلیف پہنچانے کا کہیں ذکر نہیں ہے۔یتیم کو مارنا،اس کو تکلیف پہنچانا،اس کا ہاتھ وغیرہ کاٹنا ،اس کا مال کھانے سے بھی بڑا گناہ ہے۔حدیث میں ایک گالی کے جواب میں دو گالی دینے کو بھی کبیرہ گناہ کہا گیا ہے اور کسی مسلمان کی عزت پر حملہ کرنے کو بھی کبائر میں شمار کیا گیا ہے۔ (احمد،ابوداؤد،ابن زید)

یہ گناہ پارسا پر زنا کی تہمت سے الگ ایک گناہ ہے۔حضرت ابوسعید الخدریؓ اور بعض دوسرے صحابہ اکرامؓ فرماتے ہیں کہ تم بعض کاموں کو بال سے زیادہ باریک (معمولی) تصور کرتے ہو۔حالانکہ ہم سرکار دوعالم ﷺ کے زمانہ مبارک میں انہیں کبائر سمجھتے تھے۔

(بحوالہ احمد،بزاز باختلاف یسیر،بخاری انسؓ)

ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ ہر وہ گناہ جو قصداً کیا جائے کبیرہ ہے،اسی طرح ہر وہ گناہ کبیرہ جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

کبیرہ کے معنی

یہ تمام اقوال اپنی جگہ درست ہیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ اس تفصیل سے کبیرہ یا صغیرہ گناہ کی تعریف واضح نہیں ہوتی۔ایک شخص چوری کے متعلق دریافت کرتا ہے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے وہ اس وقت قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا جب تک اسے کبیرہ

کے معنیٰ نہ معلوم ہوں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص سر کے کے متعلق سوال کرے کہ یہ حرام ہے یا نہیں؟ ظاہر اس کی حرمت یا عدم حرمت کے بارے میں صحیح فیصلہ وہی شخص کر سکتا ہے کہ جسے حرمت کے معنی معلوم ہوں یا معلوم نہ ہو کہ جو گناہ حرام میں ہوتا ہے وہی چوری میں ہوتا ہے۔اس صورت میں وہ شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ چوری حرام ہے۔

ہمارے خیال میں تو کبیرہ ایک مبہم لفظ ہے نہ لغت میں اس کے مخصوص معنی ہیں اور نہ شرع میں۔اس لئے کہ کبیرہ وصغیرہ اضافی امور ہیں۔ ہر گناہ اپنے چھوٹے کی نسبت بڑا اور بڑے کی نسبت چھوٹا ہے مثلاً کسی اجنبی عورت کے ساتھ لیٹنا اس کی طرف دیکھنے کی بہ نسبت بڑا گناہ ہے اور اس کے ساتھ زنا کرنے کی بہ نسبت چھوٹا گناہ ہے البتہ اگر کوئی ان گناہوں کو کبیرہ کہنے لگے جن پر دوزخ کے عذاب کی وعید ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیوں کہ وہ یہ وجہ بیان کر سکتا ہے کہ دوزخ کا عذاب خوفناک سزا ہے۔ یہ سزا انہی گناہوں پر مل سکتی ہے جو بڑے ہوں یا یہ کہے جن گناہوں پر حدود واجب ہوتی ہیں وہ کبیرہ ہیں کیونکہ دنیا میں ان کے لئے جو سزائیں واجب کی گئی ہیں وہ زبردست ہیں۔ اسی طرح ان گناہوں کو بھی یقین کے ساتھ کبیرہ کہا جا سکتا ہے جن کو کتاب وسنت میں خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے ۔کتاب وسنت میں ان کے ذکر کی تخصیص ان کی عظمت پر دلالت کرتی ہے، پھر ان کی عظمت میں بھی تفاوت ہوگا کیونکہ قرآن کریم میں جو گناہ منصوص ہیں ان میں بھی درجات کا تفاوت ہے۔ بہر حال ان اطلاقا میں کوئی حرج نہیں ہے۔ صحابہ کرامؓ سے کبیرہ کی تعریف و تحدید میں جو اقوال وارد ہیں وہ بھی اسی نوع کے ہیں اور ان میں بھی اس طرح کے احتمالات نکل سکتے ہیں۔

کیونکہ قرآن کریم کی اس آیت ان تجتنبوا کبائر ماتنهون عنه نکفر عنکم سیأتکم.

اور سرکار دو عالم ﷺ کے اس ارشاد الصلوات کفارات لما بینهن الا الکبائر میں کبیرہ کا ذکر ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ ہم کبیرہ کی تحقیق کریں اور اس کے معنی

جاننے کی کوشش کریں ورنہ ہم کبائر سے اجتناب کیسے کر سکیں گے۔ اس سلسلے میں تحقیقی بات یہ ہے کہ شرعی نقطہ نظر سے گناہوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن کا بڑا ہونا معلوم ہے ،دوسرے وہ جو صغائر میں شمار کئے جاتے ہیں اور تیسرے وہ جن کے شرعی احکام معلوم نہیں، اس کے صغیرہ یا کبیرہ ہونے میں شک ہے۔ اس طرح شکوک اور مبہم گناہوں کی کوئی جامع مانع تعریف ممکن نہیں ہے، یہ بات اس وقت ممکن تھی جب شارع علیہ السلام سے اس سلسلے میں کوئی تفصیلی حکم منقول ہوتا۔ یعنی آپ یہ فرما دیتے کہ کبائر سے ہماری مراد فلاں فلاں گناہ ہیں اور وہ دس یا پانچ ہیں لیکن کیونکہ روایات میں یہ تفصیلات مذکور نہیں ہیں بلکہ بعض روایات میں تین گناہوں کو کبائر کہا گیا ہے۔ (بخاری و مسلم ۔۔۔۔۔ ابوبکرؓ) اور بعض میں سات کو (طبرانی اوسط ۔۔۔۔۔ ابوسعیدؓ) پھر ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک گالی کے جواب میں دو گالی دینا بھی کبیرہ گناہ ہے حالانکہ نہ اسے تین میں شمار کیا گیا ہے اور نہ سات میں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے کبائر کی ایسی تعداد بیان نہیں فرمائی جس سے حصر کیا گیا ہو جب شارع ہی نے حصر کا قصد نہیں فرمایا تو دوسرے لوگ اس کی توقع کیسے کر سکتے ہیں۔ غالباً شارع علیہ السلام نے کبیرہ گناہوں کا عدد اسی لئے مبہم رکھا ہے تاکہ لوگ ڈرتے رہیں جیسے شب قدر کو اس لئے مبہم رکھا گیا ہے تاکہ لوگ اس کی تلاش و جستجو میں محنت کریں۔ (بحوالہ جستہ جستہ از احیاء العلوم جلد چہارم)

کبیرہ گناہوں کی تقسیم

تاہم ایک اصول کی روشنی میں کبائر کی قسمیں تحقیق کے ساتھ بیان کر سکتے ہیں اور ظن و تخمین سے ان کی جزئیات بھی احاطہ تحریر میں لا سکتے ہیں اور یہ بھی بتلا سکتے ہیں کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ لیکن یہ بتلانا بڑا مشکل ہے کہ سب سے چھوٹا گناہ کون سا ہے؟ اس کی تفصیل یہ کہ ہم شرع شواہد اور انوار بصیرت سے یہ بات جانتے ہیں کہ تمام شرائع کا مقصد مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنا ہے اور اس کے دیدار کی سعادت سے بہرہ اندوز کرنا

ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قربت اور دیدار کی سعادت کے لئے ضروری ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، اس کی کتابوں اور رسولوں کی معرفت حاصل کر لے۔ قرآن کریم کی اس آیت میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون. (پ۲۷، ۲ آیت: ۵٦)

ترجمہ: ''میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے''۔

یعنی جن وانس کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ میرے بندے بن جائیں اور بندہ صحیح معنوں میں بندہ اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے رب کی ربوبیت اور اپنی نفس کی عبودیت کی معرفت حاصل نہ کر لے اور یہ نہ جان لے کہ رب کسے کہتے ہیں اور نفس کیا ہے؟ رسول اعلیٰ اور اصل مقصد کے لئے بھیجے جاتے ہیں لیکن دنیوی زندگی کے بعد اس مقصد کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اس لئے حدیث شریف میں دنیا کو آخرت کی کھیتی کہا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی حفاظت بھی دین کی اتباع میں مقصود ہے۔ اس لئے کہ دنیا دین کا وسیلہ ہے، دنیا میں جو چیز آخرت سے متعلق ہے وہ دو ہیں نفس اور مال۔ اسی طرح یہاں تین درجات ہوئے۔ ایک معرفت الٰہی کا درجہ جس کی حفاظت دلوں میں ہوتی ایک نفس کی حفاظت ہے جس کا تعلق جسموں سے ہے اور ایک مال کی حفاظت ہے جس کا تعلق لوگوں سے ہے۔

اسی اعتبار سے گناہ کی تقسیم بھی ہے یعنی سب سے بڑا گناہ وہ ہے جو معرفت الٰہی کا دروازہ بند کر دے اور اس کے بعد وہ گناہ ہے جو لوگوں پر ان کی زندگی تنگ کر دے اور اس کے بعد وہ گناہ ہے جس سے لوگوں پر معاش کے دروازے بند ہو جائیں۔ بہرحال یہ تین درجات ہیں قلوب میں معرفت الٰہی کی حفاظت، جسموں میں زندگی کی حفاظت اور بندگان خدا کے پاس اموال کی حفاظت، یہ تینوں چیزیں تمام شرائع میں مقصود ہیں۔ اور کسی قوم کے بارے میں یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اس سے اختلاف کرے گی اس لئے کہ یہ بات عقل تسلیم ہی نہیں کرتی کہ اللہ تعالیٰ کسی پیغمبر کو دین و دنیا کے معاملات میں مخلوق کی اصلاح کے

لئے مبعوث کرے، پھر انہیں ایسے کاموں کا حکم دے جو اس کی اور اس کے رسول کی معرفت کی راہ میں رکاوٹ ڈالیں، لوگوں کی جانوں اور مالوں کو ضائع کریں۔

کبیرہ گناہوں کے تین مراتب

اس سے معلوم ہوا کہ کبائر کے تین مراتب ہیں۔ایک وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی معرفت کے مانع ہے، کہ کفر ہے اور کفر سے بڑھ کر کوئی کبیرہ نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان جو حجاب ہے وہ جہل ہے اور جس ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوتا ہے وہ علم معرفت ہے۔آدمی کے پاس جس قدر معرفت ہوتی ہے اسی قدر وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے اور جس قدر جہالت ہوتی ہے اسی قدر وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے۔ جہالت سے قریب تر جسے کفر بھی کہتے ہیں یہ بات بھی ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہوجائے اور اس کی رحمت سے مایوس ہوجائے۔عذاب الٰہی سے بے خوفی اور اس کی رحمت سے ناامیدی بھی جہل محض ہے۔اس لئے کہ جو اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہے وہ نہ اس کے عذاب سے بے خوف ہوتا ہے اور نہ اس کی رحمت سے مایوس اور ناامید۔بدعت کی وہ تمام قسمیں جو کبیرہ گناہوں کے اسی مرتبے کے قریب ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات، اوصاف اور افعال سے متعلق ہیں۔تاہم ان میں بعض بدعتیں بعض بدعتوں سے شدید تر ہیں۔ یہ تفاوت اس قدر ہے جس قدر ان سے جہالت ہے یا جس قدر ان کی معرفت ہے۔ان کے مراتب بھی بے شمار ہیں لیکن بحیثیت مجموعی انہیں تین درجوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ کچھ وہ ہیں جو قرآن کریم میں مذکورہ کبائر میں داخل ہیں اور کچھ وہ ہیں جو داخل نہیں ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کا قرآن کریم میں مذکورہ کبائر میں داخل ہونا مشکوک ہے۔

کبائر کے دوسرے مرتبے کا تعلق نفوس سے ہے، ان کا تحفظ اور بقا سے حیات باقی رہتی ہے اور حیات سے معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ کسی کو جان سے ماردینا بلاشبہ کبیرہ گناہ ہے لیکن اس کا درجہ کفر سے کم ہے، اس لئے کفر کا براہ راست اصل مقصد (معرفت

الہی) سے ٹکراؤ ہے اور قتل سے ذریعہ معرفت پر ضرب پڑتی ہے، اس لئے کہ دنیا کی زندگی آخرت کے لئے مقصود ہے اور آخرت تک پہنچنا معرفت الہی کے بغیر ممکن نہیں۔ ہاتھ پاؤں کاٹنا یا کوئی ایسا کام کرنا جو ہلاکت کا باعث ہو، خواہ معمولی زدوکوب ہی سے آدمی ہلاک ہو جائے، قتل سے قریب ہیں اور کبیرہ گناہ ہیں تاہم ہلاکت کا باعث بننے والے افعال متفاوت ہیں۔ بعض میں شدت زیادہ اور بعض میں شدت کم ہے، اسی مرتبے میں زنا اور لواطت بھی داخل ہے، لواطت کو قتل کے مرتبے سے اس لئے رکھا گیا ہے کہ اگر بالفرض تمام انسان اپنی اہم جنسوں سے شہوت پوری کرنے لگیں تو نسل انسانی کا سلسلہ ہی منقطع ہو جائے۔ جس طرح وجود کا ختم کرنا گناہ ہے اسی طرح وجود کا سلسلہ منقطع کرنا بھی گناہ ہے ، اگرچہ زنا سے انسانی نسل کا سلسلہ ختم ہوتا لیکن نسب میں انتشار پیدا ہو جاتا اور وراثت کا نظام ختم ہو جاتا ہے ۔ ایک دوسرے کی مدد اور تعاون سے چلنے والے امور درہم برہم ہو جاتے ہیں، اگر زنا مباح کر دیا جائے تو دنیا کا نظام کس طرح صحیح طور پر قائم رہ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہائم میں کوئی نظام نہیں کیوں کہ ان کے نر مخصوص مادہ کے ساتھ علیحدہ نہیں ہوتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی ایک شریعت میں جس سے اصلاح مقصود ہو زنا مباح ہو ہی نہیں سکتا، پھر یقیناً زنا قتل سے رتبے میں کم ہے کیوں کہ زنا سے نہ وجود ختم ہوتا ہے اور نہ دوام وجود کا سلسلا متاثر ہوتا ہے۔ صرف نسب کا امتیاز ختم ہوتا ہے اور ایسے عوامل کا محرک ہوتا ہے جن سے زندگی کا نظام درہم برہم ہو اور فساد برپا ہو لیکن زنا لواطت سے بڑا گناہ ہے کیوں کہ اس میں جانبین سے شہوت کی دواعی ہوتے ہیں اس لئے زنا لواطت کی بہ نسبت کثیر الوقوع ہے۔

تیسری مرتبہ میں اموال ہیں ۔ اموال سے انسانی زندگی کے معاشی مسائل حل ہوتے ہیں، اس لئے کسی انسان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے کا مال چوری، غصب یا کسی اور ذریعے سے چھینے بلکہ مال کی حفاظت ضروری ہے کیونکہ نفوس مال ہی سے باقی رہتے ہیں لیکن کیونکہ مال چھین کر بعینہ واپس کیا جا سکتا ہے اور ضائع ہو جانے کی صورت

میں اس کا معاوضہ دیا جاسکتا ہے اس لئے بظاہر اس کی کوئی اہمیت نہیں معلوم ہوتی تاہم اگر مال اس طرح لیا جائے کہ اس کا تدارک نہ کیا جا سکے تو اس وقت اس عمل کے کبیرہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور اس طرح لینے کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں۔ایک یہ ایک کہ چھپا کر لے اسے چوری کہتے ہیں کیونکہ اس میں صاحب مال کو اطلاع نہیں ہوتی اس لئے تدارک نہیں ہو پاتا۔دوسرے یتیم کا مال کھانا، یہ بھی مخفی رہتا ہے مثلاً کوئی ولی اگر اس کے مال کا نگران ہے اور وہ اسے استعمال کر لے تو دوسرا اس سے باخبر نہیں ہوتا، اس مال کا حقدار صرف یتیم ہے اور وہ اپنی بے خبری یا ناطاقتی کے باعث اپنا حق وصول کرنے پر قادر نہیں ہے یتیم کا مال کھانا غصب اور خیانت سے مختلف ہے۔غصب تو علی الاعلان ہوتا ہے اور خیانت بھی ظاہر ہو جاتی ہے ان دونوں صورتوں میں مالک مال دعوے کے ذریعہ اپنا حق حاصل کر سکتا ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ جھوٹی گواہی سے کسی کا مال ضائع کر دیا جائے۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ جھوٹی قسم کھا کر امانت پر قبضہ کر لیا جائے۔

یہ چاروں صورتیں ایسی ہیں کہ ان کا تدارک ممکن نہیں ہے۔ان تمام صورتوں کی حرمت میں شریعتیں مختلف بھی نہیں ہیں۔ان میں سے بعض صورتیں بعض کی بہ نسبت سخت ہیں مگر مرتبہ دوئم سے کم ہیں جس کا تعلق نفوس سے ہے۔

یہ چاروں مرتبے کبیرہ کہلانے کے مستحق ہیں اگر چہ شریعت نہ ان میں سے بعض کے اندر حد واجب نہیں کی ہے لیکن وعید کی کثرت اور دنیاوی مصالح میں اپنے اثرات کے اعتبار سے انہیں کبائر میں شمار کیا جانا چاہئے۔ (بحوالہ جستہ جستہ از احیاء العلوم جلد چہارم)

صغیرہ گناہ چھ اسباب سے کبیرہ گناہ بن جاتے ہیں

پہلا سبب اصرار و مواظبت

پہلا سبب یہ ہے کہ صغیرہ گناہ پر اصرار و مداومت کی جائے۔اس لئے مثل مشہور ہے کہ ''اصرار کے ساتھ کوئی گناہ صغیرہ نہیں اور استغفار کے ساتھ کوئی گناہ کبیرہ نہیں۔'' اس

مثل کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص گناہ کبیرہ کر کے باز رہے اور دوسرے گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے تو امید یہ ہے کے اس کا گناہ معاف کردیا جائے گا۔اس کے برعکس اس گناہ صغیرہ کا معاملہ سخت ہے،جس پر مداومت کی جائے۔اسکی مثال ایسی ہے جیسے پتھر پر پانی قطرہ قطرہ گرتا ہے تو اس لئے سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خیر الامور ادومھا وان قل (بخاری و مسلم۔۔۔۔عائشہؓ)

''بہترین امور وہ ہیں جن پر مداومت کی جائے اگر چہ وہ تھوڑی ہوں''

کیونکہ اشیاء اپنی اضداد سے پہچانی جاتی ہیں،اس لئے جب اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ وہ تھوڑا عمل جس پر مداومت کی جائے زیادہ مفید ہے تو یہ بھی ثابت ہوا کہ بہت سا عمل اگر ایک وقت میں کرلیا جائے تو وہ نفس کی تطہیر اور قلب کی تزکیہ میں اتنا مفید نہیں ہے۔اسی طرح جب چھوٹے چھوٹے گناہوں پر مداومت اختیار کرلی جاتی ہے تو قلب کو تاریک کرنے میں ان کی تاثیر زیادہ ہوجاتی ہے تاہم یہ بات صحیح ہے کہ آدمی اس وقت تک کسی کبیرہ کا مرتکب نہیں ہوتا جب تک سابق میں صغائر نہ ہوں مثلاً زانی اچانک زنا نہیں کرتا بلکہ زنا سے پہلے قصد وارادہ بھی ہوتا ہے،اسی طرح قاتل ایک دم قتل نہیں کرتا بلکہ پہلے دشمنی اور عداوت ہوتی ہے۔تمام کبائر کا یہی حال ہے کہ ان کی ابتداء اور انتہاء میں صغائر پائے جاتے ہیں۔اگر کوئی ایسا کبیرہ فرض کرلیا جائے جو بغیر کسی سابقے یا لاحقے کے اچانک وجود میں آجائے اور اس کی طرف دوبارہ واپسی کا امکان نہ ہو تو اس کی بخشش کی امید کی جاتی ہے بہ نسبت اس صغیرہ کے جس پر آدمی نے زندگی بھر مداوت کی ہو۔

دوسرا سبب گناہ کو معمولی سمجھنا

دوسرا سبب جس سے صغیرہ گناہ کبیرہ بن جاتا ہے،یہ ہے کہ آدمی اپنے گناہ کو معمولی سمجھے۔ہر وہ گناہ جسے بندہ اپنے دل میں بڑا تصور کرتا ہے،اللہ تعالیٰ کے نزدیک معمولی ہوجاتا ہے اور جسے معمولی سمجھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا بن جاتا ہے۔اس لئے گناہ کو

عظیم سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ مرتکب دل سے اپنے فعل کو برا جانتا ہے اور اسے بہ نظر کراہت دیکھتا ہے چنانچہ وہ اپنی نفرت اور کراہت کے باعث گناہ کے زیادہ اثرات قبول نہیں کرتا، اس کے برعکس کسی گناہ کو معمولی سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دل میں اس گناہ سے محبت اور رغبت ہے، اس لئے وہ اپنے دل پر اس گناہ کے زیادہ اثرات قبول کرتا ہے۔ قلب کو اطاعت کے ذریعے روشن کرنا مطلوب ہے اور اسے معصیت سے تاریک کرنا ممنوع ہے۔ اس لئے غفلت میں آدمی جن برائیوں کا مرتکب ہو جاتا ہے ان پر مواخذہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ آدمی کا دل اس عمل میں متاثر نہیں ہوتا جو بے خبری میں ہو گیا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

المؤمن یریٰ ذنبه کا لجبل فوقه یخاف ان یقع علیه والمنافق یریٰ ذنبه کذبابٍ مر علیٰ انفهٖ فاطاره . (بخاری۔ حرث بن سوید عن ابن مسعودؓ)

''مومن اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے جیسے سر پر معلق پہاڑ جس کے گرنے کا خطرہ ہو اور منافق اپنے گناہ کو مکھی سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا کہ ناک پر سے گزری اور اس نے اڑا دی۔''

بعض اکابر کا قول ہے کہ آدمی کے جس گناہ کی بخشش نہیں ہوتی وہ یہ ہے کہ کوئی گناہ کرے اور اس کے بعد یہ کہے کاش! جو گناہ ہم نے کئے ہیں وہ اسی گناہ کی طرح (ہلکے پھلکے) ہوتے۔

مومن گناہ کو بڑا سمجھتا ہے

مومن چھوٹے چھوٹے گناہ کو بڑا تصور کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی جلالت اور سطوت وقدرت کا علم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی نبی پر وحی بھیجی کہ ہدیہ کی کمی پر نظر مت کر، بلکہ اس کی عظمت پر نظر رکھ جس نے یہ ہدیہ تمہیں بھیجا ہے۔ اپنے گناہ کو معمولی مت سمجھ بلکہ اس ذات کی عظمت وجلال پیش نظر رکھ جس کا تو نے اس گناہ سے

مقابلہ کیا ہے، بعض عارفین نے اسی لئے صغائر کے وجود سے انکار کیا ہے، ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی مخالفت کبیرہ گناہ ہے۔ اسی طرح بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم نے تابعین سے فرمایا کہ تم ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نگاہ میں بال سے زیادہ باریک ہیں حالانکہ ہم انہیں رسول اللہ ﷺ کے دورِ مبارک میں مہلکات تصور کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ کے جلال سے پورے طور پر واقف تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے جلال کی نسبت سے ان کے نزدیک صغائر بھی کبائر سے کم نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جاہل جس چیز کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیتا ہے، عالم اسی چیز کو اہمیت دیتا ہے۔ عام آدمی سے بعض باتیں نظر انداز کر دی جاتی ہیں جبکہ وہی باتیں عارف سے درگزر نہیں کی جاتیں کیونکہ وہ اور گناہ اور مخالفت کا کم یا زیادہ ہونا گنہگار اور مخالفت کرنے والے کی معرفت کی کمی یا زیادتی پر موقوف ہے۔

تیسرا سبب گناہ سے خوشی

تیسرا سبب جس سے صغیرہ گناہ کبیرہ بن جاتا ہے یہ ہے کہ گناہ کر کے خوش ہو، اس پر فخر کرے اور یہ سمجھے کہ مجھ سے یہ فعل سرزد ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کے خاص انعام اور فضل سے ہوا ہے نیز اس امر سے بھی غافل ہو کہ یہ عمل کوتاہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور مرتکب کی بدبختی کا سبب ہے۔ آدمی کو جس قدر صغیرہ میں لذت معلوم ہوتی ہے اسی قدر وہ کبیرہ ہو جاتا ہے اور اسی قدر دل میں اس کی سیاہی اثر انداز ہوتی ہے۔ بعض گنہگاروں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنے گناہ پر تعریف کے خواہاں ہوتے ہیں، اتراتے ہیں اور لاف زنی کرتے ہیں مثلاً اپنے مخاطب سے کہتے ہیں کیا تو نے نہیں دیکھا کہ میں نے اس کی دھجیاں کس طرح بکھیریں، مناظر کہتا ہے تو نے دیکھا نہیں میں نے اپنے حریف کو کیسے رسوا کیا، اس کے عیوب بیان کر کے اس کو شرمندہ کیا، بھری مجمع میں اس کی ذلت ہوئی، پھر میں نے اس مناظرے میں ایسا فریب دیا جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ تاجر کہتا ہے کہ دیکھا میں

نے اسے کھوٹے سکے دیکر بے وقوف بنا دیا اور ایسا دھوکہ دیا، اتنا نقصان پہنچایا، بے چارہ احمق بھی بنا اور گھاٹے میں بھی رہا۔ یہ اور اس طرح کی باتیں ہیں جن سے معمولی گناہ بھی غیر معمولی بن جاتے ہیں گناہ مہلکات ہوتے ہیں اگر آدمی ان میں مبتلا ہو جائے اور نادانی سے شیطان بن جائے اور وہ تمہیں گناہ کے ارتکاب پر مجبور کردے تو یہ رنج وغم کا مقام ہے ،خوشی کا مقام نہیں۔ کیا تم نے کسی شخص کو دیکھا ہے کہ وہ دشمن سے مغلوب ہونے میں بڑائی سمجھتا ہو اور اپنی شکست پر نازاں ہو۔ نیز کیا کوئی ذی ہوش انسان ایسی حرکتیں کر کے خوش رہ سکتا ہے جن سے محبوب ناراض ہو، اس کی مثال ایسے مریض کی سی ہے جو دوا کی بوتل ٹوٹنے پر خوش ہو، کیا یہ مریض دوا کے بغیر شفا کا امیدوار ہے؟

چوتھا سبب اللہ تعالیٰ کے حکم کا سہارا لینا

ایک اور سبب جس سے صغیر گناہ کبیرہ بن جاتا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی حلم اور ڈھیل کا سہارا لے اور یہ نہ جانے کہ ڈھیل ناراضگی کے باعث ہوتی ہے تاکہ مہلت ملنے سے وہ گناہ زیادہ کرے اور زیادہ مبغوض بنے۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ میرا گناہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی عنایت اور رحمت کا مظہر ہے تو یہ اس کی جہالت ،غرور کے مواقع سے اس کی ناواقفیت اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے جرأتمندانہ اور بے خوفی کی دلیل ہے۔ ایسے لوگوں کو مزاج کی حکایت ذیل کی آیت کریمہ میں کی گئی ہے۔

ویقولون فی انفسھم لو لا یعذبنا اللہ بما نقول حسبھم جھنم یصلونھا فبئس المصیر (پ:۲۸ آیت : ۸)

ترجمہ: ''اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ ہم کو ہمارے اس کہنے پر سزا کیوں نہیں دیتا، ان کے لئے جہنم کافی ہے اس میں یہ لوگ داخل ہونگے ،سو وہ برا ٹھکانہ۔''

پانچواں سبب گناہ کا اظہار واعلان

صغیر کے کبیرہ بن جانے کا ایک سبب یہ ہے کہ آدمی گناہ کرے اور پھر لوگوں کو

بتلائے کہ میں نے فلاں گناہ کیا ہے یا جان بوجھ کر ایسی جگہ کرے جہاں لوگ اسے دیکھ رہے ہوں۔ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کا ڈالا ہوا پردہ چاک کرنا چاہتا ہے اور ان لوگوں کو گناہ پر اکسانے کا ارادہ رکھتا ہے جنہیں اپنے گناہ کی اطلاع دی ہے یا جن کی موجودگی میں گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ ایک گناہ پہلے سے تھا اس میں دو گناہ مزید شامل ہو گئے اس لئے یہ گناہ غیر معمولی بن جائے گا اور اگر کوئی شخص اپنے گناہ کے اظہار کے ساتھ ساتھ لوگوں کو اس گناہ کی ترغیب دے اور ان کے لئے اس گناہ کی راہ ہموار کرے تو یہ چوتھا گناہ ہوگا اور اس سے وہ گناہ انتہائی سنگین بن جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے۔

کل الناس معافی الا المجاهرین یبیت احدهم علیٰ ذنب قد ستره الله علیه فیصبح فیکشف ستر الله ویتحدث بذنبه .

(بخاری ومسلم ابو هریره)

ترجمہ: ''تمام لوگ معاف کر دیئے جائیں گے مگر ان کی بخشش نہیں ہوگی جو اپنے گناہ ظاہر کرتے پھرتے ہیں ایک شخص گناہ کر کے بستر پر لیٹتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ رات کے اندھیروں میں چھپا دیتا ہے لیکن جب صبح ہوتی ہے تو وہ اللہ کا چھپایا ہوا گناہ ظاہر کر دیتا ہے اور لوگوں کو بتلا دیتا ہے۔''

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات وانعامات میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ اچھائیوں کو ظاہر کرتا ہے اور برائیوں کو چھپاتا ہے اور کسی کا راز آشکار نہیں کرتا۔ جو شخص اپنے عیب ظاہر کرتا ہے وہ گویا اس نعمت کی ناشکری کرتا ہے اور عملاً اس صفت الٰہی کا انکار کرتا ہے۔ اکابرین میں سے کسی کا قول ہے کہ اول تو بندہ گناہ ہی نہ کرے اور کرے تو دوسروں کو ترغیب نہ دے ورنہ دو گناہوں کا مرتکب ہوگا۔ یہ وصف منافقین کا ہے وہ ایک دوسرے کو برائیوں کی ترغیب دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔

المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض یامرون بالمنکر وینهون عن المعروف. (پ:۱۰،۱۵ آیت:۶۷)

ترجمہ: ''منافق مرد اور منافق عورتیں، ان میں سے بعض بعض کو برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے روکتے ہیں۔''

ایک بزرگ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آدمی اپنے بھائی کی اس سے بڑھ کر پردہ دری نہیں کرتا کہ پہلے اس کے گناہ پر اعانت کرے اور پھر اسے یہ باور کرادے کہ وہ گناہ کوئی زیادہ سنگین نہیں ہے۔

چھٹا سبب مقتدیٰ کا گناہ کرنا

بعض گناہ اس لئے بھی کبیرہ بن جاتے ہیں کہ ان کا ارتکاب کسی ایسے شخص نے کیا ہے جس کی لوگ شرعی امور میں اقتداء کرتے ہیں کیونکہ لوگ اسے دیکھ کر اقتداء کریں گے، اس لئے اس کا گناہ بھی بڑا ہے جیسے کسی عالم کا ریشم پہننا یا سونے کی سواریوں پر سوار ہونا یا بادشاہوں کا مشکوک مال لینا یا ان کے پاس آنا جانا ان کے برے اعمال پر انکار نہ کر کے ان کی مدد کرنا، مسلمانوں کی آبرو سے کھیلنا کسی مسلمان کو مناظرہ وغیرہ یہ وہ گناہ ہیں کہ سادہ لوح مسلمان ان کی تقلید کر سکتے ہیں۔ یہ علماء مر جائیں گے لیکن ان کا شر ساری دنیا میں پھیلتا رہے گا۔ ایسا شخص کتنا خوش قسمت ہے جس کے گناہ اس کے ساتھ دفن ہو جائیں۔ حدیث شریف میں ہے:

من سن سنة فعليه وزرها ووزر من عمل بها لا ينقص من اوزارهم شيئا. (بخاری ومسلم ابوھریرۃؓ)

ترجمہ......''جس نے کوئی برا طریقہ جاری کیا، اس کا وبال جاری کرنے والے پر ہوگا، نیز اس کا وبال بھی اس پر ہے جو اس پر عمل کرے حالانکہ ان کے وبال میں سے ذرا کم نہ کیا جائے گا۔''

ونكتب ما قدموا وآثارهم (پ:۲۲،۱۸ آیت:۱۲)

ترجمہ: ''اور ہم لکھتے جاتے ہیں ان کے وہ اعمال بھی جن کو وہ آگے بھیجتے ہیں، اور وہ

اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔''

آثار ان اعمال کو کہتے ہیں جو عمل اور عامل کے فنا ہو جانے کے بعد عامل تک پہنچتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عالم کی بربادی کا باعث یہ ہے کہ لوگ اس کی اتباع کرتے ہیں۔ وہ لغزش کرتا ہے تو توبہ کر لیتا ہے لیکن لوگ اس کی لغزش کو حکم شرعی سمجھ کر دنیا جہاں میں پھیلا دیتے ہیں اور اس کی تقلید کرتے ہیں۔ کسی کا مقولہ ہے کہ عالم کے قصور کا حال یہ ہے کہ جیسے سمندر کے بیچ میں کشتی ٹوٹ جائے، خود بھی ڈوبے اور اپنے سواریوں کو بھی غرق کرے۔ اسرائیلی روایات میں ہے کہ ایک عالم بدعت میں پڑ کر گمراہ ہوا، پھر اسے اپنی گمراہی کا احساس ہوا اور اس نے توبہ کی اور ایک عرصے تک مخلوق خدا کی اصلاح کے کام میں مشغول رہا۔ اس دَور کے نبی پر وحی نازل ہوئی کہ اس سے کہہ دیجئے کہ اگر صرف تو نے میرا قصور کیا ہوتا تو معاملہ میرے اور تیرے درمیان رہتا لیکن تو نے میرے بندوں کو گمراہ کیا ہے اور وہ تیری گمراہی کے باعث دوزخ میں گئے ہیں، اس لئے میں تجھے کیسے معاف کر سکتا ہوں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علماء کا معاملہ خطرناک ہے ان کی بڑی ذمہ داریاں ہوتی ہیں اسی طرح اعمال خیر کی وجہ سے ان کے اجر و ثواب میں بھی اضافہ ہوتا ہے اگر کوئی اعمال خیر میں اس کی اتباع کرے۔ اگر کسی عالم نے دنیاوی زیب و زینت ترک کی، اس سے متنفر رہا اور صرف بقدر ضرورت مال پر قناعت کی، قوت لایموت پر اکتفا کیا اور پرانے کپڑے پسند کئے اور لوگوں نے ان کی عادات صالحہ میں ان کی اقتداء کی تو اسے نہ صرف اپنے عمل کا ثواب ملے گا بلکہ وہ اقتداء کرنے والوں کے برابر ثواب سے بھی نوازا جائے گا اور اگر دنیاوی زیب و زینت کی طرف راغب رہا تو جو اس سے کم درجے کے لوگ ہیں وہ اس کی مشابہت اختیار کرنے کی کوشش کریں گے اور وہ اپنے مالی حالات کی بناء پر اس میں کامیاب نہ ہو سکیں گے مجبوراً انہیں بادشاہوں کی خدمت کر کے اور حرام ذرائع سے مال حاصل کر کے اپنی خواہشات پوری کرنی ہوگی۔ اس طرح وہ تنہا ان سب کے اعمال کا سبب قرار پائے گا۔ دونوں حالتوں میں عالم کی ذات سے جس طرح نفع پہنچتا ہے، اسی طرح

نقصان بھی پہنچتا ہے اور دونوں ہی آثار مرتب ہوتے ہیں۔

(بحوالہ جستہ جستہ از احیاء العلوم جلد چہارم)

گناہوں کی بد بو ونجاست اور نیکیوں کی خوشبو

گناہ باطنی اعتبار سے نجاست کی مانند ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم جس عضو سے بھی گناہ کرتے ہیں ہمارا وہ عضا باطنی طور پر ناپاک ہوجاتا ہے۔ گویا:

......آنکھ نے غلط دیکھا تو آنکھ ناپاک ہوگئی۔

......زبان سے جھوٹ بولا تو زبان ناپاک ہوگئی۔

......کان سے غیبت سنی تو کان ناپاک ہوگئی۔

......ہاتھوں سے چوری کی تو ہاتھ ناپاک ہوگئے۔

......پاؤں سے غلط کام کے لئے چل کر گئے تو پاؤں ناپاک ہوگئے۔

......شرمگاہ سے بدکاری کی تو شرمگاہ ناپاک ہوگئی۔

لیکن اگر سراپا گناہ میں مبتلا ہوکر بھی توبہ تائب ہوجائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی پاک فرمادیں گے۔

نجاست کے اندر بدبو ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا انسان جن اعضا سے گناہ کرتا ہے۔ ان اعضاء سے باطنی طور پر بدبو آتی ہے۔ اور اس کی دلیل حدیث پاک میں ملتی ہے۔ مثال کے طور پر:......

(۱)......حدیث پاک میں آیا ہے کہ: انسان جب جھوٹ بولتا ہے۔ تو اس کے منہ سے بدبو نکلتی ہے۔ حتیٰ کہ فرشتے اس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں اور اس بندے سے دور ہوجاتے ہیں۔

(۲)......حدیث پاک میں آتا ہے کہ: جب انسان کی وفات کا وقت قریب آجاتا ہے۔ تو ملک الموت کے ساتھ آنے والے دوسرے فرشتے اس آدمی کے اعضاء کو سونگھتے

ہیں۔ اور جن جن اعضاء سے اس نے گناہ کئے ہوئے ہوتے ہیں، ان اعضاء سے ان کو بدبو محسوس ہوتی ہے...... جیسے بچے ہوئے کھانے کو عورتیں سونگھ سونگھ کر پتہ لگا لیتی ہیں کہ یہ ٹھیک ہے یا خراب۔ ذرا سی مہک محسوس ہو تو وہ کہتی ہیں کہ کھانا خراب ہے...... بالکل اسی طرح فرشتے موت کے وقت انسان کے اعضاء کو سونگھتے ہیں، اگر ان میں گناہوں کی بدبو ہو تو انہیں پتہ چل جاتا ہے اور وہ اس بندے کی پٹائی شروع کر دیتے ہیں۔ اور جو توبہ تائب ہونے والا نیکوکار انسان ہوتا ہے۔ اس کے اعضاء گناہوں سے پاک اور صاف ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان سے بدبو محسوس نہیں ہوتی۔

(۳)...... سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک صاحب آئے اور آپؓ نے دیکھ کر فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ ہماری محفلوں میں بے مہابہ چلے آتے ہیں، اور انکی نگاہوں سے زنا ٹپکتا ہے...... اس سے پتہ چلا کہ بسا اوقات گناہوں کی بدبو بعض لوگوں کو دنیا میں بھی محسوس ہو جاتی ہے۔

یاد رکھیں کہ گناہوں کی یہ بدبو صرف دنیاوی زندگی میں اور موت کے وقت ہی فرشتوں کو محسوس نہیں ہوتی بلکہ جہنم میں پڑنے کے بعد بھی ان کے اعضاء سے بدبو محسوس ہو گی۔ چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو انسان زنا کار ہیں جہنم میں ڈالنے کا باوجود ان کی شرمگاہوں سے ایسی بدبودار ہوا نکلے گی کہ سارے جہنمیوں کو پریشان کر دے گی اور وہ بڑے غصے کے ساتھ اس جہنمی کو دیکھ کر کہیں گے کہ تیرے جسم سے کیسی بدبو نکلی جس نے جہنم کے اندر ہماری تکلیف میں اضافہ کر دیا۔

نیکی میں خوشبو ہوتی ہے۔ لہٰذا نیک لوگوں کے اعضاء سے خوشبو آتی ہے۔ اگر ہم نیکوکار بن جائیں گے تو ہمارے جسم سے بھی باطنی طور پر خوشبو آ رہی ہو گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بعض حضرات کے اندر تو نیکی کی خوشبو اتنی بڑھا دی کہ وہ لوگوں کو ظاہر بھی محسوس ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر:......

(۱)...... خود نبی الصلوٰۃ والسلام کے مبارک پسینہ سے اتنی خوشبو آتی تھی کہ ام سلیم

رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچوں کو بھیج کر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کے قطروں کو شیشیوں میں جمع کروا دیتی تھیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: امِ سلیم! تم ایسا کیوں کرتی ہو؟ عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! ہم اس مبارک پسینہ کے قطروں کو جب خوشبو میں ملا لیتی ہیں تو خوشبو کی مہک میں اضافہ ہو جاتا ہے...... مدینہ کی دلہنیں بھی آپ ﷺ کا وہ پسینہ بطور خوشبو استعمال کیا کرتیں تھیں۔

ایک صحابیؓ کی بیٹی کی شادی تھی۔ ان کے پاس پیسے نہیں تھے۔ ان کو نبی علیہ الصلوٰۃ السلام نے پسینے کے چند قطرے عنایت فرما دیئے۔ جب ان کی بیٹی نے جسم پر لگائے تو اس سے خوشبو آنے لگی۔ بلکہ انہوں نے اس میں سے کچھ قطرے اپنے گھر میں رکھ لئے۔ اس گھر میں بھی خوشبو آنا شروع ہوگئی۔ حتیٰ کہ صحابہ کرامؓ میں وہ گھر ''خوشبو والوں کا گھر'' مشہور ہو گیا...... اور بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام جس راستے سے چل کر جاتے تھے اس راستے سے خوشبو آتی تھی۔

(۲)...... سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے محفوظ کیا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کے جسم سے بھی خوشبو آیا کرتی تھی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

﴿کان ریح ابی بکر اطیب من ریح المسک﴾

''ابوبکر صدیق ؓ کے جسم سے ایسی خوشبو آتی تھی جو مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہوا کرتی تھی۔''

(۳)...... امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ جب مسجد نبوی میں جاتے تھے تو وہاں قرآن پاک پڑھاتے تھے۔ انکے منہ سے خوشبو آیا کرتی تھی۔ کسی نے پوچھا، حضرت! کیا آپ منہ میں الائچی رکھتے ہیں، یا کوئی اور چیز رکھتے ہیں، ہم نے اتنی خوشبو کبھی کہیں نہیں سونگھی۔ وہ کہنے لگے، نہیں، بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ خواب میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی، تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ: عاصم! تو اتنی محبت کے ساتھ قرآن مجید

پڑھتا ہے۔ کہ مجھے بہت پسند آتا ہے، آؤ میں تمہارے منہ کو بوسہ دے دوں، جب سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں میرے منہ کا بوسہ لیا ہے اس وقت سے میرے منہ میں خوشبو آتی ہے۔ سبحان اللہ۔

(۴)...... شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل درود شریف میں لکھا ہے کہ: ایک آدمی رات کو سونے سے پہلے روزانہ درود شریف پڑھا کرتا تھا۔ ایک رات خواب میں اسے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اپنا منہ میرے قریب کرو، جس منہ سے تم مجھ پر درود پڑھتے ہو، میں اس منہ کا بوسہ لینا چاہتا ہوں۔ اس نے اپنا رخسار نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب کر دیا۔ چنانچہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے چہرے کا بوسہ لے لیا، اور اس کی آنکھ کھل گئی۔ جیسے ہی آنکھ کھلی پورا گھر مشک کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ اس کے بعد آٹھ دن تک اس کے رخسار سے مشک کی خوشبو آتی ہی رہی۔

(۵)...... انڈیا میں ایک بزرگ خواجہ مشکی رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے۔ ان کے جسم سے مشک کی سی خوشبو آیا کرتی تھی۔ لوگ حیران ہو کر پوچھا کرتے تھے کہ آپ کیسی خوشبو لگاتے ہیں کہ آپ کے کپڑے ہر وقت معطر محسوس ہوتے ہیں۔ کسی نے ایک مرتبہ بہت مجبور کیا تو وہ فرمانے لگے کہ میں تو کوئی خوشبو نہیں لگاتا۔ ان نے کہا کہ پھر آپ کے کپڑوں سے خوشبو کیسے آتی ہے؟......

انہوں نے کہا کہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں کسی گلی میں سے گزر رہا تھا۔ ایک مکان کے دروازے پر ایک بوڑھی عورت کھڑی تھی۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا کہ گھر میں کوئی بیمار ہے، تم نیک بندے نظر آتے ہو، اس کو کچھ پڑھ کے پھونک دو، ہوسکتا ہے کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔ میں نے اس پر اعتماد کیا اور گھر کے اندر چلا گیا۔ جب اندر گیا تو اس نے تالا لگا دیا۔ اس کے بعد گھر کی مالکہ سامنے آئی۔ اس کی نیت میرے بارے میں بری تھی۔ وہ کہنے لگی کہ میں روزانہ تجھے گزرتے ہوئے دیکھتی تھی، میرے دل میں برائی کا خیال پیدا ہو گیا۔

چنانچہ میں نے آج تجھے اس بوڑھی عورت کے ذریعے گھر بلایا ہے، لہٰذا اب میں گناہ کرنا چاہتی ہیں۔ جب اس نے اپنی نیت کا اظہار کیا تو میں بہت پریشان ہوا۔ میں نے اس کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور باہر نکلنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ کہنے لگی کہ اب تالا لگ چکا ہے، اگر نہیں مانو گے تو میں شور مچاؤں گی، اور بہتان لگا کر سنگسار کراؤں گی، اب دو باتوں میں ایک بات کا انتخاب کرلو۔ یا تو سنگسار ہونا پسند کرلو یا پھر میرے ساتھ گناہ کا ارتکاب کرلو۔ اس کی یہ بات سن کر میں بہت پریشان ہوا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں تجویز ڈالی تو میں نے اس سے کہا کہ مجھے بیت الخلاء میں جانے کی ضرورت ہے، لہٰذا میں فارغ ہوکر تم سے بات کروں گا۔ اس عورت نے سوچا چلو آمادہ تو ہوگیا ہے، تاہم اس نے مجھے بیت الخلاء کی جگہ دکھادی۔ میں وہاں گیا تو مجھے بیت الخلاء میں جو گندگی اور نجاست نظر آئی میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے اپنے جسم پر اور اپنے کپڑوں پر مل لیا۔ جب میں باہر نکلا تو میرے جسم سے سخت بدبو آرہی تھی۔ چنانچہ جب اس عورت نے مجھے دیکھا تو اس کے دل کے اندر میرے خلاف نفرت پیدا ہوگئی، اور وہ کہنے لگی کہ: یہ تو پاگل ہے، نکالو اس کو یہاں سے، یوں میں اپنا ایمان بچا کر اس گھر سے نکل آیا۔ اس کے بعد مجھے پریشانی ہوئی کہ میرے بدن اور کپڑوں سے لوگوں کو بدبو آئے گی۔ لہٰذا میں جلدی سے غسل خانے میں پہنچا اور میں نے اپنے بدن کو اور کپڑوں کا دھویا اور پاک کیا۔ جب گیلے کپڑے پہن کر میں باہر نکلا تو اس وقت میرے جسم سے خوشبو آنے لگی...... اللہ اکبر...... ان کا اصلی نام تو کوئی اور تھا، لیکن چونکہ ان کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اس لئے لوگ انہیں خواجہ مشکی کہہ کر پکارتے تھے...... تو ایک موٹی سی بات ذہن میں کرلینی چاہئے کہ نیکی سے جسم سے خوشبو آتی ہے اور گناہ سے جسم سے بدبو آتی ہے۔

اب ایک اور بات آپ سمجھ لیجئے...... یہ چیز آپ کو فائدہ دے گی...... وہ یہ کہ کچھ ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو گلنے والی ہوتی ہیں۔ مثلاً آپ چاول پکائیں اور گرم گرم چاول کسی برتن میں ڈھانپ کر رکھ دیں تو ان میں بدبوسی پیدا ہوجائے گی۔ اس لئے کہ آپ نے گرم گرم

ڈال دیئے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ سفر میں کھانا لے کر جاتے ہیں تو اس میں سے بدبو محسوس ہوتی ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ اوہو، بیوی نے کھانا پکایا تو تھا مگر گرم گرم ڈال دیا جس کی وجہ سے اس کے اندر بدبو آ گئی۔ یہاں سے بات سمجھنے والی ہے کہ وہ کھانا اس لئے خراب ہوا کہ اس میں خراب ہونے والی چیز موجود تھی...... آپ اپنے پاس چینی یا گڑ کو بند کر لیں اور ایک سال بعد ڈبہ کھولیں تو اس کی مہک ٹھیک ہوگی کیونکہ اس میں خراب ہونے والی کوئی چیز نہیں تھی۔ ایک سال کے بعد بھی چینی چینی ہی ہوگی اور گڑ گڑ ہی ہوگا...... اب یہ بات بھی آپ کو معلوم ہوگئی کہ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن میں خراب ہونے کا مادہ موجود ہوتا ہے اور وہ چند گھنٹوں میں ہی خراب ہو جاتی ہیں اور کچھ چیزوں میں خراب ہونے کا مادہ نہیں ہوتا لہٰذا وہ سالوں پڑی رہیں تو بھی خراب نہیں ہوتیں۔ اب جب یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی تو اس عاجز نے آپ کو جو اصل بات بتانی تھی وہ یہ ہے کہ گناہ کے اندر خراب کرنے کا مادہ ہوتا ہے کیونکہ وہ نجاست کی مانند ہوتا ہے اور نجاست بدبو ہی پھیلاتی ہے جس سے چیزیں خراب ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے گناہوں کے اثرات کی وجہ سے قبر کے اندر بدن خراب ہو جاتے ہیں۔ اور کیڑوں کی غذا بنتے ہیں۔ اور نیکی کے اندر خوشبو ہوتی ہے اور خوشبو کو آپ جتنا عرصہ ڈھانپ کر رکھیں وہ خوشبو ہی رہے گی۔ لہٰذا اب ایک بات سامنے آئی کہ جو انسان دنیا میں توبہ تائب ہو کر مرے گا اس کے اوپر گناہوں کے اثرات نہیں ہوں گے۔ یہ بندہ قبر میں بھی چلا گیا تو اس کا جسم قبر میں بھی نہیں گلے سڑے گا۔ کیونکہ اس کے اندر گناہوں کے اثرات ہی نہیں ہے۔ اس لئے بعض حضرات نے اولیائے کرامؒ کے جسم قبروں میں بالکل سالم دیکھے۔ ایک مرتبہ ہمارے شہر کے قبرستان میں قبر کے لئے زمین کو کھودا گیا تو ایک قبر کھل گئی۔ لوگ دیکھ کر حیران ہوئے کہ میت کا جسم تو کیا کفن کا کپڑا ابھی بالکل صحیح سالم تھا۔ اس لئے کہ وہ بندہ توبہ تائب ہو کر مرا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے گناہوں سے ایسے پاک کیا تھا کہ اس کے بدن پر گناہوں کا کوئی اثر نہیں تھا۔ اس لئے اس کا جسم زمین کے اندر خراب ہی نہیں ہو رہا تھا۔

پندرہ بیس دن کی بات ہے کہ میں کسی کام کے سلسلے میں لاہور گیا ہوا تھا۔ وہاں ایک دوست نے مجھے کہا، حضرت اگر آپ کے پاس وقت ہوتو آپ کو ایک چیز دکھانا چاہتا ہوں۔ میں نے پوچھا، کونسی چیز؟...... وہ کہنے لگا، حضرت! آپ وہ چیز دیکھ کر یقیناً خوش ہوں گے لہٰذا اگر آپ کے پاس وقت ہے تو میں آپ کو لئے چلتا ہوں۔ میں نے کہا، ٹھیک ہے چلیں۔ اس نے مجھے اپنی گاڑی پر بٹھالیا اور تقریباً دس کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد اس نے بریک لگادی۔ وہ خود بھی گاڑی سے نیچے اتر گیا اور مجھے بھی کہا، حضرت! آپ بھی اتر آئیں۔ چنانچہ میں بھی اتر گیا۔

اس نے مجھے وہاں سڑک کے کنارے پر برگد کا ایک ایسا درخت دکھایا جو سخت آندھی سے جڑوں سے اکھڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ اس درخت کی کیا خوبی ہے؟...... وہ کہنے لگا کہ: حضرت! آپ ذرا اس کے قریب ہوکر اس کی جڑوں کے اندر تو دیکھیں۔ چنانچہ جب میں نے قریب ہوکر دیکھا تو میں حیران رہ گیا کہ اس درخت کی جڑوں کے درمیان والی مٹی میں نورانی چہرے والے ایک باریش آدمی کی میت دفن تھی۔ اس میت کو درخت کی جڑوں نے چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا۔ درخت کے اکھڑنے کی وجہ سے اس کی جڑوں میں سے مٹی گر گئی جس کی وجہ سے اس کی میت نظر آرہی تھی اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس کا جسم اور کفن بالکل صحیح سلامت تھے۔

بعد میں، ہم نے غور کیا کہ یہ درخت تقریباً ایک سو سال پہلے لگایا گیا تھا۔ جوں جوں درخت بڑا ہوتا گیا اس کی جڑیں اس آدمی کی میت کو چاروں طرف سے گھیرتی گئیں۔ معلوم نہیں کہ اس آدمی کو اس درخت کے لگنے سے کتنا پہلے دفن کیا گیا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک مرتبہ جنازہ پڑھانے گئے...... اب ذرا غور کیجئے یہ عاجز جونکتہ آپ کے ذہن میں بٹھانا چاہتا ہے وہ فوراً آپ کے ذہن میں آجائے گا...... جنازہ پڑھنے کے بعد قبرستان میں ایک قبر کے پاس کھڑے ہوکر انہوں نے رونا شروع کردیا۔ لوگوں نے پوچھا: حضرت! آپ تو اس جنازہ کے سرپرست تھے، آپ پیچھے کیوں

کھڑے ہو گئے؟......فرمانے لگے کہ مجھے اس قبر میں سے ایسے آواز محسوس ہوئی جیسے یہ میرے ساتھ ہمکلامی کر رہی ہے۔لوگوں نے پوچھا کہ قبر نے آپ کے ساتھ کیا ہمکلامی کی؟......فرمایا کہ قبر نے مجھ سے یہ ہم کلامی کی کہ اے عمر بن عبدالعزیز! تو مجھ سے کیوں نہیں پوچھتا کہ جو بندہ میرے اندر آتا ہے میں اس کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں؟...... میں نے کہا بتادو۔قبر کہنے لگی کہ اس کے ساتھ یہ سلوک کرتی ہوں کہ:......

......اس کے گوشت کو کھا جاتی ہوں۔

......اس کی انگلیوں کے پوروں کو اس کے ہاتھوں سے جدا کر دیتی ہوں۔

......اس کے ہاتھوں کو اس کے بازوؤں سے جدا کر دیتی ہوں۔

......یوں اس کی ہڈیوں کو جدا کر کے ان کو بھی کھا جاتی ہوں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ: جب قبر نے یہ بات کہی تو مجھے رونا آ گیا۔

یہ واقعہ اس عاجز نے ایک مرتبہ ایک ملک میں سنایا۔اس محفل میں پی ایچ ڈی ڈاکٹر، ایم بی بی ایس ڈاکٹر اور سائنسدان قسم کے لوگ بلائے گئے تھے۔محفل کے اختتام پر ایک سائنسدان صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے، حضرت! کیا آپ نے یہ واقعہ کسی کتاب میں سے پڑھا ہے؟......میں نے کہا: جی ہاں، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا یہ واقعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ نے فضائل صدقات میں بھی نقل فرمایا ہے۔جب ایسے مستند بزرگ کوئی واقعہ نقل کریں تو وہ صحیح ہوتا ہے۔

وہ کہنے لگے، حضرت! کیا آپ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہیں گے؟...... میں نے کہا: بھئی! کیا مطلب؟......وہ کہنے لگے، حضرت! یہ چیز یہاں ایک جگہ آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہے۔میں اس کی بات سن کر بڑا حیران ہوا۔وہ کہنے لگے، حضرت! آپ تین گھنٹے فارغ کریں اور میں آپ کو لے جا کر یہ سب منظر آنکھوں سے دکھاؤں گا۔مجھے اور حیرانی ہوئی میں نے کہا ٹھیک ہے کل چلیں گے۔

اگلے دن وہ ڈاکٹر صاحب وقت پر ہی آ گئے، اور ہمیں ایک میوزیم (یعنی عجائب گھر) میں لے گئے۔ اس عجائب گھر کے اندر ان کافروں نے حنوط شدہ لاشیں رکھی ہوئی تھیں...... اس سٹیج پر بیٹھ کر میں یہ بات بڑی ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں، میں باوضو ہوں، مسجد میں بیٹھا ہوں، اور سو فیصد صحیح بات کہہ رہا ہوں...... انہوں نے عجائب گھر میں شیشے کے کمرے بنائے ہوئے تھے۔

جب پہلے کمرے میں گئے تو اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ جب انسان مرتا ہے تو اس کی حالت یہ ہوتی ہے۔ جب ہم اندر گئے تو ہمیں ایک لاش نظر آئی جس پر انہوں نے کیمیکل لگا کر اسے ہر چیز سے بچایا ہوا تھا...... اس کو حنوط شدہ لاش کہتے ہیں۔ انگلش میں اس کو ممی کہتے ہیں...... انہوں نے کہا کہ جب کوئی بندہ مرتا ہے تو وہ اس حالت میں ہوتا ہے۔ ہم نے کیمیکل لگا کر یہاں رکھ دیا ہے۔ ہم اس لاش کو دیکھ کر حیران ہوئے۔

پھر دوسرے کمرے میں لے کر گیا۔ وہاں ایک پلیٹ پر لکھا ہوا تھا کہ: ''یہ آدمی مر گیا، اور ہم نے اسے قبر میں ڈال دیا اور چند دنوں کے بعد ہم نے قبر کو کھولا اور جس حالت میں اس کی لاش کو ہم نے پایا، ہم نے اسی حالت میں اس پر کیمیکل چھڑک کر یہاں رکھ دیا۔'' ہم نے اس بندے کو دیکھا تو اس کا باقی سارا جسم ٹھیک تھا مگر اس کی دونوں آنکھوں کے ڈھیلے ڈھلک کر اس کے رخساروں پر آ چکے تھے اور ان میں کیڑے پڑ چکے تھے...... معلوم ہوا کہ قبر کے اندر بندے کے جسم میں جو سب سے پہلی تبدیلی آتی ہے وہ یہ ہے کہ آنکھوں کے ڈھیلے ڈھلک کر رخساروں پر آ جاتے ہیں اور ان میں کیڑے پڑ جاتے ہیں...... جن آنکھوں نے غیر اللہ کو محبت کی نظر سے دیکھا تھا ان پر سب سے پہلے کیڑے چمٹے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے تیری آنکھیں قابو میں نہیں تھیں تو غیر اللہ کی چاہتوں اور محبتوں سے دیکھتا تھا۔ مگر یہ حق تیرے پروردگار کا تھا، لیکن تجھے غیر محرموں کے چہرے اچھے لگتے تھے۔ تو جو آنکھیں غیر محرم کو محبت کی نظر سے ہوس کے ساتھ دیکھتی پھرتی ہیں قبر میں سب سے پہلے انہیں آنکھوں کو کیڑے کھائیں گے۔

اس کے بعد ہم تیسرے کمرے میں گئے۔ اس کمرے میں پڑی ہوئی لاش کی آنکھوں کے ڈھیلوں کو بھی کیڑوں نے کھالیا تھا مگر اب اس کے ہونٹوں کو بھی کیڑے کھا چکے تھے۔ صرف دانتوں کی بتیسی نظر آرہی تھی۔ اس کے علاوہ باقی لاش ٹھیک تھی...... تو دوسری تبدیلی یہ آئی کہ اس کے منہ میں کیڑے پڑ گئے اور کیڑوں نے اس کے ہونٹوں کو کھا لیا۔ جس کی وجہ سے دور سے اس کے دانت نظر آرہے تھے...... معلوم ہوا کہ جس زبان سے انسان اللہ کے شکوے کرتا ہے اور لوگوں کے ساتھ غلط محبت بھری باتیں کرتا ہے، اب دوسرے نمبر پر اس زبان کو کیڑوں نے کھالیا۔

پھر ہم چوتھے کمرے میں گئے۔ ہم نے وہاں دیکھا کہ آنکھوں سے ڈھیلے نکلے ہوئے تھے اور ان کو کیڑوں نے کھالیا تھا اس کے علاوہ ہم نے دیکھا کہ اس کا پیٹ پیالے کی طرح بنا پڑا ہے اور اس پیالے کے اندر کیڑے پڑے ہوئے ہیں...... جس پیٹ میں حرام ڈالتا تھا اب اس میں کیڑے پڑ چکے تھے اور اسے کھا رہے تھے۔

پھر اگلے کمرے میں دیکھا کہ کیڑوں نے پھیلنا شروع کر دیا تھا۔ بالآخر ایک ایسے کمرے میں گئے جہاں کیڑوں نے جسم کا پورا گوشت کھالیا تھا فقط ہڈیاں موجود تھیں...... پھر اگلے کمرے میں ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے کی حالت کا مشاہدہ کیا۔ اور جب ہم آخری کمرے میں پہنچے تو وہاں لکھا ہوا تھا کہ جب ہم نے اس قبر کو کھودا تو فقط ریڑھ کی ہڈی کا اتنا سا حصہ باقی تھا، باقی سب ہڈیوں کو بھی مٹی نے کھالیا تھا۔

یہ سب معاملات انسان کو قبر کے اندر پیش آتے ہیں۔ ہماری کتابوں میں لکھا ہوا تھا اور اس ملک کے کافروں نے قبر میں جو تبدیلی دیکھی اسے حنوط شدہ لاشوں کی صورت میں لوگوں کے لئے نمائش بنایا ہوا تھا۔ مگر وہ کونسی لاشیں ہوتی ہیں جن کو مٹی اور کیڑے کھاتے ہیں؟...... یہ ان لوگوں کی لاشیں ہوتی ہیں جو گناہ کرتے ہیں۔ چونکہ ان کے اندر گناہوں کے اثرات ہوتے ہیں اس لئے مٹی اور کیڑے ان کی لاشوں کو کھاتے ہیں۔ اور جو لوگ گناہوں سے بچتے ہیں اور اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں، چونکہ انہوں نے اپنے علم اور

ارادے سے گناہ نہیں کیا ہوتا اس لئے ان کی لاشیں قبر میں محفوظ رہتی ہیں۔ انبیاء کرام کے بارے میں تو حدیث پاک میں آ گیا کہ اللہ تعالی نے انبیائے کرام کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا، اسی طرح جو انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور وہ گناہوں سے اپنے جسموں کو بچاتے ہیں، چونکہ ان کے جسموں میں گناہوں کی نجاست نہیں ہوتی اس لئے جب ان کے جسموں کو قبر میں رکھتے ہیں تو اللہ کی زمین ان کے جسموں کو بھی نہیں گلا سکتی کیڑے بھی ان کے جسموں میں نہیں پڑ سکتے۔ اسی لئے بعض اولیاء اللہ کے جسم قبرستان کی کھدائی کے وقت بالکل صحیح سالم پائے گئے، کیونکہ ان کے جسم میں گناہوں کے اثرات نہیں تھے۔

کئی ایسے نیکوکار بھی ہوتے ہیں کہ قبر کی مٹی نے انکے جسموں میں کیڑے تو کیا ڈالنے، ان کے جسم کی خشبو قبر کی مٹی کو بھی خوشبودار بنا دیتی ہے۔

(۱)......آپ نے امام بخاریؒ کا وقعہ تو سنا ہوگا کہ جب ان کو قبر میں دفن کیا گیا تو قبر کی مٹی سے خوشبو آتی رہی۔ وہ سمرقند سے تقریباً بائیس میل کے فاصل پر خرتنگ نامی گاؤں میں مدفون ہیں۔ اس عاجز کو وہاں جا کر چند دن گزارنے کا موقع ملا۔ ان کا مزار مہمان خانے اور مسجد کے درمیان تھا۔ لہٰذا ہم جب بھی مہمان خانے سے مسجد کی طرف جاتے تو ان کے مزار کے پاس سے گزرتے ہوئے ایک عجیب طرح کی خوشبو محسوس کرتے۔ میں نے امام صاحب سے پوچھا کہ کیا لوگ یہاں آ کر عطر چھڑکتے ہیں؟......وہ کہنے لگے کہ کوئی ایک بندہ بھی عطر نہیں چھڑکتا، آپ دیکھیں کہ اردگرد ہر جگہ مربل ہے، یہاں کوئی کچھ نہیں کر سکتا، البتہ میں اتنے سالوں سے امام اور خطیب ہوں، میں جب بھی اس جگہ سے گزرتا ہوں مجھے ہمیشہ اس جگہ سے خوشبو آتی ہے۔ اللہ اکبر۔

وہ کہنے لگے کہ لوگ یہاں خوشبو سونگھ کر حیران ہو جاتے ہیں۔ میں نے کہا، حضرت! مجھے تو کوئی حیرانی نہیں ہو رہی۔ کہنے لگے، کیا آپ حیران نہیں ہو رہے کہ وہاں سے گزرتے ہوئے خوشبو آتی ہے؟......میں نے کہا، نہیں مجھے حیرانی نہیں ہو رہی۔ کہنے لگے کہ آپ اس بات سے کیوں حیران نہیں ہو رہے؟......

میں نے کہا، اس لئے کہ ؎

گلے خوشبوئے در حمام رازے	رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم تو مشکے یا عنبرے	کہ از بوئے دل آویز تو مستم
بگفتا من گل ناچیز بودم	ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد	وگرنہ من ہما خاکم کہ ہستم

''ایک دن خوشبو دار مٹی مجھے حمام میں اپنے محبوب کے ہاتھ سے ملی میں نے اس سے کہا کہ تو مشک ہے یا عنبر کہ میں تیری دل آویز خوشبو سے مست ہو گیا۔ اس نے کہا کہ میں ایک کم قیمت مٹی ہو لیکن کچھ وقت ایک پھول کے ساتھ رہ چکی ہوں۔ اپنے ہمنشین کے جمال نے مجھ پر اثر کیا ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں۔''

(۲)...... ایک مرتبہ انڈیا میں طاعون کی بیماری پھیلی۔ حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ کے دل میں اللہ نے یہ بات ڈالی کہ اسی طاعون میں انہیں شہادت ملے گے...... حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو طاعون کی بیماری میں مرا وہ شہید آخرت میں سے ہے...... جب ان کو دفن کیا گیا تو ان کی قبر کی مٹی میں سے بھی خوشبو آتی تھی۔

(۳)...... حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو لاہور میں میانی شریف کے قبرستان میں دفن کیا گیا، تو ان کی قبر کی مٹی میں سے بھی خوشبو آیا کرتی تھی۔ بعد میں ان کے لواحقین نے دعا مانگی کہ اے اللہ! اس خوشبو کو دور فرما دیجئے، ورنہ لوگ مٹی اٹھا اٹھا کر گھر لے جائیں گے...... عوام الناس کا تو یہی حال ہوتا ہے...... چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کی وجہ سے اس خوشبو کو لوگوں پر ظاہر ہونا ختم فرما دیا۔ البتہ ہم یقین کرتے ہیں کہ ان کی قبر کے اندر اب بھی خوشبو موجود ہو گی...... یہ خوشبو کیوں محسوس ہوتی ہے؟...... یہ حقیقت میں نیکیوں کی خوشبو ہوتی ہے۔

ہم جب بھی گناہ کرتے ہیں ہم سمجھ لیں کہ ہم اس وقت اپنے اوپر نجاست مل رہے ہوتے ہیں۔ اگر ان نجاستوں کو ہم نے توبہ کیے بغیر اپنے ساتھ لے کر قبر میں چلے گئے تو

وہاں یہ نجاست ضرور بدبو پھیلائے گی اور بدبو سے کیڑے پیدا ہوں گے۔ بلکہ نجاست میں تو ویسے ہی کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ پھر ہمارے جسم کو کیڑے ہی کھائیں گے اور کیا ہوگا۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم گناہوں سے بچیں اور اپنے جسم میں نیکی کی خوشبو پیدا کریں۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی خوشبو کے اثرات دکھائیں گے اور آخرت میں بھی انشاء اللہ اس کے اثرات ملیں گے۔ تاہم یہ بات ایک مسلمہ حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے کہ جب تک ہم اپنے دل سے گناہوں کا میل کچیل نہیں اتاریں گے اس وقت تک ہمیں اللہ رب العزت کا وصل نصیب نہیں ہو سکے گا۔ اس کی ایک مثال سن لیجئے......

ایک مرتبہ ہمیں مسکین پور شریف جانے کا موقع ملا۔ وہاں ایک چھوٹی سی دیوار تھی۔ اسے طلباء اونچا کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ وہ سیمنٹ کی ایک بوری لے آئے۔ اینٹیں بھی منگوالیں اور خود ہی مسالہ بنا کر ذرا اونچی دیوار بنادی۔ مگر کچھ عرصے کے بعد اوپر کی بنی ہوئی دیوار خود بخود گر گئی۔ وہ اینٹیں آپس میں تو مضبوطی سے جڑی ہوئیں تھیں مگر پہلے والی دیوار کے ساتھ اس کا جوڑ ٹھیک نہ لگ سکا تھا۔ طلباء پھر پریشان ہوئے۔ پھر انہوں نے کچھ عرصے کے بعد دوبارہ پیسے جمع کیے اور سیمنٹ خرید کر دوبارہ دیوار بنائی۔ مگر وہی ہوا جو پہلے ہوا تھا۔ یہ عاجز وہاں گیا ہوا تھا تو ان میں سے کچھ طلباء نے کہا کہ سنا ہے آپ انجینئر ہیں لہٰذا آپ بتادیجئے کہ ہم کہاں غلطی کر رہے ہیں؟...... اس عاجز نے ان سے عرض کیا کہ آپ مسالہ بھی ٹھیک بنا رہے ہیں، پانی بھی پورا ڈال رہیں ہیں، اینٹوں کو بھی گیلا کر رہے ہیں، مگر ایک کوتاہی بھی کر رہیں ہیں۔ وہ کوتاہی یہ ہے کہ پرانی دیوار کے اوپر مٹی جمی ہوئی ہے، آپ لوگوں نے موٹی موٹی مٹی اتار دی ہے۔ لیکن اس کو اچھی طرح صاف نہیں کیا لہٰذا آپ لوہے کا برش لے کر اس کو پرانی دیوار کی اینٹوں پر اچھی طرح رگڑیں حتیٰ کہ ان پر مٹی اور میل کچیل ختم ہو جائے۔ چنانچہ طلباء نے ایسا ہی کیا۔ انہوں نے اچھی طرح رگڑ رگڑ کر دیوار کے اوپر کی سطح کو بالکل صاف کر دیا اور پھر سیمنٹ کی مدد سے دیوار بنادی۔ اور وہ دیوار بالکل صحیح دیوار کی طرح مضبوط اور یک جان بن گئی۔ طلباء بڑے حیران ہوئے۔ اس وقت اس عاجز

نے موقع غنیمت جانتے ہوئے ان طلباء کو سمجھایا کہ یہاں سے معرفت کی ایک بات سمجھ میں آتی ہے کہ جب تک پرانی اینٹیں میلی رہیں ان کا نئی اینٹوں کے ساتھ جوڑ پکا نہ ہوسکا یہی حالت ہمارے قلب کی ہے، جب تک قلب کے اوپر میل مٹی رہے گی تب تک اس دل کا تعلق اللہ رب العزت کی پاک ذات کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ عزیز طلباء! ہمیں چاہئے کہ ہم گناہوں سے پکی اور سچی توبہ کریں۔ جب تک ہم گناہوں کی جان نہیں چھوڑیں گے۔ اس وقت تک پریشانیاں ہماری جان نہیں چھوڑیں گی۔

(بحوالہ چیدہ چیدہ خطبات فقیر از حضرت مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی مدظلہ)

توبہ سے پہلے گناہ کا پہچاننا

توبہ گناہ چھوڑنے کو کہتے ہیں، لیکن جب تک ایک چیز معلوم نہ ہو اس کا چھوڑنا یا کرنا ناممکن ہوتا ہے، چنانچہ توبہ سے پہلے گناہ کا پہچاننا ضروری ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ کسی واجب تک پہنچنے کا وسیلہ بھی واجب ہوتا ہے، لہٰذا گناہ کا پہچاننا واجب ہے اور معرفت گناہ اس توبہ کے لئے وسیلہ بنتا ہے، چنانچہ گناہ کو پہچاننا بھی واجب ہے۔ گناہ کہتے ہیں کہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنا۔

پھر تمام گناہوں کے لئے جو جڑ اور اصل بنتا ہے وہ چار صفات ہیں (۱) ربانی صفات (۲) شیطانی صفات (۳) حیوانی صفات (۴) درندگی کی صفات۔

ربانی صفات سے مراد وہ صفات ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں اور بندہ کو ان کے اختیار کرنے کی تگ ودو کرنا انسان کے لئے مناسب نہیں۔ جیسے تکبر، فخر، اپنی مدح پسندی، ہمیشہ رہنے کی خواہش اور تمام لوگوں سے اپنے آپ کو برتر سمجھنا، گویا کہ وہ کہہ رہا ہو۔ ''انا ربکم الاعلیٰ'' تو یہ صفات ہیں جو بے شمار گناہوں کی جڑ ہیں، لیکن لوگ اس سے بے خبر ہیں اور ان کو گناہ سمجھتے ہی نہیں۔ حالانکہ ہلاکت خیز گناہ یہی ہیں۔

شیطانی صفات وہ صفات ہیں جو شیطان کے لائق ہیں، لیکن انسان غفلت میں ان

صفات کو اپنا لیتا ہے، جیسے حسد، سرکشی، حیلہ، دھوکہ، برائی کا حکم دینا، ملاوٹ کرنا، نفاق بدعت اور گمراہی کی طرف بلانا اور اسی طرح کے کئی گناہ جو انسان کے روزمرہ کا معمول بن گئے ہیں، یہ تمام کی تمام شیطانی صفات ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے ہمیشہ کے لئے ملعون قرار دیا۔

حیوانی صفات وہ صفات ہیں جو جانوروں کی فطرت میں ہوتی ہیں۔مگر انسان کے لئے وہ گناہ ہیں جیسے پیٹ اور شرمگاہ کی خواہش پوری کرنے کی حرص کرنا جس سے بدکاری، چوری، ڈاکہ، حرام مال کھانا، سود، سٹہ بازی، جوا، شراب نوشی وغیرہ جیسے گناہ جنم لیتے ہیں۔

درندگی کی صفات وہ صفات ہیں جو عام طور پر درندوں میں پائی جاتی ہیں، جیسے غضب، کینہ، بغض، لوگوں کے ساتھ لڑنا، مارنا، گالی دینا، قتل کرنا، اموال کو ضائع کرنا اور اس جیسے سارے کے سارے گناہ درندہ صفت لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔

مذکورہ چاروں صفات گناہوں کی جڑ ہیں اور یہ گناہوں کے سرچشمے کی حیثیت رکھتی ہیں، جس سے یہ گناہ پھوٹتے ہیں۔ان میں بعض گناہوں کا دل سے تعلق ہوتا ہے جیسے کفر، بدعت، نفاق، لوگوں کے بارے میں برے خیالات اور بعض آنکھ کے متعلق ہوتے ہیں اور بعض کان اور زبان اور پیٹ، شرمگاہ، ہاتھ، پاؤں اور بعض گناہ پورے جسم سے تعلق رکھتے ہیں، جن کی تفصیل میں جانے کی چنداں ضرورت نہیں۔اس لئے کہ اس تفصیل سے وہ تمام گناہ روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکے ہیں، لہٰذا ہوشیار رہیے۔

گناہوں کے چودہ بُرے اثرات

یاد رکھنا کہ اگر ہم گناہ کریں گے تو گناہوں کے اثرات سے نہیں بچ سکیں گے۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿من يعمل سوء ايجز به﴾ (سورة النساء: ۱۲۳)

''جس نے بھی برائی کی اس کو اس کی سزا ملے گی۔''

یہاں یہ قرآنی اصول سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جس نے بھی گناہ کیا اس گناہ کا وبال اس پر ضرور آئے گا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

﴿ انما بغیکم علٰی انفسکم ﴾ (سورہ یونس: ۲۳)

''تمہاری بغاوت تمہاری اپنی جانوں پر۔''

گناہوں کا وبال ضرور آتا ہے۔ اس میں کوئی استثناء نہیں ہے کہ: طالب علموں کو چھوڑ دیا جائے گا، یا علماء کو چھوڑ دیا جائے گا، یا صوفیوں کو چھوڑ دیا جائے گا۔ نہیں، بلکہ ضرور اثرات پڑیں گے۔

......برف ہو اور ٹھنڈی نہ لگے۔

......آگ ہو اور گرم نہ لگے۔

......گناہ ہو اور اس کے برے اثرات نہ ہوں، یہ کیسے ممکن ہے؟......

یاد رکھیں کہ گناہوں کی سزا ضرور ملتی ہے۔ خواہ ہمیں اس کا احساس ہو یا نہ ہو۔ بعض اوقات تو واقعی ہمیں پتہ بھی نہیں ہوتا کہ ہم اپنے گناہوں کی وجہ سے کن کن نعمتوں سے محروم ہو رہے ہیں...... گناہوں کے کیا کیا برے اثرات ہوتے ہیں؟...... اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں:......

(۱)...... گناہوں کی وجہ سے انسان کی قوتِ حافظہ کم ہو جاتی ہے۔ اکثر طالب علم یہی شکایت کرتے ہیں کہ حضرت! مجھے باتیں یاد نہیں رہتیں۔ مطالعہ کرتا ہوں تو بھول جاتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے استاد سے یہی سوال کیا تھا۔ پھر اس کو شعر کی صورت میں یوں لکھا: ؎

شکوت الی وکیع سوء حفظی
فاوصانی الی ترک المعاصی
فان العلم نور من الٰهی
و نور اللہ لا یعطی لعاصی

''میں نے امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے حافظے کی کمی کی شکایت کی، انہوں نے وصیت کی کہ اے طالب علم! گناہوں سے بچ جاؤ کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور اللہ تعالیٰ کا نور کسی گنہگار کو عطا نہیں کیا جاتا۔''

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ گناہوں سے بچنے کی وجہ سے انسان کی قوتِ حافظہ اچھی ہوتی ہے۔ لہٰذا جو طلباء پوچھتے ہیں کہ: حضرت! قوتِ حافظہ اچھی ہونے کا کوئی وظیفہ بتائیں وہ سن لیں کہ قوتِ حافظہ بڑھانے کا سب سے بڑا وظیفہ یہ ہے کہ: گناہوں سے بچ جائیے۔ قوتِ حافظہ میں خود بخود اضافہ ہوجائے گا۔ یاد رکھیں کہ: جیسے معتکف کو ہر وقت ثواب مل رہا ہوتا ہے، اسی طرح مدرسے میں رہتے ہوئے طالب علم کو بھی ہر وقت ثواب مل رہا ہوتا ہے...... کھانے پر بھی ثواب...... سونے پر بھی ثواب...... لیٹنے پر بھی ثواب...... پڑھنے پر بھی ثواب...... حتیٰ کہ ہر ہر عمل پر طالب علم کو ثواب مل رہا ہوتا ہے۔ کیوں کہ وہ اللہ کے راستے میں ہوتا ہے۔ اس لئے طالب علموں کو چاہئے کہ وہ گناہوں سے بچیں ورنہ گناہوں کا وبال ضرور آئے گا۔

(۲)...... انسان گناہوں کی وجہ سے جسمانی قوت کی نعمت سے محروم ہوجاتا ہے۔ مثلاً وہ آکر کہتا ہے کہ حضرت! میں کمزور ہوگیا ہوں، نظر بھی کمزور ہوگئی ہے، اٹھتا ہوں تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا آجاتا ہے، ہاضمہ خراب ہوگیا ہے، وضو قائم نہیں رہتا۔ ایسے حضرات کو چاہئے کہ وہ من چاہی زندگی کو چھوڑ کر رب چاہی زندگی کو اختیار کریں، اور لوہے کا لنگوٹ کس کر باندلیں۔ انشاء اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ مہربانی فرمادیں گے، اور اس کی یہ سب پریشانیاں ختم ہوجائیں گی۔

(۳)...... گناہ کا اگر کسی اور کو پتہ چل جائے تو عزت کی بجائے الٹا ذلت ملتی ہے۔ عورتوں کے سروں سے دوپٹے اتر جاتے ہیں، مردوں کے سروں سے پگڑیاں اچھل جاتی ہیں، بلکہ سر میں جوتے بھی پڑتے ہیں اور اگر کامیاب طریقے سے چھپ چھپ کر بھی گناہ کرلیا تو بھی گناہوں کے برے اثرات سے نہیں بچ سکے گا۔

(۴)...... برائی کا اثر لوٹ کر اپنے اہل پر آتا ہے۔ قرآن عظیم الشان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیا:

﴿ولا یحیق المکر السیی الا باھلہ﴾

''اور برائی کا داؤ الٹے گا انہی برائی والوں پر۔''

جب انسان گناہوں کی تدبیروں کو اپنے دل میں رکھتا ہے، اور اس کی سوچ رکھتا ہے۔ تو یہ چیز اس کے اہل پر لوٹتی ہے۔ کوئی نوجوان یہ نہ سمجھے کہ صرف ہم ہی غیر محرم کو میلی نظر سے دیکھتے ہیں، جی ہاں یہ نظریں ہمارے اہل کی طرف بھی لوٹ سکتی ہیں۔ اسی لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ: اگر تم دوسروں کی عورتوں سے پرہیز گاری کا معاملہ کرو گے، تو تمہاری اپنی عورتوں کے ساتھ پرہیز گاری کا معاملہ کیا جائے گا۔...... اس لئے اصول کو مدنظر رکھ کر کہا جا سکتا ہے، کہ: جو بندہ دوسروں کی عزت خراب کرتا ہے۔ اس کی خود اپنی عزت بھی خراب ہو جاتی ہے۔

ایک سنار تھا اس کی بیوی نہایت خوب صورت اور خوب سیرت تھی۔ ایک دن وہ دوپہر کے وقت کھانا کھانے گھر گیا تو اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی زار و قطار رو رہی تھی۔ اس نے پوچھا: اللہ کی بندی! کیا ہوا؟...... کہنے لگی کہ یہ چھوٹا سا یتیم بچہ جو ہم نے گود میں لے کر پالا تھا اب سترہ سال کا ہو چکا ہے۔ آج میں نے اسے سبزی لینے بازار بھیجا۔ جب واپس آ کر سبزی دینے لگا تو اس نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر دبا دیا۔ مجھے اس کی نیت میں فتور نظر آیا۔ مجھے بہت زیادہ صدمہ ہوا ہے کہ میں اس کے لئے ماں کی حیثیت رکھتی ہوں اور اس کی میرے بارے میں یہ سوچ ہے، میں اسی صدمے کی وجہ سے بیٹھی رو رہی ہوں کہ وفا دنیا سے اٹھ گئی ہے۔ یہ بات سن کر سنار کی آنکھوں میں سے بھی آنسو آ گئے۔ بیوی کہنے لگی، اب آپ کیوں رو رہے ہیں؟...... اس نے کہا کہ یہ اس بچے کی کوتاہی نہیں بلکہ یہ میری کوتاہی ہے۔ اس نے پوچھا: وہ کیسے؟...... وہ کہنے لگا کہ آج میرے پاس عورتیں چوڑیاں خریدنے کے لئے آئیں۔ ان میں سے ایک عورت چوڑی پہننا چاہتی تھی مگر اس سے پہنی نہیں جا رہی

تھی، اس نے مجھے کہا کہ آپ مجھے چوڑی پہنا دیں۔ جب میں نے اسے چوڑی پہنائی تو مجھے اس کے ہاتھ اچھے لگے اس لئے میں نے چوڑی پہنانے کے دوران اس کے ہاتھوں کو شہوت کے ساتھ دبا دیا تھا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میری بیوی کا ہاتھ کسی اور نے شہوت کے ساتھ دبا دیا۔

اگر ہم اپنی نظریں ادھر ادھر کرتے پھریں گے تو ہماری مائیں، بہنیں اور بیٹیاں دوسروں کی ہوس بھری نظروں سے محفوظ نہیں رہیں گی۔ خاوند کیا سمجھتے ہیں کہ ہم جس پر چاہیں نظروں کے تیر پھینکتے رہیں اور ہماری بیویاں بچی رہیں گی۔ نہیں ہماری ان حرکتوں کا وبال لوٹ کر ہمارے اہل پر آئے گا۔

(۵)...... گناہوں کی وجہ سے انسان مناجات کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے۔...... بنی اسرائیل کا ایک عالم تھا۔ اس سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا۔ ایک مرتبہ وہ دعا مانگتے ہوئے کہنے لگا کہ: اے اللہ! میں نے تو آپ کی نافرمانی کی ہے، مگر آپ نے مجھ پر اپنی نعمتیں برقرار کر رکھیں ہیں، یہ تیرا کتنا بڑا احسان ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تمہیں اس کی سزا مل رہی ہے، مگر چونکہ تمہاری آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اس لئے تمہیں وہ سزا نظر نہیں آ رہی۔ اس نے فوراً دعا مانگی کہ اے اللہ! آپ واضح فرما دیجئے کہ مجھے گناہوں کی سزا کیسے مل رہی ہے؟...... اللہ رب العزت نے اس کے دل میں بات ڈالی کہ کیا تم محسوس نہیں کر سکتے کہ جب سے تم نے یہ گناہ شروع کیا ہے، ہم نے اسی دن سے تمہیں اپنی مناجات کی لذت سے محروم کر دیا ہے۔

(٦)...... گناہوں کی وجہ سے تہجد کی پابندی چھین لی جاتی ہے۔...... ایک آدمی دعا مانگتے ہوئے رو رہا تھا۔ کسی دوسرے آدمی نے دیکھ کر سوچا کہ یہ ریاکاری کی وجہ سے رو رہا ہے۔ اس کی اس بدگمانی کی وجہ سے اسے چھ ماہ تک تہجد کی پابندی سے محروم کر دیا گیا۔

(۷)...... اللہ تعالیٰ گناہوں کی وجہ سے انسان کو تکبیرِ اولیٰ کی پابندی سے محروم کر دیتے ہیں۔ ہم سے سنتیں چھوٹ رہی ہوتی ہیں اور ہمیں احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم کتنی بڑی

نعمت سے محروم ہورہے ہیں۔ہم سے مختلف اوقات کی مسنون دعائیں دانستہ طور پر چھوٹ رہی ہوتی ہیں اور ہمیں احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم اپنا کتنا نقصان کررہے ہوتے ہیں۔

(۸)......گناہوں کی کثرت کی وجہ سے دل میں گناہ کا گھناؤنا پن کم ہوجاتا ہے اور انسان گناہ کو ہلکا سمجھ کر کرتا رہتا ہے۔مؤمن مرد گناہ کو ایسے سمجھتا ہے جیسے سر پر پہاڑ آگیا ہو جو ابھی آکر گرے گا اور فاسق سمجھتا ہے کہ مکھی تھی اڑادی۔

(۹)......گناہوں کی وجہ سے علوم ومعارف سمجھنے کی توفیق سلب ہوجاتی ہے اور بندے کو پتہ ہی نہیں ہوتا۔

(۱۰)......گناہوں کی کثرت کی وجہ سے علم پر عمل کرنے کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔ اس عاجز کے پاس دورۂ حدیث کے ایک طالب علم کو اس کا والد لے کر آیا اور کہنے لگا، آپ دعا فرمادیں یہ بیٹا دورۂ حدیث کا طالب علم ہے، یہ پابندی سے نماز نہیں پڑھتا۔آپ دعا فرمادیں کہ یہ پابندی سے پانچ وقت کی نمازیں پڑھنی شروع کردے۔

(۱۱)......گناہوں کی وجہ سے علم کا فیض جاری نہیں ہوتا اور انسان ابتر یعنی روحانی طور پر لاولد بن جاتا ہے۔

(۱۲)......گناہوں کی وجہ سے انسان کی بات کا اثر ختم ہوجاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج وعظ خوش الحال تو مل جاتے ہیں مگر ان کی باتیں سر سے گزر جاتی ہیں۔

(۱۳)......اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے اس انسان کے ماتحت لوگ اس کی نافرمانی کرتے ہیں......مجاہد بن عوضؒ فرماتے تھے کہ جب کبھی مجھ سے اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے میں کوتاہی ہوئی میں نے اس کا اثر یا تو اپنی بیوی میں دیکھا، یا باندی میں دیکھا، یا سواری کے جانور میں دیکھا گویا جب انہوں نے اپنے رب کا حکم ماننے میں کوتاہی کی تو ان کی ماتحتوں نے ان کا حکم ماننے میں کوتاہی کی۔

(۱۴)......گناہوں کی وجہ سے انسان ہر وقت پریشانی کا شکار ہی رہتا ہے۔یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ انسان گناہ کا ارتکاب بھی کرتا رہے اور اسے ہمیشہ کا سکون بھی نصیب

ہو جائے۔ آج لوگ گناہ کے راستے سے سکون کے متلاشی نظر آتے ہیں جب کہ یہ ان کی خام خیالی ہوتی ہے۔ سکون اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ کی رضا والے کام کیے جائیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا بڑے بڑے ہوٹلوں میں جب کھانا دیتے ہیں، وہاں ''بوفے سسٹم'' ہوتا ہے ایک ٹرے میں بہت سارا کھانا رکھ دیا جاتا ہے، اور ہر ٹرے کے نیچے ایک بتی جلا دی جاتی ہے، اس بتی کا کام ہوتا ہے کھانا کو گرم رکھنا، جتنی دیر کھانا رہتا ہے وہ گرم ہی رہتا ہے، اسی طرح جو بندہ بھی گناہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ پریشانی کی بتی سلگا دیتے ہیں۔ اس کے دل کو پریشان رکھتے ہیں، جب تک توبہ نہیں کرے گا، اس کا دل پریشان رہے گا، کبھی بیوی کی طرف سے پریشانی، کبھی صحت کی طرف سے پریشانی، کہیں نہ کہیں پریشانی کی بتی جل رہی ہوگی۔ پریشان ہو رہا ہوگا، ڈپریشن میں وقت گزر رہا ہوگا، تو گناہ انسان کو ہمیشہ پریشان رکھتا ہے، بے چین رکھتا ہے۔

(بحوالہ چیدہ چیدہ خطبات فقیر از حضرت مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی مدظلہ)

ہر کبیرہ گناہ کے اندر دس باتیں ہوتی ہیں

ابواللیث سمرقندی تنبیہ الغافلین، میں فرماتے ہیں کہ ہر کبیرہ گناہ کے اندر دس باتیں ہوتی ہیں۔

۱......اس شخص سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ جو بھی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے وہ اپنے مالک کو ناراض کرتا ہے۔

۲......وہ شیطان کو خوش کرتا ہے۔ کیوں کہ گناہ کے صدور سے دشمن شیطان خوش ہوتا ہے۔

۳......وہ جہنم کے قریب ہو جاتا ہے۔

۴......وہ جنت سے دور ہو جاتا ہے۔

۵......وہ اپنے نفس کے ساتھ بے وفائی کرتا ہے۔ گویا اس نے اس کو آگ میں

پڑنے کے قابل بنا دیا۔

۶......وہ اپنے نفس کو ناپاک کر لیتا ہے۔ ہر گناہ باطنی نجاست کی مانند ہوتا ہے۔ اور جس طرح ظاہری نجاست پانی سے دھلتی ہے، اسی طرح گناہوں کی نجاست توبہ سے دھلتی ہے۔

۷......وہ اپنی نگرانی پر مامور فرشتوں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ وہ نگرانی کرتے ہیں اور یہ تکلیف پہنچاتا ہے۔

۸......وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبر مبارک میں غمگین کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے نامۂ اعمال نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچائے جاتے ہیں تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنے امتی کے گناہ دیکھتے ہیں تو محبوب علیہ السلام کو غم پہنچتا ہے۔

۹......وہ باقی مخلوق کے ساتھ بھی خیانت کرتا ہے۔ وہ اس لئے کہ گناہ کے صدور سے اللہ رب العزت کی طرف سے اترنے والی برکتیں بسا اوقات رک جاتی ہیں۔ اس طرح دوسری مخلوق بھی محروم رہ جاتی ہے۔ مثلاً بارشیں رک جاتی ہیں، تو باقی مخلوق بھی اس سے متاثر ہو جاتی ہے۔

۱۰......انسان جہاں گناہ کرتا ہے، وہ زمین کے اس ٹکڑے کو قیامت کے دن کے لئے اپنے خلاف گواہ بنا لیتا ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

آج کل ویڈیو کیمرے کا زمانہ ہے۔ دکانداروں نے بھی اپنی حفاظت کے لئے ویڈیو کیمرے لگا دیئے ہیں۔ کارخانوں میں بھی ویڈیو کیمرے لگ گئے ہیں تاکہ چوری کا خطرہ نہ رہے۔ اگر کوئی ڈاکہ مار کر چلا جائے تو اس کی پوری فلم آٹومیٹک بن رہی ہوتی ہے، پھر اس سے چور کو پکڑنا آسان ہو جاتا ہے۔ جس طرح یہ ویڈیو کیمرے حفاظت کے لئے لگائے گئے ہیں اور آج چور کو پکڑنا آسان ہو گیا ہے، اسی طرح اللہ رب العزت کی زمین کا ہر ٹکڑا بھی ویڈیو کیمرہ بن کر گناہ کے اس منظر کو محفوظ کر لیتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿یومئذٍ تحدث اخبارھا بان ربک اوحی لھا﴾

''اس دن کہہ دے گی وہ (زمین) اپنی باتیں، اس واسطے کہ تیرے رب نے حکم بھیجا اس کو۔''

گناہ کرنے کی چار وجوہات ہوتی ہیں

عام طور پر گناہ کرنے کی چار وجوہات ہوتی ہیں، اور اللہ رب العزت نے ان چاروں کا جواب قرآن کریم میں سمجھا دیا ہے۔

پہلی وجہ

گناہ کرتے وقت بندہ سوچتا ہے کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا جب دل میں یہ احساس ہوتا ہے کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا تو انسان گناہ پر جرأت کرتا ہے، اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں اس کا جواب بھی سمجھا دیا۔

فرمایا:

﴿ان ربک لبالمر صاد﴾ (سورۃ فجر: ۱۴)

''بے شک آپ کا رب (نافرمانوں کی) گھات میں ہے۔''

''مـــر صـــاد'' کہتے ہیں کہ جب شکاری کو شکار کے اوپر نشانہ لگانا ہوتا ہے تو نشانہ لگانے سے کچھ لمحے پہلے اتنا غور سے وہ شکار کو دیکھتا ہے کہ پلک بھی نہیں جھپکاتا، سانس کو بھی روک لیتا ہے، ہمہ تن متوجہ ہو جاتا ہے اس کی اس کیفیت کو مرصاد کہتے ہیں۔ ''انَّ ربک لبالمرصاد'' (تیرا رب تیری گھات میں لگا ہوا ہے۔) وہ مجھے اتنی غور سے دیکھ رہا ہے جیسے شکار کرنے والا اپنے شکار کو دیکھتا ہے۔ تم اتنی باریک بینی سے واچ کئے جا رہے ہو تو یہ سمجھا دیا تاکہ دماغ میں یہ نہ رہے کہ کوئی نہیں دیکھنے والا۔

دوسری وجہ

آدمی گناہ کرتے وقت یہ سمجھتا ہے کہ کسی کو پتہ ہی نہیں، میں فون پر بات کرتا ہوں کسی کو علم نہیں، میں نے خط لکھا کسی کو پتہ نہیں، میں نے اونچ نیچ کر دی کسی کو پتہ نہیں، تو جب یہ

دل میں احساس ہوتا ہے کہ کسی کو پتہ ہی نہیں میں کیا کر رہا ہوں تو یہ گناہ کا سبب بنتا ہے، اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں اس کا بھی جواب سمجھا دیا تا کہ ہم یہ ذہن میں رکھیں کہ ہمارے عمل کا کسی کو پتہ نہیں چلتا، فرمایا وہ ایسا پروردگار ہے: ﴿یعلم خائنة الاعین وماتخفی الصدور﴾ (سورة المؤمن:۱۹)

''وہ ایسا ہے کہ آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور ان (باتوں) کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔''

اب بندہ کیسے یہ سوچ سکتا ہے کہ کسی کو پتہ ہی نہیں، معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت کو سب کچھ معلوم ہے۔ جو ہم کرتے ہیں یا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔

تیسری وجہ

آدمی سمجھتا ہے کہ میرے پاس کوئی بھی نہیں گھر کے اندر میں اکیلا تھا، جس کا تھا ڈر وہ نہیں ہے گھر، اب جو چاہے کر۔

تو یہ جو احساس دل میں ہوتا ہے کہ کوئی پاس نہیں ہے یہ بھی سبب گناہ بنتا ہے تو اللہ رب العزت نے اس کا بھی جواب سمجھا دیا۔ فرمایا کہ تم جہاں تین ہوتے ہو وہ چوتھا ہوتا ہے اگر چار ہوتے ہو تو وہ پانچواں ہوتا ہے۔

﴿وهو معكم اينما كنتم﴾ (سورۂ حدید، آیت ۴)

''اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو۔''

چوتھی وجہ

بندہ جب یہ سمجھتا ہے کہ کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، باپ فوت ہو گیا، بچہ جوان ہو کر ماں سے ڈرتا نہیں، اب وہ برے کام کرتا ہے، اور نڈر رہتا ہے، دوسروں کو کہتا ہے کہ: تم میرا کیا بگاڑ لو گے؟......کوئی میرا کیا بگاڑ سکتا ہے؟......تو یہ جو الفاظ ہیں کہ کوئی مجھے کچھ نہیں کہہ سکتا، کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا یہ احساس گناہ کرنے کا سبب بنتا ہے، بندہ ڈھیٹ بن جاتا

ہے۔

اللہ رب العزت نے اس کا بھی جواب سمجھا دیا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، تمہارا معاملہ ایک ایسے پروردگار کے ساتھ ہے۔ ﴿ان اخذہٗ الیمٌ شدید﴾

(سورۃ ھود: ۱۰۲)

''بلاشبہ اس کی داروگیر بڑی الم رساں (اور) سخت ہے۔''

﴿فصب علیھم ربک سوط عذاب﴾ (سورۃ فجر: ۱۳)

''سوآپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔''

﴿ولا یوثق وثاقه احد﴾ (سورۃ فجر: ۲۶)

''اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا۔''

بنی اسرائیل کو ایک جگہ فرمایا:

﴿فانی اعذبه عذاباً لا اعذبهٗ احد امن العٰلمین﴾ (سورۃ مائدہ: ۱۵۵)

''میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ ایسا عذاب جہانوں میں کسی کو نہیں دیتا۔''

لہٰذا اس کا بھی جواب سمجھا دیا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میرا کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔

تین گناہوں کے ارتکاب سے موت کے وقت کلمہ کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے

ہمارے مشائخ نے لکھا ہے، کہ: ہمارہ مشاہدہ اور تجربہ ہے۔ کہ: تین گناہوں کے ارتکاب سے موت کے وقت کلمہ کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے گناہ بہت خطرناک ہیں۔

(۱) احکامِ شریعت کو بوجھ سمجھنا

احکامِ شریعت کو بوجھ سمجھنا اور ان احکام کو عمل کے قابل نہ سمجھنا موت کے وقت ایمان کے سلب ہونے کا باعث بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر عورت ہے تو وہ پردے کو

بوجھ سمجھے اور اگر مرد ہے تو رشوت اور سود سے بچنے کو بوجھ سمجھے۔ آج کل اکثر یہ سنا جاتا ہے کہ آج کے زمانے میں شریعت پر عمل کرنا بہت مشکل ہے۔ میرے دوست! اگر کوتاہی ہو جائے تو اپنے آپ کو گنہگار ضرور سمجھئے، کیونکہ گناہ کرنا اور پھر دلیل سے ثابت کرنا بہت بڑی حماقت ہے۔

ایک آدمی کو موت کے وقت کلمہ پڑھنے کی تلقین کی گئی۔ اس نے جواب میں کہا، میں نہیں پڑھتا اور اس وقت اس کی روح نکل گئی۔ اس پر اس کے قریب کے کسی عالم کو تشویش لاحق ہوئی اور اس نے اس کے اہل خانہ سے پوچھا کہ اس کی زندگی کا کوئی ایسا عمل تو بتاؤ کہ جس کا یہ وبال ہوا کہ کلمہ بھی نہ پڑھ سکا۔ اس کی بیوی نے بتایا کہ یہ طبعًا سست تھا۔ اس کی حالت یہ تھی کہ اس کو جب بھی غسلِ جنابت کی ضرورت ہوتی تھی۔ تو کہتا ایک نیا حکم آ گیا ہے۔ گویا کہ وہ غسلِ جنابت کو بوجھ سمجھتا تھا۔ اس گناہ کی وجہ سے اس کو موت کے وقت کلمہ پڑھنے سے محروم کر دیا گیا۔

(۲) سوءِ خاتمہ کا ڈر نہ ہونا

دوسری بات یہ ہے کہ جس بندے کو دل میں موت کے وقت سوءِ خاتمہ کا بھی ڈر نہ رہے، اس کی وجہ سے بھی انسان آخری وقت میں کلمہ سے محروم ہو جاتا ہے۔ بندہ جتنا بھی نیک، متقی اور پرہیزگار کیوں نہ ہو، اس کے دل میں یہ ڈر ضرور رہنا چاہئے کہ پتہ نہیں موت سے پہلے میرے ساتھ کیا ہوگا؟...... وہ اس بات سے ڈرتا ہے اور کانپتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فلا یأ منُ مکر اللہ الا القوم الخٰسرون.﴾ (سورۃ الاعراف: ۹۹)

''سو بے ڈر نہیں ہوتے اللہ کے داؤ سے مگر گھاٹے میں پڑنے والے۔''

تو مؤمن کبھی اللہ رب العزت کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہو سکتا۔ وہ ساری عمر ڈرتے کانپتے گزارتا ہے کہ پتہ نہیں میرا کیا بنے گا۔

(۳) نعمتِ اسلام پر شکر ادا نہ کرنا

اگر انسان نعمت اسلام پر شکر ادا نہ کرے تو اس کی وجہ سے بھی آخری وقت میں کلمہ پڑھنے کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔ اسی لئے وضو کرتے وقت شروع میں بسم اللہ کے بعد یہ دعا پڑھتے ہیں:

﴿الاسلامُ حقٌّ والکفر باطلٌ﴾

حدیث پاک میں بھی صبح وشام پڑھنے کے لئے ایک دعا سکھائی گئی ہے:

﴿رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا﴾

''میں اللہ کو رب ماننے پر، اسلام کو دین ماننے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے پر راضی ہوں۔''

گویا ہم اپنے دل میں یہ سوچا کریں کہ الحمدللہ، ہم اس بات پر خوش ہیں کہ اللہ رب العزت نے ہمیں اسلام کی نعمت عطا فرمائی۔

گناہوں کی سزا تین طرح سے ملتی ہے

بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کا وبال بھی اس پر ضرور پڑتا ہے...... توجہ فرمایئے گا...... علماء نے لکھا ہے کہ گناہ کی سزا تین طرح سے ملتی ہے۔

(۱)...... ایک کو ''نکیر'' کہتے ہیں۔ یعنی گناہ کیا اور ادھر کوئی مصیبت پڑ گئی۔ کئی لوگوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔ ایک آدمی میرے پاس آ کر کہنے لگا، حضرت میں نے تجربہ کیا ہے کہ جب میں کسی کا دل دکھاتا تو کوئی نہ کوئی میرا نقصان ہو جاتا ہے۔ اب وہ کسی کا دل کھانے سے بہت گھبراتا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کا اثر دنیا میں ضرور دیکھتا ہے۔ کبھی کوئی مصیبت آ پڑتی ہے اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اس کے ماتحتوں کو اس کا نافرمان بنا دیتے ہیں۔ مثلاً بیوی ہٹ دھرم اور ضدی مل جاتی ہے جو گھر کے سکون کی تباہی کا باعث بنتی ہے یا پھر اولاد میں سے کوئی ایسا بن جاتا ہے جو اسے موٹے موٹے آنسوؤں سے رلاتا ہے۔ یہ

اس گناہ کی نقد سزا مل رہی ہوتی ہے۔ اسے نکیر کہتے ہیں۔

(۲)......کبھی کبھی گناہ کی سزا ملنے میں ''تاخیر'' ہوجاتی ہے۔ تاخیر سے کیا مراد ہے؟......اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو فوری طور پر سزا نہیں دیتے بلکہ کچھ دیر کے بعد سزا دیتے ہیں۔ انسان گناہ تو جوانی میں کرتا ہے اور سزا بڑھاپے میں ملتی ہے اور بڑھاپے کی سزا بڑی عبرت ناک ہوتی ہے۔ فرض کریں کہ بڑھاپے میں بیوی نافرمان بن جائے اور اس وقت اولاد جوان ہوچکی ہو اور وہ اولاد ماں کا ساتھ دینے والی ہو تو پھر بوڑھے کا جو بڑھاپا گزرے گا وہ کسی کو بتا بھی نہیں سکے گا۔ یا بڑھاپے میں کوئی ایسی بیماری لگا دی کہ دوسروں کا محتاج ہوگیا۔ اس صورت میں بھی بندہ سزا بھگت رہا ہوتا ہے۔ ایک صاحب اس عاجز کے پاس آکر کہنے لگے، حضرت! میں گناہ بھی نہیں کرتا لیکن بڑی پریشانی رہتی ہے۔ میں نے کہا: آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے زندگی میں جتنے بھی گناہ کئے، کیا ان سب گناہوں سے سچی توبہ کر لی ہے یا کچھ گناہ ایسے بھی ہیں کہ جن سے ابھی توبہ نہیں کی؟...... کہنے لگے، جی نہیں، کچھ گناہ ایسے ہوں گے کہ جن سے توبہ نہیں کی۔ میں نے کہا، وہ گناہ نامہ اعمال میں تو لکھے ہوئے ہیں اور ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا آسکتی ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا ایک مرید ان کے ساتھ جا رہا تھا۔ اس نے ایک بے ریش عیسائی لڑکے کو دیکھا تو حضرت سے پوچھنے لگا، حضرت! اللہ ایسے چہروں کو بھی جہنم میں ڈال دے گا۔ اس کی بات سے حضرت سمجھ گئے کہ اس نے شہوت کی نظر سے اس کو دیکھا ہے۔ حضرت نے اسے فرمایا کہ توبہ کرو کیونکہ تم نے اسے بری نظر سے دیکھا ہے۔ وہ کہنے لگا جی نہیں میں تو ویسے ہی پوچھ رہا ہوں۔ چنانچہ اس نے توبہ نہ کی اور نتیجہ یہ نکلا کہ وہ حافظِ قرآن تھا، اس گناہ کی نحوست کی وجہ سے بیس سال بعد قرآن پاک کے حفظ کے نور سے محروم ہوگیا۔ یعنی وہ قرآن بھول گیا۔

(۳)......کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خفیہ تدبیر ہوتی ہے۔ خفیہ تدبیر یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کے باوجود اس کو نعمت دیتے رہتے ہیں تاکہ یہ اچھی طرح ان نعمتوں کو

استعمال کر کے غافل ہو جائے اور پھر آخرت کی بڑی سزا کا مستحق بن جائے۔ اس لئے یاد رکھئے کہ جب انسان گناہ کر رہا ہو اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بھی دیکھ رہا ہو تو بہت ڈرنے کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ فلمّا نسوا ما ذکروا به فتحنا علیهم ابواب کل شیء حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذنٰهم بغتة ﴾ (سورۃ الانعام: ۴۴)

''پھر جب وہ بھول گئے جوان کو نصیحت کی گئی تھی، ہم نے ان کے لئے ہر چیز کے دروازے کھول دیئے حتیٰ کہ وہ خوش ہو گئے جوان کو نعمتیں ملی تھیں، ہم نے ان کو اچانک اپنی پکڑ میں لے لیا۔''

کئی مرتبہ انسان اس کو سزا سمجھتا ہی نہیں اور یہ سب سے بڑی سزا ہے اور بندے کو محسوس ہی نہیں ہوتا۔

بنی اسرائیل کا ایک عالم کسی گناہ میں ملوث ہو گیا۔ وہ ڈرتا رہا کہ کہیں اس گناہ کا وبال نہ آپڑے کچھ عرصہ بیت گیا۔ ایک مرتبہ اس نے دعا مانگتے ہوئے یہ دعا مانگی کہ: اے اللہ! تو کتنا بڑا مہربان ہے کہ میں تیری نافرمانی کرتا جا رہا ہوں، اور تو مجھ پر اتنی تمام نعمتیں سلامت رکھے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اے بندے! نعمتیں مجھ سے نہیں بلکہ تجھ سے لی گئی ہیں۔ وہ حیران ہو کر کہنے لگا کہ: اے اللہ! ایسی کون سی نعمت مجھ سے لی گئی ہے؟...... فرمایا گیا کہ: تو غور کر کہ جس دن سے تو گناہ کا مرتکب ہوا ہے، اس دن سے ہم نے تجھے رات کے وقت رونے کی لذت سے محروم کر دیا ہے۔ پھر اسے احساس ہوا کہ واقعی جب سے گناہ کا مرتکب ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے رات کو مناجات کی لذت چھین لی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ ان تینوں میں سے کسی نہ کسی ایک صورت میں گناہوں کی سزا ضرور دیتے ہیں۔ اس لئے کسی نے کہا۔

عدل وانصاف فقط حشر پہ موقوف نہیں
زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے

گناہوں کی ندامت اور شرمندگی

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ آیت "**من یعمل سوء ایجز بہ**" کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو گناہ کرے گا اس کو اس کی سزا ملے گی۔ وہ فرماتے ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ یا تو سزا دنیا میں ملے گی یا آخرت میں ملے گی۔ دنیا کی سزا یہ ہے کہ یا تو اللہ تعالیٰ گناہوں کی وجہ سے اس پر پریشانیاں ڈال دیں گے اور پھر گناہ کو معاف کردیں گے اور اگر پریشانیاں نہ ڈالیں تو پھر اگر وہ بندہ خود توبہ تائب ہوجائے تو اس سے اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادیں گے۔ یہ بھی تو ایک قسم کی سزا ہے کہ ایک بندہ اپنے دل میں نادم وشرمندہ ہوجائے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا رہے۔ تو وہ فرماتے ہیں کہ جس بندے نے بھی گناہ کیا اس کو دو میں سے ایک آگ میں جلنا پڑے گا۔ یا تو دنیا میں ندامت اور شرمندگی کی آگ میں جلے، اندر ہی اندر کڑھن ہو، ندامت ہو، معافی مانگ رہا ہو اور توبہ کررہا ہو۔ اگر وہ دنیا میں ندامت کی آگ میں جلے گا تو اللہ تعالیٰ آخرت کی آگ سے محفوظ فرمالیں گے اور اگر دنیا میں نادم شرمندہ نہیں ہوگا تو ان گناہوں کی وجہ سے آخرت کی آگ میں جلنا پڑے گا۔

اب آسان طریقہ کون سا ہے؟...... دنیا میں نادم اور شرمندہ ہوکر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لینا زیادہ آسان ہے کیونکہ ہم آخرت میں جلنے کی متحمل نہیں ہوسکتے۔ ہم تو ناز ونعمت کے پلے ہوئے بندے ہیں، ہم تو دھوپ کی گرمی برداشت نہیں کرسکتے بھلا جہنم کی گرمی کیسے برداشت کرسکتے ہیں۔ اسلئے عزیز طلباء! ہمیں چاہئے کہ ہم اسی وقت اپنے تمام گناہوں سے پکی سچی توبہ کرلیں اور دل میں شرمندگی ہو کہ اے میرے مالک! میں اب تک گناہ کرتا رہا، اب مجھے سمجھ میں آئی ہے کہ یہ گناہ تو نجاست ہیں اور انہوں نے میرے جسم کے اعضاء

کونجس بنادیا ہے...... اور واقعی اگر اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کی بدبو کو ظاہر فرمادیتے تو ہمارے پاس تو کوئی بیٹھنا بھی پسند نہ کرتا۔ یہ تو پروردگار کی رحمت ہے کہ اس نے پردے ڈال دیئے ہیں...... اس لئے یہی دعا مانگیں کہ رب کریم! جس طرح آپ نے ہماری ظاہری نجاستوں کے اوپر پردے ڈال دیئے ہیں اسی طرح ہماری باطنی نجاستوں پر بھی پردے ڈال دیجئے۔ یاد رکھیں کہ اگر مکھی کے سر کے برابر بھی بندے کی آنکھوں میں سے آنسو اللہ کے خوف کی وجہ سے نکلے گا تو وہ اس بندے کے لئے کبھی نہ کبھی جہنم سے نکلنے کا سبب بن جائے گا...... جہنم میں ایک جہنمی جل رہا ہوگا۔ وہ دیکھے گا کہ جنتی آئے ہیں اور انہوں نے اپنے واقف لوگوں کی شفارشیں کی ہیں اور جہنمیوں کو نکال دیا گیا ہے۔ اس بندے کا کوئی بھی ایسا واقف نہ ہوگا جو اس کی سفارش کرے۔ وہ اپنی بے بسی دیکھ کر پریشان ہوگا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب کوئی بھی اس کی سفارش نہیں دیکھ کر پریشان ہوگا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب کوئی بھی اس کی شفارش نہیں کرے گا تو اس بندے کی پلکوں کا ایک بال اللہ رب العزت کے سامنے فریاد کرے گا اور کہے گا کہ اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بندہ ایک مرتبہ آپ کی عظمت کو سامنے رکھتے ہوتے اپنے گناہوں کو یاد کر کے رویا تھا اور اس کی آنکھ سے اتنا چھوٹا سا آنسو نکلا تھا کہ میں اس سے تر ہو گیا تھا، لہٰذا آپ میری گواہی کو قبول کر لیجئے کہ یہ آپ سے ڈرنے والا بندہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرشتے سے فرمائیں گے کہ تم اعلان کر دو کہ ہم نے اس بال کی گوہی کو قبول کر کے اس بندے کو جہنم سے بری فرمادیا ہے۔ سبحان اللہ۔ اللہ کے حضور دعا مانگا کریں کہ: اے اللہ! ہمیں گناہوں کے موقع سے بھی بچا لیجئے۔

غمِ حیات کے سائے محیط نہ کرنا
کسی غریب کو دل کا غریب نہ کرنا
میں امتحان کے قابل نہیں میرے مولا
مجھے گناہ کا موقع نصیب نہ کرنا

یہ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں گناہوں سے بچا سکتے ہیں۔

﴿وما ابری نفسی . ان النفس لامارة .بالسوء الامارحم ربی﴾

''اور میں پاک نہیں کہتا اپنے نفس کو بے شک تو سکھاتا برائی مگر جو رحم کر دیا میرے رب نے۔'' (سورۃ یوسف:۵۳)

رب کا رحم کب ہوتا ہے؟...... جب بندہ خود بچنے کی کوشش کرے، اور معاملہ اس کے سر سے اوپر پہنچ جائے، تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو بچا لیتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب گناہ کی دعوت ملی تھی، تو انہوں نے فوراً اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس گناہ سے بچالیا۔

آپ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگا کریں کہ اے اللہ! شیطان مردود کو ہم سے دور کر دیجئے۔ چنانچہ اللہ والے دعائیں مانگتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرما دیا کرتے ہیں۔ رابعہ بصریہؒ جب رات کو تہجد کے لئے اٹھتی تھیں تو دو عجیب دعائیں مانگتی تھیں۔

(۱)...... اے اللہ! رات آگئی، ستارے چھٹک چکے، دنیا کے بادشاہوں نے دروازے بند کر لئے، اللہ! تیرا دروازہ اب بھی کھلا ہے، میں تیرے در پر مغفرت کا سوال کرتی ہوں۔

(۲)...... اے اللہ! جس طرح آپ نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روکا ہوا ہے اسی طرح شیطان کو میرے اوپر مسلط ہونے سے روک دیجئے۔

جب انسان اس طرح اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت بھی فرماتے ہیں۔

چار باتیں گناہ سے بھی زیادہ بری ہیں

گناہ بہت برا ہوتا ہے لیکن چار باتیں گناہ سے بھی زیادہ بری ہیں۔

(۱) گناہ کو ہلکا سمجھنا

اگر کوئی بندہ گناہ کا مرتکب ہو جائے، تو اسے چاہئے کہ وہ گناہ کو گناہ تو سمجھے۔ اس گناہ کو ہلکا سمجھنا، گناہ سے بھی زیادہ برا کام ہے۔

(۲) گناہ کر کے خوش ہونا

جیسے عوتیں کہتی ہیں، دیکھا میں نے اسے جلانے کے لئے یہ بات کی۔ اب وہ جو یہ کہہ رہی ہے کہ میں نے اسے جلانے کے لئے یعنی اس کے دل کو دکھ پہنچانے کے لئے یہ بات کی ہے۔ تو یہ گناہ پر خوش ہونے والی بات ہے۔ یا اگر کسی گناہ کا راستہ کھل جائے تو خوش ہو کہ اب میرے لئے گناہ کرنا آسان بن گیا ہے۔ یہ بھی گناہ کرنے سے زیادہ برا ہے۔

(۳) گناہ پر اصرار کرنا

ایک گناہ کو بار بار کرنا بھی بہت برا کام ہے۔

(۴) گناہ کرنے پر فخر کرنا

گناہ پر اترانا، اور فخر کرنا بھی گناہ کرنے سے بڑا کام ہے۔

قیامت کے دن ہر انسان کے ساتھ چار گواہ پیش کئے جائیں گے

علماء نے لکھا ہے کہ قیامت کے دن ہر انسان کے ساتھ چار گواہ پیش کئے جائیں گے۔

پہلا گواہ: انسان کا نامۂ اعمال

"ووضع الکتب" (جب نامہ اعمال سامنے ہوگا۔)"فتری المجرمین مشفقینَ ممافیه" (مجرم گناہ گار آدمی اپنے اعمال نامے میں جو کچھ لکھا ہوگا دیکھے گا تو ڈرے گا، کانپے گا۔) پھر کیا کہیں گے؟......"فیقولون یویلتنا مالھٰذا الکتٰب

لایغادِرُ صغیرۃً ولا کبیرۃ الا احصٰھا" (ہائے ہماری بدبختی یہ کیسی کتاب ہے کوئی چھوٹا بڑا عمل ایسا نہیں جو اس میں درج نہ ہو)"ووجدوا ما عملوا حاضراً ولا یظلم ربک احدًا" (سورۃ کہف:۴۹) (جو اپنا کیا دھرا ہوگا وہی اپنے سامنے پائیں گے، تیرا رب تو کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔)

دوسرا گواہ: فرشتے ہوں گے

﴿وانَّ علیکم لحٰفظین کراماً کاتبین یعلمون ماتفعلون﴾

(سورۃ انفطار:۱۰،۱۱،۱۲)

''اورتم پر (تمہارے سب اعمال) یاد رکھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں جو تمہارے سب افعال کو جانتے ہیں۔''

تیسرا گواہ: انسان کے جسم کے اعضاء

﴿الیوم نختِمُ علٰی أفواھھم وتکلمُنا أیدیھم وتشھَد ارجلُھم بما کانوا یکسبون﴾ ''آج ہم ان کے منہ پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے، جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے۔'' (سورۃ یٰس:۶۵) منہ کو تو سیل کردیں گے کہ دنیا میں یہ بیان بدل دیا تھا اب بیان والا سلسلہ ہی نہیں۔﴿یوم تبلی السرائر﴾(الطارق:۹)''یہ وہ دن ہوگا جب ہم بھید کھولیں گے۔'' اللہ اکبر اس آیت کو پڑھ کر اس امت کے اولیاء بہت رویا کرتے تھے کہ اے اللہ! آپ فرما رہے ہیں: ﴿یوم تبلی السرائر﴾ کہ جس دن بھید کھول دیئے جائیں گے تو پروردگار ہمارا اس دن کیا حال ہوگا۔ اس پر وہ روتے تھے، لہٰذا انسان کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے تو یہ ان سے جھگڑے گا کہے گا''لِمَ شھدتُّم علینا'' کیوں تم نے میرے خلاف گواہی دی (حم سجدہ:۲۱)''قالو انطقنا اللہ'' وہ اعضاء کہیں گے اللہ نے ہم کو گویائی دی''الذی انطق کل شییء''جس نے ہر چیز کو گویائی دی۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وما کنتم تستترون ان یشھد علیکم سمعُکم ولا أبصارُکم" تم تو کبھی پردہ ہی نہیں کرتے تھے اس بات سے کہ تمہارے کان اور آنکھیں تمہارے خلاف گواہی دینگے۔" ذرا سوچئے جسم کے دوسرے اعضاء سے ہم کیسے پردہ کر سکتے ہیں انہیں اعضاء کے ذریعہ گناہ کرتے ہیں اور قیامت کے دن یہی سلطانی گواہ بنیں گے۔

چوتھا گواہ: اللہ کی زمین

چوتھی گواہی قیامت کے دن اللہ رب العزت کی زمین دے گی، جیسے کیمرے ہوتے ہیں، فوٹو لے لیتے ہیں ریز رو کر لیتے ہیں اسی طرح اللہ رب العزت کی زمین بھی منظر کھینچ کر لیتی ہے۔ نیکی کرنے والوں کا بھی اور گناہ کرنے والوں کا بھی اور قیامت کے دن اللہ رب العزت زمین کو حکم دیں گے تو بھی سنا تیری پیٹھ پر کیا گزری۔ ﴿یومئذ تحدث اخبارها بان ربک اوحیٰ لها﴾ (سورۃ زلزال:۴/۵)

زمین بھی اس دن خبریں نشر کرے گی اور ٹھیک ٹھیک بتلائے گی کیونکہ اسے رب کا یہی حکم ہوگا۔ اس لئے گناہوں کا ایک ہی حل ہے کہ انسان ان سے سچی توبہ کر کے آئندہ کے لئے نیکی کی زندگی گزارے۔

گناہوں کے چھبیس نقصانات

پہلا نقصان: علم سے محرومی

پہلا نقصان یہ ہے کہ گناہوں کی وجہ سے انسان علم سے محروم رہتا ہے کیونکہ علم ایک باطنی نور ہے اور معصیت سے نور باطن بجھ جاتا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کو وصیت فرمائی تھی کہ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلب میں نور ڈالا ہے سو تم اس کو معصیت کی تاریکی سے بجھا مت دینا۔ اسی طرح امام شافعی کے مشہور

اشعار ہیں کہ۔ ؎

شکوت الی وکیع سوء حفظی
فاوصانی الیٰ ترک المعاصی
لئنّ العلم نور من الٰهی
ونور اللّٰہ لا یعطی للعاصی

ترجمہ: میں نے وکیع سے اپنی یادداشت کے کم ہونے کا شکوہ کیا تو انہوں نے مجھے گناہ ترک کرنے کی نصیحت کی کیونکہ علم اللہ کا نور ہے اور اللہ کا نور گناہگار کو عطا نہیں کیا جاتا۔ امام وکیع رحمہ اللہ کا حافظہ بہت زیادہ تھا کسی نے حافظہ کو قوی کرنے کا نسخہ پوچھا تو آپ نے فرمایا حافظہ کو قوی کرنے کا سب سے مجرب نسخہ گناہوں سے بچنا ہے۔

دوسرا نقصان: رزق کی تنگی

گناہ سے دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ رزق کم ہو جاتا ہے چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ نے وہب رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ جب میری اطاعت کی جاتی ہے تو میں راضی ہوتا ہوں اور جب راضی ہوتا ہوں برکت کرتا ہوں اور میری برکت کی کوئی انتہا نہیں ہے اور جب میری اطاعت نہیں ہوتی تو غضبناک ہوتا ہوں، لعنت کرتا ہوں اور لعنت کا اثر سات پشت تک رہتا ہے۔

تیسرا نقصان: اللہ تعالیٰ سے وحشت

تیسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ گناہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ سے ایک وحشت سی رہتی ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ ذرا بھی ذوق ہو تو سمجھا جا سکتا ہے۔ کسی شخص نے اپنے ایک عارف سے وحشت کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا۔

اذا کنت قد او حشتک الذنوب
فدعها اذا شئت و أستانسه

ترجمہ: جب وحشت میں ڈالے تجھ کو گناہ۔ سو تجھ کو جب وحشت کو دور کرنا منظور ہو تو گناہ کو چھوڑ اور انس حاصل کر۔

چوتھا نقصان: انسانوں سے وحشت

گناہ کرنے سے انسانوں سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے خصوصاً نیک لوگوں سے کہ ان کے پاس بیٹھ کر دل نہیں لگتا اور جس قدر وحشت بڑھتی جاتی ہے ان سے اسی قدر دوری اور ان کی برکات سے محرومی ہوتی جاتی ہے ایک بزرگ کا قول ہے کہ مجھ سے جب گناہ سرزد ہوجاتا ہے تو اس کا اثر اپنی بیوی اور جانوروں کے اخلاق پر پاتا ہوں۔ وہ میرے پوری طرح فرمانبردار نہیں رہتے۔

پانچواں نقصان: کاموں میں دشواری

ایک نقصان یہ بھی ہے کہ گناہ گار کو اکثر کاموں میں دشواری پیش آتی ہے جیسے تقویٰ کرنے سے کامیابی کی راہیں نکل آتی ہیں ایسے ہی تقویٰ کو ترک کرنے سے (یعنی بدی کے راستے کو اختیار کرنے سے) کامیابی کی راہیں بند ہوجاتی ہیں۔

چھٹا نقصان: دل میں ظلمت وتاریکی

گناہ کرنے سے قلب میں ایک تاریکی سے پیدا ہوجاتی ہے ذرا بھی دل میں غور کیا جائے تو یہ ظلمت وتاریکی صاف محسوس ہوتی ہے۔ اس ظلمت کی وجہ سے انسان بدعت و ضلالت اور جہالت میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوجاتا ہے اور اس ظلمت کا اثر دل سے آنکھ میں آتا ہے اور پھر اس چہرہ پر ہر شخص کو یہ سیاہی نظر آنے لگتی ہے۔ گناہ کرنے والا شخص کیسا ہی حسین وجمیل ہو مگر اس کے چہرہ پر ایک بے رونقی کی کیفیت ضرور ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نیکی کرنے سے چہرہ پر رونق، قلب میں نور، رزق میں وسعت، بدن میں قوت اور لوگوں کے قلوب میں محبت پیدا ہوتی ہے اور بدی کرنے سے چہرہ پر بے رونقی اور قلب اور قبر میں ظلمت، بدن میں سستی، رزق

میں تنگی اور لوگوں کے دلوں میں بغض پیدا ہوتا ہے۔

ساتواں نقصان: دل وجسم میں کمزوری

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے دل اور جسم میں کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ دل کی کمزوری تو ظاہر ہے کہ امور خیر کی ہمت گھٹتے گھٹتے بالکل نایاب ہوجاتی ہے، رہ گئی جسم کی کمزوری سو جسم تو دل کے تابع ہے جب یہ کمزور ہے تو وہ بھی ضعیف ہوگا دیکھیئے کفار فارس اور روم کیسے قوی الجثہ تھے مگر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔

آٹھواں نقصان: اطاعت سے محرومی

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کی وجہ سے انسان اطاعت سے محروم ہوجاتا ہے آج ایک اطاعت گئی کل دوسری چھوٹ گئی۔ پرسوں تیسری چھوڑ دی یونہی سلسلہ درسلسلہ تمام نیک کام بدولت گناہ کے اس کے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔ جیسے کسی نے ایک لذیذ لقمہ ایسا کھایا جس سے ایسا مرض پیدا ہوگیا کہ اس نے ہزاروں لذیذ کھانوں سے محروم کردیا۔

نواں نقصان: عمر کا گھٹ جانا

گناہ کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ معصیت سے عمر گھٹتی ہے اور اس کی برکت ٹل جاتی ہے کیونکہ نیکی سے عمر کا بڑھ جانا حدیث صحیح سے ثابت ہے اور فسق وفجور سے عمر کا گھٹ جانا اسی حدیث سے سمجھ میں آجانا چاہیئے۔ اور شبہ نہایت ضعیف ہے کہ عمر تو مقدر ہے وہ کیسے گھٹ بڑھ سکتی ہے کیونکہ عمر کی کیا تخصیص ہے یہ سب چیزیں مقدر ہی ہیں، امیری اور غریبی، صحت اور مرض سب میں یہی شبہ ہوسکتا ہے مگر پھر بھی ان امور کو اسباب کے ساتھ مربوط سمجھ کر تدبیر کا استعمال کیا جاتا ہے یہی حال عمر کا سمجھ لینا چاہیئے۔

دسواں نقصان: نشہ کی عادت کا ہوجانا

ایک نقصان یہ ہوتا ہے کہ ایک گناہ دوسرے گناہ کا سبب بن جاتا ہے اور دوسرا

تیسرے گناہ کا سبب بنتا ہے اسی طرح شدہ شدہ گناہوں کی کثرت ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ شخص گناہوں میں گھر جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ کرتے کرتے اس کی عادت ہوجاتی ہے کہ چھوڑنا دشوار ہوجاتا ہے پھر اس کو اسی ضرورت سے کرتا ہے کہ نہ کرنے سے تکلیف ہوتی ہے اور پھر اس کمبخت میں لطف ولذت بھی نہیں رہتی۔

گیارہواں نقصان۔ توبہ کی توفیق کا سلب ہوجانا

ایک نقصان یہ بھی ہے کہ جب انسان گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا ہے اور اللہ کی رحمت کا ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے تو اس گناہ کی وجہ سے دھیرے دھیرے توبہ کا ارادہ کمزور ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بالکل توبہ کی توفیق نہیں ہوتی اسی حالت میں موت آجاتی ہے۔ کتنے ہی بے چارے گناہوں کے عادی گناہ کرتے کرتے بغیر توبہ کے دنیا سے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی امان میں رکھے۔ آمین۔

بارہواں نقصان: گناہ کی برائی دل سے نکل جانا

گناہ کرنے سے ایک نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ چند روز میں اس گناہ کی برائی ہی دل سے نکل جاتی ہے پھر انسان اس منحوس گناہ کو برا ہی نہیں سمجھتا اور نہ اس بات کی پرواہ ہوتی ہے کہ کوئی دیکھ لے گا بلکہ خود تفاخراً اس کا ذکر کرتا ہے ایسا شخص معافی سے دور ہوتا جاتا ہے چناچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ سب کے لئے معافی کی امید ہے مگر جو لوگ کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں اور یہ بھی کھلم کھلا ہی گناہ کرنا ہے۔

اور کبھی گناہ کی برائی کم ہوتے ہوتے کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے اسی لئے ایک بزرگ کا قول ہے کہ تم تو گناہوں سے (صرف) ڈرتے ہو اور مجھے کفر کا خوف ہے۔

تیرہواں نقصان: دیگر مخلوقات کا لعنت کرنا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کی نحوست جیسے اس شخص کو پہنچتی ہے اسی طرح اس کا ضرر دوسری مخلوقات کو بھی پہنچتا ہے وہ سب اس پر لعنت کرتے ہیں گناہ کی سزا تو الگ ہوگی یہ

لعنت اس پر طرہ ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بہائم نافرمانی کرنے والے آدمیوں پر لعنت کرتے ہیں جب قحط سخت ہوتا ہے اور بارش رک جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ ابن آدم کے گناہ کی نحوست سے ہے۔

چودہواں نقصان: عقل میں فتور وفساد

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے عقل میں فتور وفساد آ جاتا ہے کیوں کہ عقل ایک نورانی چیز ہے۔ کدورت، معصیت سے اس میں کمی آ جاتی ہے بلکہ خود گناہ کرنا دلیل کم عقلی کی ہے اگر اس شخص کی عقل ٹھکانے ہوتی تو ایسی حالت میں کہیں گناہ ہو سکتا ہے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے ان کے ملک میں رہتا ہے اور وہ دیکھ بھی رہے ہیں ان کے فرشتے گواہ بن رہے ہیں قرآن مجید منع کر رہا ہے، ایمان منع کر رہا ہے، موت منع کر رہی ہے، دوزخ منع کر رہی ہے، گناہ کرنے سے اس قدر سرور ولذت نصیب نہ ہوگی جس قدر دنیا اور آخرت کے منافع اس سے فوت ہو گئے بھلا کوئی سلیم عقل والا ان باتوں کے ہوتے ہوئے گناہ کر سکتا ہے۔

پندرہواں نقصان: حضور ﷺ کی لعنت کا ہونا

ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لعنت میں داخل ہو جاتا ہے کیوں کہ آپ ﷺ نے بہت سے گناہوں پر لعنت فرمائی ہے اور جو گناہ ان گناہوں سے بڑھ کر ہیں ان پر تو بدرجہ اولیٰ استحقاق لعنت ہے مثلاً لعنت فرمائی ہے آپ ﷺ نے سود لینے والے پر اور دینے والے پر اور اس کے لکھنے اور اس کے گواہ پر اور لعنت فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لئے حلالہ ہو یعنی جب نکاح میں اس کو شرط ٹھہرایا جاوے اور لعنت فرمائی ہے چور پر اور لعنت فرمائی ہے شراب پینے والے پر اور اس کے پلانے والے اور اس کے نچوڑنے والے پر نچڑوانے والے پر اور اس کے بیچنے والے اور خریدنے والے پر اور اس کے دام کھانے

والے پر اور جو اس کو لاد کر لائے اور جس کے لئے لاد کر لائی جاوے اور لعنت فرمائی ہے اس پر جو اپنے باپ کو برا کہے اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو جاندار چیز کو نشانہ بناوے اور لعنت فرمائی ہے ان مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی وضع بنائیں، اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے اور لعنت فرمائی ہے تصویر بنانے والے پر اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو قوم لوط کا سا عمل کرے اور لعنت فرمائی ہے اس پر جو کسی جانور سے صحبت کرے اور لعنت فرمائی ہے اس پر جو جانور کے چہرہ پر داغ لگائے اور لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچاوے اس کے ساتھ فریب کرے اور لعنت فرمائی ہے ان عورتوں پر جو قبروں پر جاویں اور ان لوگوں پر جو وہاں سجدہ کریں یا چراغ رکھیں لعنت فرمائی ہے اور اس شخص پر جو کسی عورت کو اس کے خاوند سے یا کسی غلام کو اس کے آقا سے بہکا کر بھڑکا دے اس شخص پر بھی جو عورت کے پیچھے کے مقام سے صحبت کرے اور ارشاد فرمایا کہ اور جو عورت اپنے خاوند سے خفا ہو کر رات کو الگ رہے صبح تک اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں اور لعنت فرمائی اس شخص پر جو اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور سے نسب ملاوے اور فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کی طرف لوہے سے اشارہ کرے اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں اور لعنت فرمائی اس شخص پر جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا کہے اور لعنت فرمائی ہے اس پر جو اللہ تعالیٰ کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دے اور لعنت فرمائی ہے اس پر جو احکام خداوندی کو چھپائے اور لعنت فرمائی ہے ان لوگوں پر جو پارسا بیبیوں کو جن کو ان کے قصور کی خبر تک نہیں اور ایمان دار ہیں زنا کی تہمت لگا دے اور لعنت فرمائی اس شخص پر جو کافروں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں ٹھیک راہ پر بتائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اس شخص پر جو رشوت دے اور جو لے اور جو درمیان میں پڑے اور بھی بہت افعال پر لعنت وارد ہوئی ہے اور اگر گناہ میں اور بھی کوئی ضرر نہ ہوتا تو کیا یہ تھوڑی بات ہے کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کا مورد ہو گیا۔ نعوذ باللہ

سولہواں نقصان: فرشتوں کی دعا سے محرومی

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے فرشتوں کی دعا سے محروم ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الذین یحملون العرش و من حوله یسبحون بحمد ربهم ویومنون به و یستغفرون للذین آمنوا ربنا وسعت کل شیئی رحمة و علما فاغفر اللزین تابوا و تبعو اسبیلک و قهم عذاب الجحیم .

خلاصہ یہ ہے کہ جو فرشتے عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش کے گرد و پیش ہیں وہ تسبیح وتحمید کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے مغفرت مانگتے ہیں کہ یا اللہ آپ کی رحمت اور علم بہت وسیع ہے ایسے لوگوں کو بخش دیجئے جو آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ کی راہ کی پیروی کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کو عذاب جہنم سے بچالیجئے۔ دیکھئے اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ فرشتے ان مومنوں کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بتلائی ہوئی راہ پر چلتے ہیں جس شخص نے گناہ کرکے وہ راہ چھوڑی وہ اس دولت کا کہاں مستحق رہا۔

سترہواں نقصان: زمین میں بگاڑ کا پیدا ہوجانا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے طرح طرح کی خرابیاں زمین میں پیدا ہوتی ہیں پانی، ہوا، غلہ، پھل ناقص ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ظاہر ہوگیا بگاڑ جنگل میں اور بستی میں بسبب ان اعمال کے جن کو لوگوں کے ہاتھ کررہے ہیں اور امام احمد رحمہ اللہ نے ایک حدیث کے ضمن میں فرمایا ہے کہ میں نے بنی امیہ کے کسی خزانہ میں گیہوں کا دانہ کھجور کی گٹھلی کے برابر دیکھا یہ ایک تھیلی میں تھا اور اس پر یہ لکھا تھا کہ یہ زمانہ عدل میں پیدا ہوا تھا اور بعض صحرائی لوگوں کا بیان ہے کہ پہلے زمانہ کے پھل اس وقت کے پھلوں سے بڑے ہوتے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وقت آوے گا چونکہ اس

وقت اطاعت کی کثرت ہوگی اور زمین گناہوں سے پاک ہوجاوے گی پھر اس کی برکتیں عود کر آویں گی۔ یہاں تک کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ ایک انار بڑی جماعت کو کافی ہوگا اور وہ اس کے سایہ میں بیٹھ سکیں گے انگور کا خوشہ اتنا بڑا ہوگا کہ ایک اونٹ پر بار ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ روز روز کی بے برکتی ہماری خطا اور گناہ کا ثمرہ ہے۔

اٹھارواں نقصان: دل سے اللہ کی عظمت کا نکل جانا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کے دل سے نکل جاتی ہے بھلا اگر عظمت خداوندی اس کے دل میں ہوتی تو مخالفت پر قدرت کیسے ہوسکتی جب اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت نہیں رہتی اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کی عزت نہیں رہتی پھر یہ شخص اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہوجاتا ہے۔

انیسواں نقصان: نعمتوں کا زوال

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے نعمتیں سلب ہوجاتی ہیں اور بلاؤں مصیبتوں کا ہجوم ہوجاتا ہے۔ کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ ہم تو گناہ کرنے والوں کو بڑے عیش میں دیکھتے ہیں اس کا اور بھی زیادہ خطرہ ہے جیسے مکتب میں کوئی لڑکا سبق نہ یاد کرتا ہو اور معلم ضداً سزا نہیں دیتا کہ کل کو سبق نہ یاد نکلے اس وقت اکٹھی سزا ہو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے فرماتے ہیں کہ نہیں نازل ہوئی کوئی بلا مگر بسبب گناہ کے اور دور نہیں ہوئی کوئی بلا مگر بسبب توبہ کے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم و یعفو عن کثیر﴾

یعنی جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے اعمال کے سبب سے آتی ہے اور بہت سی باتوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں اور ارشاد ہے:

ذالک بان اللہ لم یک متغیراً نعمة انعمها علی قوم حتی یغیر واما

بانفسھم

یعنی یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی اس نعمت کو نہیں بدلتا جو کسی قوم کو دی ہو یہاں تک کہ وہ لوگ اپنی ذاتی حالات کو بدل ڈالیں اس سے معلوم ہوا کہ زوال نعمت گناہ ہی سے ہوتا ہے۔

بیسواں نقصان: شیاطین کا تسلط

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے شیاطین اس پر مسلط ہو جاتے ہیں کیونکہ اطاعت خداوندی ایک قلعہ ہے جس کے سبب اعداء کے غلبہ سے محفوظ رہتا ہے جب قلعہ سے باہر نکلا دشمنوں نے گھیر لیا پھر شیاطین جس طرح چاہتے ہیں اس میں تصرف کرتے ہیں اور اس کے قلب وزبان دست و پا چشم و گوش سب اعضاء کو معاصی میں غرق کر دیتے ہیں۔

اکیسواں نقصان: اللہ کی رحمت سے ناامیدی کا پیدا ہو جانا

ایک نقصان یہ ہے کہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامیدی ہو جاتی ہے اس وجہ سے توبہ نہیں کرتا اور بے توبہ مرتا ہے۔ کسی شخص سے مرتے وقت کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ پڑھو۔ اس نے گانا شروع کیا تا تا تن تنیا۔ اور کہنے لگا جو کلمہ مجھ سے پڑھواتے ہو اس سے مجھ کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے کوئی گناہ تو میں نے چھوڑا نہیں آخر کلمہ نہ پڑھا اور رخصت ہوا۔ کسی اور شخص سے کلمہ پڑھوانے لگے۔ بولا اس کلمہ سے کیا ہوگا میں نے کبھی نماز تک تو پڑھی نہیں وہ بھی یوں ہی مرا۔ کسی اور شخص سے کلمہ پڑھنے کو کہا کہنے لگا۔ میں اس کلمہ کا منکر ہوں اور چل دیا۔ ایک شخص نے یہ بیان کیا کہ کوئی میری زبان پکڑ لیتا ہے۔

(یہاں تک تمام نقصانات کچھ ترمیم اور تلخیص کے ساتھ ''گناہوں کا بدلہ دنیا میں'' سے لئے گئے ہیں)

بائیسواں نقصان: احسان فراموشی

گناہ کا ایک نقصان احسان فراموشی بھی ہے اس لئے کہ جس محسن نے انسان کو وجود

بخشا ہے اور ہر وقت انسان اس کی نعمتوں میں غرق ہے۔ سر سے لے کر پاؤں تک اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اس کے اوپر مبذول ہیں۔ جسم کے ایک ایک عضو کو لے کر اندازہ کرو کہ اس کی کتنی قیمت اور کتنی اہمیت ہے۔ چونکہ یہ نعمتیں مفت ملی ہوئی ہیں اس لئے دل میں ان کی کوئی وقعت اور قدر نہیں۔ خدانخواستہ اگر کسی وقت ان اعضاء میں سے کسی ایک عضو کو بھی نقصان پہنچ جائے، تب پتہ چلے کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے اور یہ نقصان کتنا بڑا نقصان ہے۔ یہ آنکھ کتنی بڑی نعمت ہے۔ یہ زبان کتنی بڑی نعمت ہے۔ یہ صحت کتنی بڑی نعمت ہے۔ یہ رزق جو صبح شام کھانے کے لئے اللہ تعالیٰ عطا فرمارہے ہیں یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ تو جس عظیم محسن اور منعم کی نعمتوں نے ہمیں ڈھانپ لیا ہے، اس کا صرف یہ کہنا ہے کہ تم لوگ صرف چند باتوں سے پرہیز کرلو اور باز آجاؤ لیکن تم سے اتنا چھوٹا سا کام نہیں ہوتا چنانچہ گناہ کا یہ نقصان بھی عظیم ہے کہ اس سے انسان احسان فراموش بن جاتا ہے۔

تئیسواں نقصان: دل پر زنگ کا لگنا

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جب انسان پہلی مرتبہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگا دیا جاتا ہے۔ (اس نقطے کی حقیقت کیا ہے اس کو تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں) اور جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نقطہ لگا دیا جاتا ہے، جب تیسرا گناہ کرتا ہے تو تیسرا نقطہ لگا دیا جاتا ہے، اگر اس دوران وہ توبہ کرلے تو یہ نقطے مٹا دیئے جاتے ہیں ، لیکن اگر وہ توبہ نہ کرے بلکہ مسلسل گناہ کرتا رہے تو آہستہ آہستہ وہ سیاہ نقطے اس کے پورے دل کو گھیر لیتے ہیں۔ اور پھر وہ نقطے زنگ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اس کے بعد اس کے اندر حق بات ماننے کی صلاحیت ہی نہیں رہتی، پھر اس پر غفلت کا وہ عالم طاری ہوتا ہے کہ پھر گناہ کے گناہ ہونے کا احساس مٹ جاتا ہے اور گناہوں کے مفاسد کا ادراک اور احساس ختم ہو جاتا ہے گویا کہ انسان کی عقل ماری جاتی ہے۔

چوبیسواں نقصان: بارش کا بند ہونا

گناہوں کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ ان کی اصل سزا تو آخرت میں ملے گی۔ لیکن دنیا میں بھی ان گناہوں کی نحوست اس کی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب لوگ زکوۃ دینا بند کر دیتے ہیں (جو کہ عظیم گناہ ہے) تو اللہ تعالیٰ بارشیں بند کر دیتے ہیں۔

پچیسواں نقصان: بیماریوں کا پیدا ہونا

اور پچیسواں نقصان یہ ہے کہ جب لوگوں میں بدکاری، فحاشی، عریانی پھیل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو ایسی ایسی بیماریوں میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ ان کے اباء واجداد نے ان بیماریوں کے بارے میں کبھی سنا بھی نہیں تھا کہ ایسی بھی کوئی بیماری ہوتی ہے اور نہ ان کا نام سنا تھا۔ چنانچہ اس حدیث کو سامنے رکھ کر ''ایڈز'' کی بیماری کو دیکھ لیں جس کا ساری دنیا میں آج طوفان برپا ہے۔ نبی کریم ﷺ چودہ سو سال پہلے بتا گئے کہ ایسی ایسی بیماریاں آئیں گی۔

ہر گناہ کے کچھ خاصے ہوتے ہیں اور ان خاصوں کا مظاہرہ اسی دنیا ہی کے اندر ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ آنکھوں سے دکھا دیتے ہیں اور ان گناہوں کی شامت اعمال طاری ہو جاتی ہے۔ (معارف القرآن کاندھلوی ص ۲۷۶ ج ۸)

چھبیسواں نقصان: انسان گناہ کرنے سے اللہ رب العزت کی نگاہوں سے گر جاتا ہے

ایک عجیب بات یہ ہے کہ انسان کئی مرتبہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اس کے باوجود اپنے آپ کو بڑا سالک سمجھ رہا ہوتا ہے۔ انسان کی حالت تو یہ ہے کہ اسے دوسروں کے بارے میں گناہ کا شک ہو جائے تو وہ ان سے نفرت کرنی شروع کر دیتا ہے اور اپنے عیبوں کا یقین

ہوتا ہے۔لیکن پھر بھی اپنے نفس کے ساتھ محبت کرتا ہے۔شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب معرفت بھری بات لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ: دوسروں کی نظر میں اپنے آپ کو گرادینا بڑا آسان کام ہے،اور اپنی نظر میں اپنے آپ کو گرادینا سب سے مشکل کام ہے۔ہم نے دیکھا ہے کہ بعض دوست جو فرض کی پابندی بھی نہیں کر پاتے ، وہ خواب میں کسی بزرگ کی شکل کو دیکھ لیتے ہیں،تو وہ اسی مستی میں پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی حضرت! مجھے خواب بہت اچھے آتے ہیں۔ یادرکھیں کہ جو خوابوں کے شہزادے بنتے ہیں۔ وہ ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں۔

ہمارے مشائخ نے کہا کہ انسان گناہ کرنے سے اللہ رب العزت کی نگاہوں سے گر جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے اعمال کی توفیق چھین لیتے ہیں۔اور سب سے پہلے جو توفیق چھینتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس کو رات کے آخری پہر کی مناجات کی لذت سے محروم کردیتے ہیں۔آپ نے دیکھا ہوگا کہ کئی مرتبہ بندہ تہجد میں اٹھتا بھی ہے لیکن اس کی دعاؤں میں کوئی حلاوت نہیں ہوتی۔ بلکہ دعا مانگنے کو اس کا دل ہی نہیں کرتا، دعا میں طبیعت چلتی ہی نہیں۔ یہ نہیں کہ طبیعت چل نہیں رہی ہوتی بلکہ وہ چلنے ہی نہیں دی جاتی۔ دن کے گناہوں کی وجہ سے بندہ رات کی عبادتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ایک شخص بصریؒ کے پاس آیا اور عرض کیا،حضرت! مجھے تہجد کی توفیق نہیں ہوتی۔فرمایا: اے دوست! تو اپنے دن کے اعمال درست کر لے اللہ تعالیٰ تجھے رات کے اعمال کی توفیق عطا فرمادیں گے۔

(بحوالہ گناہوں کے نقصانات)

گناہوں سے متعلق سبق آموز باتیں

اللہ رب العزت کے حکم کے خلاف کوئی کام کرنا یا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک سنت کے خلاف کرنا یا دین میں کسی نئی بات کا پیدا کرنا گناہ کہلاتا ہے۔ وہ گناہ انسان جسم کے ظاہری اعضاء سے کرے یا باطن سے مثلاً حسد، لالچ، بغض، کینہ، جھوٹ،غیبت اور بد

خواہی وغیرہ۔ کھلم کھلا کرے یا چھپ کر کرے، سب کچھ گناہوں میں داخل ہے۔ اور اسے چھوڑنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وذروا ظاهر الاثم وباطنه﴾ (سورۃ الانعام:۱۲۰)

''اور چھوڑ دو کھلا ہو گناہ اور چھپا ہوا''۔

گناہ کا آغاز مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہوتا ہے۔ اور انجام جہاز کے لنگر کی طرح مضبوط ہوتا ہے۔ شروع میں تو انسان سوچتا ہے کہ ایک دو بار گناہ کر کے چھوڑ دوں گا۔ مگر آج اور کل کرتے کرتے انسان کو گناہ کی عادت اتنی پختہ ہو جاتی ہے، کہ بعد میں چھوڑنا بے حد مشکل ہو جاتا ہے۔ گناہ آکاش بیل کی طرح ہوتا ہے، جو انسان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا کرتا ہے۔ آپ نے بعض درختوں پر پیلی سے بیل دیکھی ہوگی، وہ اس پورے درخت کو اس طرح اپنے قابو میں لے لیتی ہے، کہ درخت کی نشونما رک جاتی ہے۔ اسی طرح گناہ کرتے کرتے انسان کی روحانی نشونما رک جاتی ہے۔ گناہ کی مثال ناسور کی مانند ہے۔ ناسور اگر رہے، تو تکلیف دیتا ہے، اور اگر علاج نہ کریں تو بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہ گناہ انسان کے روحانی لباس پر دھبے ہوتے ہیں۔ جیسے انسان کو ظاہری لباس پر دھبہ اچھا نہیں لگتا اسی طرح اللہ تعالیٰ کو روحانی لباس داغدار اچھا نہیں لگتا۔

ہر چیز کے اندر کوئی نہ کوئی تاثیر ہوتی ہے۔ گناہ کے اندر یہ تاثیر ہے کہ انسان کو اس سے ندامت ملتی ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ دو باتیں لوہے پر لکیر کی مانند ہیں۔ گناہ سے انسان ندامت پاتا ہے اور نیکی سے انسان سلامت پاتا ہے۔ اگر ایک انسان کتنی ہی کامیابی کے ساتھ گناہ کیوں نہ کرے، اسے کوئی سمجھانے والا یا منع کرنے والا نہ ہو، گویا گناہ کے تمام اسباب مہیا ہوں اور وہ من مرضی سے گناہ کرے، پھر بھی گناہ اس شخص کے لئے دنیا و آخرت کی ندامت کا باعث بنتا ہے۔ اس لئے ہمارے اکابر نے فرمایا کہ مؤمن گناہ کو ایسے سمجھتا ہے جیسے کوئی بچھو ہوتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ بچھو چھوٹا ہو یا بڑا، ہر کوئی اسے دیکھ کر ڈر جاتا ہے۔ آپ نے کبھی کسی آدمی کو ایسے نہیں دیکھا ہوگا جو اپنے ہاتھ میں بچھو پکڑنے کی کوشش کر

رہا ہو۔ اس لئے کہ بچھو چھوٹا ہو یا بڑا، اس میں زہر ہوتا ہے۔ اسی طرح گناہ چھوٹا ہو یا بڑا، بہر حال اس میں ندامت ہوتی ہے۔ ہمارے مشائخ کے نزدیک گناہ انگارے کی مانند ہے۔ انگارہ چھوٹا ہو یا بڑا، ہاتھ لگانے سے ہاتھ کو جلا دیتا ہے۔ بلکہ اگر چھوٹے انگارے سے غفلت برتی جائے تو بعض اوقات بھڑک اٹھتا ہے اور آگ لگا دیتا ہے۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ:

﴿کل مانھی عنه فھو کبیرۃ﴾

''ہر وہ کام جس سے شریعت نے بچنے کا حکم دیا ہے، وہ کبیرہ گناہ ہے۔''

شیطان انسان کی نگاہوں میں گناہوں کا ہلکا کر کے پیش کرتا ہے۔ یہ اس کا ایک بڑا وار ہے۔ وہ گناہ کے بارے میں دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ:۔

......یہ گناہ تو اکثر لوگ کرتے ہی رہتے ہیں۔

......یہ تو ہو ہی جاتا ہے۔

......اس سے بچنا تو بہت مشکل ہے۔

......آج کل تو بے پردگی بہت عام ہے۔ اس لئے نگاہوں کو بچانا تو بہت مشکل ہے۔

شیطان انسان کی نگاہوں میں ان گناہوں کو اس لئے چھوٹا کر کے پیش کرتا رہتا ہے، تاکہ وہ یہ گناہ کرتا ہی رہے۔ اسی لئے فاسق شخص گناہ کو ایسے سمجھتا ہے، جیسے کوئی مکھی بیٹھی تھی، اور اس نے اس کو اڑا دیا۔ جب کہ مومن بندہ گناہ کو ایسے سمجھتا ہے جیسے سر کے اوپر کوئی پہاڑ رکھ دیا گیا ہو۔

بلکہ کئی مرتبہ تو شیطان گناہ کو مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ:

﴿وقیضنا لھم قرنآء فزینوا لھم مابین ایدیھم وما خلفھم وحق علیھم القول فی اممٍ قدخلت من قبلھم من الجن والانس اھم کانوا خسرین.﴾

(سورۃ حم السجدۃ:۲۵)

''اور لگا دیئے ہم نے ان کے پیچھے ساتھ رہنے والے، پھر انہوں نے ان کی آنکھوں میں خوبصورت بنا دیا اس کو جو ان کے آگے ہے جو ان کے پیچھے ہے۔ اور ٹھیک پڑ چکی ان پر عذاب کی بات ان فرقوں کے ساتھ جو گزر چلے ان سے پہلے جنوں کے اور آدمیوں کے، بے شک وہ تھے خسارہ پانے والے۔''

یہاں پر آ کر سالک کو احتیاط ضروری ہے کہ وہ حکمِ خدا کو حکمِ خدا سمجھے اور وہ اپنے دل میں عظمت الٰہی اتنی بٹھائے کہ حکمِ خدا کے خلاف اس کے ذہن میں خیال ہی پیدا نہ ہو۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ:

﴿لاتَحقرنَّ صغيرةً انَّ الجبال من الحِصٰى﴾

''تم چھوٹے گناہ کو ہرگز چھوٹا نہ سمجھو اس لئے کہ بڑے بڑے پہاڑ چھوٹے چھوٹے پتھروں سے مل کر بنتے ہیں۔''

اس لئے جب انسان گناہِ صغیرہ پر اصرار کرتا ہے تو پھر وہ آہستہ آہستہ کبیرہ بن جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اندر ایک قول بہت مشہور تھا۔ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گفتگو کے دوران وہ قول ایک دوسرے کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔ اس قول کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ:

﴿لا صغيرةَ مع الاصرار ولا كبيرةَ مع الاستغفار﴾

''اصرار سے کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا۔ اور استغفار سے کوئی گناہ کبیرہ نہیں رہتا۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وتحسبونه هيّنا وهو عندالله عظيم.﴾ (سورۃ النور:۱۵)

''اور تم اس کو ہلکا سمجھتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑی بات ہے۔''

بنی اسرائیل میں ایک راہب تھے۔ ان کا نام داموسؒ تھا۔ ان کے علاقے میں خشک پہاڑ تھے۔ ان پر سبزے کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ ایک مرتبہ وہ اپنے گھر سے باہر نکلے تو ان

کی نظر پہاڑ پر پڑی۔ دل میں خیال آیا کہ اگر یہاں آبشاریں ہوتیں، مرغزاریں ہوتیں، درخت ہوتے تو کتنا اچھا منظر دکھائی دیتا۔ اب اگرچہ انہوں نے اپنے دل ودماغ میں یہ بات سوچی تھی، مگر جو زیادہ مقرب ہوتے ہیں، ان کی چھوٹی باتوں پر بھی پکڑ آ جاتی ہے، لہٰذا ان پر اللہ رب العزت کی طرف سے عتاب ہوا دل میں یہ بات القاع ہوئی:

''اب تم نے بندگی چھوڑ دی اور ہمارے مشیر بن گئے، اب تمہیں ہمارے تخلیق میں نقص نظر آتا ہے۔''

بس اس بات کے دل میں القاء ہونے پر ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ یہ تو آدابِ بندگی کے خلاف ہے۔ انہوں نے یہ سوچ کر رونا شروع کر دیا کہ میں نے ایسا کیوں سوچا؟...... یہ بھی اللہ رب العزت کی طرف سے توفیق ہوتی ہے...... اچھا، غلطی کا احساس ہونے پر انہوں نے یہ نیت کر لی کہ جب تک مجھے واضح طور پر اللہ کی طرف سے یہ اشارہ نہیں مل جائے گا کہ میری غلطی کو معاف کر دیا گیا ہے۔ میں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا، نہ ہی پیوں گا یوں اپنے نفس کو سزا دوں گا۔

ایک مرتبہ بستی والوں کے ہاں کوئی تقریب تھی۔ حضرت داموس رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں گئے۔ کسی نے کہا، جی کھانے کے لئے تشریف لائیے۔ انہوں نے فرمایا: میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ اس نے کہا، جی رات کے وقت تو روزہ نہیں ہوتا۔ انہوں نے فرمایا: روزے کی بات نہیں، میں نے کھانا نہیں ہے۔ کچھ لوگ لسوڑھے کی مانند ہوتے ہیں اور چمٹ جاتے ہیں۔ وہ اگلے بندے کی مجبوری کو سمجھنے کی بجائے اپنے مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہٰذا ان میں سے کچھ بندوں نے کہا نہیں حضرت! آپ ضرور تشریف لائیں۔ اب ادھر سے اصرار اور ادھر سے انکار۔ بالآخر ان میں سے کسی ایک نے کہا، جی! آپ یہ تو بتائیں آپ نے کھانا پینا کیوں بند کیا ہے؟...... اب انہوں نے صاف صاف بات بتا دی اور کہا کہ میں نے اسی وجہ سے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔ وہ عوام الناس تھے، وہ اس بات کو کیسے سمجھتے، لہٰذا وہ ہنس کر کہنے لگے، بھلا یہ بھی کوئی بات ہے۔ حتیٰ کہ ان سب نے مل

کر کہا: جناب! آپ کے اس گناہ پر جو عذاب ہوگا وہ ہم سب مل کر تقسیم کر لیں گے، آپ کھانا کھائیں۔ جیسے ہی انہوں نے یہ الفاظ کہے تو حضرت داموس رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں فوراً الہام ہوا کہ: اے میرے پیارے! یہ لوگ عذاب کو اتنا ہلکا سمجھ رہے ہیں، لہٰذا آپ اس بستی کو فوراً چھوڑ دیجئے۔ ان سب کو ابھی ہلاک کر دیا جائے گا...... اللہ اکبر...... یوں بندہ اپنی اوقات بھول جاتا ہے اور نہیں سمجھ پاتا کہ پروردگار کی پکڑ پھر کیسے ہوتی ہے۔

جب انسان کسی گناہ کو ہلکا سمجھنا شروع کر دے تو یہ بڑی خطرے کی بات ہوتی ہے۔ بلکہ مشائخ نے کہا کہ جس گناہ کو لوگ ہلکا سمجھیں وہ اللہ کے ہاں بڑا ہوتا ہے۔

☆...... ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اے دوست! یہ نہ سیکھنا کہ گناہ چھوٹا ہے یا بڑا، بلکہ اس ذات کی عظمت کو سامنے رکھنا جس کی تم نافرمانی کر رہے ہو۔

☆...... ایک بزرگ فرماتے تھے کہ اللہ رب العزت نے میرے دل میں القاء فرمایا کہ میرے بندوں سے کہہ دو کہ یہ گناہ کرتے وقت باقی مخلوق سے پردہ کر دیتے ہیں اور ان تمام دروازوں کو بند کر دیتے ہیں جن سے مخلوق دیکھتی ہے۔ لیکن اس دروازے کو بند نہیں کرتے جس سے پروردگار دیکھتا ہو، کیا اپنی طرف دیکھنے والوں میں سے یہ سب سے کم درجے کا مجھے سمجھتے ہیں۔

☆...... اکمل الشیم میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ اگر اللہ رب العزت کے عدل و انصاف سے مڈبھیڑ ہوئی تو کوئی بھی گناہ صغیرہ نہیں اور اگر اس کے فضل کا سامنا ہوا تو کوئی بھی گناہ کبیرہ نہیں۔ لہٰذا میرے دوستو! اگر اللہ رب العزت فضل فرما دیں تو پھر چاہے جس گناہ کو معاف فرما دے لیکن اگر عدل فرمائیں گے تو پھر معاملہ مشکل بن جائے گا۔

ایک بزرگ اپنے سالکین کو بار بار فرمایا کرتے تھے کہ جفا نہ کرو۔ جفا کہتے ہیں بے وفائی کو۔ کسی سالک نے پوچھا، حضرت! بے وفائی سے کیا مراد ہے؟...... وہ فرمانے لگے، بے وفائی تین طرح کی ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت سے بے وفائی، مخلوق سے بے وفائی اور اپنے آپ سے بے وفائی۔ پھر وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں

پیدا کیا، اب وہی ہمیں رزق اور باقی نعمتیں دیتا ہے۔ اگر ہم اسی کا دیا ہوا کھا کر کسی اور کو اس کے ساتھ شریک بنائیں گے تو یہ اللہ تعالیٰ سے بے وفائی ہوگی...... پھر فرمایا کہ لوگوں کو ایذا پہچانا مخلوق کے ساتھ بے وفائی ہے، اس لئے مخلوق کا دل نہیں دکھانا چاہئے...... پھر فرمایا کہ اللہ رب العزت کے حکم کو توڑنا اور گناہ کرنا، یہ اپنے آپ کے ساتھ بے وفائی ہے اس لئے کہ اس طرح انسان اپنے آپ کو جہنم میں جانے کے قابل بنالیتا ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ اگر گناہوں کے اندر بدبو ہوتی تو ہم کسی محفل میں بیٹھنے کے قابل نہ ہوتے۔ یہ اللہ رب العزت کی ستاری ہے کہ اس کے صدقے ہم کو عزتوں کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اسی لئے بزرگ فرماتے تھے۔ اے دوست! جس نے تیری تعریف کی اس نے درحقیقت تیرے پروردگار کی ستاری کی تعریف کی جس نے تجھے چھپایا ہوا ہے...... یقیناً اگر وہ حقیقت کھول دیتا ہے تو ہم چہرہ دکھانے کے قابل بھی نہ ہوتے۔ انسان کی ایک تو ظاہری شکل ہوتی ہے اور ایک شکل عالم مثال میں ہوتی ہے۔ بندہ جس طرح کے اعمال کرتا ہے ویسی ہی اس کی شکل ہوتی ہے۔ اگر جانوروں والے اعمال کرتا ہے تو اس کی شکل جانوروں جیسی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر:

......جس میں حرص زیادہ ہوتی ہے اس کی شکل عالمِ مثال میں کتے کی مانند ہوتی ہے، اس لئے کہ کتا حریص ہوتا ہے۔

......جس میں بے حیائی زیادہ ہوتی ہے اس کی شکل خنزیر کی مانند ہوتی ہے کیونکہ خنزیر میں بے شرمی اور بے حیائی بہت زیادہ ہوتی ہے۔

......جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ایذاء پہنچاتا ہو اور دل دکھاتا ہو، اس کی مثال بچھو کی مانند ہوتی ہے۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور ان کے جانشین تھے۔ وہ خود بھی بڑے محدث تھے اور ان کی شاگرد بھی وقت کے اکابرین میں سے بنے۔ اللہ رب العزت نے ان سے دین کا بہت زیادہ کام لیا۔ ایک وقت تھا جب

پاک و ہند میں ان کا فتویٰ چلا کرتا تھا۔ دہلی کی جامع مسجد سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر ان کا مدرسہ اور گھر تھا۔ انہوں نے اپنے گھر میں ایک مسجد بنائی ہوئی تھی جسے ''مسجدِ بیت'' کہتے ہیں۔ تعلیم و تعلم کی مصروفیات کی وجہ سے وہ اکثر نمازیں وہیں پڑھا کرتے تھے البتہ جمعۃ المبارک کی نماز جامع مسجد میں جا کر پڑھا کرتے تھے۔ ان کے مریدین ان کی زیارت کے لئے تڑپتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ حسن و جمال عطا فرمایا تھا۔ ان کا چہرہ ایسا منور تھا کہ لوگ دیکھنے کو ترسا کرتے تھے۔ عام دنوں میں ان کی تعلیمی مصروفیت کی وجہ سے ان سے ملاقات نہ ہوسکتی تھی۔ البتہ جب وہ جمعہ کی نماز کے لئے جاتے تو اس وقت لوگ راستوں میں کھڑے ہوکر ان کا دیدار کیا کرتے تھے۔ ان کے خادم کا نام فصیح الدین تھا۔ وہ حضرت کو جمعہ پڑھانے کے لئے لے جایا کرتا تھا۔

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ جب حضرت شاہ صاحبؒ جمعہ پڑھانے بازار جاتے تو بازار سے گزرتے ہوئے اپنے چہرے کے اوپر گھونگھٹ کی طرح رومال ڈال لیتے۔ اب دیکھنے والوں کو چہرہ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ اب لوگ ان کے خادم سے کہتے کہ جی ہم تو دیدار سے بھی محروم ہوجاتے ہیں ...... خادم اگر پرانے ہوں تو پھر بعض اوقات بے تکلفی بھی ہوجاتی ہے...... چنانچہ ایک دن فصیح الدین نے موقع پا کر عرض کیا، حضرت! سارا ہفتہ تو لوگ ایسے ہی انتظار میں رہتے ہیں اور آپ جمعہ کے لئے جاتے ہیں تو چہرے پر رومال ڈال کر ان کو دیدار سے محروم کردیتے ہیں۔ حضرت بھی چل رہے تھے اور وہ بھی ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ جب اس نے بات کی تو شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنا رومال اتار کر فصیح الدین کے سر پر رکھ دیا۔ تھوڑی سی دیر کے بعد وہ غش کھا کر گر پڑا۔ لوگوں نے اس کو زمین سے اٹھایا اور جب ہوش آیا تو پوچھنے والے نے پوچھا کہ جی آپ کے ساتھ کیا بنا؟ وہ کہنے لگا کہ جیسے ہی شاہ صاحب نے اپنا رومال میرے سر پر ڈالا تو مجھے بھرے بازار کے اندر انسان تو تھوڑے نظر آئے لیکن کتے، بلے اور خنزیر زیادہ چلتے نظر آئے۔ ان کی اندر کی شکلیں اس کو کشف کی صورت میں نظر آگئیں۔ یہ تو اللہ رب العزت کا احسان اور کرم ہے کہ اس پروردگار نے

گناہوں میں بدبو نہیں بنائی جس کی وجہ سے ہم آج آرام سے محفلوں میں بیٹھ کر زندگی گزارتے ہیں۔

دنیا کی معمولی سی لذتوں یا چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کی خاطر گناہوں کا مرتکب ہو جانا بہت نقصان کی بات ہے۔ عام طور پر بندہ یا تو لذت کی خاطر گناہ کرتا ہے یا ضرورت کی خاطر گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے ہیں۔ ایک دفعہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محفل میں بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا: بتاؤ، جاہل کسے کہتے ہیں؟...... انہوں نے جواب دیا، حضرت! جو بندہ اپنی دنیا کی خاطر اپنی آخرت کو تباہ کر بیٹھے، اسے جاہل کہتے ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ: کیا میں آپ کو بتاؤں کہ اجہل (اس سے بھی بڑا جاہل) کون ہے؟...... انہوں نے کہا: جی حضرت، ضرور بتایئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: جو انسان دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت تباہ کر بیٹھتے ہیں اسے اجہل کہتے ہیں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: عالم شخص وہ ہوتا ہے، جس پر گناہ کے نقصانات اچھی طرح واضح ہو جائیں۔ گویا جو شخص گناہوں کے نقصانات سے جتنا زیادہ واقف ہوگا، وہ اتنا ہی بڑا عالم ہوگا...... یہ بات بہت کام کی ہے...... وجہ یہ ہے کہ جب انسان کسی چیز کے نقصانات سے واقف ہو جائے تو وہ اس سے بچتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے۔ مثال کے طور پر:......

(۱)...... انسان زہر کے نقصانات سے واقف ہوتے ہے، اس لئے وہ اس سے بچتا ہے۔ اگر اس انسان کو یہ بتا دیا جائے کہ آپ کے سامنے جو ایک ہزار بسکٹ پڑے ہوئے ہیں، ان میں سے نوسو ننانوے بسکٹ بالکل ٹھیک ہیں، لیکن صرف ایک بسکٹ میں زہر ہے، آپ کھا لیجئے تو کیا وہ اسے کھا لے گا؟...... وہ انسان اسے کھانے کے لئے بالکل تیار نہیں ہوگا۔ وہ کہے گا کہ: کیا پتہ جس کو میں کھا رہا ہوں، اسی میں زہر ہو۔ چونکہ ہمیں پتہ ہے کہ زہر کے کھا لینے سے انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے، اس لئے نہیں کھاتے، لیکن ایک بچہ ہے،

جو اس سے واقف نہیں ہے، اس بچے کو ایک بسکٹ پکڑائیں اور اس سے کہیں کہ یہ زہر والا ہے، تم کھالو، تو وہ بچہ اسے منہ میں ڈال لے گا۔ اس لئے کہ وہ اس کے نقصان سے واقف نہیں ہے۔ اس مثال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جب انسان کسی چیز کے نقصان سے واقف ہوتا ہے۔ تو وہ اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتا، اور ہر ممکن طریقے سے بچتا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ مجھے نقصان ہو جائے گا۔

(۲)......اسی طرح ہم لوگ سانپ کے نقصان سے واقف ہیں۔ ہر چھوٹے بڑے کو یہ پتہ ہے کہ اگر سانپ کاٹ لے تو انسان مر جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی پلاسٹک کا بنا ہوا سانپ بھی دکھا دیا جائے تو لوگ ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ بڑا سانپ تو کیا اگر سانپ کا کوئی چھوٹا سا بچہ بھی کسی کے گھر میں نظر آ جائے، تو عورتیں شور مچا دیتی ہیں۔ جب تک اس کو مار نہ لیا جائے، تب تک وہ چین سے نہیں بیٹھتیں۔ وہ کہتی ہیں کہ چونکہ گھر میں بچے ہیں، اس لئے اس کو مارنا ضروری ہے۔ چونکہ ہم سانپ سے واقف ہیں اس لئے اس کا وجود اپنے گھر میں برداشت نہیں کر سکتے۔

(۳)......ہم جانتے ہیں کہ بعض لوگ رات کو ڈاکے ڈالتے ہیں۔ وہ لوگوں کے گھروں کو بھی لوٹ لیتے ہیں، اور بعض اوقات ان کو جان سے بھی مار دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ کئی درندہ صفت ڈاکو عزتیں بھی خراب کر دیتے ہیں۔ اس لئے بندے کے دماغ میں ڈاکوؤں کا ایک ڈر سا ہی لگا رہتا ہے۔ اگر کوئی بھی ناواقف بندہ رات کے وقت آپ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹائے گا تو آپ کبھی کھولنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔ آپ اسے کہیں گے کہ پہلے آپ اپنا تعارف کراؤ۔ جب تک آپ اس کا مکمل تعارف نہیں کر لیتے، اس وقت تک اس اجنبی آدمی کے لئے اپنے گھر کا دروازہ نہیں کھول سکتے۔ اگر وہ یہ کہے کہ باہر بہت سردی ہے، دروازہ جلدی کھولو۔ تو آپ کہیں گے کہ: میں دروازہ نہیں کھول سکتا۔ اگر وہ آپ کی منت سماجت بھی کرے گا، تو آپ اس کے لئے اپنے گھر کا دروازہ نہیں کھولیں گے، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ ڈاکو ہی ہو۔ چونکہ آپ ڈاکو کے نقصانات سے واقف ہیں۔ اس لئے آپ

ایک اجنبی شخص کے لئے اپنے گھر کا دروازہ نہیں کھولیں گے۔

جب یہ مثالیں سمجھ میں آ گئیں تو یہ باتیں بھی ذہن میں رکھئے کہ:......

☆...... نفس کی خواہش ہمارے لئے زہر کی مانند ہے۔ نفس ہمارے من میں گناہوں کے جو خیالات پیدا کرتا ہے وہ زہر کی مانند ہے۔ جس طرح انسان زہر سے بچتا ہے اسی طرح وہ نفس کے زہریلے خیالات سے بھی بچتا ہے جو اسے گناہ پر برانگیختہ کرتے ہیں۔ جس طرح انسان زہریلے بسکٹ کی دعوت قبول نہیں کرتا اسی طرح گناہوں کے جو بسکٹ نفس پیش کرتا ہے کہ یہ بھی کرلو، یہ بھی کرلو، تو انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس کی بھی وہ بات قبول نہ کرے، وہ یہی سوچے کہ اس خواہش کے پورا کرنے میں بھی زہر ہے۔ لہٰذا اگر میں پوری کروں گا تو روحانی موت مر جاؤں گا۔

☆...... اسی طرح برے دوست کی مثال سانپ کی طرح ہوتی ہے۔ اسی لئے ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ "یارِ بد" "مارِ بد" سے زیادہ برا ہوتا ہے۔ یعنی برا دوست سانپ سے بھی زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ مارِ بدر (برے سانپ) کاٹ لے تو انسان کی جسمانی موت واقع ہو جاتی ہے اور اگر یار بد کاٹ لے تو انسان کی روحانی موت واقع ہو جاتی ہے...... عاجز تو یہ کہتا ہے کہ برا دوست شیطان سے بھی زیادہ برا ہوتا ہے۔ وہ اس لئے کہ شیطان انسان کے دل میں فقط گناہ کا ارادہ یا خیال ڈالتا ہے مجبور نہیں کرتا لیکن برا دوست نہ صرف گناہ کا خیال ہی دل میں ڈالتا ہے بلکہ ہاتھ پکڑ کر انسان سے گناہ بھی کروالیتا ہے۔ تو برا دوست سانپ اور شیطان سے زیادہ برا ہوتا ہے۔

☆...... چونکہ ہم ڈاکو کے نقصان سے واقف ہوتے ہیں، اس لئے اس کے کہنے پر گھر کا دروازہ نہیں کھولتے۔ شیطان کی مثال ہمارے لئے ایمان کے ڈاکو کی مانند ہے۔ جیسے ڈاکو موقع کی تلاش میں ہوتا ہے کہ میں اس کے گھر میں ایسے وقت میں پہنچوں جب میں گھر کا صفایا کردوں اور اسے پتہ ہی نہ چلے۔ شیطان بھی اسی انتظار میں ہوتا ہے۔ وہ ابنِ آدم کے قلب کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ جب وہ بندے کو ذکر کرتا دیکھتا ہے تو وہ پیچھے ہٹا

رہتا ہے اور جیسے ہی وہ اس کو غافل پاتا ہے تو اسی وقت قلب کے اندر اپنے وار کرنا شروع کر دیتا ہے۔ جب ہم شیطان کے نقصانات سے واقف ہوں گے تو پھر ہم شیطانی وساوس کے لئے اپنے دل کے دروازے نہیں کھولیں گے۔ بلکہ دل میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد رکھیں گے تاکہ ہم شیطان کے وساوس سے بچ سکیں۔

پتہ چلا کہ ہم گناہوں کے نقصانات سے جتنا زیادہ واقف ہوں گے اتنا ان سے بچنے کی کوشش کریں گے۔ ہم نے ڈاکٹر لوگوں کو دیکھا ہے کہ اگر ان کی چربی والے کھانے یا پراٹھے دیئے جائیں تو وہ ان کو کھانے سے پرہیز کرتے ہیں، حالانکہ ان کو کوئی بیماری نہیں ہوتی۔ اگر کوئی پوچھے کہ کیوں نہیں کھاتے تو وہ کہتے ہیں، جی ہمیں اس کے نقصانات کا پتہ ہے اور جس بندے کو اس کے نقصانات کا پتہ نہیں ہوتا کہ اس سے دل کی شریانیں بند ہوجاتی ہیں وہ صبح، دوپہر، شام پراٹھے کھاتا ہے۔ وہ خوب چپلی کباب کھاتا ہے خواہ دل کی شریانیں بند ہی ہوجائیں...... اسی طرح ڈاکٹر جب باہر کے علاقے میں جاتے ہیں تو نلکے کا پانی بھی نہیں پیتے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس میں کئی بیماریوں کے جراثیم ہوتے ہیں جن سے معدہ خراب ہوجاتا ہے۔ لہٰذا ہم تو بوتل کا صاف پانی پئیں گے...... حتیٰ کہ ڈاکٹر جب ہسپتال میں مریضوں کے پاس جاتے ہیں تو دستانے بھی پہنتے ہیں اور ناک پر ماسک بھی لگاتے ہیں۔ ان کو پتہ ہوتا ہے کہ بیمار کے قریب رہ رہ کر کونسی بیماری دوسرے کو لگ سکتی ہے لہٰذا وہ احتیاط کرتے ہیں۔

کھمبے سے بجلی کی تار جا رہی ہو اور آپ کسی الیکٹریکل انجینئر سے کہیں کہ جناب! ذرا اس کو ہاتھ تو لگائیں تو وہ کہے گا، جناب! میں بے وقوف نہیں ہوں۔ اگر کہیں کہ ایک دفعہ ہاتھ لگا دیں تو وہ کہے گا، بجلی ایک دفعہ بھی معاف نہیں کرتی وہ پہلی دفعہ ہی پکڑ لیتی ہے۔ انجینئر تو سمجھتا ہے کہ اس کے اندر وولٹیج ہے اور اس سے جان کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے لیکن عام آدمی دھوکا کھا جائے گا کیونکہ اسے نظر نہیں آرہا ہوتا۔ اسی طرح عام آدمی چونکہ گناہوں کے نقصانات سے واقف نہیں ہوتا اس لئے وہ پرہیز نہیں کرتا۔ لیکن عالم سمجھتا ہے کہ گناہوں

میں ایسی نحوست ہے اوران کے مرتکب ہونے سے انسان اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے اس لئے وہ گناہوں کے قریب نہیں جاتا۔

جس انسان کے نزدیک نیکی اور گناہ میں فرق ہی نہیں ہوتا وہ ایک طرف گناہ بھی کر رہا ہوتا ہے اور دوسری طرف تسبیح بھی پھیر رہا ہوتا ہے، اس کے پاس علم ہے ہی نہیں۔ اور اگر علم ہے تو وہ علمِ نافع سے محروم ہے۔

قرآن عظیم الشان میں ہے: ﴿ افرأیت من اتخذ الٰھہٗ ھواہ واضلہ اللہ علی علم ﴾ ''کیا آپ نے اس کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا ہے، اللہ نے علم کے باوجود اس کو گمراہ کردیا۔'' (سورۃ الجاثیہ: ۲۳)

علم کے باوجود گمراہی کا کیا مطلب؟......

آپ نے دیکھا ہوگا کہ کچھ لوگوں کو سگریٹ پینے کی عادت ہوتی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ......سگریٹ نوشی مضرِ صحت ہے......حتیٰ کہ سگریٹ بنانے والی کمپنی بھی لکھ دیتی ہے کہ: سگریٹ نوشی مضرِ صحت ہے...... پینے والا بھی لوگوں سے کہتا ہے ہے کہ ہم تو پیتے ہیں تم نہ پینا......معلوم ہوا کہ اس کے نقصانات کو جانتا ہے، مگر پھر بھی پیتا ہے۔ کھانا کھا کر اس کی طبیعت میں ایسے طلب اٹھتی ہے کہ...... وہ سگریٹ پیتا ہے۔ اس کو کہتے ہیں کہ: علم ہونے کے باوجود گمراہ ہونا۔

اسی طرح انسان جانتا ہے کہ غیر محرم کو دیکھنا گناہِ کبیرہ ہے مگر اس کی نگاہیں قابو میں نہیں ہوتیں۔ وہ بیمار ہوتا ہے، اس کا اپنے اوپر بس نہیں چلتا، اس کا نفس اس گھوڑے کی طرح بے قابو ہوتا ہے جو اپنے سوار کی بات نہیں مانتا اور بھاگتا ہی رہتا ہے۔ جس انسان کو علم نافع نصیب ہو جائے اور وہ گناہوں کے نقصانات کو اچھی طرح پہچان لے وہ آدمی پھر گناہوں کے قریب بھی نہیں جاتا اور ہر ممکن اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

نیکی اور گناہ کا وہی فرق ہے، جو روشنی اور اندھیرے کا فرق ہوتا ہے۔ اگر کسی جگہ اندھیرا ہو تو وہاں انسان کو سانپ اور بچھو نظر ہی نہیں آتے، اور وہ ان سے بچ نہیں سکتا۔ جیسے

ہی روشنی آتی ہے سانپ بچھو کا پتہ چل جاتا ہے۔ اول تو وہ خود بھاگ جاتے ہیں، ورنہ انسان اس کو مار دیتا ہے۔ اسی طرح انسان کے پاس علم کا نور ہوتا ہے۔ اس نور کے آتے ہی گناہوں کے سانپ بچھو اس کے سامنے واضح ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ انسان ان سانپ اور بچھوؤں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔

یہ ایک موٹی سی بات اچھی طرح سے سمجھ لیں کہ: عام لوگوں میں اور اولیاء اللہ میں بنیادی فرق گناہوں سے بچنے کا ہے۔ ہم عام لوگ تو کبھی کبھی ایسی نیکیاں کر لیتے ہیں۔ جیسی بڑے بڑے اولیاء اللہ کرتے ہیں...... خوب رجوع الی اللہ کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، اور دل میں نور آ جاتا ہے۔ مگر جب مسجد سے باہر نکلتے ہیں تو گھر پہنچنے سے پہلے پہلے جتنا نور آیا تھا سب ختم ہو جاتا ہے...... جیسے کچا گھڑا ہوتا ہے...... اگر اس میں پانی ڈال دیں تو چند گھنٹوں کے بعد وہ خالی ہو جاتا ہے، کیونکہ اس میں سے پانی ایک ایک قطرہ قطرہ کر کے ٹپکتا رہتا ہے۔ اسی طرح ہمارا حال ہوتا ہے کہ مسجد میں بیٹھ کر عبادت کی، تو دل میں نور بھر گیا...... جیسے ہی مسجد سے باہر گئے، اور لوگوں سے ملے، تو دوسروں کی غیبت کرنے کی وجہ سے، اور بدنظری وغیرہ کرنے کی وجہ سے وہ نور ٹپکنا شروع کر دیتا ہے۔ اس طرح ہم اس نور کو ضائع کر بیٹھتے ہیں، اس کی حفاظت نہیں کرتے۔

میں نے خود ایک مرتبہ دیکھا کہ ایک بیت الخلاء میں بالٹی پڑی تھی۔ اس کے اوپر والی ٹونٹی بند تو تھی، مگر لیک تھی، اور اس میں سے ایک ایک قطرہ پانی ٹپک رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد پوری بالٹی بھر گئی، وہاں ایک لوٹا بھی رکھا ہوا تھا، اور وہ ٹونٹی کے قریب سے پھٹا ہوتھا۔ اس کو بھرنے کے لئے ٹونٹی کھولی گئی تو وہ بھرتا ہی نہیں تھا۔ میں دونوں چیزوں کو دیکھ کر حیران ہوا کہ بالٹی کے اندر کوئی سوراخ نہیں ہے اور اوپر سے بند ٹونٹی سے ایک ایک قطرہ پانی ٹپک رہا ہے مگر چونکہ پانی محفوظ ہو رہا ہے اس لئے تھوڑی دیر کے بعد پوری بالٹی بھر گئی۔ اور جس لوٹے میں سوراخ تھا اس کے اوپر ہم نے ٹونٹی پوری کھول دی مگر وہ بھرا ہی نہیں...... یہی مثال ہماری اور ولی کی ہوتی ہے۔ ہم لوگ اس لوٹے کی مانند ہیں جس میں سوراخ تھا۔

اس لئے جتنا نور بھی اندر آتا ہے وہ ضائع ہو جاتا ہے، اور اللہ کے ولی کی مثال اس بالٹی کی مانند ہے، ان کے اندر قطرہ قطرہ نور بھی آئے، تو وہ اس نور کو محفوظ کر لیتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے دل کی بالٹی نور سے بھری رہتی ہے۔

ہمارے اس سلوک میں لمبی چوڑی نیکیوں اور نفلی عبادتوں کا اتنا مقام نہیں ہے، جتنا مقام کہ گناہوں سے بچنے کا ہے۔ اس کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ دو بندے ہیں، ان میں سے ایک آدمی تو دن رات تسبیح کا کسی بنا ہوا ہے، لمبی لمبی عبادتیں اور ذکر و اذکار، اور پتہ نہیں کیا کچھ نیکیاں کر رہا ہے، مگر ساتھ ہی گناہوں کا ارتکاب بھی کر لیتا ہے۔ نہ آنکھ قابو میں آتی ہے، اور نہ ہی زبان قابو میں۔ گویا اگر نیکیاں زیادہ کر رہا ہے، تو گناہ بھی زیادہ کر رہا ہے۔ اور اس کے بالمقابل ایک دوسرا سالک ہے، جو لمبے چوڑے ورد و وظیفے تو نہیں کرتا، مگر کم از کم گناہوں سے ضرور بچتا ہے۔ اور وہ اس کوشش میں لگا رہتا ہے، کہ میرے ہاتھ پاؤں، دل و دماغ اور میرے جسم کے کسی بھی عضو سے کوئی بھی گناہ سرزد نہ ہو۔ ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ: گناہوں سے بچنے کی کوشش کرنے والا اس لمبے چوڑے وظیفے کرنے والے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ کیونکہ لمبے چوڑے درود وظیفے کرنے والا ''اوپر سے لا اللہ، اندر سے کالی بلا'' کا مصداق بن چکا ہوتا ہے۔

شریعت مطہرہ میں اس بات کو پسند کیا گیا ہے کہ:...... انسان لمبی لمبی عبادتیں کرنے کی بجائے گناہوں سے زیادہ بچے۔ مثلاً ایک آدمی تہجد نہیں پڑھتا، لمبے لمبے اذکار نہیں کرتا...... اور نفلی روزے نہیں رکھتا۔ بھلے نفل اعمال کچھ نہ کرے، مگر گناہوں سے بچے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کا ولی بن جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی زندگی میں معصیت نہیں ہے...... ہمارے سلسلہ میں بھی گناہوں سے بچنا سکھایا جاتا ہے...... ہمیں اس بات پر نظر رکھنی چاہئے، کہ ہمارے وجود سے کوئی بھی کام شریعت کے خلاف صادر نہ ہو جائے۔ ہم اپنے علم اور ارادہ سے کوئی گناہ نہ کریں۔ اگر یہ بات آپ نے پالی تو سمجھ لیجئے، کہ آپ کو ولایت کا مقام حاصل ہو گیا ہے۔ یاد رکھیں کہ ولایت کے لئے:......

......ہوا میں اڑنا شرط نہیں،

......پانی پر چلنا شرط نہیں،

......کوئی کرامت کے واقعات کا پیش آجانا شرط نہیں،

بلکہ ولی اس کو کہتے ہیں جو اپنے آپ کو گناہوں سے بچالیتا ہو۔ قرآن مجید نے اس میں کہہ دیا:

﴿ان اولیآءُہٗ الا المتقون﴾ (سورۃ الانفال: ۳۴)

''اس کے ولی وہ ہوتے ہیں جو متقی ہوتے ہیں۔''

یہ بھی یاد رکھیں کہ تقویٰ کچھ کرنے کا نام تقویٰ نہیں بلکہ کچھ نہ کرنے کو تقویٰ کہتے ہیں۔ یعنی وہ بات جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں ان کو نہ کرنا تقویٰ کہلاتا ہے۔ موٹے الفاظ میں سمجھ لیجئے کہ تقویٰ یہ ہے کہ آپ ہر اس کام سے بچیں جس کو کرنے سے کل قیامت کے دن کوئی آپ کا گریبان پکڑنے والا ہو۔ لہٰذا اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا لمبی لمبی عبادتیں کرنے سے زیادہ اہم ہے۔ اب ایک آدمی لمبی لمبی عبادتیں کرتا ہے، مگر ساتھ ساتھ غیبت بھی کرتا ہے اور لوگوں کا دل بھی دکھاتا ہے تو وہ بے چارہ تو فقیر ہے۔ کل قیامت کے دن جب وہ پیش ہوگا تو یہ حق والے اس کی ساری عبادتیں لے کر چلے جائیں گے بلکہ ان کے گناہ الٹا اس کے سر پر رکھ دیئے جائیں گے۔

حدیث پاک میں ہے: ﴿الوقایۃ خیر من العلاج﴾

''پرہیز علاج سے بہتر ہے۔''

ایک آدمی کو نزلہ زکام ہو، اور وہ دوائی بھی کھائے اور ساتھ ساتھ آئس کریم بھی کھائے، تو اس کی بیماری ٹھیک نہیں ہوگی۔ ڈاکٹر کہیں گے کہ: پہلے پرہیز کرو تب دوائی فائدہ دے گی۔ اور اسی لئے مشائخ کہتے ہیں کہ: گناہوں سے بچائیں اور اللہ رب العزت کی نافرمانی نہ کریں۔ اس بات پر ہماری ہر وقت نظر رہے، کہ ہم کسی گناہ کا بھی ارتکاب نہ کریں۔ ہم صبح اٹھیں تو دل میں یہ نیت ہو کہ میں نے آج کوئی گناہ نہیں کرنا۔ پھر صبح سے

شام تک اس کوشش میں لگے رہیں کہ:

......آنکھ سے کوئی گناہ نہ ہو،

......زبان سے کوئی گناہ نہ ہو،

......کان سے کوئی گناہ نہ ہو،

......شرمگاہ سے کوئی گناہ نہ ہو،

......ہاتھ پاؤں سے کوئی گناہ نہ ہو،

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے سلسلہ کے بزرگ تھے۔ انہوں نے ایک بڑی ہی پیاری بات لکھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس بندے نے کوئی دن گناہ کے بغیر گزارا ایسا ہی ہے کہ جیسے اس نے وہ دن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں گزارا......سبحان اللہ ......اس لئے آپ روزانہ اٹھ کر صبح کو اللہ سے دعائیں مانگا کریں کہ اے مالک! میں آج کا دن ایسا گزارنا چاہتا ہوں کہ تیرے حکم کی نافرمانی نہ ہو۔ اس کو تمنا بنا کر مانگیں۔ اگر کوئی ایک دن بھی ہماری زندگی میں ایسا ہوا تو ہم امید کر سکتے ہیں کہ اس دن کی برکت سے قیامت کے دن ہم پر اللہ کی رحمت ہو جائے گی۔

گناہوں کے ترک کرنے سے اللہ رب العزت کا قرب زیادہ جلدی نصیب ہوتا ہے۔ ایک بات یاد رکھئے کہ جو شخص اپنے علم اور ارادے سے گناہ کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ رب العزت اس بندے کی دعاؤں کو رد کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور اسے صدیقین میں شامل فرما دیتے ہیں۔ ایسے گناہ جو بے علمی میں ہو جائیں یا بلا ارادہ کے ہو جائیں، وہ بہت جلدی معاف ہو جاتے ہیں۔ البتہ نقصان دہ گناہ وہ ہوتا ہے جو سوچ سمجھ کر کیا جائے۔ تاہم جیسے ہی گناہ سرزد ہو توبہ میں دیر نہ کی جائے۔ اس لئے جب کوئی مؤمن گناہ کرتا ہے تو وہ غفلت کی وجہ سے کرتا ہے اور اس وقت اس کی عقل پر پردہ پڑ چکا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان﴾

(سورۃ الحجرات: ۷)

''اور نفرت ڈال دی تمہارے دل میں کفر، گناہ اور نافرمانی کی۔''

تو جتنا زیادہ ایمان بڑھتا جائے گا، اتنی ہی فسق و فجور سے کراہت بڑھتی جائے گی۔ اگر گناہ کر بیٹھے گا، تو اس لئے کہ اس وقت اس کے اوپر غفلت کا پردہ پڑ گیا ہوگا۔ اس لئے مؤمن جب غلبۂ حال کی وجہ سے گناہ کر بیٹھتا ہے، تو گناہ کر گزرنے کے بعد اس کے دل کو بڑا ہی دکھ اور ندامت ہوتی ہے، پھر وہ ہمیشہ اپنے آپ کو کوستا ہی رہتا ہے، کہ او ہو میں کیا کر بیٹھا۔ گناہ کرنے سے پہلے غفلت کا پردہ تھا، اور کرتے ہی اپنی اصلیت سامنے آ جاتی ہے، اور وہ افسوس کرتا ہے کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ اور یاد رکھیں کہ گناہ کے بعد ندامت محسوس کرنا اور دل کے اندر بوجھ اور بے قراری محسوس کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ اس بندے کے اندر ایمان سلامت ہے۔

ایک دانا کا قول ہے کہ نیکی تو ہر کس و ناکس کر لیتا ہے، جوان مرد تو وہ ہے جو گناہ کرنا چھوڑ دے۔ اور جو آدمی من چاہی چھوڑ کر رب چاہی زندگی اختیار کرنا چاہے اسے چاہئے کہ وہ اپنی زندگی کے ایام کو گناہوں سے خالی کر لے۔ اس کے لئے وہ گناہ سے بچنے کی کوشش کرے۔ وہ اس کوشش کے باوجود گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھے گا۔ پھر جب روزانہ بچنے کی کوشش کرتا رہے گا۔ تو پہلے کی نسبت دن میں کم گناہ کرے گا۔ پھر اگلے دن اس سے بھی کم گناہ کرے گا۔ پھر ایک ایسا دن بھی آتا ہے کہ اس کا پورا دن گناہوں کے بغیر گزر جاتا ہے۔ پھر اسی طرح اگلا دن گزرتا ہے۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ گناہوں سے محفوظ فرما کر ایسی زندگی عطا کر دیتے ہیں کہ انسان گناہوں کی دلدل سے بچ نکلتا ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں لکھا کہ اس امت میں ایسے صدیقین گزرے ہیں کہ جن کے گناہ لکھنے والے فرشتوں کو بیس بیس سال تک گناہ لکھنے کا کوئی موقع ہی نہیں ملا۔ ہمارے دل کی بھی ایک تڑپ اور تمنا ہونی چاہئے کہ اے مالک! ہمیں بھی ایسی سچی اور پچی زندگی نصیب فرما دے۔ (آمین)

ترکِ معصیت اعمالِ طاعات پر فضیلت رکھتی ہے۔ یہ ایک بنیادی نقطہ ذہن میں

بٹھاتا تھا۔ کہ ترکِ معصیت پر محنت زیادہ کریں، اس لئے کہ یہ اعمالِ طاعات پر فضیلت رکھتی ہے۔

گناہوں سے بچنے کے لئے صلحاء کی صحبت ضروری ہے

جب انسان اللہ والوں کی نگاہوں میں آتا ہے تو گناہوں کی دلدل سے نکل جاتا ہے۔ ایک نوجوان سلسلۂ عالیہ میں بیعت ہوئے۔ وہ کہنے لگے کہ میں پاکستان کے وفاق المدارس میں مسلسل تین سالوں سے فرسٹ آرہا ہوں۔ مگر گناہ کبیرہ سے بچ نہ سکا، بیعت ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمادی۔...... جی ہاں!...... یہ نسبت کا نور جو سینوں میں منتقل ہوتا ہے۔ یہ بڑوں بڑوں کی دعائیں ہوتی ہیں، جو انسان کے گرد پہرہ دیتی رہتی ہیں۔

دور بیٹھا کوئی تو دعائیں دیتا ہے
میں ڈوبتا ہوں سمندر اچھال دیتا ہے

یہ اہل نظر کی دعائیں اور اہل ہمم کی ہمتیں ہوتی ہیں۔ وہ تہجد کے اندر گڑگڑا رہے ہوتے ہیں اور ان کے لئے دعا مانگ رہے ہوتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کہاں کہاں کس کس کی دعاؤں کے صدقے گناہوں سے حفاظت فرما رہے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم گناہوں کے پیچھے بھاگ رہے ہوتے ہیں، ہم ترکیبیں ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں، ہم گناہوں کا موقع تلاش کر رہے ہوتے ہیں، مگر ہماری کوشش کے باوجود ہمیں گناہوں کا موقع نہیں ملتا اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں ہے، یہ اللہ والوں کی دعاؤں کا کمال ہوتا ہے جو وہ تہجد کے وقت سالکین کی ترقی کے لئے مانگ رہے ہوتے ہیں۔

آج ہم گناہ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہمیں گناہ کا موقع ہی نہیں ملتا۔ اس لئے گناہ نہیں کر پاتے۔ جب کہ ہمارے اسلاف ایسے متقی اور پرہیزگار ہوتے تھے، کہ ان کو اگر گناہ کا موقع بھی ملتا تھا۔ تو بھی وہ خوفِ خدا کی وجہ سے اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھاتے تھے۔

مثال کے طور پر:......

ایک تابعی کے بارے میں آتا ہے کہ ان کو عیسائی بادشاہ نے قید کروایا۔ وہ چاہتا تھا کہ ان کو قتل کروادے مگر اس کے وزیر نے کہا کہ نہیں، اس کے اندر بہادری اتنی ہے کہ اگر یہ کسی طرح ہمارے مذہب پر آجائے تو یہ ہماری فوج کا کمانڈر انچیف بنے گا، ایسے بندہ آپ کو کہاں مل سکے گا۔ اس نے کہا اچھا میں اس کو اپنے مذہب پر لانے کی کوشش کرتا ہوں......اس کا خیال تھا کہ میں اس کو لالچ دوں گا...... چنانچہ اس نے ان کو لالچ دیا کہ تجھے سلطنت دیں گے تم ہمارا مذہب قبول کرلو۔ مگر انہوں نے کوئی توجہ نہ دی، جب انہوں نے کوئی توجہ ہی نہ دی تو وہ پریشانی کے عالم میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔ اس دوران اس کی نوجوان بیٹی نے پوچھا: اباجان! آپ پریشان کیوں بیٹھے ہیں؟......اس نے کہا، بیٹی یہ معاملہ ہے۔ وہ کہنے لگی، اباجان! آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس کو راستہ پر لاتی ہوں۔

چنانچہ بادشاہ نے انہیں ایک کمرہ میں بند کروایا اور اس لڑکی سے کہا کہ تم اسے راستہ پر لے آؤ۔ اب وہ لڑکی اس کے لئے کھانا لاتی اور بن سنور کر سامنے آتی۔ اس کا یہ سب کچھ کرنے کا مقصد انہیں اپنی طرف مائل کرنا تھا۔ وہ لڑکی اس طرح چالیس دن تک کوشش کرتی رہی مگر انہوں نے اسے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ چالیس دن گزرنے کے بعد وہ ان سے کہنے لگی کہ آپ کیسے انسان ہیں، دنیا کا ہر مرد عورت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور میں اس قدر خوبصورت ہوں کہ ہزاروں میں سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں۔ اور میں تمہارے لئے روزانہ بن سنور کر آتی رہی، مگر کبھی تم نے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟...... تو مرد نہیں ہے یا کیا ہے؟......انہوں نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے غیر عورت کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا ہے اس لئے میں نے آپ کی طرف توجہ نہیں کی۔

اس لڑکی نے کہا کہ جب تمہیں پروردگار کے ساتھ اتنی محبت ہے تو پھر ہمیں بھی کچھ تعلیمات دو۔ چنانچہ انہوں نے اس لڑکی کو دین کی باتیں سکھانی شروع کردیں......شکار کرنے آئے شکار ہوگئے چلے...... بالآخر وہ لڑکی اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوگئی لہٰذا انہوں

نے اس کو کلمہ پڑھا کر مسلمان بنا دیا۔ وہ کلمہ پڑھ کر کہنے لگی کہ اب میں مسلمان ہوں لہٰذا اب میں یہاں نہیں رہوں گی۔ بعد میں اس نے خود ہی ایک ترکیب بتائی جس کی وجہ سے ان تابعی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی قید سے نجات مل گئی اور وہ لڑکی خود بھی محلات چھوڑ کر مسلمانوں کے ساتھ چلی گئی......اللہ اکبر......

حیرت کی بات یہ ہے کہ ایک جوان لڑکی ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے چالیس دن تک تنہائی میں کوشش کرتی رہی مگر انہوں نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا...... یا اللہ ہمیں تو حیرانی ہوتی ہے...... فرشتوں کو بھی تعجب ہوتا ہوگا...... یہ کس لئے تھا؟...... اس لئے کہ ان کا تزکیہ ہو چکا تھا اور نفس کے اندر سے گندگی نکل چکی تھی...... مگر آج تو جوانوں کی حالت ایسی ہے کہ وہ گناہ اس لئے نہیں کر پاتے کہ کوئی گناہ کے لئے تیار نہیں ہوتا ورنہ اگر کوئی گناہ کا اشارہ کر دے تو گناہ کے لئے ابھی تیار ہو جائیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ اس امت میں ایسی ایسی پاک باز ہستیاں بھی گزری ہیں جن کے گناہ لکھنے والے فرشتے کو بیس بیس سال تک گناہ لکھنے کا موقعہ ہی نہیں ملا...... اللہ اکبر...... جب یہ حضرات ایسے نامہ اعمال کو لے کر اللہ رب العزت کے حضور پیش ہوں گے اور دوسری طرف ہم ہوں گے کہ گناہ سے کوئی دن خالی نہیں ہوتا۔ حالانکہ سالک کے دل میں تو ہر وقت یہ غم ہونا چاہئے کہ میں نے اپنے وجود سے اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہیں کرنی۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم رات کے وقت رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ اے مالک! میں گناہ سے نہیں بچ سکا آپ چاہیں تو مجھے بچا سکتے ہیں، آپ میری حفاظت فرما لیجئے۔

ہمارے مشائخ کے پاس جب بھی کوئی آتا ہے تو وہ سب سے پہلا کام ہی یہ کرواتے ہیں کہ بھئی! اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔ لہٰذا آج کی اس محفل میں اپنے دل میں پکا ارادہ کر لیں کہ رب کریم! آج ہم اپنے سب گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ ہم نے یہ نیت کر لی تو سمجھ لیجئے کہ ہم نے اپنے دل کو دھولیا اور ہم نے اپنے آپ کو اللہ رب العزت کے قریب

کر دیا۔ ہم جب گناہوں کو نہیں چھوڑیں گے اس وقت تک اللہ رب العزت کا وصل نصیب نہیں ہوگا...... اچھا بعض اوقات شیطان دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ تو فلاں گناہ نہیں چھوڑ سکتا، تو بھئی! اپنے آپ کو سمجھائیں کہ اگر ہم گناہ نہیں چھوڑ سکتے تو اللہ تعالیٰ تو ہم سے گناہ چھڑوا سکتے ہیں کیونکہ ہمارے دل ان کی انگلیوں کے درمیان میں ہیں۔

﴿یقلّبھا کیف یشآء﴾

''اللہ تعالیٰ جیسے چاہتے ہیں دلوں کو پھیر دیتے ہیں۔''

اگر اللہ تعالیٰ نے دلوں کو پھیر دیا تو پھر گناہوں کا چھوڑنا آسان ہو جائے گا۔ اس لئے توبہ کرنے کی سچی پکی نیت کر لیجئے اور گناہوں کو چھوڑنے کا ارادہ کر لیجئے۔ بھلے کوئی بندہ روز گناہ کرتا ہے، پھر وہ توبہ کی نیت کر لے...... اس کے دو فائدے ہوں گے...... ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اس وجہ سے آج تک جتنے گناہ کئے وہ تو سب معاف ہو جائیں گے، اور پچھلا حساب بے باق ہو جائے گا۔ یہ تو فائدہ ہے ہی سہی اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت مدد فرما کر آئندہ بھی حفاظت فرما دیں گے۔ اول تو دو فائدے ملیں گے ورنہ ایک فائدہ تو لازمی ملے گا۔ لہٰذا توبہ ایک ایسا عمل ہے جو ہر وقت کرتے رہنا چاہئے تاکہ اس توبہ سے ہمارے سابقہ سب گناہ معاف ہو جائیں۔ ورنہ شیطان کئی دفعہ ورغلاتا ہے اور کہتا ہے کہ:...... ''نوسو چوہے کھا کر بلی حج کو چلی''...... شیطان طلباء کے ذہن میں ایسی باتیں ڈال دیتا ہے کہ: میں تو روزانہ گناہ کرتا رہتا ہوں، میں کیسے توبہ کر سکتا ہوں؟...... بھئی! سچی بات یہ ہے کہ نوسو چوہے تو کیا گیارہ ہزار چوہے کھا کر بھی حج کو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ہزار کو بھی معاف فرمائیں گے۔ کیونکہ مشائخ نے فرمایا ہے کہ ؎

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

میرے بندے! سو دفعہ توبہ کی سو دفعہ توڑ بیٹھا تو اب بھی میرے در پہ آجا میرا در کھلا ہے، تو توبہ کرے گا تو میں تیری توبہ قبول کروں گا۔

ہم تو ایسے سوچنا شروع کر دیتے ہیں کہ جیسے ہم نے بخشنا ہوتا ہے۔ اگر ہم نے کسی کو

بخشا ہوتا تو پھر واقعی ہم تو اتنی سی غلطی بھی معاف نہ کرتے۔ او خدا کے بندے! اللہ تعالیٰ بخشتا ہے اور اللہ رب العزت کی ذات بڑی رحیم و کریم ہے۔ بندے سے معافی مانگنی ہوتی تو یہ بڑا مشکل کام تھا۔ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی ہوتی ہے۔ جو حقوق بندوں کے تلف کیے ہیں وہ تو بندوں سے ہی بخشوانے ہیں۔ لہٰذا اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ آپ نے کسی کا دل دکھایا ہے اور کسی کا حق مارا ہے تو اس بندے سے معافی مانگ لیجئے کیونکہ دنیا کی شرمندگی تھوڑی ہے اور آخرت کی شرمندگی بڑی اور بری ہے۔

ایک آدمی دکان اکاؤنٹ کا کام کرتا ہے۔ اس کو پتہ بھی ہے کہ آڈٹ والوں نے چیک کرنے آنا ہے اور وہ اپنی کتاب کو چیک ہی نہیں کرتا۔ تو جس دن آڈٹ والے آئیں گے تو وہ جوتے ہی کھائے گا۔ لہٰذا اس کو چاہئے وہ وقت سے پہلے ہی اپنا حساب کتاب دیکھ لے کہ ہندسے ایک دوسرے کے ساتھ ملتے بھی ہیں یا نہیں۔ جس طرح دکاندار وقت سے پہلے اپنے آڈٹ کے لئے تیار ہوتا ہے، اسی طرح ہم بھی اپنے قبر کے آڈٹ سے پہلے اپنے آپ کو تیار کرلیں۔ اور یہ بڑا آسان کام ہے کیونکہ توبہ کرتے وقت کوئی ورزش ورزش تو نہیں کرنی ہوتی...... اگر کوئی ورزش ہوتی کہ تم نے ڈنڈ بیٹھکیں نکالنی ہیں تو ہوسکتا ہے کہ کوئی عذر کرتا کہ میں تو کمزور ہوں لہٰذا نکال نہیں سکتا...... بھئی! توبہ کا تعلق تو دل کی نیت کے ساتھ ہے، اگر کوئی بندہ دل ہی میں نادم ہوجائے گا تو اللہ تعالیٰ "الندم توبة" کے مصداق دل کی ندامت پر ہی اس کے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔

(بحوالہ چیدہ چیدہ خطبات فقیر از حضرت مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی مدظلہ)

گناہوں سے بچنے کی چھ تجاویز

ایک شخص ابراہیم بن ادھمؒ کے پاس آیا۔ نوجوان تھا، کہتا ہے حضرت! گناہ کا مرتکب ہوتا ہوں، چھوڑا بھی نہیں جاسکتا، ڈر بھی لگتا ہے کہ عذاب ہوگا تو کوئی طریقہ بتادیں کہ میں عذاب سے بچ جاؤں اور گناہ بھی کرتا رہوں۔

اللہ والے بڑے دانا بینا ہوتے ہیں، دھکے نہیں دے دیتے، وہ محبت و پیار سے بات سمجھاتے ہیں، دل میں اتارتے ہیں، حضرت نے فرمایا: ہاں میں تجھے طریقہ بتاتا ہوں، وہ بڑا خوش ہوگیا بات سننے کے موڈ میں آگیا، کہنے لگا کہ حضرت! وہ کون سا طریقہ ہے؟ کہ میں گناہ بھی کرتا رہوں اور عذاب و سزا سے بھی بچ جاؤں۔

آپ نے فرمایا کہ۔

پہلی تجویز

تو یہ ہے کہ اگر گناہ کرنا ہی ہے تو اللہ رب العزت کی نگاہوں سے اوجھل ہو کر کیا کرو۔ اب وہ سوچتا رہ گیا، کہنے لگا: حضرت! یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اللہ رب العزت کی نگاہوں سے اوجھل ہو کر گناہ کروں یہ تو ممکن ہی نہیں۔

دوسری تجویز

حضرت نے فرمایا: پھر دوسری تجویز یہ ہے کہ تم رات کھانا چھوڑ دو، اللہ سے کہہ دینا کہ نہ تمہارا کھانا کھاتا تھا اور نہ تمہاری بات مانتا تھا۔ اس نے کہا: حضرت! یہ کیسے ممکن ہے کہ میں کھانا چھوڑ دوں؟ پھر زندہ کیسے رہوں گا؟......

تیسری تجویز

حضرت نے فرمایا: پھر تیسری تجویز پیش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ زمین و آسمان اللہ رب العزت کا ملک ہے، اسی کا مِلک ہے اور بادشاہ کی نافرمانی اس کے ملک میں رہ کر کرنا یہ ٹھیک نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے نکل کر نافرمانی کرنا، اللہ پاک بھی قرآن پاک میں عجیب انداز میں فرماتے ہیں:

﴿یٰمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوات والارض فانفذوا لاتنفذون الابسلطٰن﴾ (سورۃ رحمٰن: ۳۳)

''اگر تمہارے اندر استطاعت ہے کہ زمین و آسمان کے کروں سے باہر نکل سکتے ہو تو

نکل کر دکھاؤ، نکلو گے تو کسی دلیل سے نکلو گے۔'' (جیسے گھڑے کی مچھلی کدھر جائے گی) کہا کہ حضرت! یہ بھی نہیں ہوسکتا۔

چوتھی تجویز

فرمانے لگے کہ: اچھا پھر ایک طریقہ اور بتاتا ہوں، وہ یہ ہے کہ جب ملک الموت آئیں روح قبض کرنے کے لئے تو انہیں کہہ دینا کہ تھوڑا انتظار کرلو تاکہ میں توبہ کرلوں۔ اس نے کہا، حضرت! وہاں تو انتظار کا تصور ہی نہیں۔

﴿ اذا جاء اجلهم فلا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون ﴾

(سورۃ یونس:۴۹)

''جب موت آتی ہے تو نہ ایک لمحہ آگے ہوتی ہے اور نہ پیچھے۔

پانچویں تجویز

فرمایا: ایک طریقہ اور بتاتا ہوں وہ یہ کہ جب قبر میں تم کو دفن کردیا جائے اور اس وقت منکر نکیر تم سے سوال پوچھنے کے لئے، آج کل لوگ لکھ کر لگا دیتے ہیں تو تم بھی کہہ دینا کہ بغیر اجازت کیوں آئے؟...... اس نے کہا کہ: حضرت! میں ان کو کیسے منع کرسکتا ہوں؟......

چھٹی تجویز

فرمانے لگے اچھا بھی! ایک اور تدبیر بتاتا ہوں وہ یہ کہ جب قیامت کے دن تمہارے برے اعمال کو کھولا جائے گا اور پروردگار عالم فرشتوں کو حکم دیں گے کہ اس کو گھسیٹ کر تم جہنم میں ڈال دو، تو اس وقت تم ضد کر کے کھڑے ہوجانا کہ میں تو نہیں جاتا۔ اس نے کہا حضرت! میری کیا حیثیت ہے؟...... کہ میں فرشتوں سے سامنے ضد کر کے کھڑا ہوجاؤں، میری تو کوئی حیثیت نہیں...... اب لوہا گرم تھا اور چوٹ لگانے کا وقت تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ: اے بھائی! جب تیری حیثیت ہی کوئی نہیں تو تو اتنے بڑے پروردگار

کی نافرمانی کیوں کرتا ہے؟......

کہنے لگا حضرت آج سے میں گناہ سے توبہ کرتا ہوں اور آج کے بعد وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا، تو واقعی ہم اپنے پروردگار کے عذاب کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس کے سامنے کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتے۔ لہٰذا ہمارے سامنے سب سے بہتر راستہ یہ ہے کہ زندگی میں جو گناہ ہوں ان سے سچی توبہ کر لیں۔ اللہ رب العزت ہمارے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔

ندامت کی شدت کے مطابق گناہ معاف ہوتے ہیں

توبہ دراصل اس ندامت کا نام ہے جو کہ آئندہ گناہ نہ کرنے کے عزم مصمم کیلئے سبب بنتی ہے اور محبوب سے دوری کے احساس کے وقت دل کو جو دھچکا لگتا ہے اور اس سے جو درد اٹھتا ہے اسی کا نام ندامت ہے جس کی علامت یہ ہے انسان اس پر افسوس کرتا رہتا ہے اور اسی غم اور سوچ میں ہر وقت ڈوبا رہتا ہے اور اس کو یاد کر کے اس پر آنسو بہاتا رہتا ہے جیسے ایک آدمی کا بچہ بیمار ہو اور ایک ڈاکٹر اس سے یہ کہے کہ آپ کا بچہ اس بیماری سے جانبر نہیں ہوسکتا اور یہ مرض اس کے لئے مہلک ہے تو وہ کتنا پریشان ہوگا اور بچے کی تندرستی کی خاطر وہ کیا کچھ نہیں کرے گا۔ اسی طرح انسان کو گناہ کے بعد اس سے بھی زیادہ پریشان ہونا چاہیے، اس لئے کہ بچہ اپنی جان سے زیادہ پیارا نہیں ہے اور گناہ بیماری سے زیادہ مہلک ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ڈاکٹر سے زیادہ سچے ہیں اور بچے کی موت سے زیادہ ہولناک مصیبت جہنم کی آگ ہے۔ چنانچہ اس مصیبت کو رفع کرنے کے لئے اس سے زیادہ غم اور کوشش کرنی چاہیے۔

ندامت کے اس درد اور غم میں جتنی شدت آئے گی وہ اتنی ہی زیادہ گناہوں کو دھونے کا سبب بنے گی، اور ندامت میں اضافہ اس سے معلوم ہوگا کہ دل نرم اور حسرت وغم سے بھرا ہوا اور آنکھیں بہتی رہیں اور گناہوں کی تلخی مسلسل بڑھتی جائے کیونکہ گناہ ظاہری

طور پر تو شہد کی طرح میٹھا ہے لیکن اس کا اثر زہر کی طرح ہوتا ہے، جیسے انسان کے جسم میں جب خارش ہو جائے تو اس کے کھجانے میں مزا بہت آتا ہے مگر یہی کھجانا اس کے لئے اور زیادہ مصیبت کا باعث بنتا چلا جاتا ہے۔

یہی مثال گناہ کی بھی ہے جب گناہ کی تلخی ذہن میں پختہ اور دل میں یہ بات پکی ہو جائے گی کہ یہ گناہ زہر قاتل سے بھی زیادہ خطرناک ہے تو یہی اصل توبہ اور اصل ایمان ہے۔

اگر ایسی توبہ کرنا مشکل ہے تو پھر انسان کا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا بھی مشکل ہے۔ وقتی طور پر دل میں گناہ سے دوری کا خیال آئے اور جائے تو ایسی توبہ اس کو گناہ پر اصرار سے بچا نہیں سکتی۔ اصل توبہ دائمی ندامت اور گناہوں کی کڑواہٹ ہے جو موت تک انسان کو محسوس کرنی چاہیے اور یہ تلخی اور ندامت ہر قسم کے گناہ پر ہونی چاہیے۔

پھر اس ندامت سے جو عزم اور ارادہ انسان میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کا تعلق حال، ماضی اور مستقبل تینوں زمانوں کے ساتھ مختلف انداز میں ہوتا ہے۔ زمانہ حال میں عزم یہ ہوتا ہے کہ گناہ کو چھوڑ کر فرائض اور عبادات کی طرف متوجہ ہو جائے اور ماضی میں جو گناہ ہوئے ہیں ان کے تدارک کا پکا ارادہ کرے اور مستقبل میں گناہ نہ کرنے کا اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کا عزم مصمم کرے۔

پھر اگر کسی نے حقوق مالیہ کے متعلق گناہ کیا ہے یعنی کسی کا مال غصب کیا ہے، خیانت کی ہے یا کسی بھی معاملے میں دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ کیا ہے، تو اگر وہی مال اس کے پاس موجود ہے، تو اس کے مالک کو واپس کر دے، اگر مالک موجود نہیں تو اس کے ورثاء کو لوٹا دے۔ اگر مالک معلوم ہی نہیں تو پھر جس کا مال ہے اس کے نام پر صدقہ کر دے اور اگر حرام مال اپنے حلال مال کے ساتھ ملا دیا ہو اور معلوم نہیں کہ کتنا مال حرام کا ہے اور کتنا مال حلال کا، تو پھر اندازے سے حرام مال نکال دے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کے اصل مالک کے نام پر صدقہ کر دے اور اگر متعین مال نہیں ہے بلکہ ویسے ہی معاملات میں

لوگوں کے ساتھ ہیر پھیر کی ہے یا پھر مزدور کی مزدوری کم دی ہے یا بالکل نہیں دی تو جس کے ساتھ دھوکہ کیا ہے اس کو تلاش کر کے اس کا حق اس کو واپس کرے یا پھر اس کو راضی کر کے اپنا حق معاف کروالے تاکہ دنیا کا معاملہ دنیا ہی میں ختم ہو جائے، کیونکہ آخرت کا حساب بہت مشکل ہے۔ حدیث میں آتا۔ (من حوسب فقد عذب) جس کے ساتھ حساب کتاب کیا گیا وہ عذاب میں مبتلا ہو گیا۔ تو آخرت میں حساب کی تاب لانا کسی کے بس کی بات نہیں چنانچہ ہمیں ہر وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہیے اور جو دنیا میں اپنے اعمال اور احوال کا حساب کرتا رہا تو قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ فسوف یحاسب حسابا یسیرا (سورۃ الانشقاق: آیت نمبر ۸)

''ان کے ساتھ آخرت میں آسان حساب ہوگا۔''

حدیث میں آتا ہے کہ آسان حساب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، ''تم نے یہ کیا یہ کیا اور میں نے تم کو معاف کیا جاؤ جنت میں چلے جاؤ۔''

اسی طرح اگر انسان کو ہاتھ زبان یا دل سے تکلیف پہنچائی تھی تو اس کی تلافی کرے اور اس شخص سے معافی مانگے تاکہ خوشی سے معاف کر دے اور اگر ہو سکے تو مختلف طریقوں سے اس کے کام آ کر اس زیادتی کی تلافی کرے۔ لیکن جس شخص کا مال کھایا ہو یا اس کو تکلیف پہنچائی ہے اگر وہ موجود نہیں اور تدارک کی کوئی صورت نہیں تو پھر ایک ہی راستہ ہے کہ خود ہمہ وقت عبادت اور نیکیوں کی طرف متوجہ ہو جائے اور اس شخص کیلئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا رہے اور اس کے لئے خیر خواہی کی دعائیں کرتا رہے۔ امید قوی ہے کہ کل قیامت کو ان نیکیوں کی وجہ سے وہ مظلوم شخص اس کو معاف کر دے گا اور جس آدمی نے توبہ تو کی مگر اس کو ابھی احکام کا پتہ نہیں ہے کہ گناہوں کا تدارک کیسے کرے اور آئندہ کا لائحہ عمل کیا ہوگا تو اسے چاہیے کہ کسی صاحب بصیرت عالم سے مشورہ کرے اور اس سے سیکھے اور پابندی سے بزرگوں کی مجالس میں آتا جاتا رہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کو استقامت عطا فرمائے۔ (بحوالہ جستہ جستہ از احیاء العلوم جلد چہارم)

گناہوں پر اصرار کا علاج

جاننا چاہیئے کہ آدمی کی دو قسمیں ہیں۔ایک وہ جوان جس میں برائی کی رغبت نہ ہو، اس نے خیر پر پرورش پائی ہو اور شر سے اجتناب کرنا اس کی سرشت میں داخل ہو۔ایسے شخص کے بارے میں سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یحجب ربک من الشاب لیست له حبرة .

(بحواله احمد ،طبرانی عتبه ابن عامرؓ)

ترجمہ: ''تیرا پروردگار ایسے نوجوان پر عجب کرتا ہے جسے میل و رغبت نہ ہو۔''

مگر ایسے لوگ شاذ و نادر ہی ملتے ہیں۔

دوسری قسم میں وہ لوگ ہیں جو گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔پھر ان کی بھی دو قسمیں ہیں،توبہ کرنے والے اور گناہ پر اصرار کرنے والے۔اس باب میں ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ گنہگار پر اصرار کا علاج کیا ہے؟ اور اس مرض کے ازالے میں کونسی دوا مئوثر اور شفا بخش ہو سکتی ہے؟

گناہ پر اصرار کا سبب غفلت اور شہوت ہے

یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیئے کہ توبہ شفا ہے اور یہ شفا دوا سے حاصل ہوتی ہے اور دوا سے واقف ہونے کے لئے ضروری ہے کہ آدمی مرض سے بھی واقف ہو،دواء کے معنی ہیں ان اسباب کے خلاف کرنا جو کسی مرض کے وجود کا باعث بنے ہیں۔اگر کسی مرض کا علاج کرنا ہے تو اس سبب کا ازالہ کیا جائے جس سے وہ مرض پیدا ہوا ہے۔پھر یہ بات بھی مسلم ہے کہ ہر چیز اپنی ضد سے باطل ہوتی ہے۔اس اصول کی روشنی میں دیکھا جائے تو گناہ پر اصرار کا سبب غفلت اور شہوت ہے۔غفلت کی ضد علم ہے اور شہوت کی ضد یہ ہے کہ آدمی شہوات میں ہیجان پیدا کرنے والے اسباب پر صبر کرے۔غفلت گناہوں کی جڑ ہے۔اللہ تعالیٰ نے غافلوں کے انجام کی ان الفاظ میں خبر دی ہے۔

لاجرم انھم فی الآ خرۃ ھم الخاسرون (پ:۱۴،۱۲ آیت:۲۲)

ترجمہ: ''بلاشبہ وہ آخرت میں سخت خسارے میں ہیں۔''

غفلت کے علاج کے لئے جو معجون تیار کی جائے گی اس میں علم کی حلاوت اور صبر کی تلخی کی آمیزش کی جائے گی۔جس طرح شکنجبین میں شکر کی حلاوت اور سرکے کا کھٹا پن ہوتا ہے مگر دونوں کا مجموعہ مقصود ہوتا ہے اور صفراوی امراض کے علاج میں اسے استعمال کیا جاتا ہے۔اسی طرح قلب کے مرض اصرار میں جو معجون استعمال کی جاتی ہے اس میں علم اور صبر کے دونوں فوائد مقصود ہوتے ہیں۔اب رہا یہ سوال کہ ازالہ غفلت کے لئے ہر علم مفید ہے یا کوئی مخصوص علم ہے جس کے ذریعہ اس کا علاج کیا جاتا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ تمام علوم دل کے امراض کا علاج ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایک علم ہر مرض میں مفید ہو۔البتہ ہر مرض کے لئے ایک الگ اور خاص علم ہے۔یہی صورت گناہوں پر اصرار کے مرض میں ہے۔ذیل میں وہی مخصوص علم بیان کرتے ہیں جو اس مرض کے لئے مفید ہے اور فہم سے قریب تر کرنے کے لئے بدن کے امراض کی مثال بھی بیان کرتے ہیں۔

مریض کو علاج سے پہلے متعدد امور کی تصدیق کرنی پڑتی ہے۔ان میں سے پہلا امر اس حقیقت کو ماننا ہے کہ مرض وصحت کے کچھ نہ کچھ اسباب ہوتے ہیں۔یہ اسباب اللہ تعالیٰ نے ہمارے اختیار میں رکھ دیئے ہیں۔اس حقیقت کا اعتراف دراصل طب کی اصل پر ایمان لانے کے مترادف ہے۔جو شخص اصل طب پر ایمان نہیں رکھتا، وہ علاج نہیں کرتا اور موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔زیر بحث مسئلے میں اس کے موازنے کی یہ صورت ہے کہ اصرار کا مریض اصل شریعت پر ایمان لائے یعنی اس حقیقت کا اعتراف کرے کہ آخرت میں سعادت وشقاوت کے کچھ اسباب ہیں۔سعادت کا سبب اطاعت ہے اور شقاوت کا سبب معصیت ہے۔اس حقیقت کا ماننا ہی اصل شریعت پر ایمان لانا ہے۔خواہ یہ علم بطور تحقیق حاصل ہو یا بطور تقلید حاصل ہو۔

دوسرا امر جس کے مریض کو علاج سے پہلے تصدیق کرنی پڑتی ہے، یہ ہے کہ کسی

خاص طبیب کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے کہ وہ فن طب میں ماہر ہے، نبض شناس ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ میں شفا دی ہے۔ جو دوا وہ تجویز کرتا ہے وہ مفید ہوتی ہے، جو مرض وہ بتلاتا ہے وہی واقع میں ہوتا ہے۔ وہ ہر بات بے لاگ طریقے پر کہہ دیتا ہے۔ نہ کوئی بات چھپاتا ہے اور نہ غلط بیانی کرتا ہے۔ اسی طرح اصرار کرنے والے کو چاہئے کہ وہ صادق و امین سرکار دو عالم ﷺ کی صداقت پر ایمان لائے اور یہ یقین کرے کہ جو کچھ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں وہ حق اور درست ہوتا ہے، اس میں جھوٹ اور غلط بیانی کی آمیزش نہیں ہوتی۔

تیسرا امر جس کی تصدیق مریض کے لئے ضروری ہے، یہ ہے کہ طبیب کی تحقیق و تجویز پر دھیان دے اور جو کچھ وہ کہے غور سے سنے تاکہ مریض کے دل میں مرض کی سنگینی کا خوف سما جائے اور وہ اس کی ہدایت کے مطابق عمل کر سکے۔ اسی طرح روحانی مریض کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان آیات و روایات کو غور سے سنے جن میں تقویٰ کی ترغیب دی گئی ہے اور ارتکاب ذنوب اور اتباع ہونے سے ڈرایا گیا ہے۔ جو کچھ اس سلسلے میں سنے بلا چوں و چرا اسے تسلیم کرے کسی طرح کا کوئی شک نہ کرے تاکہ اس سے خوف پیدا ہو۔ اسی خوف سے دوا کی تلخی اور علاج کی شدت پر صبر کرنے کی قوت پیدا ہوتی ہے۔

چوتھا امر یہ ہے کہ مریض ہر اس بات پر دھیان دے جو طبیب اس مرض کے متعلق بتلائے۔ خواہ وہ دوا سے متعلق ہو یا دوا سے تاکہ اسے اپنے احوال، اقوال اکل و شرب کی ہر تفصیل معلوم ہو جائے اور یہ بات بھی جان لے کہ اس کے لئے کون سی مضر ہے؟ کیونکہ دوائیں بے شمار ہے اور ہر دوا ہر مرض میں مفید نہیں ہوتی۔ اسی طرح یہ بات معلوم کر لے کہ اس مرض میں کون کون سی غذائیں مفید ہیں اور کون کون سی مضر ہیں۔ مریض کے لئے جس طرح ہر دوا مفید نہیں ہے اسی طرح اسے ہر چیز سے پرہیز بھی ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح ہر انسان کے بیک وقت تمام معاصی اور شہوات میں مبتلا نہیں ہوتا بلکہ ہر مومن کے لئے ایک یا ایک سے زیادہ گناہ مخصوص ہوتے ہیں۔ اس لئے اصرار کرنے والوں کے لئے

یہ ضروری ہے کہ وہ گناہوں کو جان لے، پھر ان کی آفات کا علم حاصل کرے اور یہ دیکھے کہ دین میں ان سے کس قدر نقصان ہوسکتا ہے، پھر ان پر صبر کرنے کا طریقہ دریافت کرے اور یہ جانے کہ جو گناہ مجھ سے سرزد ہو چکے ہیں ان کا ازالہ کیسے ہو؟ یہ وہ علوم ہیں جن سے اطبائے دین یعنی انبیاءؑ کے وارث علماء ہی واقف ہیں۔

جب عاصی کو یہ معلوم ہوجائے کہ اس سے فلاں گناہ سرزد ہوا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی طبیب (عالم) سے اپنا علاج کرائے اور اگر اسے مرض کی پہچان نہ ہوتو عالم کو چاہئے کہ وہ اس کے مرض کی نشاندہی کرے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہر عالم کسی ایک ملک شہر، محلے مسجد یا مجموع کا کفیل ہوجائے اور انہیں دین کی تعلیم دے۔ جو چیزیں ان کے لئے مضر ہیں وہ بتلائے، جو مفید ہے ان کی خبر دے۔ سعادت اور شقاوت کے تمام اسباب پوری وضاحت سے بیان کردے۔ عالم کو انتظار نہیں کرنا چاہئے کہ لوگ مجھ سے دریافت کریں تو میں انہیں بتلاؤں بلکہ خود لوگوں کو اپنے پاس بلائے یا ان کے پاس جائے اور انہیں صحیح راستہ بتلائے کیونکہ وہ انبیاءؑ کے وارث ہیں اور دعوت وتبلیغ میں انبیاءؑ اکرام کا اصول یہ رہا ہے کہ خود ہی لوگوں کو پکارتے پھرتے تھے، گھر گھر جاتے تھے اور راہ حق کی دعوت دیتے تھے۔ ایک ایک کو تلاش کر کے اسے دین کی تلقین کرتے تھے۔ عام طور پر لوگ اپنے دلوں کے امراض سے واقف نہیں ہوتے، اس لئے علماء کو از خود ان کی رہنمائی کرنی چاہئے۔ ظاہری امراض میں تو آدمی خود بھی طبیب کی طرف رجوع کرسکتا ہے مثلاً کوئی شخص برص میں مبتلا ہو یا اس کے چہرے پر داغ ہوں تو وہ آئینہ دیکھ کر اپنے مرض کا حال جان سکتا ہے مگر آئینہ ہر شخص کے پاس نہیں ہوتا۔ جس کے پاس آئینہ نہیں اسے اپنا مرض اس وقت تک معلوم نہ ہوگا جب تک کوئی دوسرا اسے نہ بتلا دے۔ یہ تمام علماء کا فرض عین ہے، سلاطین کو چاہئے کہ وہ ہر بستی اور ہر محلے میں ایک دین دار فقیہ مقرر کرے جو لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم دے سکے۔ لوگ جاہل پیدا ہوتے ہیں اس لئے اصول وفروع میں دین کی دعوت ان تک پہنچانا ضروری ہے، دنیا ایک بیمار خانہ ہے، جو زیر زمین ہے وہ مردہ ہے اور جو

بالائے زمین ہے وہ بیمار ہیں۔ دل کی بیماریاں جسم کی بیماریوں سے زیادہ ہیں اس لئے دنیا کے ہسپتال میں جسمانی مریضوں کی بہ نسبت روحانی مریضوں کو کثرت ہے۔ علماء اس ہسپتال کے ڈاکٹر ہیں اور سلاطین اس کے منتظم ہیں۔ اگر کوئی مریض اپنے طبیب کا مشورہ قبول نہ کرے اور اس کی تجویز کردہ دوا نہ لے تو اسے سلاطین کے سپرد کر دینا چاہئے تاکہ وہ لوگوں کو اس کے شر سے محفوظ رکھ سکے۔ جس طرح کوئی مریض پرہیز نہیں کرتا یا دیوانہ ہو جاتا ہے تو اسے داروغہ زنداں کے حوالے کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ اسے زنجیروں میں قید کر سکے اور لوگوں کو اور خود کو اس کے شر سے بچا سکے۔

دل کے امراض زیادہ ہونے کی تین وجہیں

دل کے امراض جسم کے امراض کی بہ نسبت زیادہ ہیں۔ اس کی تین وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ مریض یہ نہیں جان پاتا کہ وہ کسی مرض میں مبتلا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس مرض کا انجام دنیا میں مشاہد نہیں ہے جب کہ جسمانی امراض کا انجام دنیا ہی میں سامنے آجاتا ہے، یعنی موت آجاتی ہے۔ اسی لئے لوگ جسمانی امراض سے ڈرتے ہیں کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ اگر ہم نے علاج نہیں کیا تو موت ہمیں صفحۂ ہستی سے مٹا دے گی۔ دل کے گناہوں کا انجام دل کی موت ہے لیکن دنیا میں اس کا پتہ نہیں چلتا اسی لئے گناہوں سے نفرت کم ہوتی ہے اگرچہ انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ میں گنہگار ہوں لیکن وہ اپنے گناہوں کو کوئی خاص اہمیت نہیں دیتا اور عفو و بخشش کے معاملات میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے جب کہ جسمانی امراض میں توکل نہیں کرتا بلکہ ایک طبیب سے دوسرے طبیب تک بھاگا بھاگا پھرتا ہے۔

تیسری وجہ سب سے اہم اور بنیادی ہے بلکہ بجائے خود ایک سنگین اور ناقابل علاج مرض ہے۔ وہ یہ ہے کہ اطباع قلب مفقود ہیں۔ ان امراض میں جن لوگوں کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے وہ علماء لیکن آج کے دوَر میں وہ خود سخت ترین امراض کا شکار ہیں، وہ

دوسروں کا علاج کیا کریں گے خود اپنے علاج سے عاجز ہیں کیونکہ یہ امراض عام ہیں اور شاذ و نادر ہی کوئی شخص ان سے بچا ہوا ہے۔اس لئے علماء کا عیب ظاہر نہیں ہو پاتا اور وہ مخلوق کو بہکاتے رہتے ہیں اور انہیں ایسی ایسی باتیں بتلاتے ہیں جن سے ان کے مرض میں اضافہ ہو۔سب سے زیادہ ہلاکت آفرین مرض دنیا کی محبت اور اطبائے دین پر اسی کا غلبہ ہے، وجہ یہ ہے کہ تم دوسروں کے لئے علاج کی تجویز کرتے ہو اور خود اسی مرض میں مبتلا ہو، اسی جگہ سے یہ مرض عام ہو گیا بلکہ ایک وبا بن گیا ہر شخص اس نا قابل علاج مرض میں مبتلا نظر آتا ہے۔اطباء کے فقدان کی وجہ سے مخلوق خدا ہلاکت اور تباہی سے دوچار ہو رہی ہیں۔ جنہیں طبیب بننا چاہئے تھا وہ اللہ تعالیٰ کے سادہ لوح بندوں کو لوٹنے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں اور مختلف طریقے سے گمراہ کرتے ہیں، اگر ان کے لئے بھلائی نہیں کر سکتے تو بددیانتی بھی نہ کریں، اصلاح نہیں کر سکتے تو انہیں بگاڑیں بھی نہیں بلکہ اگر چپ رہیں تو یہی بہتر ہے کیونکہ جب بھی یہ زبان کھولتے ہیں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ ان کی طرف رجوع کریں اور یہ مقصد صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ انہیں مغفرت کی جھوٹی امیدیں دلائیں، رجاء کے اسباب کو ترجیح دیں۔رحمت کے دلائل ذکر کریں اور جان بوجھ کر ایسی روایات و آثار سے گریز کریں جن میں عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ذکر کیا گیا ہے۔لوگوں کو ان کے مواعظ میں بڑا سکون ملتا ہے، ان کی باتیں کانوں میں رس گھولتی ہیں اور دلوں کو سرمایہ فراہم کرتی ہیں۔ چنانچہ جب وہ ان نام و نہاد عالموں کی محفلوں سے لوٹتے ہیں تو گناہ پر ان کے جرأت کچھ اور بڑھ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر توکل میں کچھ اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر طبیب جاہل یا بددیانت ہو تو وہ اپنے مریض کو مہلک دوا دے دیتا ہے اور بجائے تندرست کرنے کے موت کے منہ میں دھکا دے دیتا ہے کیونکہ اسے وہ دوا نہیں دی جاتی جس کی اسے ضرورت ہے اور اس طریقے سے نہیں دی جاتی جس طریقے سے دینی چاہئے۔

رجاء اور خوف دو الگ الگ دوائیں ہیں اور دونوں دوائیں ایسے مریضوں کے لئے مفید ہیں جن کا مرض ایک دوسرے سے مختلف ہو، جس شخص پر خوف کا غلبہ ہو یہاں تک کہ اس نے دنیا سے مکمل کنارہ کشی اختیار کر لی ہو اور اپنے نفس کو ایسے امور کا مکلّف بنالیا ہو جو اس کی حد واستطاعت سے باہر ہیں یہاں تک کہ زندگی کا پیرہن اس کے وجود پر تنگ ہوگیا ہو تو اس کے علاج کے لئے رجاء کی ضرورت ہے۔ اسے رجاء کے مضامین سنائے جائیں گے تاکہ خوف میں اس کی انتہاپسندی کا خاتمہ ہو اور اس کی طبیعت اعتدال پر آجائے۔ اسی طرح وہ شخص جو گناہوں پر اصرار کرتا ہے اگرچہ اس کے دل میں توبہ کی خواہش ہے لیکن وہ اپنے گناہوں کی کثرت اور سنگینی کے پیش نظر قبولیت سے مایوس ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میں گناہوں کی دلدل میں اس قدر ڈوب چکا ہوں کہ اب باہر نکلنا ممکن نہیں رہا۔ میں اتنا سیاہ کار ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت مجھ پر پڑ ہی نہیں سکتی، ایسے شخص کے لئے دوائے رجاء کی ضرورت ہے تاکہ وہ قبولیت خدا کی امید رکھے اور بارگاہ خداوندی میں اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔ اس کے برعکس جو شخص فریب خوردہ ہو اور آزادی کے ساتھ گناہوں میں مبتلا ہو، اس کا علاج اسباب رجاء کے ذکر سے کرنا ایسا ہے جیسے کسی گرم مزاج انسان کو شہد کھانے کے لئے دیا جائے اور یہ امید رکھی جائے کہ وہ شہد کے استعمال سے تندرست ہوجائے گا۔ یہ جاہلوں اور غبیوں کا شیوہ ہے، عقل مند طبیب ایسا نہیں کرسکتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ طبیبوں کے فساد سے عوام الناس کی بیماری ناقابل علاج ہوچکی ہے۔

گناہ پر اصرار کرنے والوں کے لئے وعظ کا صحیح طریقہ

اب ہم وعظ کا صحیح طریقہ بیان کرتے ہیں، گناہ پر اصرار کرنے والوں کے لئے یہی طریقہ نفع بخش ہوسکتا ہے اگرچہ اس کا بیان بڑا تفصیلی ہے اور اس کے تمام پہلوؤں کا استقصاء نہایت دشوار ہے لیکن ہم وہ اقسام ضرور بیان کریں گے جن سے لوگوں کو ترک گناہ پر آمادہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ چار انوع ہیں ان میں سے ہر نوع کا الگ الگ ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی قسم یہ ہے کہ قرآن کریم میں جو آیات گنہگاروں اور بدکاروں کو ڈرانے اور خوف دلانے کے لئے مذکور ہیں انہیں بیان کرے، اسی طرح اس موضوع کی روایات بھی ذکر کرے مثلاً اس طرح بیان کرے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

مامن یوم طلع فجره ولا لیلة غاب شفقها الا وملکان یتجاوبان باربعة اصواتٍ یقول احدهما یا لیت هذا الخلق لم یخلقو اویقولو الآخر یالیتهم اذخلقوا علموا لماذا خلقوا فیقول الآخر یا لیتم اذلم یعلموا الماذا خلقوا عملوا بما علموا۔

ترجمہ......''ہر روز جب فجر طلوع ہوتی ہے اور ہر رات جب شفق ڈوبتی ہے، دوفرشتے چار آوازوں میں سے ایک دوسرے کا جواب دیتے ہیں۔ان میں ایک کہتا ہے کاش یہ لوگ پیدا ہی نہ ہوتے، دوسرا کہتا ہے کیا اچھا ہوتا اگر یہ پیدا ہونے کے بعد یہ جان لیتے کہ کس لئے پیدا ہوئے ہیں۔ پہلا کہتا ہے کیا اچھا ہوتا جب انہیں اپنے پیدا ہونے کی وجہ معلوم نہیں تو جوابات معلوم ہے اس کے مطابق عمل کرتے''۔

ایک روایت میں یہ مکالمہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ایک فرشتہ کہتا ہے کہ کیا اچھا ہوتا اگر یہ لوگ آپس میں بیٹھتے اور جو کچھ جانتے ہیں ایک دوسرے کو بتلاتے، دوسرا کہتا ہے کہ کیا خوب ہوتا اگر یہ لوگ اپنے علم کے مطابق عمل نہ کرتے تو اپنے اعمال سے توبہ ہی کر لیتے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو دائیں طرف کا فرشتہ بائیں طرف کے فرشتے سے (پہلا دوسرے کا حاکم ہے) کہ ابھی چھ ساعت یہ گناہ درج نہ کرنا، چنانچہ اگر وہ اس عرصے میں توبہ واستغفار کر لیتا ہے تو نہیں لکھتا ورنہ لکھ دیتا ہے۔ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس جگہ کی زمین جہاں گناہ سرزد ہوا ہوتا ہے جناب باری میں عرض کرتی ہے کہ اگر حکم ہو تو میں شق ہو جاؤں اور اس گنہگار کو دھنسا دوں نیز اس کے اوپر کا آسمان عرض کرتا ہے کہ اگر حکم ہو تو میں اس پر ٹوٹ پڑوں مگر

اللہ تعالیٰ دونوں کی درخواست مسترد کردیتا اور فرماتا ہے میرے بندے سے باز رہو، تم نے اسے پیدا نہیں کیا ہے اگر تم اسے پیدا کرتے شاید اس کے حال پر رحم کرتے۔ یہ توبہ کرے اور میں اس کی بخشش کروں یا کوئی نیک عمل کرے اور وہ اس کے بدل بن جائے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں یہی بات بیان کی گئی ہے فرمایا:

ان اللہ یُمسک السمٰوات والارض ان تزولا ولئن زالتا ان أمسکھما من احدٍ من بعدہ. (پ:۲۲،ع۱۷،آیت۴۱)

ترجمہ: ''یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ موجودہ حالت کو چھوڑ نہ دیں اور اگر موجودہ حالت کو چھوڑ بھی دیں تو پھر خدا کے سوا اور کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا''۔

حضرت عمرؓ سے حدیث مروی ہے کہ مہر لگانے والا عرش الٰہی سے متعلق ہے۔ جب بے حرمتیاں ہوتی ہیں اور حرام چیزوں کو حلال سمجھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ مہر لگانے والے کو بھیج دیتے ہیں۔ وہ دلوں پر مہر لگا دیتا ہے چنانچہ جو چیزیں دلوں کے اندر ہوتیں ہیں وہ دلوں میں رہ جاتی ہیں۔ (بحوالہ ابن عدی ابن حبان، ابن عمرؓ)

حضرت مجاہد سے ایک حدیث منقول ہے کہ دل کھلی ہتھیلی کی طرح ہوتا ہے، جب آدمی ایک گناہ کرتا ہے تو اس کی ایک انگلی بند ہوجاتی ہے، یہاں تک کہ تمام انگلیاں بند ہوجاتی ہیں، پھر دل بند ہوجاتا ہے اور یہی اس کی مہر ہے۔ حضرت حسن بصریؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ بندے اور اس کے رب کے درمیان معاصی کی ایک معلوم حد ہے۔ جب بندہ اس حد پر پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ پھر اسے عمل خیر کی توفیق نہیں ہوتی۔ معاصی کی مذمت اور تائبین کی مدحت میں بے شمار آثار و اخبار مروی ہیں، اگر واعظ وارث رسول ﷺ ہے تو اسے یہ اخبار و آثار بکثرت ذکر کرنے چاہئیں۔ اس لئے کہ یہی روایات سرکار دو عالم ﷺ کا ورثہ ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے درہم و دینار نہیں چھوڑے بلکہ علم و حکمت کا ورثہ چھوڑا ہے۔ ہر عالم کو اس ورثے

میں اس قدر رملا ہے جس قدر اس نے لینا چاہا ہے۔ (بحوالہ بخاری عمرو الحرث)

دوسری قسم یہ ہے کہ انبیاء اور سلف صالحین کے قصے ذکر کرے اور یہ بتلائے کہ اگر ان سے گناہ سرزد ہوا ہو تو اس کی سزا میں انہیں کتنے زبردست مصائب برداشت کرنے پڑیں گے۔ اسی طرح کے واقعات قلوب پر اثر انداز ہوتے ہیں اور ان کا نفع محسوس ہوتا ہے۔ سب سے پہلے آدم علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ انہیں ایک نافرمانی پر جنت سے نکلنا پڑا۔ روایت میں یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ جب انہوں نے شجر ممنوعہ کا پھل کھایا تو ان کے جسم کی تمام گرہیں کھل گئیں، ستر ظاہر ہو گیا۔ صرف تاج سر پر اور اکلیل چہرے پر باقی رہ گیا۔ حضرت جبرئیل نے آ کر تاج اور اکلیل سر اور چہرے سے جدا کیا۔ آسمان سے آواز آئی تم دونوں مجھ سے دور ہو جاؤ، نافرمانوں کے لئے یہاں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے روتے ہوئے حضرت حوا علیہ السلام سے کہا کہ معصیت کی پہلی نحوست یہ ہے کہ محبوب کے قربت سے محروم ہو گئے۔

حضرت سلیمان ابن داؤد علیہ السلام کا واقعہ بھی مشہور ہے کہ انہیں اس بت کی وجہ سے سزا دی گئی تھی جو چالیس روز تک ان کے محل میں پوجا گیا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایک عورت نے آپ سے درخواست کی تھی کہ میرے باپ کی خواہش کے مطابق فیصلہ کرنا مگر آپ نے ایسا نہ کیا۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ انہوں نے ایک عورت کے باپ کے حق میں فیصلہ دے دیا تھا کیونکہ اس عورت کے لئے آپ علیہ السلام کے دل میں کوئی جگہ تھی۔ وجہ جو بھی ہو بہرحال آپؑ سے جو غلطی سرزد ہوئی اور اس کی سزا یہ دی گئی کہ چالیس روز کے لئے سلطنت سے محروم کر دیئے گئے، سلطنت سے ہی نہیں بلکہ کھانے پینے سے بھی محروم کر دیئے گئے اِدھر اُدھر بھاگے بھاگے پھرتے اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ میں داؤد کا بیٹا سلیمان ہوں، مجھے کھانا دو مگر لوگ انہیں ڈانٹ کر بھگا دیتے۔ ایک بڑھیا سے آپؑ نے کھانا مانگا تو اس نے منہ پر تھوک دیا، ایک بڑھیا نے پیشاب سے لبریز برتن آپؑ کے سر پر الٹ دیا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کی انگوٹھی ایک مچھلی کے پیٹ سے نکلی اور آپ نے چالیس

روز بعد یہ انگوٹھی پہنی تو پرندے آپؑ کے سر پر بیٹھ گئے۔ شیاطین، جنات اور درندوں نے آپؑ کے ارد گرد اجتماع کیا۔ ان میں سے بعض نے اپنی بدسلوکی کی معذرت کی تو آپؑ نے فرمایا میں نے آج سے پہلے تمہیں اس بدسلوکی کے لئے ملامت نہیں کی اور نہ آج میں معذرت پر تمہاری تعریف کروں گا۔ یہ ایک آسمانی حکم تھا جسے ہر حال میں ظاہر ہونا تھا۔

اسرائیلی روایات میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے کسی دوسرے شہر میں نکاح کیا تھا، خود کسی وجہ سے اس عورت کو ساتھ نہ لا سکا، اپنے غلام کو لینے کے لئے بھیجا۔ راستے میں نفسانی خواہشات نے سر ابھارا اور اس کا دل چاہا کہ میں اس سے اپنا قصد پورا کرلوں لیکن اس نے اپنے نفس پر مجاہدہ کیا اور نفس کو اس کی خواہش سے روکے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مجاہدے کا یہ صلہ عطا فرمایا کہ اسے پیغمبر بنا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم غیب کس بناء پر عطا فرمایا؟ انہوں نے جواب دیا اس وجہ سے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے واسطے تمام گناہ ترک کر دیئے ہیں۔ روایات میں ہے کہ ہوا بھی حضرت سلیمانؑ کے حکم کی تابع تھی۔ ایک مرتبہ آپؑ کو اپنی نئی قمیض اچھی معلوم ہوئی، آپ نے نظر بھر کر اسے دیکھا، ہوا نے اسے نیچے گرا دیا۔ آپؑ نے ہوا سے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے تجھے گرانے کا حکم نہیں دیا تھا۔ ہوا نے عرض کیا کہ ہم آپؑ کی اطاعت اسی وقت کرتے ہیں جب آپؑ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوبؑ سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں یوسف سے جدا کیوں کیا، انہوں نے عرض کیا نہیں جواب ملا کہ تم نے ایک مرتبہ یوسف کے بھائیوں سے کہا تھا۔

واخاف ان یأکلهُ الذئب وانتم عنه غافلون۔ (پ:۱۲،۱۲، آیت:۱۳)

ترجمہ: ''اور میں یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ اس کو کوئی بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے بے خبر رہو۔''

تم نے بھیڑیئے کا خوف کیا، مگر مجھ سے امید نہ رکھی۔ تم نے یوسف کے بھائیوں کی

غفلت پر نظر کی، میری حفاظت پر نظر نہ ڈالی۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ کیا تم جانتے ہو میں نے یوسف کو تمہارے پاس واپس کیوں بھیجا، عرض کیا نہیں۔ جواب ملا، اس لئے کہ تم نے ایک مرتبہ یہ کہا تھا۔

عسى الله ان ياتيني بهم جميعاً. (پ:۱۳،ع:۴، آیت:۸۳)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان سب کو مجھ تک پہنچا دے گا۔''

نیز یہ بھی کہا تھا: اذهبو افتحسَّسُوا مِن يُوسفَ و أخيهِ ولا تيأ سوا من روح الله . (۱۳،ع:۴، آیت:۸۷)

ترجمہ...... ''جاؤ اور یوسف اور ان کے بھائیوں کی تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔''

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ انہوں نے بادشاہ کے مصاحب سے کہا تھا۔

اذكروني عند ربك

ترجمہ: ''اپنے رب کے پاس ہمارا ذکر کرنا۔''

اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے:

فانساهُ الشيطان ذكرَ ربهٖ فلبِث في السّجنِ بضعَ سنين.

(پ:۱۲،ع۱۶ آیت:۴۲)

ترجمہ: ''پھر اس کو اپنے آقا سے تذکرہ کرنا شیطان نے بھلا دیا تو قید خانے میں اور بھی چند سال ان کا رہنا ہوا۔''

اس طرح کے واقعات بے شمار ہیں، قرآن وحدیث میں ان کا ذکر قصہ کہانی کے طور پر نہیں آیا بلکہ عبرت کے لئے آیا ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے عقل اور بصیرت سے نوازا ہے انہیں اس طرح کے واقعات سے عبرت پکڑنی چاہئے اور یہ سوچنا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں جو محبوب خدا ہوتے ہیں ان کے صغائر معاف نہیں فرمائے تو تم ہم جیسے لوگوں کے کبائر کیسے معاف ہو سکتے ہیں البتہ یہ ان کی سعادت اور نیک بختی تھی کہ دنیا میں

ہی سزا دے دی گئی، ان کا معاملہ آخرت پر نہیں رکھا گیا۔ جب کہ بد بختوں کو چھوٹ دی گئی تا کہ ان کے گناہوں میں اضافہ ہو یا اس لئے کہ آخرت کا عذاب زیادہ بڑا اور زیادہ شدید ہوتا ہے اگر اس طرح کی باتیں گناہ پر اصرار کرنے والوں کے سامنے کی جائیں تو امید ہے کہ انہیں نفع ہوگا اور ان کے دلوں میں توبہ کی تحریک پیدا ہوگی۔

تیسری قسم گناہ پر اصرار کرنے والوں کو بتلایا جائے کہ یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ صرف آخرت ہی میں گناہوں کی سزا ملے گی بلکہ دنیا میں بھی مل سکتی ہے۔ چنانچہ بندوں پر جو مصائب نازل ہوتے ہیں ان کا سبب وہ گناہ ہیں جن کے وہ مرتکب ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ آخرت کے معاملے تساہل برتتے ہیں اور اخروی عذاب کے مقابلے میں دنیا کے عذاب سے زیادہ خوفزدہ رہتے ہیں۔ یہ ان کی انتہائی جہالت ہے، انہیں دنیا کے عذاب سے بھی ڈرنا چاہئے۔ ضروری نہیں کہ عذاب کی شکلیں اور نوعیتیں وہی ہوں جو آخرت میں ہوں گی بلکہ دنیا کی مصیبتیں، پریشانیاں اور تفکرات سب گناہوں کا نتیجہ ہیں اور عام طور پر لوگ اس نتیجے کا سامنا کرتے رہتے ہیں۔ اکثر یہی ہوتا ہے کہ دنیا میں گناہوں کی نحوست سامنے آجاتی ہے۔ جیسا کہ داؤد علیہ السلام کے قصے میں بیان کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ گناہوں کے باعث گنہگاروں پر رزق کا دروازہ تنگ ہوجاتا ہے۔ بعض بدکردار لوگ عزت و وقار کھودیتے ہیں اور دشمن ان پر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔

ان العبد ليحرم الرزق من الذنب يصيبه. (بحوالہ ابن ماجہ، حاکم ثوبانؓ)

ترجمہ: ''بندہ کبھی گناہ کے سبب رزق سے محروم ہوجاتا ہے۔''

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں میرے خیال سے آدمی گناہ کے باعث علم بھول جاتا ہے، اس حدیث شریف میں یہی مراد ہے۔ فرمایا:

من قارف ذنباً فارقه عقل لا يعود اليه ابداً

ترجمہ: ''جو شخص گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عقل رخصت ہوجاتی

ہے''۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ لعنت یہی نہیں کہ آدمی روسیاہ ہوجائے یا اس کا مال ضائع ہوجائے بلکہ لعنت یہ بھی ہے کہ آدمی ایک گناہ سے نکلے اور اسی جیسے یا اس سے شدید تر گناہ میں ملوث ہوجائے۔ حقیقت بھی یہی ہے اس لئے کہ لعنت کے معنیٰ ہیں دھتکارنا اور دور کرنا۔ جب آدمی کو خیر کی توفیق نہیں ہوتی اور شر کے بعد مہیا ہوجاتے ہیں تو وہ رحمت سے دور ہوجاتا ہے۔ ہر گناہ دوسرے گناہ کا داعی ہے۔ اس طرح گناہ بڑھتے رہتے ہیں اور گناہ کے ساتھ ساتھ رزق سے محرومی بھی بڑھتی رہتی ہے، جو علماء اور صلحاء کی ہم نشینی سے حاصل ہوتا ہے۔ خدا کا مبغوض بننے کی وجہ سے وہ بزرگوں کی نظر سے گرجاتا ہے اور ان کی پاکیزہ مجلسوں میں بیٹھنے کا اہل نہیں رہتا، ایک عارف کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کیچڑ میں اپنے پائینچے اٹھائے چلے جارہے تھے اور قدم احتیاط سے جما جما کے رکھتے تھے تاکہ پھسل نہ جائیں مگر سوء اتفاق سے پاؤں پھسل گیا اور موصوف گر پڑے۔ اس کے بعد اُٹھے اور کیچڑ کے درمیان چلنے لگے اس حالت میں روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ یہ اس شخص کا حال ہوتا ہے جو گناہوں سے اجتناب کرتا ہے لیکن ایک آدھ بار لغزش کھا کر گناہوں میں دھنس جاتا ہے۔ ان بزرگ نے گویا یہ بھی فرمایا کہ گناہ کے عقوبت میں یہ بھی داخل ہے کہ دوسرے گناہ کا ارتکاب کرے، عارفین کے نزدیک دنیا کی تمام مصیبتیں گناہوں کی عقوبت ہیں۔ حضرت فضیل ابن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ تم پر زمانے کی گردش آئے یا تمہارے دوست تم پر ستم ڈھائیں، ان سب کو اپنے گناہوں کا ورثہ سمجھو۔ ایک بزرگ یہ کہتے ہیں کہ جب میرا گدھا سرکش اور بدخلق ہوجاتا ہے تو میں جان لیتا ہوں کہ میرے کسی گناہ کی سزا ہے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں گھر کے چوہوں کے روپ میں عقوبت پہچان لیتا ہوں۔ شام کے ایک صوفی کہتے ہیں کہ میں نے ایک خوبرو نصرانی غلام دیکھا اور چند لمحے دیکھتا رہا۔ اسی اثناء میں میرے پاس ابن الجلاء دمشقی گزرے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ سخت شرمندہ ہوا اور کہنے لگا سبحان اللہ! قربان جایئے اللہ تعالیٰ کے محکم صنعت پر، دوزخ کی آگ میں

جلانے کے لئے کیا حسین صورت بنائی ہے۔ انہوں نے میرا ہاتھ دبایا اور فرمایا، چند روز کے بعد تمہیں اس گناہ کی سزا ملے گی۔ صاحب واقعہ کہتے ہیں کہ تیس برس مجھے اس گناہ کی سزا ملی ابوسلیمان درانی کہتے ہیں کہ احتلام ہونا بھی سزا ہے، نیز کسی کا جماعت سے محروم ہوجانا بھی ایک عقوبت ہے جو اسے کسی گناہ پر دی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

ماانكرتم من زمانكم فيما غيرتم من اعمالكم .

(بحوالہ بیہقی فی الزہد ابوالدرداء)

ترجمہ: ''زمانے کی جو بات تمہیں بری معلوم ہو اسے اپنے اعمال کے تغیر کا نتیجہ سمجھو۔''

ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی بندہ اپنی شہوت کو میری اطاعت پر ترجیح دیتا ہے تو میں اسے معمولی سے معمولی سزا یہ دیتا ہوں کہ اپنی مناجات کی لذت سے محروم کر دیتا ہوں۔ ابوعمران ابن علوان سے ایک طویل قصہ نقل کیا گیا ہے اس کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ میں ایک روز نماز پڑھ رہا تھا کہ میرے دل میں ایک خواہش نے انگڑائی لی اور میں دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا، یہاں تک کہ اس سے لواطت کی خواہش پیدا ہوئی۔ میں فوراً ہی زمین پر گر پڑا اور میرا تمام جسم سیاہ پڑ گیا۔ میں تین دن گھر میں چھپا رہا، اس عرصے میں صابن مل مل کر نہاتا لیکن جسم کی سیاہی دور نہ ہوتی، بڑھتی رہی۔ تین روز کے بعد رنگ صاف ہوا، اس کے بعد حضرت جنید کی خدمت میں ان کی دعوت پر عازم بغداد ہوا، جب ان کے سامنے حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا تمہیں اللہ تعالیٰ سے شرم نہ آئی کہ نماز کی حالت میں ایسا غلط خیال آیا۔ اگر میں تمہارے لئے دعا نہ کرتا اور تمہاری طرف سے توبہ نہ کرتا تو تم اسی سیاہ رنگ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے یہاں جاتے۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ انہیں میرا حال کیسے معلوم ہو گیا جب کہ میں رقہ میں تھا اور وہ بغداد میں تشریف رکھتے تھے۔

جاننا چاہئے کہ جب کوئی بندہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، اس کا چہرہ دل سیاہ پڑ جاتا ہے۔ اگر وہ خوش بخت ہو تو دل کی سیاہی چہرے پر نمایاں ہو جاتی ہے تا کہ وہ متنبہ ہو جائے اور بدعملی سے رک جائے اور بد بخت ہوتا ہے تو پھر کوئی اثر چہرے پر نہیں آتا تا کہ گناہوں

میں منہمک رہے اور عذاب کا مستحق ہو۔ بہر حال دنیا میں گناہوں کے بے شمار آفات ہیں جیسے فقر اور مرض وغیرہ۔ دنیاں میں یہ گناہوں کی نحوست کیا کم ہے کہ آدمی گناہ کے بعد اس کے اثرات کا شکار رہے، یعنی گناہ کی سزا میں مصیبت کا شکار ہو اور اس مصیبت پر اچھی طرح صبر کرنے سے بھی محروم رہے تا کہ بدبختی اور بڑھ جائے اور اگر مصیبت سے مہلت دے کر کوئی نعمت اسے دی جائے تو پھر شکر کی توفیق نہ ہو اور ناشکری پر الگ سزا ملے۔ مطیع کا حال اس کے برعکس ہوتا ہے، اس کی اطاعت کی یہ برکت ہوتی ہے کہ ہر نعمت اس کے حق میں جزا بن جاتی ہے اور شکر کی توفیق دیئے جانے سے وہ مزید اجر وثواب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ ہر مصیبت اس کے گناہوں کا کفارہ اور اس کے درجات کی بلندی کا باعث بن جاتی ہے۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ ان عقوبتوں کا ذکر کرے جو الگ الگ گناہوں کے سلسلے میں مذکور ہیں اور ہر گناہ کی الگ الگ مذمت کرے مثلاً شراب خوری، زنا، چوری، قتل، غیبت، کبر، حدود وغیرہ گناہوں کی الگ الگ برائی بیان کرے اور جو سزائیں شریعت نے ان گناہوں پر مقرر کی ہیں انہیں بتلائے ہر گناہ کے سلسلے میں بے شمار روایات وارد ہیں لیکن اتنا خیال رکھنا چاہئے کہ ہر شخص کے سامنے وہی روایات بیان کرے جو اس سے متعلق ہوں اور اس کے حال پر منطبق ہوتی ہوں۔ غیر متعلق روایات ذکر کرنا ایسا ہے جیسے کسی کو مرض کچھ اور دوا کچھ دی جائے۔ عالم کو طبیب حاذق کی طرح ہونا چاہئے جو پہلے نبض دیکھتا ہے اور پھر رنگ اور حرکات وسکنات سے باطن کی پوشیدہ بیماریوں کا پتہ چلاتا ہے اور ان کا علاج تجویز کرتا ہے۔ اسی طرح عالم کو بھی قرائن احوال سے آدمی کی پوشیدہ صفات پر استدلال کرنا چاہئے اور انہیں بیان کرنا چاہئے کہ سرکار دوعالم ﷺ کی پورے طور پر اقتداء ہو سکے ایک صحابیؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی نصیحت فرمایئے، مگر لمبی چوڑی نہ ہو۔ فرمایا غصہ مت کیا کرو۔ اسی طرح ایک اور صحابیؓ نے نصیحت کی درخواست کی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

علیک بالیاس مما فی ایدی الناس فان ذلک ھو الغنی وایاک والطمع فانہ الفقر الیٰ ضروصل صلاۃ مود ع وایا ک ماتعتذر

ترجمہ: ''لوگوں کے پاس جو مال ومتاع ہے اس سے مایوس رہو، یہی مالداری ہے، لالچ سے بچو یہ فوری مفلسی ہے اور نماز رخصت ہونے کی طرح پڑھنا اور ایسی بات سے اپنے آپ کو بچانا جس سے عذر کرنا پڑے۔''

ایک شخص نے محمد ابن واسع سے عرض کیا کہ مجھے وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم دنیا وآخرت میں بادشاہ بن کر رہنا۔ اس نے عرض کیا میں یہ منصب کس طرح حاصل کروں گا فرمایا دنیا ں میں زہد اختیار کرنا۔ پہلی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے شخص میں غضب کی علامتیں دیکھیں تو اسے یہ ہدایت فرمائی کہ تم غضب سے بچو۔ دوسرے شخص میں حرص اور لالچ کی علامتیں دیکھیں تو اسے ہدایت فرمائی کہ وہ حرص سے بچے۔ ان لوگوں کے مال میں طمع نہ کرے۔ اسی طرح محمد ابن الواسع نے سائل میں حرص دنیا کی علامات پائیں تو اسے زہد فی الدنیا کی وصیت فرمائی۔ ایک شخص نے معاذ بن جبلؓ سے وصیت کی درخواست کی۔ فرمایا تم رحم اختیار کرو میں تمہارے لئے جنت کا ضامن ہوں۔ گویا انہوں نے سوال کرنے والے میں سخت گیری اور سخت مزاجی دیکھی اس لئے اس کو نرم خو بننے کا مشورہ دیا۔ ایک شخص نے حضرت ابراہیم ابن ادھم سے عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمائیں۔ آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ لوگوں سے بچو اور لوگوں کے ساتھ رہو۔ لوگوں کی ضرورت اس لئے ہے کہ آدمی بھول چوک کا پتلا ہے۔ ہر آدمی آدمی نہیں ہوتا، آدمی چلے گئے بھوت رہ گئے، انہیں آدمی کیسے سمجھا جائے تو وہ یاس کے سمندر میں غوطہ زن ہیں۔ گویا حضرت ابراہیم ادھمؒ نے اپنی فراست ایمانی سے یہ بات جان لی کہ وہ شخص لوگوں سے اختلاط کے باعث آفات میں مبتلا ہے اس لئے اسے ترک اختلاط کرنے اور اس حد تک مل جل کر رہنے کا مشورہ دیا جس حد تک دنیاوی معاملات میں ان کی ضرورت ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ عالم کو سائل کی طلب اور حالت کا لحاظ رکھ

کر گفتگو کرنی چاہئے۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں تحریر کیا کہ مجھے کوئی مختصر وصیت نامہ لکھ کر بھجوا دیجئے۔ آپؓ نے اس خط کے جواب میں لکھا، حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ میں نے سرکار دو عالم ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے:

من طلب رضا الله في سخط الناس كفاه الله مؤنة الناس و من التمس سخط الله برضا الناس وكله الله الى الناس والسلام عليك

(بحوالہ ترمذی، حاکم)

ترجمہ...... ''جو شخص لوگوں کو ناراضگی میں اللہ کی رضا چاہتا ہے اللہ اسے لوگوں کی مشقت سے بچا دیتا ہے اور جو اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضامندی تلاش کرتا ہے اللہ اسے لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے۔ فقط والسلام''

غور کیجئے حضرت عائشہؓ کی فہم و فراست پر۔ آپؓ نے اسی آفت پر قلم اٹھایا جس میں حکام و سلاطین مبتلا ہوتے ہیں اور لوگوں کی رضا جوئی اور ان کی پاسداری ہے۔ خواہ معاملہ جائز حدود میں ہو یا ان سے متجاوز ہو۔ ایک مرتبہ انہوں نے یہ لکھا کہ اللہ سے ڈرو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہے تو وہ تمہیں لوگوں کی دست برد سے محفوظ رکھے گا اور لوگوں سے ڈرو گے تو تمہیں ذرا فائدہ نہیں پہنچائیں گے۔ غرض یہ ہے کہ ناصح کی تمام تر توجہ اس امر پر ہونی چاہئے کہ وہ جن لوگوں کو نصیحت کرنے میں مصروف ہے ان کے مخفی اوصاف اور باطن احوال کا پتہ لگا لے تاکہ ان ہی کے مطابق نصیحت کی جا سکے۔ ورنہ ایک شخص کو بیک وقت تمام نصیحتیں نہیں کیا جا سکتیں اور نہ وہ اتنی بہت سی نصیحتیں قبول کر سکتا ہے۔ پھر جو بات اہم ہو اسے چھوڑ کر غیر اہم بات میں مشغول ہونا وقت ضائع کرنے کے برابر ہے۔

یہاں ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی واعظ کسی مجمع سے خطاب کر رہا ہو یا کسی ایسے شخص سے مخاطب ہو جس کے باطن کا حال معلوم نہیں، اس صورت میں کیا کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں واعظ کو ایسا وعظ کہنا چاہئے کہ جس سے تمام مخلوق شریک ہو یا ایسی باتیں کرنی چاہئے جن کی عام طور پر لوگوں کو ضرورت رہتی ہے۔ خواہ ہر وقت یا

اکثر اوقات اور شرعی علوم میں اس کی گنجائش ہے۔اس لئے کہ علوم شرعیہ غذا بھی ہیں اور دوا بھی۔غذا سب کے لئے ہیں اور دوا ان لوگوں کے لئے ہے جو کسی مرض میں مبتلا ہیں۔اس کی مثال یہ روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو سعید الخدریؓ سے درخواست کی کہ مجھے نصیحت فرمائیں۔انہوں نے فرمایا کہ تقویٰ اختیار کرو،اس لئے کہ تقوی ہر خیر کی جڑ ہے۔جہاد کرو اسلام کی رہبانیت جہاد ہے۔قرآن پڑھو اہل زمین میں قرآن تمہارے لئے نور ہے اور اہل آسمانوں میں ذکر کا باعث ہے۔سکوت اختیار کرو،مگر حق بات سے نہیں اس طرح تم شیطان پر غالب آجاؤ گے۔ایک شخص نے حضرت حسن بصریؒ سے نصیحت کی درخواست کی۔آپؒ نے اسے یہ نصیحت فرمائی کہ احکام الٰہی کی تعظیم کرو،اللہ تعالیٰ تجھے عزت سے نوازے گا۔حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے بیٹے!علماء کے زانو بر زانو رکھ،لیکن ان سے مجادلہ نہ کرو ورنہ وہ تجھے برا سمجھیں گے۔دنیا میں اتنا رکھ لے جتنا تیری بقا کے لئے کافی ہو اور اپنی زائد آمدنی اپنی آخرت کے لئے خرچ کردے۔دنیا کو بالکل مت ترک کر کہ دوسروں پر اپنا بوجھ ڈال دے اور ان کے لئے وبال بن جائے،روزہ رکھ مگر ایسا جس سے تو اپنی شہوت کا زور توڑ سکے،ایسا نہیں جس سے نماز میں خلل واقع ہو۔اس لئے کہ نماز روزے سے افضل ہے۔بیوقوف کے پاس مت بیٹھ اور نہ منافق سے میل جول رکھ۔انہوں نے اپنے بیٹے کو یہ نصیحت فرمائی۔اے بیٹے!بلا تعجب مت ہنس اور بلا ضرورت مت پھر،اور جس چیز سے تجھے فائدہ نہ ہو اس کے بارے میں دریافت مت کر۔اپنا مال کھو کر دوسروں کے مال کی حفاظت مت کر،تیرا مال وہ ہے جو تو نے آگے بھیج دیا ہے اور دوسروں کا مال وہ ہے جو باقی بچا ہے!اے بیٹے جو رحم کرتا ہے اس پر رحم کیا جاتا ہے جو خاموش رہتا ہے وہ سلامتی پاتا ہے،جو کلمہ خیر کہتا ہے وہ فائدہ اٹھاتا ہے اور جو کلمہ شر کہتا ہے وہ گناہ کماتا ہے،جو شخص اپنی زبان پر قابو نہیں رکھتا وہ نادم ہوتا ہے۔ایک شخص نے ابو حازم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمائیں۔انہوں نے فرمایا،اگر کوئی کام ایسا ہو جس پر تجھے موت آجائے اور وہ اچھا معلوم ہو تو وہ کام ضرور کر،اگر کوئی کام ایسا کہ جس پر

تجھے موت آجائے اور وہ برا معلوم ہو تو اس سے اجتناب کر۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے وصیت کی درخواست کی انہوں نے فرمایا، خندہ رو رہو، بہت زیادہ غصہ مت کیا کرو۔ ایسے بنو جس سے لوگ نفع اُٹھائیں، ایسے نہ بنو جس سے لوگ نقصان پائیں۔ جھگڑوں سے بچو، بلاضرورت مت پھرو، بلاتعجب مت ہنسو، جن سے قصور ہو گیا ہو انہیں ان کے قصور اور عیب کا طعنہ دے کر شرمندہ مت کرو بلکہ اے عمران کے بیٹے! اپنی خطاؤں پر نادم ہو اور ان پر آنسو بہاؤ۔ ایک شخص نے محمد ابن کرام سے نصیحت کی درخواست کی۔ انہوں نے فرمایا تمہیں اپنے خالق کی رضامندی کے لئے اس قدر کوشش کرنی چاہئے جس قدر تم اپنی نفس کو راضی رکھنے کے لئے کرتے ہو۔ ایک شخص نے حامد لفاف سے نصیحت کی درخواست کی، انہوں نے فرمایا اپنے دین کے لئے ایک غلافہ بنالو جس طرح قرآن کریم کے لئے ایک غلافہ بنایا جاتا ہے تاکہ وہ گرد آلود نہ ہو، سائل نے عرض کیا دین کے غلاف سے آپ کی کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا دنیا کی طلب ترک کرنا الا یہ کہ جتنی ضرورت ہو، اسی طرح فضول کلام اور بلاضرورت لوگوں سے اختلاط ترک کرنا دین کا غلاف ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ایک خط لکھا اس کا مضمون یہ تھا۔ "جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ ڈراتا ہے ان میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو مال تمہارے پاس اس وقت موجود ہے اس میں سے آگے کے لئے کچھ لے لو، موت کے وقت تمہیں یقینی خبر ملے گی۔" ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کی خدمت میں ایک عریضہ تحریر کیا اور درخواست کی کہ وہ کچھ ناصحانہ کلمات تحریر فرمائیں۔ انہوں نے جواب میں لکھا۔ "سب سے زیادہ وحشتناک اور ہولناک مناظر عنقریب سامنے آنے والے ہیں، تمہیں انہیں دیکھنا ہوگا خواہ نجات کے ساتھ دیکھو یا بربادی کے ساتھ۔ یہ بات یاد رکھو کہ جو شخص اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے وہ نفع اُٹھاتا ہے اور جو نفس سے غفلت برتتا ہے وہ نقصان اٹھاتا ہے، جو انجام پر نظر رکھتا ہے وہ نجات پاتا ہے، جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے وہ گمراہ ہوتا ہے۔ جو بردباری اختیار کرتا ہے وہ نفع پاتا ہے جو

ڈرتا ہے وہ بچ جاتا ہے اور جو بچ جاتا ہے وہ عبرت پکڑتا ہے، جو عبرت پکڑتا ہے وہ صاحب بصیرت ہوتا ہے اور جو صاحب بصیرت ہوتا ہے وہ فہم رکھتا ہے اور جو فہم رکھتا ہے وہ علم بھی رکھتا ہے۔ اگر تم سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو اس سے باز رہنے کی کوشش کرو۔ جب ندامت کرو تو اس گناہ کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دو۔ اگر تمہیں کوئی معلوم نہ ہو تو دریافت کرلو اور غصہ آجائے تو اپنے آپ پر قابو رکھو۔''

مطرف ابن عبداللہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ایک خط تحریر کیا جس کا مضمون یہ تھا۔ ''دنیا سزا کا گھر ہے اس کے لئے وہی جمع کرتا ہے جسے عقل نہیں ہوتی، اس سے وہی فریب کھاتا ہے جو علم سے محروم ہوتا ہے۔ اے امیر المؤمنین! آپ اس میں اس طرح زندگی بسر کریں جس طرح کوئی زخمی اپنے زخم کا علاج کرتا ہے اور انجام کی خرابی کے خوف سے دوا کی شدت پر صبر کرتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عدی ابن ارطاط کو لکھا کہ دنیا اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور اس کے دشمنوں دونوں کی دشمن ہے، اس کے دوستوں کو رنج پہنچاتی ہے اور اس کے دشمنوں کو فریب دیتی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے ایک عامل کو لکھا کہ میں نے تمہیں عامل مقرر کیا ہے اس طرح تمہیں مخلوق خدا پر ظلم کرنے کی قدرت حاصل ہوگئی ہے لیکن جب تم کسی پر ظلم کرنے کا ارادہ کرو تو یہ یاد رکھو کہ تم پر کسی کو قدرت حاصل ہے۔ تم لوگوں کے ساتھ جو زیادتی کرے گا وہ ان سے زائل ہو جائے گی لیکن تم پر باقی رہ جائے گی اور یہ بات بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ظالموں سے مظلوموں کا انتقام ضرور لے گا۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ مجمع عام میں وعظ اسی طرح ہونا چاہئے، جس سائل کا حال معلوم نہ ہو اس کو نصیحت کرنے کا اسلوب بھی یہی ہونا چاہئے۔ یہ مواعظ غذاؤں کی طرح ہیں جن سے فائدہ اُٹھانے میں تمام مخلوق شریک ہیں لیکن کیونکہ اس طرح کے مواعظ موجود نہیں ہیں۔ اس لئے وعظ کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ لوگوں پر معاصی غالب آچکے ہیں فساد پھیل گیا ہے اور مخلوق خدا ایسے واعظوں کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو گئے ہیں جو مسجع اور مقفی

باتیں کرتے ہیں، وعظ کے دوران مخرب اخلاق اشعار سناتے ہیں اور ایسے علمی موضوعات پر زبان کھولتے ہیں جو ان کی علمی پرواز سے بلند ہیں۔ بتکلف وعظ کی کوششیں کی جاتی ہیں ۔یہی وجہ ہے کہ عوام کی نظروں میں ان کا وقار گر چکا ہے، ان کا کلام سننے والوں کے دلوں پر اثر انداز نہیں ہوتا کیونکہ وہ خود دل سے کلام نہیں کرتے ، نہ دل سے نکلتا ہے اور نہ دل تک پہنچتا ہے۔ واعظ کہنے والے لاف وگزاف ہانکتے ہیں اور سننے والے ساف دلی سے نہیں سنتے ، دونوں ہی راہ حق سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

گناہوں کا صبر سے علاج

ہم نے بتایا تھا کہ گناہ پر اصرار ایک سنگین مرض ہے اور اس کے علاج کے دو رکن ہیں۔ ایک علم ۔اس کی تفصیل گزر چکی ہے اور دوسرا رکن صبر ہے۔ جس طرح آدمی جسمانی امراض میں پہلے طبیب کو تلاش کرتا ہے اسی طرح روحانی امراض میں عالم کو تلاش کرنا چاہئے۔ اس کے بعد علاج کا مرحلہ پیش آتا ہے، علاج کے دوران صبر اس لئے ضروری ہے کہ مضر غذاؤں کے استعمال سے طویل ہوجاتی ہے اور مریض یہ؟ غذائیں دو وجہ سے کھاتا ہے یا تو اس لئے کہ اسے ان غذاؤں کی مضرت کا علم نہیں پاتا یا اس لئے کھانے کی خواہش شدید ہوتی ہے ۔اب تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے غفلت کا علاج کیا جاسکتا ہے اب رہا دوسرا سبب یعنی شدت شہوت تو اس کا علاج ہم نے کتاب ریاضۃ النفس میں بیان کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مریض کو کسی نقصان دہ چیز کی خواہش ہو تو یہ سوچے کہ اس کے کھانے سے کیا نقصان ہوسکتا ہے۔ پہلے اس نقصان کا تصور کرے، پھر وہ چیز اس کی نگاہوں سے دور کردی جائے اور کبھی نہ لائی جائے بلکہ وہ خواہش اس طرح پوری کرے کہ اسی سے ملتی جلتی کوئی چیز جس میں ضرر کم ہو استعمال کرے، پھر اسے ترک کردے اور خوف کی طاقت سے اس تکلیف پر صبر کرے جو من پسند چیز چھوڑنے کی وجہ سے ہونے والی ہے۔ بہرحال صبر کی تلخی ناگریز ہے۔ اسی طرح معاصی میں شہوت کا علاج کیا جاسکتا

ہے مثلاً ایک نوجوان ہے جس پر شہوات غالب آچکی ہے اور اب وہ اپنی آنکھوں، اپنے دل اور اعضاء کو شہوت سے محفوظ رکھنے پر قادر نہیں ہے۔ اس صورت میں اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ پہلے اس گناہ کے نقصان کا تصور کرے اس طرح کے کتاب وسنت میں جو آیات روایات اس گناہ سے ڈرانے والی موجود ہیں ان کی تلاوت کرے، جب خوف شدید ہو جائے تو ان اسباب سے راہ فرار اختیار کرے جو شہوت میں ہیجان پیدا کرنے والی ہیں۔

یاد رکھیئے شہوت کے ہیجان کے دو سبب ہیں ایک خارجی دوسرا داخلی۔ خارجی سبب اس شخص کے سامنے موجود ہونا چاہیئے جس کی خواہش ہو۔ اس سبب کا علاج یہ ہے کہ اس کے قریب نہ رہے، دور بھاگے اور تنہائی اختیار کرے۔ شہوات کا داخلی سبب لذیذ اور مقوی غذائیں کھانا ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ بھوکا رہے یا مسلسل روزے رکھے لیکن یہ دونوں علاج صبر کے محتاج ہیں اور صبر کے لئے خوف ضروری ہے خوف علم کے بغیر نہیں ہوتا، علم زیادہ تر بصیرت وتامل سے ہوتا ہے، یوں سماع اور تقلید سے بھی علم میسر ہوسکتا ہے۔ ان تمام باتوں سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ذکر کی مجلسوں میں حاضر ہو اور علماء کے مواعظ اس طرح سنے کہ دل تمام مشاغل سے خالی ہو، جو سنے اسے پوری طرح دل ودماغ میں اتارنے کی کوشش کرے اس تدبیر پر عمل کرنے سے انشاء اللہ خوف پیدا ہوگا اور جس قدر قوی ہوگا اسی قدر صبر پر اعانت ہوگی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق وتیسیر شامل ہوگی۔ جو شخص دل لگا کر سنے گا، اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا، ثواب کا منتظر ہوگا اور اچھی باتوں کی تصدیق کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے عمل کرنے میں سہولت بخشے گا اور جو شخص سننے میں بخل کرے گا، لاپروائی برتے گا اور سچی باتوں کو جھٹلائے گا اللہ تعالیٰ اسے تنگی میں مبتلا کرے گا۔ اس وقت دنیا کی لذتیں کچھ کام نہ آئیں گی خواہ ہلاک ہو یا برباد ہو۔ انبیاء اکرام صرف ہدایت کا راستہ کھلاتے ہیں، فی الحقیقت دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ کے ہیں، وہ جسے چاہتا ہے دنیا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے آخرت سے نوازتا ہے۔

یہاں ایک اعتراض یہ کیا جاسکتا ہے کہ تم نے گزشتہ سطور میں جو تقریر کی ہے اس سے

پتہ چلتا ہے کہ ایمان ہی اصل ہے۔تمہاری تقریر کی ابتدا یہاں سے ہوئی تھی کہ صبر کے بغیر گناہ ترک نہیں کئے جا سکتے اور صبر بغیر خوف کے ممکن نہیں، خوف علم سے پیدا ہوتا ہے اور علم اس وقت حاصل ہوتا ہے جب آدمی گناہوں کی ضرر کی تصدیق کرے اور گناہوں کے ضرر کی تصدیق کے معنیٰ ہیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی تصدیق جسے ایمان کہتے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو شخص گناہ پر اصرار کرتا ہے وہ ایمان سے محرومی کی بناء پر کرتا ہے حالانکہ بڑے سے بڑے گنہگار کو بھی مومن کہتے ہیں۔گناہ کے ارتکاب سے آدمی ایمان سے محروم نہیں ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آدمی گناہ پر ایمان سے محرومی کی بناء پر اصرار نہیں کرتا بلکہ ایمان سے کمزوری کی بناء پر کرتا ہے اس لئے ہر صاحب ایمان اس کی تصدیق کرتا ہے کہ معصیت اللہ تعالیٰ سے دوری کا باعث اور آخرت میں عذاب کا سبب ہے، اس کے باوجود وہ گناہ میں ملوث ہو جاتا ہے اس کی چند وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ گناہ پر جس عذاب کی وعید وارد ہے وہ نگاہوں سے اوجھل ہے، سامنے نہیں اور نفس فطرتاً موجود سے متاثر ہوتا ہے۔اس لئے موعودہ عذاب سے اس کا تاثر موجودہ عذاب کے تاثر کی نسبت ضعیف ہوتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شہوات گناہوں پر آمادہ کرتی ہیں وہ دراصل نفسانی لذات ہیں۔نقد ہیں اور ہر قدم آدمی کے ساتھ ہیں، عادت اور رجحان کی بناء پر مزید قوت اور غلبہ پاتی ہیں، عادت بجائے خود ایک طبیعت ہے۔آئندہ کی تکلیف کے خوف سے حال کی لذت چھوڑنا نفس کے لئے نہایت دشوار ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

کلابل تحبون العاجلة وتذرون الا خرة. (پ:۲۹،۱۷،آیت:۲۱،۲۰)

ترجمہ: ”ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو۔“

بل تؤ ثرون الحياة الد نيا (پ:۳۰،۱۲آیت:۱۶)

ترجمہ: ”مگر اے منکرو تم آخرت کا سامان نہیں کرتے (بلکہ) تم دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے

ہو۔"

بلکہ سرکار دوعالم ﷺ کے ارشاد گرامی سے اس معاملے کی شدت کا احساس ہوتا ہے۔فرمایا:

خفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات. (بحوالہ بخاری و مسلم ابوھریرہؓ)

ترجمہ......"جنت نا پسندیدہ چیزوں (سختیوں) سے گھری ہوئی ہے اور دوزخ شہوتوں سے۔"

ایک حدیث میں ہے:

ان الله خلق النار فقال لجبرئيل عليه السلام اذهب فانظر اليها فنظر اليها فقال وعزتك لا يسمع بها احد فلا يد خلها فحفهابالشهوات ثم قال اذهب فانظر اليها فنظر فقال وعزتك لا يسمع بها احد لا دخلها وخلق الجنة فقال جبرئيل عليه السلام اذهب فانظر اليها فنظر فقال وعزتك لا يسمع بها احد الا دخلها فحفها با لمكار ه ثم قال فاذهب فانظر اليها فقال وعزتك لقد خشيت ان لا يد خلها احد .

(بحوالہ ابوداؤد و ترمذی، حاکم ابوھریرہؓ)

ترجمہ:"اللہ تعالیٰ نے دوزخ پیدا فرمائی اور جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا جاؤ اسے دیکھو انہوں نے دوزخ دیکھی اور عرض کیا قسم ہے تیری عزت کی جو اس کا حال سنے گا وہ کبھی اس میں نہ جائے گا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو شہوات سے گھیر دیا پھر حضرت جبرائیلؑ سے فرمایا جاؤ اسے جا کر دیکھو انہوں نے دیکھا اور عرض کیا قسم ہے تیری عزت کی جو اس بارے میں سنے گا وہ اس میں داخل ہوئے بغیر نہ رہے گا۔ اس کے بعد جنت پیدا کی اور جبرائیلؑ کو اس کے دیکھنے کا حکم ہوا۔ جبرائیل نے جنت دیکھی اور عرض کیا قسم ہے تیری عزت کی جو اس کا حال سنے گا وہ ضرور اس میں جائے گا، پھر اسے سختیوں سے گھیر دیا اس کے بعد دیکھنے کا حکم ہوا انہوں نے اسے دیکھا اور عرض کیا تیری عزت کی قسم مجھے ڈر ہے کہ اس

میں کوئی نہ جا سکے گا۔"

بہر حال شہوت کا فی الوقت موجود ہونا اور عذاب کا مؤخر ہونا، گناہوں پر اصرار کے واضح سبب ہیں۔ اگر چہ اصل ایمان اپنی جگہ باقی رہتا ہے لیکن صاحب ایمان گناہ نہیں چھوڑ پاتا۔ گناہ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ایمان کا منکر ہے یا گناہوں کی مضرت کا یقین نہیں رکھتا مثلاً ایک شخص بحالت مرض پیاس کی شدت سے مغلوب ہو کر برف کا پانی پیتا ہے، کیا اس کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ اصل طب کا منکر ہے یا اس کی بات کا یقین نہیں رکھتا ہے کہ برف اس کے حق میں مضر ہے۔ نہ وہ طب کا منکر ہے اور نہ اس کی مضرت سے ناواقف ہے لیکن اس پر شہوت غالب ہے اور صبر کرنے کی جو تکلیف ہوگی وہ سامنے موجود ہے۔ اس لئے آئندہ کی تکلف یا نقصان کا دھیان نہیں ہے یا وہ آسان معلوم ہوتی ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ عام طور پر گنہگار مومن توبہ کا عزم اور حسنات کے ذریعے سیئات کی تکفیر کا عزم رکھتے ہیں کیونکہ اس سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ توبہ اور حسنات سے گناہوں کے نقصان کی تلافی ہو جاتی ہے لیکن طبیعتوں پر طول امل کا غلبہ ہے ہے اس لئے توبہ وتکفیر کے باب میں ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ بندہ مومن ایمان کی موجودگی میں توبہ کی امید پر گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ ہر مومن کو یقین اور اعتقاد ہے کہ گناہوں کی پاداش میں جو عذاب دیا جائے گا وہ ایسا نہیں جو معاف نہ ہو سکے اس لئے وہ گناہ کرتا ہے اور معافی کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر آس لگائے بیٹھا رہتا ہے۔

یہ وہ چار اسباب ہیں جن کی بناء پر گنہگار اصل ایمان کی موجودگی میں اصرار کرتا ہے۔ وہاں ایک وجہ اور ہو سکتی ہے لیکن اس سے اصل ایمان مجروح ہو جاتا ہے اور وہ وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص انبیاء اکرامؑ کی صداقت میں شکر کرتا ہو اور یہ یقین نہ ہو کہ عقوب کے بارے میں جو کچھ انبیاء فرماتے ہیں وہ حق ہے۔ بے شک کفر ہے، یہ ایسا ہے جیسے کوئی طبیب کسی مریض سے کہے کہ فلاں چیز مت کھانا کیونکہ یہ مضر ہے اگر مریض اس طبیب کا معتقد

نہیں اور یہ سمجھتا ہے کہ اسے طب کی ابجد بھی نہیں آتی تو وہ اس کی تنبیہ کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ اس کی تکذیب کرتا ہے، اسی کا نام کفر ہے۔

مذکورہ اسباب کا علاج

بہرحال یہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے آدمی گناہ پر اصرار کرتا ہے۔ اب ان تمام اسباب کا علاج بیان کیا جاتا ہے۔

پہلے سبب یعنی ''عذاب نظروں کے سامنے نہیں ہے'' کا علاج یہ سوچنا ہے کہ جو چیز آنے والی ہے، آ کر رہے گی اور یہ کہ کل آنے میں زیادہ دور نہیں ہے بلکہ دیکھنے والے کے لئے بہت قریب ہے نیز موت آدمی سے اتنی قریب ہے جس قدر جوتے کا تسمہ، کیا معلوم قیامت قریب ہو اور بس دو چار لمحے میں واقع ہونے والی ہو۔ یہ بھی سوچے کہ آدمی فطرتاً مستقبل کی خوشحالی کے لئے حال میں محنت ومشقت کرتا ہے اور تکلیفیں اٹھاتا ہے مثلاً سمندروں کا سفر کرتا ہے، صحراؤں کی خاک چھانتا ہے اس امید پر کہ ان اسفا کے ذریعہ جو نفع حاصل ہوگا وہ آنے والی زندگی میں کام آئے گا۔ یہی نفع بلکہ اگر بیمار پڑ جائے اور کوئی نصرانی (غیر مسلم) طبیب اسے یہ خبر دے کہ ٹھنڈا پانی تیرے لئے سخت مضرت کا باعث ہے یہ تجھے موت سے ہم کنار کر سکتا ہے۔ حالانکہ ٹھنڈا پانی اس کے لئے انتہائی لذیذ شے ہے لیکن وہ اسے ہاتھ بھی نہیں لگاتا جب کہ موت کی تکلیف ایک لمحہ کی بشرطیکہ مابعدالموت کی زندگی کا خوف نہ ہو اور دنیا سے جدائی کی تکلیف نہ ہو۔ غور وفکر کا مقام ہے کہ آدمی ایک نصرانی کے کہنے سے لذت ترک کر دیتا ہے۔ ہوسکتا ہے وہ طبیب ہو لیکن اس کی مہارت طب پر کوئی معجزہ تو قائم نہیں ہے جب کہ انبیاء کی حقانیت پر معجزات بھی قائم ہیں۔ وہ دل میں یہ سوچے کہ میں ایک غیر مسلم کی بات تو مان سکتا ہوں لیکن پیغمبروں کی خبر کا یقین نہیں کرتا۔ کس قدر عجیب بات ہے۔ کیا میں یہ بات سمجھتا ہوں کہ دوزخ کا عذاب میرے لئے مرض کی تکلیف یا موت کی مشقت سے ہلکا ہوگا جب کہ انبیاء صادقین یہ خبر دیتے ہیں کہ

آخرت کا ایک دن دنیا کے پچاس ہزار دنوں کے برابر ہوگا۔

دوسرے سبب کا علاج بھی اسی طرح ہوسکتا ہے۔اگر گناہ پر اصرار لذت کا غلبہ ہو تو اسے زبردستی ترک کرے اور یہ سوچے کہ جب میں اس چند روز زندگی میں یہ لذت ترک نہیں کرسکتا تو پھر ابدالاباد کی لذت مجھ سے کیسے چھٹے گی،اگر مجھ سے یہ چند روز کی تکلیف برداشت نہیں ہوسکتی اور میں اس معمولی مشقت پر صبر نہیں کرسکتا تو دوزخ کی تکلیف کس طرح برداشت کروں گا نیز جب میں دنیا کی نعمتوں پر صبر نہیں کرسکتا جو کدورتوں سے لبریز ہوتی ہے میں آخر کی پاکیزہ اور صاف وشفاف نعمتوں پر کیسے صبر کرسکوں گا۔

تیسرے سبب یعنی قبولیت توبہ کی امید میں توبہ سے ٹال مٹول کرنے کے علاج کے لئے اس طرح سوچے کہ اکثر دوزخیوں کی چیخ وپکار کا سبب یہی تاخیر ہوگی کیونکہ وہ گناہ سے توبہ کرنے میں تاخیر کریں گے اور یہ تاخیر موت پر جا کر منتہی ہوگی،اس کے بعد توبہ کا وقت نہیں رہے گا۔دراصل ٹالنے والا اپنے کام کی بنیاد ایسے امر پر رکھتا ہے جو اس کو اختیار میں نہیں ہے یعنی آئندہ زندگی پر اور یہ کہتا ہے میں زندہ رہوں گا اور توبہ کرلوں گا لیکن کیا اسے یقین سے معلوم ہے کہ وہ زندہ رہے گا ہوسکتا ہے توبہ سے پہلے مرجائے اور اگر زندہ بھی رہا تو کسے معلوم کہ وہ گناہ ترک کردے گا،جس طرح وہ اس وقت گناہ ترک کرنے پر قادر نہیں ہے،ہوسکتا ہے آئندہ بھی نہ رہے کیونکہ ترک نہ کرنے کا جو سبب آج موجود ہے وہ آئندہ بھی ہوگا یہ بھی ممکن ہے وہ سب مسلسل عمل کرنے اور عادی ہونے کی وجہ سے اور پختہ ہوجائے جسے عادت نہیں ہوتی وہ اگر کوئی کام چھوڑنا چاہے تو چھوڑ سکتا ہے لیکن جسے عادت ہوتی ہے وہ خواہش کے باوجود نہیں چھوڑ پاتا۔ہم رات دن اس کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں،ٹالنے والوں کی ہلاکت کا اصل سبب یہی ہے کہ وہ ایک ہی طرح کی دو چیزوں میں فرق سمجھتے ہیں،جیسے آج شب وروز میں آئندہ بھی ہونگے۔جب وہ آج گناہ کے ترک میں قابو نہیں ہیں تو آئندہ یہ قدرت انہیں کیسے حاصل ہوگی۔ٹالنے والے کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص درخت اکھاڑ کر پھینکنا چاہے لیکن ہو مضبوط ہو اور آسانی سے اکھاڑا نہ جاسکے تو

یہ سوچ کر چھوڑ دے کہ آئندہ سال کوشش کروں گا۔ وہ یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ درخت جتنی دیر زمین میں رہتا ہے اس کی جڑیں اتنی وسیع اور مضبوط ہوتی ہیں اور اس پر جتنے ماہ سال گزرتے ہیں قویٰ میں اضمحلال پیدا ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا حماقت ہوسکتی ہے جب وہ اپنی طاقت کے باوجود ایک نسبتاً کمزور درخت اکھاڑنے سے عاجز ہے تو وہ اپنے ضعف کی حالت میں ایک مضبوط درخت کیسے اکھاڑ سکتا ہے۔

چوتھی وجہ یعنی اللہ تعالیٰ کے عفو وکرم کے منتظر رہنے کا علاج وہی ہے جو پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنا تمام مال ومتاع خیرات کردے، اپنے اہل عیال کو تنگ دست بنادے اور منتظر رہے کہ اللہ تعالیٰ غیب سے رزق بھیجے گا اور کسی بنجر زمین کے سینے سے خزانہ ہاتھ لگ جائے گا۔ گناہ کی بخشش کا امکان ایسا ہی ہے جیسے خزانہ پانے کا امکان یا اس شخص کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص اس شہر میں جہاں دن دھاڑے خزانہ لوٹ لیا جاتا ہے اپنا سامان صحن میں ڈال دے اور یہ کہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ ہے۔ وہ میرے سامان کی حفاظت کرے گا، حالانکہ خود اسے اپنے سامان کو محفوظ جگہ رکھنے کی قدرت حاصل ہے۔ ان مثالوں میں خزانے کا دستیاب ہوجانا اور مال کا لٹیروں سے بچ جانا ناممکن ہے اور بعض اوقات ایسا ہو بھی گیا ہے لیکن جو شخص محض اسی بھروسے پر کمانا چھوڑ دے یا مال کو لاپرواہی سے ڈال دے وہ بڑا احمق ہے۔ اسی طرح گناہ کی بخشش ممکن ہے لیکن بخشش کی توقع پر گناہ کئے جانا اور توبہ نہ کرنا سخت جہالت ہے۔ پانچویں وجہ انبیاء کرام نے صداقت میں شک کرنے علاج وہ اسباب ہیں جن سے انبیاء کی حقانیت ثابت ہوتی ہے۔ یہ اسباب اگرچہ طویل ہیں لیکن ان کا ذکر مفید ہے اور عقل سے قریب لوگوں کا ان سے علاج ہوسکتا ہے مثال کے طور پر اس شک رکھنے والے انسان سے یہ کہا جائے کہ انبیاء اکرامؑ نے جن سے معجزات صادر ہوتے ہیں اور جو ان کے حق ہونے کی دلیل ہیں یہ خبر بھی ہے کہ ایک عالم آخرت ہے جو اس عالم سے الگ ہے اور موت کے بعد آدمی اس عالم سے متعلق ہوجاتا ہے کیا تو اس خبر کی صداقت پر ایمان رکھتا ہے؟ یا تیرے خیال میں یہ اسی

طرح محال ہے جس طرح ایک آدمی کا بیک وقت دو جگہ ہونا محال ہے؟ اگر وہ یہ کہے کہ میں اسے محال سمجھتا ہوں تو اسے بحث کرنا بیکار ہے ایسے شخص کا حال عقل سے محروم دیوانے کا سا ہے، جس طرح ان مسائل میں دیوانے کو مخاطب نہیں بنایا جا سکتا اسی طرح اسے بھی مخاطب نہ بنانا چاہئے۔ البتہ اگر وہ یہ کہے کہ مجھے شک ہے تو اس سے یہ پوچھا جائے کہ اگر تجھے ایک اجنبی شخص یہ خبر دے کہ جب تو اپنے گھر میں کھانا چھوڑ کر باہر گیا تھا تو ایک سانپ نے تیرے کھانے میں منہ ڈال دیا تھا اور اپنا زہر ملا دیا تھا، اگر اس کی صداقت کا امکان ہو تو کیا تو یہ کھانا کھائے گا یا چھوڑ دے گا، اگر چہ وہ کھانا لذیذ ترین کھانا ہی کیوں نہ ہو۔ یقیناً وہ اس کے جواب میں کہے گا کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ اس لئے کہ میں یہ کہوں گا اگر وہ شخص جھوٹ بول رہا ہے تب بھی از ارہ احتیاط مجھے یہ کھانا نہیں کھانا چاہئے۔ زیادہ سے زیادہ اس صورت میں یہ کہہ سکتا ہے کہ لذیذ کھانا ضائع ہو جائے لیکن اگر وہ سچ کہتا ہے تو یہ کھانا میرے لئے ہلاکت کا باعث ہوگا۔ اب اس سے کہا جائے کہ تو ایک مجہول اجنبی کا کہنا مانتا ہے اور اس کی خبر پر یقین کر کے کھانا ضائع کر دیتا ہے جبکہ اس کے پاس نہ دلیل ہے، نہ ثبوت ہے، پھر یہ گمان موجود ہے کہ اس نے حسد میں کہہ دیا ہو یا پریشان کرنے کے خاطر کہا ہو۔ دوسری طرف انبیاء اکرامؑ کے اقوال ہیں جنہیں معجزات کی تائید حاصل ہے۔ اولیاء، علماء، حکماء اور عقلاء، کا اجتماع ہے مگر تو نہ انبیاء کا قول مانتا ہے اور نہ ان کی خبر تسلیم کرتا ہے، جاہل عوام زیر بحث نہیں ہے، عقل مندوں نے اگر کوئی ایسا شخص موجود ہو تو بتلاؤ جو یوم آخرت پر یقین نہ رکھتا ہو اور ثواب وعذاب کا قائل نہ ہو۔ کیفیت میں اختلاف ہو سکتا ہے لیکن وجود پر تمام اہل عقل کا اتفاق ہے۔ اگر ان کی خبر سچ ہے تو ایک ایسے عذاب کے قریب پہنچ چکا ہے جو ہمیشہ ہمشہ رہنے والا ہے اور اگر جھوٹ بول رہے ہیں تب بھی تیرا کوئی خاص نقصان نہیں ہے، صرف اتنا نقصان ہے کہ دنیا کی چند لذتیں تجھے حاصل نہ ہو سکیں گی اگر مخاطب میں تھوڑی سی بھی عقل ہے تو وہ اس تقریر کے بعد توبہ میں ذرا توقف نہ کرے گا اس لئے کہ دنیا کی زندگی خواہ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو ابد الاباد کی زندگی کے برابر نہیں ہو

سکتی۔ اگر ہم دنیا کو غلے کے دانوں سے بھرا ہوا تصور کریں اور یہ فرض کریں کہ ایک پرندہ دس لاکھ سال بعد ایک دانہ اٹھائے اور ٹھہر جائے، پھر دس لاکھ سال بعد ایک دانہ اٹھائے اور ٹھہر جائے، اس صورت میں دانے ختم ہو جائیں گے لیکن ابدالاباد میں کمی نہ آئے گی، اس لئے عقل رکھنے والا انسان دنیا کی چند روزہ زندگی میں شہوات سے صبر کر کے ابدالاباد کی سعادت حاصل کرنے میں سستی کیسے کرے گا۔ ابوالعلاء مصری کہتا ہے:۔

قال المنجم والطبيب كلاهما

لاتبعث الا موات قلت اليكما

ان صح قولكما فلست بخاسرٍ

او صح قولي فا لخسار عليكما

ترجمہ: ''نجومی اور طبیب دونوں نے کہا مردے زندہ نہیں کئے جائیں گے، میں نے کہا کہ اگر تمہارا قول درست ہے تو پھر میں نقصان میں نہیں ہوں اور اگر میرا قول صحیح ہے تو پھر تم سراسر نقصان میں ہو''۔

اسی لئے حضرت علیؓ نے اس شخص سے جس کی عقل اس طرح کے امور کی تحقیق اور فہم سے قاصر تھی فرمایا کہ اگر تو سچ کہتا ہے تو میں اور تو دونوں بچ جائیں گے اور اگر میں سچ کہتا ہوں تو توں ہلاک ہو جائے گا اور میں نجات پاؤں گا بہر حال عقل مند انسان کو تمام حالات میں امن اور احتیاط کی راہ چلنی چاہئے۔

یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ یہ امور نہایت واضح اور معمولی غور وفکر سے سمجھ میں آجاتے ہیں۔ لیکن لوگوں کے دلوں کو کیا ہو گیا ہے کہ انہوں نے اس طرح کے امور میں غور وفکر کرنا چھوڑ دیا اور اسے گراں سمجھنے لگے، اسی قلوب کا علاج کیسے ہو؟ اور انہیں کس طرح فکر کے راستے پر ڈالا جائے؟ خاص طور پر ان لوگوں کو جو اصل شریعت پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس کے جواب کی تفصیل یہ ہے کہ اس فکر کی مانع دو باتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آخرت کے عذاب، اس کی ہولناکیوں، سختیوں اور جنات نعیم سے محرومی پر گنہگاروں کے حسرتوں

کا تصور انتہائی تکلیف دہ اور المناک تصور ہے، قلب اس طرح کے تصورات سے نفرت کرتا ہے بلکہ اس کی دل چسپی کا سامان دنیا کی لذتوں میں ہے، یہاں کے عیش وآرام اور راحت وعشرت کے بارے میں فکر کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ فکر دنیاوی لذات کے حصول اور شہوات نفسانی کی تکمیل کے لئے مانع شغل ہیں، کوئی انسان ایسا نہیں جس پر ہر لمحہ کوئی نہ کوئی شہوت مسلط نہ رہتی ہو، اس لئے عموماً آدمی کا تمام تر وقت شہوات کی تکمیل کرنے کی تدبیر میں صرف ہوتا ہے۔ اس کی عقل شہوت کی اسیر ہوتی ہے اور وہ اسی کے تصور یا اس کی تکمیل کے حیلے ہی میں لذت پاتا ہے، آخرت کے عذاب کی فکر کرنا اس لذت کے لئے مانع ہیں۔

ان دونوں مانع امروں کا علاج یہ ہے کہ اپنے دل کو سمجھائے اور اس سے پوچھے کہ جب تو نے موت اور مابعد الموت کے واقعات میں فکر نہیں کرسکتا اور تجھے آخرت کے عذاب کے تصور ہی سے تکلیف ہوتی ہے اس وقت کا عالم کیا ہوگا جب موت اچانک آئے گی اور پھر وہ عذاب جس کے تصور سے دل برداشتہ ہوجاتا ہے واقع ہوگا، اس وقت تو صبر بھی نہ کرسکے گا۔

دوسری فکر کا علاج اس طرح ہوسکتا ہے کہ دل کو سمجھائے کہ تجھے دنیا کی لذتیں جانے کا افسوس نہ کرنا چاہئے، آخرت کی لذت دنیا کی لذتوں سے زیادہ اہم اور بڑی ہیں اور اتنی ہیں کہ ان کی انتہا نہیں ہے ان میں کسی طرح کی کدورت بھی نہیں ہے جب کہ دنیا کی لذتیں جلد فنا ہوجانے والی ہیں اور ان کی کدورتوں کی آمیزش بھی ہے دنیا کی کوئی لذت ایسی نہیں ہے جو کدورت سے خالی ہوتا ہم گناہوں سے تائب ہوکر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور اس کی مناجات میں مشغول ہونے میں جو لذت ہے اس سے بڑھ کر کوئی لذت نہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ومعرفت میں جو راحت ہے وہ کسی کام میں نہیں۔ اگر مطیع کو اس لذت، حلاوت اور راحت کے علاوہ کوئی اور جزا نہ ملتی تب بھی کافی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ بھی دوسری نعمتیں دینے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ کس قدر بے وقوف ہیں وہ لوگ جو فانی

لذتوں کے پیچھے دائمی نعمتیں چھوڑتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ لذت وحلاوت توبہ کی ابتداء میں حاصل نہیں ہوتی لیکن جب آدمی توبہ پر کچھ عرصہ صبر کر لیتا ہے اور خیر اس کی طبیعت میں داخل ہو جاتا ہے تب وہ لذت حاصل ہوتی ہے۔جس طرح شر آدمی کا مزاج بن جاتا ہے، اسی طرح خیر کی بھی عادت ہو جاتی ہے اور آدمی کو خیر کے کاموں میں لذت ملنے لگتی ہے۔ یہ افکار خوف کے لئے محرک ہیں اور انسان کے اندر لذت سے صبر کرنے کی قوت پیدا کرتے ہیں لیکن خود افکار کو واعظوں کے مواعظ اور تنبیہی بیانات سے تحریک ملتی ہے جب یہ افکار طبیعت کے موافق کہتے ہیں تو کل ان کی طرف مائل ہوتا ہے اس سبب کو جو طبع اور فکر کے درمیان موافقت پیدا کرتا ہے توفیق کہتے ہیں۔توفیق اس موافقت کا نام ہے جو ارادے اور اطاعت کے درمیان ہوتی ہے۔

ایک طویل حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ عمار ابن یاسرؓ نے کھڑے ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں عرض کیا۔ اے امیر المومنین! یہ بتلائیں کہ کفر کس چیز پر بنی ہے؟ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کفر کے عمارت چار ستونوں پر قائم ہے۔ جفا، اندھا پن، غفلت، اور شک۔ جو جفا کرے گا وہ حق کو حقیر جانے گا، باطل کا بول بالا کرے گا اور علماء کو برا بھلا کہے گا، جو نابینا ہوگا وہ ذکر بھول جائے گا۔ جو غفلت کرے گا وہ راہ راست سے بھٹکے گا اور جو شک کرے گا اسے اس کی آرزوئیں فریب دیں گی، حسرت وندامت اس پر چھا جائے گا جس کا اسے گمان بھی نہیں ہے فکر سے غفلت کی یہ چند آفتیں ہیں جو ذکر کی گئیں۔ (بحوالہ جستہ جستہ از احیاء العلوم جلد چہارم)

گناہوں کے مٹانے والے اذکار اور دعائیں

اس باب میں احادیث طیبہ کے حوالے سے چند ایسے اذکار اور دعاؤں کا انتخاب کیا گیا ہے جو مختلف گناہوں کے لئے کفارہ بنتے ہیں اور ان سے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

فضول باتوں کا کفارہ

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

سبحان اللّٰھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک.

''یہ دعا جو آدمی بھی مجلس ذکر میں پڑھے گا تو اس کو ذکر کرنے کے لئے یہ دعا مہر کی طرح ہے اور اگر کسی ایسی مجلس میں پڑھے جس میں فضول باتیں کی ہیں تو یہ دعا اس کے لئے کفارہ بن جائے گی اور باعث بخشش ہوگی۔''

سنن ابی داؤد کی ایک روایت میں اسی دعا کے بارے میں ارشاد ہے۔

جو آدمی کسی ایسی مجلس میں شریک ہو جس میں فضول باتیں زیادہ ہوئی ہوں، اگر مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ کلمات کہہ لے تو اس کے مجلس میں کئے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

سنن ابی داؤد کی ایک اور حدیث میں اس کے بارے میں ارشاد ہے کہ

نبی کریم ﷺ جب بھی کسی مجلس سے اٹھنے کا ارادہ کرتے تو یہی کلمات ادا فرماتے۔ ایک صحابی نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ پہلے تو یہ کلمات ادا نہیں فرماتے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔

اہل وعیال اور نشست برخاست میں فتنے کا کفارہ

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

انسان سے اہل، مال اور اولاد نفس اور پڑوسی کے بارے میں جو کوتاہیاں ہوتی ہیں ان کے لئے روزہ، نماز، صدقہ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کفارہ بنتے ہیں۔

(متفق علیہ)

سورۃ الملک کی تلاوت

سورۃ الملک اُن اذکار میں سے ہے جو گناہوں کے لئے کفارہ بنتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

''قرآن کریم میں تیس آیات کی ایک سورت ہے جو پڑھنے والے کے لئے اللہ کے دربار میں شفاعت کرتی ہے، یہاں تک کہ اس کو بخش دیا جائے۔اور وہ سورۃ ''تبارک الذی'' (سورۃ الملک) ہے۔''

چنانچہ ابن ابی الدنیا نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مردے نے زندہ ہوکر سورۃ الملک کو اپنا پہرے دار بنایا۔ایک دوسرے واقعہ میں جو کئی محدثین نے اور ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ دورِ نبویؐ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کسی سفر کے دوران ایک قبر پر خیمہ لگایا معلوم نہ تھا کہ یہاں قبر ہے مگر رات بھر انہوں نے جاگ کر گزاری کیونکہ قبر کا مردہ پوری رات سورۃ الملک کی تلاوت کرتا رہا، پھر نبی کریم ﷺ کو یہ واقعہ گوش گزار کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ الملک کا پڑھنا قبر کے عذاب سے نجات دیتا ہے۔ (بحوالہ ترمذی، من عاشق بعد الموت)

بیماری میں ذکر کرنا

بیماری سے تو خود گناہ معاف ہوتے ہیں، لیکن اس میں ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کو اور زیادہ محبوب ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

جو مومن شخص بیماری میں لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظٰلمین . چالیس دن تک پڑھے اور اس مرض میں انتقال کر جائے تو اس کو شہید کے برابر اجر دیا جائے گا اور اگر اللہ تعالیٰ نے صحت دے دی تو اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(بحوالہ احمد، حاکم)

سونے سے پہلے ذکر کرنا

حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، جو بھی آدمی سونے کے لئے بستر پر آتے ہوئے یہ دعا پڑھ لے۔

لا الٰه الا اللّٰه وحده لاشریک له، له الحمد وهو علی کل شئی قدیر ولا حول ولا قوة الا باللّٰه العلی العظیم سبحان اللّٰه والحمدللّٰه.

ایک اور روایت میں **سبحان اللّٰه وبحمده ولا الٰه الا اللّٰه واللّٰه اکبر.** ہے۔ تو اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔ (بحوالہ سنن نسائی حدیث ۸۱۱)

جاگنے کے بعد ذکر کرنا

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، جو شخص رات کو نیند سے بیدار ہو جائے اور یہ دعا پڑھے۔

لا الٰه الا اللّٰه وحده لاشریک له،له الملک وله الحمد وهو علی کل شئی قدیر. الحمدللّٰه وسبحان اللّٰه ولا الٰه الا اللّٰه واللّٰه اکبر ولا حول ولا قوة الا باللّٰه.

پھر کہے **اغفرلی** یا جو بھی دعا مانگے وہ قبول ہو گی۔ اگر وضو کر کے نماز پڑھے تو اس کی نماز قبول ہو جائے گی۔ (بحوالہ بخاری شریف)

نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا

درود شریف کا اذکار میں ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے اور منجملہ یہ بھی ان اذکار میں سے ہے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرماتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

''جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتے ہیں۔ اور اس کے دس گناہ معاف کرتے ہیں اور دس درجات بلند فرماتے ہیں۔''

(بحوالہ مسند احمد)

ایک روایت میں ہے کہ ''میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور فرمایا کہ آپ کی امت میں سے جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھیں گے، دس گناہ معاف فرمائیں گے اور دس درجات بلند کریں گے اور اتنی ہی رحمتیں نازل کریں گے۔'' (بحوالہ مسند احمد)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جب چوتھائی رات گزر گئی تو نبی کریم ﷺ کھڑے ہوگئے اور فرمایا ''اے لوگو! اللہ کو یاد کرو، اللہ کو یاد کرو، عنقریب ایک صور پھونکا جائے گا اس کے بعد دوسرا پھونکا جائیگا۔ موت اپنی سختیوں سمیت آنے والی ہے، موت اپنی سختیوں سمیت آنے والی ہے۔ تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ میں درود شریف زیادہ پڑھتا ہوں، آپ بتائیں میں کتنا درود پڑھا کروں؟

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا جتنا تم چاہو، عرض کیا ذکر کا چوتھائی حصہ کافی ہے؟ فرمایا، جتنا تم چاہو لیکن اگر زیادہ پڑھو تو اور بھی اچھا ہے، عرض کیا آدھا حصہ کافی ہے؟ فرمایا، جتنا تم چاہو لیکن اگر زیادہ پڑھو تو اور بھی بہتر ہے، عرض کیا کہ میں پورے ذکر کی جگہ صرف درود پڑھا کروں گا یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا، پھر تو تمہارے تمام غموں کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہو جائے گا اور تمہارے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔'' (بحوالہ مسند امام احمد)

گناہوں کا کفارہ بننے والے نیک اعمال

ایسے کئی نیک اعمال ہیں جو گناہوں کی معافی کا سبب بنتے ہیں۔ علماء کرام ایسے اعمال کو ''مکفرات الذنوب'' کہا کرتے ہیں، جیسے اس سے پہلے ان عادات اور خصائل کا ذکر ہوا تھا۔ جو ''مکفرات الذنوب'' بنتے ہیں، اب یہاں پر چند نیک اعمال کا تذکرہ کرتے ہیں جو ''مکفرات'' بنتے ہیں۔

وضو کرنا

احادیث میں وضو کے بہت فضائل ذکر ہوئے ہیں منجملہ ان میں گناہوں کی معافی بھی ہے، جیسے حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

''جس نے اچھی طرح وضو کیا، اس کے جسم سے تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ جھڑتے ہیں۔'' (بحوالہ مسلم صفحہ ۱/۳۱۵)

مسجد کی طرف نماز کے لئے جانا

صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں یہ حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

''جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا گھر میں نماز پڑھنے کے مقابلے میں دوگنا اجر رکھتا ہے اور بازار میں پڑھنے کے مقابلے میں پچیس درجے زیادہ اجر رکھتا ہے یہ اس لئے کہ آدمی جب اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر مسجد کی طرف نماز کے لئے نکلتا ہے تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند ہوتا جاتا ہے اور ہر قدم پر ایک گناہ معاف ہوتا ہے، جب یہ نماز پڑھتا ہے اجر بڑھتا ہے اور جب تک مسجد میں ہوتا ہے فرشتے اس کے لئے دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ اس پر رحم فرما اور جب تک یہ نماز کے انتظار میں رہتا ہے نماز پڑھنے کے حکم میں شمار ہوتا ہے۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ فرشتے دعا کرتے ہیں کہ

''اے اللہ اس کی بخشش فرما اور اس کی توبہ قبول فرما۔'' اس طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے ''جو شخص مسجد کی طرف چلنا شروع ہوتا ہے تو ہر قدم پر ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے اور ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ آتے ہوئے اور جاتے ہوئے ایک ہی حکم ہے۔''

(بحوالہ مسند احمد)

فرض نماز

فرض نماز کی پابندی سے بھی انسان گناہوں سے بالکل پاک ہوجاتا ہے، ایک حدیث میں اس کی ایک عجیب مثال بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

''اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو اور وہ اس سے روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو بتلاؤ کیا اس کے جسم پر کوئی میل باقی رہے گی؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کوئی میل نہیں رہے گی، فرمایا، اسی طرح پانچ نمازیں ہیں ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ بندے پر سے گناہ صاف فرما دیتے ہیں۔ (بحوالہ بخاری شریف)

جمعہ کی نماز

نبی کریم ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے کہ ''پانچ نمازوں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک کے وقت کے گناہوں کے لئے کفارہ بنتا ہے، جب تک کہ کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کر لے۔''

امام کے پیچھے آمین کہنا

جماعت کے ساتھ جو بھی نماز پڑھتا ہے تو وہ امام کے پیچھے آمین کہتا ہے اس آمین کے بہت فضائل آئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ''جب امام غیر المغضوب علیھم کہے تو تم بھی آمین کہو، جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے اس کے کئے ہوئے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔'' (بحوالہ بخاری، مسلم)

رکوع اور سجدہ میں اور ان کے بعد دعا کرنا

اللہ تعالیٰ کے سامنے نماز میں جھکنا زمین پر سر ٹکانا اور دعا کرنا بھی باعثِ مغفرت ہے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے ایک رکوع یا سجدہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرتے ہیں اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتے ہیں۔'' (بحوالہ مسند احمد)

ایک اور ارشاد ہے۔

''جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللّٰھم ربنا لک الحمد کہو

اس لئے کہ جس کا قول ملائکہ کے قول کے موافق ہو گیا اس کے اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔“ (بحوالہ بخاری شریف)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے۔

”زیادہ نمازیں پڑھا کرو، تم اللہ تعالیٰ کے سامنے جو بھی سجدہ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے تمہارا ایک درجہ بلند کریں گے اور ایک گناہ کم کر دیں گے۔“ (بحوالہ مسلم شریف)

شب قدر میں عبادت کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے ذمے اجر شمار کرتے ہوئے عبادت کرے اس کے کئے ہوئے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(بحوالہ بخاری حدیث ۳۵)

تہجد کی نماز

تہجد کی نماز کے بڑے فضائل آئے ہیں اور یہ بخشش و مغفرت کا ایک بڑا سبب ہے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

”رات کو تہجد کی نماز پڑھا کرو یہ پہلے کے نیک لوگوں کا طریقہ اور رب کی قربت کا ذریعہ ہے اور اسی طرح گناہوں کو معاف کرنے، برائیوں سے روکنے اور جسم سے بیماریوں کو دفع کرنے کا ذریعہ ہے۔“ (بحوالہ ترمذی شریف)

ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

جب کوئی شخص رات کو نیند سے بیدار ہوتا ہے پھر اپنے گھر لوگوں کو جگاتا ہے اور اگر بیوی پر نیند غالب ہو تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتا ہے، پھر دونوں اٹھتے ہیں اور رات کے کچھ حصے میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔

(بحوالہ ابوداؤد شریف)

چاشت کی نماز

چاشت کی نماز کے بہت سے فضائل منقول ہیں، چنانچہ جب سورج روشن ہو جائے تو اس وقت زوال سے پہلے پہلے چاشت کا وقت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

جو شخص بھی چاشت کی دو رکعت نماز کی پابندی کرے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اگر چہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (بحوالہ ترمذی شریف)(مسند عبد بن حمید ۲۶۲)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے۔

جو کوئی شخص فجر کی نماز پڑھنے کے بعد نماز کی جگہ پر بیٹھا رہا، یہاں تک کہ چاشت کی نماز بھی پڑھی اور بھلائی کے سوا کوئی بات نہ کی۔ اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، اگر چہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (بحوالہ مسند احمد، ابوداؤد)

صلوٰۃ التسبیح

صلوٰۃ التسبیح کے فضائل احادیث میں کثرت سے وارد ہوئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”چچا جان کیا میں آپ کو دس باتوں کا ایک عطیہ نہ دوں کہ اگر آپ اس پر عمل کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے پچھلے، نئے پرانے، عمداً، چھوٹے بڑے اور ظاہری اور پوشیدہ تمام گناہ معاف کر دے، پھر فرمایا وہ یہ ہیں۔

آپ چار رکعت نماز کی نیت باندھ لیں۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور اس کے بعد سورت پڑھیں، پھر پہلی رکعت میں جب قرأت سے فارغ ہو جائیں تو کھڑے ہو کر پندرہ مرتبہ سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر پڑھیں، اور رکوع کریں، اس میں دس مرتبہ یہی کلمات پڑھیں، پھر رکوع سے اٹھ کر قومہ میں دس مرتبہ یہی کلمات پڑھیں، پھر سجدہ کریں اور سجدہ میں دس مرتبہ یہی کلمات پڑھیں، پھر سجدہ سے اٹھ کر

جلسہ میں دس مرتبہ یہی کلمات پڑھیں، پھر سجدہ کریں اور سجدہ میں دس مرتبہ یہی کلمات دہرائیں، پھر سجدہ سے سر اٹھا کر بیٹھے بیٹھے دس مرتبہ یہی کلمات دہرائیں۔

یہ مجموعہ ایک رکعت میں کل پچھتر مرتبہ ہوگیا اور اسی طرح چاروں رکعتوں میں کریں، اگر ہو سکے تو یہ نماز روزانہ پڑھیں، ورنہ ہفتہ میں ایک مرتبہ پڑھیں ورنہ مہینے میں ایک مرتبہ پڑھیں ورنہ سال میں ایک مرتبہ پڑھیں ورنہ عمر میں ایک مرتبہ تو ضرور پڑھ لیں۔

(بحوالہ ابوداؤد، حدیث ۱۲۹۷)(ابن ماجہ، حدیث ۱۳۸۷)

وضو کے بعد دو رکعت پڑھنا

وضو کے بعد دو رکعت ''تحیۃ الوضو'' پڑھنا باعث ثواب و مغفرت ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی اور دل اور چہرے سے رب کی طرف متوجہ رہا تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

(بحوالہ سنن نسائی)

صلوٰۃ التوبہ

جب کوئی شخص گناہ کر بیٹھے پھر اس گناہ پر نادم ہو اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے اس کو صلوٰۃ التوبہ کہا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جب کوئی گناہ کر بیٹھے پھر اٹھ کر وضو کرے اور نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو اللہ اس کی مغفرت کر دیتا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

والذین اذا فعلوا فاحشة أوظلموا أنفسهم ذكرو الله فاستغفروا لذنوبهم ومن يغفر الذنوب الاالله ولم يصرّوا علىٰ مافعلوا وهم يعلمون اولٰئک جزائهم مغفرةٌ من ربهم وجنّٰت تجری من تحتها الانهٰر خالدين فيها ونعم أجر العاملين. (سورۃ آل عمران)

''جولوگ بے حیائی کریں یا اپنی جانوں پرظلم کریں، اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں، اور اللہ کے علاوہ کون گناہوں کی مغفرت کرسکتا ہے اور اپنے کیے پراصرار نہیں کرتے اس حال میں کہ وہ جانتے ہوں ان لوگوں کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے لئے بہترین اجر ہے۔''

جمعہ کی نماز اور اعمال

جمعہ کے دن مومنین کے جو اعمال و عادات ہیں وہ بھی باعث مغفرت ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور خوشبو لگائی اگر اس کے پاس موجود ہو اور صاف ستھرے کپڑے پہنے، پھر گھر سے نکلا حتیٰ کہ مسجد میں داخل ہوگیا اور کچھ نوافل پڑھے اور کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی، پھر خاموش بیٹھا رہا حتیٰ کہ جمعہ کی نماز پڑھ لی تو اس کا یہ عمل آئندہ جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ بنے گا۔ (بحوالہ مسند احمد)

زکوٰۃ ادا کرنا

فرض زکوٰۃ ادا کرنے سے بھی اللہ تعالیٰ گناہ معاف کرتے ہیں۔قبیلہ بنوتمیم کا آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی کہ ''یارسول اللہ ﷺ! میں کھاتا پیتا آدمی ہوں میرے اہل وعیال بھی بہت ہیں اور جانور اور اناج بھی بہت ہے، آپ بتائیں میں کیا کروں اور کیسے خرچ کروں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، زکوٰۃ ادا کیا کر، یہ تمہیں گناہوں سے پاک صاف کردے گی، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو، مسکین، پڑوسی اور سائل کا حق پہچانو۔

(بحوالہ مسند احمد امام احمد)

گناہوں کے معاف کرانے والے اسباب

تقویٰ اختیار کرنا

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے کہ جب انسان تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

''اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان کے گناہ معاف کردیتے۔'' (سورۃ المائدہ: آیت ۶۵)

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو تو وہ تم میں فیصلہ کردے گا اور تمہارے گناہ دور کردے گا، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔'' (سورۃ الانفال: آیت ۲۹)

سورۃ تغابن میں ارشادِ گرامی ہے ''جو اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ اس کے گناہ دور کردے گا۔'' (آیت نمبر ۹)

دوسری جگہ ارشاد ہے ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سیدھی بات کہو وہ تمہارے اعمال کی اصلاح کردے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا۔'' (سورۃ احزاب: آیت ۷۱)

اس کے علاوہ مزید کئی آیات اور احادیث ہیں جن میں تقویٰ کو گناہ مٹانے کا سبب بتایا گیا ہے۔

احکامِ الٰہی کی پیروی کرنا

گناہ کو مٹانے کا تیسرا سبب اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرنا ہے، جیسے قرآن مجید کی سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے بارے میں فرماتا ہے۔

''جب ہم نے کہا اس گاؤں میں داخل ہو جاؤ اور جہاں سے تم چاہو خوب کھاؤ اور دروازے میں سر جھکا کے داخل ہو اور کہو بخش دے ہماری خطائیں، معاف کردیں گے

تمہارے گناہوں کو اور ہم زیادہ بھی دیں گے نیکی والوں کو، تو بدل ڈالا ظالموں نے خلاف اس کے جو ان سے کہا گیا تھا۔'' (آیت ۵۸-۵۹)

یعنی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم لفظ ''حطہ'' یعنی ہمارے گناہ معاف فرما کہو اور وہ حطہ یا حبۃ یعنی گندم یا اناج مانگنے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مختلف مصائب میں گرفتار کر دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی پیروی کر لیتے تو اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جاتا اور ان کے گناہ معاف کر دیتا۔

ایک اور مقام پر اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے۔

''کہہ دیجئے، اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ محبت کریں گے اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں۔ (سورۃ آل عمران: آیت ۳۱)

گناہ کا اعتراف

گناہ کی مغفرت کا چوتھا سبب گناہ کا اعتراف ہے، اس لئے کہ جب آدمی گناہ کا اعتراف کرتا ہے تو اس کا دل پریشان ہوتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا ہوں۔ چنانچہ آہستہ آہستہ یہ احساس جب بڑھتا ہے تو گناہ بھی چھوٹ جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''اور دوسرے ہیں جو اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں انہوں نے ملایا اچھے عمل کے ساتھ برا عمل، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر لیں گے، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' (سورۃ التوبہ: آیت ۱۰۲)

ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے ''میرے پاس رات کو دو فرشتے آئے، مجھے اٹھایا اور ایک ایسے شہر میں لے گئے جس کی عمارتیں سونے چاندی کی اینٹوں سے بنی تھیں، تو وہاں کچھ لوگ ملے جن کے جسم کا ایک حصہ انتہائی حسین تھا اور دوسرا انتہائی بدصورت۔ ان

دونوں فرشتوں نے کہا کہ جاؤ اور سامنے والی نہر میں غوطہ لگا کر آؤ، انہوں نے غوطہ لگایا تو ان کی وہ بدصورتی ختم ہوگئی اور انتہائی خوش شکل اور حسین ہوگئے۔ فرشتوں نے کہا یہ جنت عدن ہے اور یہ آپ کا ٹھکانہ ہے، پھر کہا، کہ یہ لوگ جن کے جسم کا ایک حصہ بدصورت اور دوسرا خوبصورت تھا وہ تھے جنہوں نے اچھے اعمال کو برے اعمال کے ساتھ ملایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کردیا۔'' (بحوالہ بخاری شریف)

اللہ تعالیٰ کا خوف

اللہ تعالیٰ سے خوف بھی ان اسباب میں سے ایک سبب ہے، جن سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

''ایک آدمی نے زندگی بھر نیکی نہیں کی تھی، مرتے وقت اپنے اہل خانہ سے کہا جب میں مرجاؤں تو میری لاش کو جلادینا پھر آدھی راکھ خشکی میں بکھیر دینا اور آدھی راکھ دریا میں بہادینا، اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے پکڑ لیا تو انتہائی سخت عذاب دیں گے۔ چنانچہ وہ آدمی مرگیا تو ورثاء نے وصیت پر عمل کیا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خشکی کو حکم دیا کہ سارے ذرات اکٹھے کرو اور سمندر کو بھی حکم دیا کہ ایک ایک ذرہ کو جمع کرو، پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا؟ تو وہ کہنے لگا آپ کو تو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نے یہ صرف آپ کے ڈر سے کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کردیا۔''

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل میں کفل نامی ایک آدمی تھا وہ کوئی گناہ کرنے سے نہیں چوکتا تھا، ایک دن ایک عورت اس کے پاس آئی تو اس نے اس کو بدکاری کے لئے ساٹھ دینار دیئے۔ چنانچہ جب کفل اس کے قریب ہوا اور بالکل بدکاری پر آمادہ ہوگیا تو عورت پر رعشہ طاری ہوگیا، اور رونے لگی تو کفل حیران ہوا اور اس سے پوچھا کہ کیا ہوا میں نے تجھ سے زبردستی تو نہیں کی؟ وہ کہنے لگی کہ نہیں میں تو اللہ کے خوف سے رو رہی ہوں کہ ایسے کام پر آمادہ ہوگئی، جو میں نے زندگی بھر نہیں کیا اور ایک مجبوری نے مجھے اس پر

آمادہ کر دیا، تو کفل کہنے لگا'' تو نے زندگی میں کبھی ایسا برا کام نہیں کیا اور اب تیری یہ حالت ہے جا، اور وہ دینار بھی تیرے ہوئے آج کے بعد میں بھی کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔'' خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی رات کفل کا انتقال ہو گیا، صبح اس کے دروازے پر لکھا تھا،'' اللہ تعالیٰ نے کفل کی مغفرت کر دی۔'' (بحوالہ ترمذی شریف)

اس طرح ایک اور حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے'' جب اللہ تعالیٰ کے خوف سے بندے کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اس وجہ سے گناہ اس طرح گرتے ہیں جیسے درخت سے سوکھے پتے گرتے ہیں۔'' (بحوالہ بیہقی)

ایمان کی حالت میں جہاد کرنا

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بخشنے کے بہانے ڈھونڈتے ہیں، چنانچہ چند وہ اسباب جو قرآن وحدیث میں ذکر ہوئے ہیں ان سے گناہ ختم ہو جاتے ہیں اور وہ مغفرت کے لئے سبب بنتے ہیں، یہاں ہم ان کو درج کرتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے پہلا ایمان کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا ہے، جب انسان اسلحہ اٹھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنی جان داؤ پر لگاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی بخشش کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اسی عمل کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہترین تجارت فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

'' اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے نجات دلائے؟ تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اپنے مال و جان لے کر اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھتے ہو، وہ تمہارے گناہ معاف کر دیگا، تم کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور پاک رہائش گاہیں جو جنات عدن میں ہوں گی۔'' (سورۃ الصف: آیت ۱۲)

اسی طرح حدیث قدسی ہے'' میرے بندوں میں سے جو بندہ میرے راستے میں

جہاد کے لئے میری رضا ڈھونڈنے نکلتا ہے، تو میں اس کی ضمانت دیتا ہوں کہ اگر میں اس کو زندہ لوٹاؤں گا تو اس کو ڈھیر سارے اجر اور مال غنیمت کے ساتھ لوٹاؤں گا اور اگر اس کو اپنی طرف بلاؤں گا تو اس کے سارے گناہ معاف کردوں گا۔" (بحوالہ مسند احمد ونسائی)

ان آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان خواہ کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو، مگر جہاد سے اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کو پاک صاف کردیتا ہے۔

کبیرہ گناہ سے اجتناب

جب کوئی مسلمان کبیرہ گناہ سے اپنے آپ کو بچاتا ہے تو اس کے صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"جو لوگ کبیرہ گناہ اور بے حیائی سے بچتے ہیں مگر چھوٹے گناہ، تو تیرا رب کشادہ مغفرت والا ہے۔" (سورۃ النجم: آیت ۳۲)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"اگر تم کبائر سے بچو جن سے تم کو روکا گیا ہے تو ہم تمہارے صغائر معاف کردیں گے۔" (سورۃ النساء: آیت ۳)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

"قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ جو بندہ پانچ وقت کی نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے اور زکوٰۃ ادا کرے اور سات بڑے گناہوں سے بچے تو قیامت کے دن اس کے لئے جنت کے آٹھ دروازے کھلے ہوں گے یہاں تک کہ ان سے اس کو پکارا جائے گا۔" پھر آپ ﷺ نے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔

ارادے کے بعد گناہ سے رُکنا

جب آدمی کسی گناہ کا ارادہ کرے اور پھر وہ گناہ کرنے سے خوفِ خدا کی وجہ سے رُک جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتے ہیں، چنانچہ حدیث شریف میں ارشاد

ہے۔

''اللہ تعالیٰ نے گناہ اور نیکی لکھ لی اور اس کو خوب واضح کر دیا جو آدمی نیکی کا ارادہ کرے اور نیکی نہ کر سکے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے پاس ایک مکمل نیکی لکھتا ہے۔ اگر ارادہ کیا اور نیکی بھی کر لی تو اللہ تعالیٰ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک اس کا اجر اپنے پاس لکھتا ہے اور کبھی تو اس سے بھی زیادہ لکھتا ہے اور جو شخص گناہ کا ارادہ کرے اور پھر وہ گناہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس اس کے لئے ایک مکمل نیکی لکھ لیتا ہے اور اگر گناہ کا ارادہ کیا اور پھر گناہ کر ڈالا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک ہی گناہ لکھتا ہے۔'' (بحوالہ مسلم شریف)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''بھائیو! اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عظیم لطف وکرم کی توفیق عطا فرمائے، ان الفاظ پر غور کرو کہ اس حدیث میں نیکی کے لئے ''عندہ'' اور ''کامل'' کے الفاظ آئے ہیں، یہ نیکی کے اہتمام شان کے لئے فرمایا گیا ہے اور ترک گناہ پر بھی اللہ تعالیٰ نے پوری نیکی کا وعدہ فرمایا ہے اور جبکہ گناہ پر صرف ایک گناہ لکھنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ کامل کا لفظ ذکر نہیں کیا گیا یہ محض خداوندِ کریم کا احسان اور کرم ہے۔

لوگوں سے درگذر کرنا

لوگوں سے درگذر کرنا وہ خصلت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے ''درگذر کیا کرو، نیکی کا حکم کیا کرو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔''

اسی طرح سورۃ حجر آیت ۸۵ میں ارشاد ہے، درگذر کیجئے اچھا درگذر اور عفو نبوی اخلاق ہیں۔

چنانچہ جب نبی کریم ﷺ کے پاس پہاڑوں کے فرشتے آئے اور اجازت طلب کی کہ ان لوگوں کو ان دونوں پہاڑوں کے درمیان پیس دیا جائے اور اس قوم کو ہلاک کر دیں، تو رحمۃ اللعالمین نے ارشاد فرمایا۔

’’نہیں بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد میں ایسے لوگ پیدا کریں گے جو اللہ کی عبادت کریں گے اور شرک نہیں کریں گے۔‘‘ (متفق علیہ)

اور آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے ’’اے اللہ میری قوم کو ہدایت عطا فرما یہ لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔‘‘

اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو قرآن مجید میں عفو و درگذر کی ترغیب دی ہے، ارشاد ہے۔

’’کہہ دیجئے ایمان والوں کو درگذر کریں ان سے جو امید نہیں رکھتے اللہ کے دنوں کی، تا کہ وہ سزا دے ایک قوم کو بدلہ اس کا جو وہ کماتے تھے۔‘‘

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مومنین کو بار بار تلقین فرمائی ہے کہ درگذر کا راستہ اختیار کریں۔

سورۃ الشوریٰ آیت نمبر ۳۷ میں ارشاد ہوتا ہے ’’اور جو لوگ بڑے گناہ اور بے حیائی سے بچتے ہیں اور جب غصہ آئے تو معاف کر دیتے ہیں۔‘‘ تو یہاں معاف کرنا کامل مومن کا شیوہ بتلایا گیا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ مومنین کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ’’والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس ‘‘ (اور غصہ کو روکنے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے) کظم الغیظ یہ ہے کہ کوئی تمہارے ساتھ برائی کرے اور تم غصہ کو روک لو۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے، جس کا مفہوم ہے۔

’’اگر کوئی میرا حق لے لے یا میرے حق کی ادائیگی اس کے ذمہ ہو تو میں نے اللہ کے لئے اس کو معاف کیا، اللہ تعالیٰ سے احسان کی امید کرتے ہوئے تا کہ میں قیامت کے دن کسی مومن کو عذاب میں مبتلا کروں اور نہ رسول اللہ ﷺ کو امت کے بارے میں تکلیف پہنچاؤں۔‘‘

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

''اور قسم نہ کھائیں بڑے درجہ والے تم میں سے، اور کشائش والے اس پر کہ دیں قرابتیوں کو اور محتاجوں کو اور وطن چھوڑنے والوں کو اللہ کی راہ میں اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگذر کریں، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

(سورۃ النور: آیت ۲۲)

سورۃ نور کی اس آیت پر جب ہم غور کرتے ہی تو پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ واقعہ یوں ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بعض منافقین نے تہمت لگائی تھی اور ان کے بہکاوے میں کچھ سادہ لوح مومن بھی آ گئے، ان میں ایک صحابی حضرت مسطح بن اثاثہ بھی تھے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی اور انتہائی غریب شخص تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے اخراجات اٹھایا کرتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برات میں آیات نازل فرمائیں تو جن مومنین نے بہتان طرازی میں حصہ لیا تھا ان کو سزا دی گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ ادھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی کہ میں آئندہ مسطح پر خرچ نہیں کروں گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی کہ بھلائی سے رکنے کی قسم نہیں کھانی چاہیے، بلکہ معافی اور درگذر سے کام لینا چاہیے اور آخر میں فرمایا ''کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت فرمادے؟'' ابوبکر صدیق رض اللہ عنہ نے جب سنا تو فرمایا ''کیوں نہیں، اے ہمارے رب ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہماری مغفرت فرمائیں، پھر آپ مسطح کے پاس گئے اور ان کو دوبارہ خرچہ دینا شروع کر دیا اور ان سے کہا کہ ''خدا کی قسم میں ہمیشہ آپ پر خرچ کرتا رہوں گا۔''

اسی طرح سورۃ تغابن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے۔

''اگر تم معاف کرو گے، درگذر کرو گے اور بخش دو گے تو اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔'' (آیت ۱۴)

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ''تم رحم کرو تمہارے اوپر بھی رحم ہوگا، تم معاف

کرو تمہاری بخشش ہوگی۔"

مسلمان بھائی سے مصافحہ کرنا

جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے مصافحہ کرتا ہے، اس سے بھی اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے الگ ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔"

ایک اور حدیث شریف میں ارشاد ہے "جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملاقات کرتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑتا ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے تیز ہوا سے درخت سوکھے پتے جھڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرماتا ہے اگرچہ ان کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔"

گناہوں پر رونا

جب کوئی مسلمان اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا ہے اور شرمندہ ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ان گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

"خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس کو اپنی زبان پر قابو ہو اور گھر اس کے لئے کشادہ ہو اور وہ اپنے گناہوں پر روتا ہو۔" (الحدیث)

گھر کشادہ ہونے کا مطلب ہے کہ وہ گھر میں زیادہ تر رہتا ہو فضول لوگوں میں نہ گھومتا پھرتا ہو اس مضمون کی ایک اور حدیث بھی ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا نجات کسی چیز کا نام ہے؟ فرمایا کہ "زبان کو قابو میں رکھو، گھر میں بیٹھے رہو اور اپنے گناہوں پر روتے رہو۔" (بحوالہ ترمذی شریف)

گناہ پر ندامت ہونا

اپنے گناہوں پر ندامت ہونا بھی بہترین خصلت ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''جب اللہ تعالیٰ بندے کو گناہ پر ندامت کرتے دیکھتے ہیں تو استغفار سے پہلے اس کو معاف فرما دیتے ہیں۔'' (حاکم)

جانوروں پر ترس کھانا

اسلام نے ہر ذی روح چیز کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیا ہے، جانوروں پر ترس کھانے سے بھی اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

''ایک آدمی کسی راستے پر جارہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی چنانچہ ایک جگہ بغیر ڈول کے کنواں دیکھا تو نیچے اتر کر پانی پیا، جب باہر نکلا تو ایک کتے کو دیکھا کہ وہ پیاس کی شدت سے گیلی مٹی چاٹ رہا تھا، اس شخص نے دل میں کہا اس کو بھی میری طرح پیاس لگی ہوئی ہے۔ چنانچہ اس نے دوبارہ کنویں میں اتر کر جوتے میں پانی بھرا اور جوتا منہ میں پکڑ کر اوپر آیا اور کتے کو پانی پلایا۔ اس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوئے اور اس کی مغفرت فرما دی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا کیا ہمیں جانوروں سے اچھے سلوک پر بھی اجر ملے گا؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر ذی روح کے ساتھ اچھے سلوک پر اجر ملتا ہے۔''

راستے سے رکاوٹ دُور کرنا

راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا بھی مغفرت کا سبب بنتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ

''میں نے جنت میں ایک آدمی کو دیکھا جو راستے کا وہ درخت کاٹنے کی وجہ سے جنت میں داخل ہوا تھا جو مسلمانوں کے لئے باعثِ تکلیف تھا۔''

ایک اور ارشاد ہے ''ایک آدمی نے راستے کے بیچ میں درخت کا ایک تنا پڑا دیکھا تو دل میں سوچا کہ اس کو راستہ سے ہٹا دوں تا کہ مسلمانوں کو تکلیف نہ دے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔''

ایک اور ارشاد ہے کہ ''ایک آدمی راستے پر جا رہا تھا تو ایک کانٹے دار ٹہنی دیکھی

چنانچہ اس کو ہٹادیا تو اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوئے اور اس کی مغفرت فرمادی۔"

کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا

کھانا کھانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا بہترین عادات میں سے ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

"جو آدمی کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے "**الحمد لله الذی أطعمنی هذا الطعام ورزقنیه من غیر حول منی ولا قوة**" تو اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔" (رواہ ابوداؤد)

معاملات صاف رکھنا

جو شخص لوگوں کے ساتھ اپنے معاملات صاف رکھتا ہے اور خرید وفروخت میں ایمانداری سے کام لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ حساب کتاب میں آسانی فرماتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ ایک بندے کو لائے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہوگا اس سے پوچھے گا تو نے دنیا میں کیا کیا؟ وہ کہے گا میں لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت کرتا تھا اور چشم پوشی کرتا تھا، مالدار کے ساتھ آسانی کرتا تھا اور غریب کو معاف کرتا تھا۔"

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ "میں معاف کرنے کا زیادہ حقدار ہوں، میرے بندے کے لئے معافی لکھ دو۔" (بحوالہ مسلم شریف)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "گذشتہ امتوں میں سے ایک شخص کیساتھ حساب کتاب ہوگا، تو اس کے نامہ اعمال میں اس کے سوا کوئی نیکی نہیں ہوگی کہ وہ لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت کے معاملے میں نرمی برتتا تھا اور وہ شخص خود بھی مالدار تھا اور اپنے نوکروں سے کہا کرتا تھا کہ تنگ دستوں کو چھوٹ دے دیا کرو، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہم درگذر کرنے کے زیادہ حق دار ہیں، چنانچہ فرشتوں سے کہیں گے کہ اسے چھوڑ دو۔" (بحوالہ مسلم شریف)

صلح میں پہل کرنا

مسلمان کا دوسرے مسلمان کے ساتھ لڑنا شرعاً ناجائز ہے، لیکن بہ تقاضائے بشریت اگر کبھی لڑائی ہو بھی جائے تو صلح کرنے میں جلدی کرنی چاہیے اور جو شخص اس میں پہل کرتا ہے اس کو عظیم اجر ملتا ہے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ

''کسی مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کے ساتھ تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرنا جائز نہیں، اگر تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھا تو جب تک قطع تعلق رہے گا، حق سے اعراض کرنے والا شمار کیا جائے گا، اور صلح کے لئے جو بھی پہل کرے گا یہ پہل کرنا اس کے گناہوں کے لئے کفارہ ہوگا اور جو بھی دو اشخاص قطع تعلقی کی حالت میں مر گئے تو جنت میں نہیں جائیں گے۔''

علم کے حصول کے لئے نکلنا

جو آدمی علم کے حصول کے لئے اللہ کی راہ میں نکلتا ہے تو کائنات کی ہر چیز اس کے لئے مغفرت کی دعائیں کرتی ہے۔

جو شخص بھی علم حاصل کرنے کے لئے نکلتا ہے تو اس کا نکلنا گذشتہ گناہوں کے لئے کفارہ بنتا ہے۔

ایک اور مقام پر نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

''جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتے ہیں اور فرشتے خوشی کی وجہ سے اس کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں، عالم کے لئے آسمان اور زمین کی ساری مخلوق مغفرت کی دعا کرتی ہے حتیٰ کہ پانی میں مچھلی بھی۔ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کو ستاروں پر فضیلت حاصل ہے اور علمائے کرام انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔ بے شک انبیاء درہم اور دینار

میراث میں نہیں چھوڑتے ان کی میراث تو علم ہی ہے جس نے اسے حاصل کیا اس نے انبیاءعلیہم السلام کی میراث میں سے خوب حصہ وصول کیا۔" (الحدیث)

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی مجالس قائم کرنا

جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے ان میں کثرت سے جانا کفارے کا باعث ہے۔

حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص فرشتے ہیں جو راستے میں گشت کرتے ہیں، اس کا ذکر کرنے والوں کو ڈھونڈتے ہیں جب وہ کچھ لوگوں کو دیکھ لیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہیں تو ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں کہ جسے ڈھونڈ رہے ہو اس کی طرف آجاؤ اور پھر آسمان دنیا تک ان کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں (پھر جب واپس جاتے ہیں) تو رب العالمین پوچھتے ہیں حالانکہ وہ خوب جانتا ہے "میرے بندے کیا کہہ رہے تھے؟"

تو فرشتے کہتے ہیں "آپ کی پاکی، بڑائی، تعریف اور بزرگی بیان کر رہے تھے۔"

اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں "کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟" فرشتے جواب دیتے ہیں "نہیں خدا کی قسم انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا۔" اللہ تعالیٰ پھر پوچھتے ہیں کہ "اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو پھر؟" جواب دیتے ہیں "اگر آپ کو دیکھ لیں تو اس سے زیادہ عبادت کریں گے اور پاکی اور بزرگی بیان کریں گے۔"

اللہ تعالیٰ پھر سوال کرتے ہیں "وہ مجھ سے کیا مانگ رہے تھے؟"

فرشتے جواب دیتے ہیں "آپ سے جنت مانگ رہے تھے۔"

اللہ تعالیٰ پھر پوچھتے ہیں "کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟"

فرشتے جواب دیتے ہیں "نہیں اللہ کی قسم انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا۔"

اللہ تعالیٰ پھر پوچھتے ہیں "اگر دیکھ لیں تو پھر؟"

فرشتے جواب دیتے ہیں ''اگر وہ دیکھ لیں تو ان کا شوق و رغبت اور طلب اور بھی بڑھ جائے۔''

پھر اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں ''وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟''

فرشتے جواب دیتے ہیں ''وہ جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے۔''

اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں ''کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے؟''

فرشتے جواب دیتے ہیں کہ ''نہیں اللہ کی قسم انہوں نے جہنم کو نہیں دیکھا۔''

اللہ تعالیٰ پھر پوچھتے ہیں ''اگر وہ دیکھ لیں تو پھر؟''

فرشتے جواب دیتے ہیں کہ ''اگر دیکھ لیں تو پھر اس سے بھی زیادہ پناہ مانگیں گے اور اس سے دُور بھاگیں گے۔''

پھر رب تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''فرشتو! تم گواہ رہو کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی ہے۔''

فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ''ان میں فلاں آدمی تو وہاں اپنے کام سے آیا تھا'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''میں نے اس کی بھی مغفرت کر دی، کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا۔''

گناہ کے بعد نیکی کرنا

گناہ ہو جانے کے بعد فوراً نیکی کا کوئی کام کر لینا چاہیے، کیونکہ وہ نیکی اس گناہ کو مٹا دیتی ہے۔

چنانچہ سورۃ ہود میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان الحسنات یذهبن السیئات ''بیشک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔''

اور حدیث شریف میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

''اللہ تعالیٰ سے ڈرو جہاں بھی تم ہو اور گناہ کے بعد نیکی کرو، نیکی گناہ کو مٹا دیتی ہے

اور لوگوں کے ساتھ بہترین اخلاق سے پیش آؤ۔" (الحدیث)

مریض کی عیادت کرنا

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حقوق ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کے لئے جائے اور یہ عمل انتہائی باعث رحمت ہے۔
چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے۔
"اگر کوئی شخص شام کو مریض کی عیادت کے لئے جاتا ہے، تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کیلئے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں اور اگر صبح کو عیادت کے لئے جاتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں۔"

(رواہ ابوداؤد و حاکم)

جھگڑا ترک کرنا

جھگڑا اور قطع تعلق ختم کرنا ایمان والوں کی بہترین خصلتوں میں سے ایک ہے۔
قرآن مجید اور احادیث طیبہ میں اس کی بہت ترغیب آتی ہیں۔
چنانچہ رسول کرم ﷺ کا ارشادِ پاک ہے۔
"ہفتہ میں دو مرتبہ اعمال اللہ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں، جمعرات اور پیر کو، ہر مومن بندے کی مغفرت ہوتی ہے، مگر جن دو شخصوں کے درمیان قطع تعلق ہو ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ آپس میں صلح کر لیں۔ (یعنی جب تک ان کے درمیان قطع تعلق ہے ان کی مغفرت نہیں ہوگی)

پڑوسی کا راضی ہونا

اپنے پڑوسی کا خیال رکھنا اور اس کے ساتھ احسان کرنا قابل تعریف افعال میں سے ہے۔ یعنی پڑوسی جب کسی کا تذکرہ اچھے الفاظ سے کرتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے جب کوئی مؤمن بندہ انتقال کر جائے اور اس کے

پڑوسیوں میں سے تین گھر ایسے بھی اسے اچھے الفاظ سے یاد کریں۔“

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ

”میرے بندوں کو جو کچھ معلوم تھا اس کے بارے میں میں نے ان کی گواہی قبول کر لی، اور میں نے وہ بخش دیا جو مجھے معلوم تھا۔“ (بحوالہ مسند احمد)

دوسرا باب

توبہ سے متعلق آیات قرآنی

قرآن کریم میں توبہ و استغفار سے متعلق اس قدر تلقین کی گئی ہے کہ اگر مکمل وضاحت کے ساتھ بالتفصیل تذکرہ کیا جائے تو ایک الگ سے کتاب بن جائے زیادہ تفصیل کی چونکہ یہاں گنجائش نہیں اس لئے صرف آیات قرآنی کے مختصر مختصر مفہوم انکی مختصر تشریح بیان کی جاتی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ قبول فرمانے اور مغفرت فرمانے کا اعلان

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وھو الذی یقبل التوبۃعن عبادہ ویعفوا عن السیاٰت ویعلم ماتفعلون. ویستجیب الذین اٰمنوا وعلموا الصّٰلحٰت ویزیدھم من فضلہ والکفرون لھم عذب شدید۔ (سورۃ شوریٰ ۳)

''اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرما دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو جانتا ہے اور ان لوگوں کی عبادت قبول فرماتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیتا ہے اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے۔''

قل یٰعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ. ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً انہ‘ ھو الغفور الرحیم،وانیبو الیٰ ربکم واسلموا لہ‘ من قبل أین یّأتِیکُم العذاب ثم لاتنصرون .

''آپ میری طرف سے فرما دیجیے کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو جاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو

معاف فرمادے گا۔ بیشک وہ غفور الرحیم ہے اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف اور جھک جاؤ اس کی بارگاہ میں اس سے پہلے کہ تمہارے پاس عذاب آ جائے پھر تمہاری مدد کی جائے گی''۔

یہ آیت کریمہ اہل ایمان کے لئے بہت بڑی ڈھارس ہے اور اس میں مومنین کو حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کروڑوں گناہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ سورۂ یوسف میں ارشاد ہے:

ولاتا یئسوا من روح اللہ انہ لایایئس من روح اللہ الا القوم الکفرون.

''اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ بیشک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔''

اور سورۂ حجر میں ارشاد ہے:

قال ومن یقنَطُ من رحمۃ ربہ الا الضالون.

''(حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے گفتگو فرماتے ہوئے کہا) کہ گمراہ لوگوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے؟''

اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ رحیم وکریم ہے، وہ ارحم الراحمین ہے۔ مشرک اور کافر کے علاوہ سب کی مغفرت کر دے گا۔ جس قدر گناہ بھی ہو جائیں اس کی رحمت سے ناامید کبھی نہ ہوں اور برابر توبہ کا اہتمام کرتے رہیں، توبہ بار بار ٹوٹتی رہے پھر بھی برابر توبہ میں لگے رہیں۔ کسی دن انشاء اللہ پکی توبہ بھی ہو جائے گی۔

صغیرہ گناہوں کی مغفرت اور ان کا کفارہ تو اعمال صالحہ سے بھی ہوتا رہتا ہے لیکن کبیرہ گناہوں کی یقینی طور پر مغفرت ہو جانا توبہ کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر توبہ نہ کی اور اسی طرح موت آ گئی تو بشرط ایمان مغفرت تو پھر بھی ہو جائے گی لیکن یہ کوئی ضروری نہیں کہ بلاعذاب کی مغفرت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ یوں بھی مغفرت فرما سکتا ہے اور اسے یہ بھی اختیار

ہے کہ گناہوں کی سزا دینے کے لئے دوزخ میں ڈال دے، پھر عذاب کے ذریعے پاک وصاف کر کے جنت میں بھیجے۔ چونکہ عذاب کا خطرہ بھی لگا ہوا ہے اس لئے ہمیشہ پکی توبہ اور استغفار کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ مغفرت کی امید رکھیں۔ اس لئے رحمت سے ناامید کبھی نہ ہوں تا کہ اس حال میں موت آئے کہ توبہ کے ذریعے سب کچھ معاف ہو چکا ہو۔

بعض لوگ اپنی نادانی سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم عذاب بھگت لیں گے، انہیں نہیں معلوم کہ دوزخ کیا چیز ہے؟ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ دوزخ کی آگ کی گرمی اتنی زیادہ ہے کہ دنیا کی آگ کی گرمی کو ستر مرتبہ اکھٹا کر لیا جائے تب دوزخ کی آگ کے برابر ہوگی۔ ہم دنیا کی آگ ایک منٹ بھی ہاتھ میں نہیں لے سکتے۔ پھر اتنی سخت گرمی والی آخرت کی آگ کا عذاب بھگتنے کو کیسے تیار ہو جاتے ہیں؟ کیا گناہ کے ذریعے جو ذراسی لذت محسوس ہوتی ہے، اس کو اتنے بڑے عذاب کے مقابلے میں چھوڑنے کے لئے نفس کو آمادہ نہیں کر سکتے اور توبہ کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ مغفرتوں کی خوشخبری سن کر گناہوں پر جرأت کرنا اور اس گھمنڈ میں گناہ کرتے چلے جانا کہ مرنے سے پہلے توبہ کر لیں گے۔ بہت بڑی نادانی ہے کیونکہ آئندہ کا حال معلوم نہیں۔ کیا پتہ توبہ سے پہلے موت آجائے۔ پھر یہ بھی تجربہ ہے کہ موت سے پہلے توبہ واستغفار کی دولت انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو گناہوں سے بچنے کا دھیان رکھتے ہیں اور کبھی کبھار ہو جاتا ہے تو توبہ کر لیتے ہیں اور جو لوگ مغفرت کی خوشخبریوں کو سامنے رکھ کر گناہ پر گناہ کرتے جاتے ہیں، ان کو توبہ واستغفار کا خیال تک نہیں آتا۔ وفادار بندوں کا یہ شعار نہیں کہ مغفرت کا وعدہ سن کر بے خوف ہو جائیں، بلکہ مغفرتوں کی بشارت کے بعد زیادہ گناہ سے بچنے اور نیکیوں میں ترقی کرنے کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے حضور اقدس ﷺ سے بڑھ کر کسی کے لئے بشارتیں نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی سب کچھ (چھوٹی موٹی لغزشوں) کی مغفرت فرما دی جس کا اعلان سورۃ الفتح کے

شروع میں فرمایا دیا۔ اس کے باوجود آپ راتوں رات نماز پڑھتے تھے، جس کی وجہ سے آپ ﷺ کے قدم مبارک سوج گئے تھے۔ جب کسی نے عرض کیا کہ آپ ﷺ عبادت میں اتنی محنت فرماتے ہیں حالانکہ اللہ پاک نے، آپ کا سب کچھ اگلا پچھلا (لغزش والا جو کچھ عمل ہوگا) معاف فرمادیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

افلا اکون عبداشکوراً (بحوالہ بخاری ومسلم)

''کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں''

مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے اتنی بڑی مہربانی فرمائی کہ میرا سب کچھ معاف فرمادیا تو اس کی شکر گزاری کا تقاضہ یہ ہے کہ میں مزید اطاعت اور عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے قریب ترقی کرتا چلا جاؤں۔ کتنے ہی صحابہ ایسے تھے جن کو حضور ﷺ نے اسی دنیا میں خوش خبری دے دی تھی کہ وہ جنتی ہیں۔ عشرہ مبشرہ (دس جنتی) تو مشہور ہی ہیں عموماً ان سب کو جانتے ہیں اور غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والے حضرات کو اللہ جل شانہ کی طرف سے حضور اقدس ﷺ نے یہ خوشخبری دی تھی کہ:

اعلمو اماشئتم فقد غفرت لکم (بحوالہ مشکوۃ المصابیح ۵۷۷)

''یعنی تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا''

ان حضرات کے علاوہ اور بھی چند صحابہؓ ہیں جن کو حضور اقدس ﷺ نے جنت کی بشارت دی لیکن ان حضرات نے اس کا اثر بالکل نہیں لیا کہ گناہ کرتے چلے جائیں اور فرائض کو ضائع کرتے رہیں، بلکہ یہ حضرات برابر گناہوں سے پرہیز کرتے رہتے تھے اور نیکیوں میں ترقی کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ ہم کو ان ہی حضرات کا اتباع کرنا لازم ہے۔

بات اصل یہ ہے کہ ایمان خوف اور رجاء (یعنی امید وبیم) کے درمیان ہے۔ اللہ پاک سے خوب زیادہ امید بھی رکھیں اور مواخذہ سے ڈرتے بھی رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرماتے ہوئے سورۂ قصص میں ارشاد فرمایا ہے:

انھم کانوا یسارعون فی الخیرات ویدعونا رغباً ورھباً وکانوا لنا خاشعین ''بیشک یہ حضرات نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور رغبت وخوف کی حالت میں ہم کو پکارتے تھے''۔

اور سورۂ الٓم سجدہ میں اہل ایمان کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفاً وطمعاً ومما رزقنھم ینفقون.

''ان کے پہلوان کے لیٹنے کی جگہ سے جدا ہوتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے رب کو خوف اور امید کی حالت میں پکارتے ہیں اور ہم نے جوان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

علماء نے بتایا ہے کہ زندگی بھر خوف غالب رہنا چاہئے اور موت کے قریب امید غالب ہونی چاہئے۔

افلایتوبون الی اللہ ویستغفرونہ واللہ غفور الرحیم . (سورۃ مائدہ ۱۰)

''کیا توبہ نہیں کرتے اللہ کے حضور میں اور اس سے مغفرت طلب نہیں کرتے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

الم یعلمو ان اللہ ھو یقبل التوبۃ عن عبادہٖ ویأخذ الصدقٰت وان اللہ ھو التواب الرحیم : (سورۃ توبہ ۱۳)

''کیا ان لوگوں نے نہیں جانا کہ اللہ پاک توبہ قبول فرماتا ہے اپنے بندوں سے اور صدقات قبول فرماتا ہے اور بے شک اللہ خوب زیادہ توبہ قبول فرمانے والا ہے اور مہربان ہے۔''

ومن یعمل سوءً أو یظلم نفسہٗ ثم یستغفر اللہ یجدِ اللہ غفوراً رحیماً

''اور جو شخص کوئی گناہ کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ پاک سے مغفرت چاہے تو وہ اللہ پاک کو غفور الرحیم پائے گا''۔ (سورۃ نساء ۱۶)

وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحاثم اھتدیٰ . (سورۃ طہٰ ۴)

''اور میں ایسے لوگوں کے لئے بڑا بخشنے والا ہوں جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل کرتے رہیں اور پھر راہ پر قائم رہیں (یعنی ایمان اور عمل صالح پر مداومت کریں)۔''

وان تجتنبو اکبائر ماتنھو ن عنه نکفر عنکم سیاتکم وندخلُکم مُدخلاً کریماً. (سورۃ نساء ۵)

''جن کاموں سے تم کو منع کیا جاتا ہے ان میں سے جو بھاری بھاری کام ہیں (یعنی بڑے گناہ) اگر تم ان سے بچتے رہو تو ہم تمہاری خفیف برائیاں (یعنی چھوٹے چھوٹے گناہ) تم سے دور کردیں گے اور ہم تم کو ایک معزز جگہ میں داخل کردیں گے۔''

تفسیر بیان القرآن میں ہے کہ کبیرہ گناہ کی تعریف میں بہت اقوال ہیں اور جامع تر قول ہے جس کو روح المعانی میں شیخ الاسلام بارزیؒ سے نقل کیا ہے کہ جس گناہ پر کوئی وعید ہو یا اس پر لعنت آئی ہو یا اس میں مفسدہ کسی ایسے گناہ کے مفسدہ کے برابر یا زیادہ ہو جس پر وعید یا حد یا لعنت آئی ہو یا وہ براہ تھاون فی الدین صادر ہو۔ وہ کبیرہ ہے اور حدیثوں میں جو عدد وارد ہوا ہے مقصود حصر نہیں ہے۔

پس صدور صغیرہ کے بعد چند حالتیں ہیں۔

۱: ایک تو یہ ہے کہ کبیرہ سے بچے اور طاعات ضروریہ کا پابند ہو۔ اس حالت میں وعدہ ہے کہ صغائر معاف ہوجائیں گے اور آیت میں یہی مذکورہ ہے۔

۲: دوسری حالت میں یہ ہے کہ (گناہ صغیرہ کے بعد) کبیرہ سے نہ بچے گو طاعات ضروریہ کا پابند ہو۔

۳: تیسری حالت میں یہ ہے کہ طاعات ضروریہ کا پابند نہ ہو اور کبائر سے بچتا ہو۔ ان دونوں حالتوں میں وعدہ نہیں تکفیر صغائر کا۔ اسی واسطے میں حدیث میں اس کی قید لگائی گئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل کی دوسری بات ہے کہ وہ کبیرہ کے ساتھ بھی متعلق ہوسکتا ہے۔ جب

(ان دونوں حالتوں میں) وعدہ (صغائر کی) معافی کا نہیں تو ممکن ہے کہ آخرت میں اس پر سزا ہو اور یہ مذہب اہل سنت کا۔ یعنی صغیرہ پر احتمال عذاب، جیسا کہ کبیرہ پر فضل کا احتمال بھی خاص اہل سنت کا مذہب ہے۔

توبہ کرنے والوں کے لیے فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الذینَ یحملونَ العرشَ وَ مَن حوله یسبحونَ بِحمدِ ربهم وَ یؤمنونَ بهِ وَ یستغفِرونَ لِلذینَ اٰمنوا ،ربّنا وَسعتَ کلَّ شیء رحمةً وَ علماً فاغفِر للذِّینَ تابُوا واتبعوا سَبیلکَ وَ قهِم عذابَ الجحیمِ.ربنا وَأدخلهُم جنتِ عدنِ نِ الّتی وَعدتهم وَ من صَلح مِن اٰبآئِهم وَازوا جهِم وَ ذرّیتهِم ط اِنکَ انتَ العزیزُ الحکِیم . وَقهمُ السیاٰت وَ من تقِ السیاتِ یومَئذٍ نقد رحمته' ط وَذٰلکَ هُوَ الفوزُ العظیمُ .

''جو فرشتے عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے گرداگرد ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے (اس طرح) استغفار کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! تیری رحمت اور علم ہر چیز پر محیط ہے۔ سو ان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلنے اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا اے ہمارے پروردگا! اور ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے، داخل فرما اور ان کے ماں باپ بیبیوں اور اولاد میں جو (جنت کے) لائق (یعنی مومن) ہوں ان کو بھی داخل فرما۔ بیشک تو زبردست حکمت والا ہے اور ان کو (قیامت کے دن ہر طرح کی) تکالیف سے بچا اور تو جس کو اس دن کی تکالیف سے بچالے تو اس پر تو نے بہت مہربانی فرمائی اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ (سورۃ المؤمن: ۷تا۹)

اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کے ہاں خاص مقام حاصل ہے اور مومنین کا یہ مرتبہ ہے کہ

حاملین عرش ملائکہ اور اس کے ارد گرد رہنے والے ملائکہ جو اللہ تعالیٰ کے خاص مقربین میں سے ہیں۔ وہ ایمان والوں کے حق میں دعائیں کرتے ہیں کہ اللہ پاک ان کی کوتاہیوں اور ان کے گناہوں کو معاف فرما دے، گو اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی رحمت اور علم کی بنا پر ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سے بندوں کی کمزوریاں، خامیاں اور خطائیں چھپ نہیں سکتیں۔ مگر پھر بھی فرشتے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ یاالٰہی! تو اپنے بندوں پر اپنی رحمت کے سبب ان کے گناہوں کو بخش دے اور تیرے بخش دینے سے تیرے بندے تیرے عذاب سے بچ جائیں گے اور تیرے عذاب سے وہی لوگ بچ سکتے ہیں جو توبہ کریں اور تیرا راستہ اختیار کریں۔ پھر فرشتے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتے ہیں کہ توبہ کرنے والے مومنین کو جنت میں داخل فرما۔ جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے والدین کو، بیوی بچوں میں جو مومنین ہوں نیک اور صالح ہوں اور ان کو بھی ان کے ساتھ داخل کر دے۔

پھر فرشتے عرض کرتے ہیں یاالٰہی! تو اہل ایمان اور توبہ کرنے والوں کو برائیوں سے بچا کیونکہ برائیوں سے بچنا ہی انسانی زندگی کا اہم مقصد ہے کیونکہ برائیاں ہمارے عقائد اور برے اعمال میں پائی جاتی ہیں اور ان بُرے اعمال اور بداخلاقیوں کی بنا پر انسان دنیاوی زندگی میں گمراہی کی طرف لوٹ جاتا ہے اور پھر ان برائیوں کی وجہ سے انسان کو مرنے کے بعد جو اذیتیں اور تکالیف برداشت کرنا پڑیں گی ان کا انسان کو اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ملائکہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! تو ان کو برائیوں سے بچا اور جس کو تو نے برائیوں سے بچا دیا اس پر تو نے بڑا احسان کیا۔

توبہ کرنے والوں سے اللہ محبت فرماتے ہیں

اللہ کو اپنے بندوں سے خاص پیار ہے اگر وہ غلطی کر کے توبہ کر لیں تو وہ ان سے محبت کرتا ہے کیونکہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطھرین .

''بیشک اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (سورۃ بقرہ:۲۲۲)

عموماً یہ روز مرہ کے معمول کی بات ہے کہ اتفاق سے اگر کوئی مالک اپنے ماتحت کے ذمے کسی کام کی انجام دہی لگا دے لیکن وہ اسے کرنے میں کوتاہی یا غلطی کرے تو مالک لازماً ناراض ہوگا مگر فوراً ہی ماتحت کے دل میں اپنی غلطی پر احساس ندامت ہو اور اگر وہ عاجزانہ انداز میں اپنے مالک سے غلطی کی معافی مانگ لے تو وہ ضرور اسے معاف کر دے گا اور اگر وہ مالک اہل بصیرت سے ہو تو اسے اس غلطی کرنے والے کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ بھی پیدا ہوگا کہ اسے غلطی اور کوتاہی کا احساس ہو گیا ہے اور آئندہ کے لیے اس کو متنبہ کر دے گا کہ ایسا نہ کرنا۔ بعینہٖ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے کہ وہ گناہ کے بعد اس سے معافی مانگیں تو وہ معاف کر دیتا ہے اور پھر اللہ ایسے لوگوں سے پیار بھی کرنے لگتا ہے کہ انہوں نے گناہوں کو ترک کر کے میری طرف رجوع کیا ہے۔ دنیا کا دستور ہے کہ اگر ہم کسی کے ساتھ پیار اور محبت سے پیش آئیں تو وہ بھی ایسا ہی پیش آنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے ہی اللہ توبہ کرنے والوں کے ساتھ محبت سے پیش آتا ہے۔

لہٰذا اللہ کی محبت اور پیار کے حصول کے لیے انسانوں کو فوراً توبہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اب ذرا غور کریں کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو جائے تو وہ کتنا خوش نصیب ہوگا کہ کائنات کی سب سے بڑی طاقت اس سے محبت کرتی ہے۔ دنیاوی نقطہ نظر کے مطابق اگر کوئی انتہائی خوبصورت اور مال دار لڑکی کسی سے محبت کرنے لگے تو وہ اپنے آپ کو انتہائی خوش قسمت خیال کرنے لگتا ہے اور فخر سے اتراتا پھرتا ہے اور دل ہی دل میں بہت خوش ہوتا ہے مارے خوشی کے پھولا نہیں سماتا مگر وہ جس کو شہنشاہ کائنات کی محبت حاصل ہو جائے تو وہ شخص کتنا عظیم اور بلند ہوگا لیکن یاد رکھیے کہ اللہ کی محبت صرف توبہ کرنے والوں کو ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

''صبر کرنے والے اور سچائی والے اور اللہ کا حکم بجالانے والے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور پچھلے پہر رات کو استغفار کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں''

(سورۃ ال عمران:۱۷)

''وہ اس سے پہلے نیکیاں کرنے والے تھے۔ وہ رات کو تھوڑا سوتے (اور اکثر حصہ رات کا عبادت الٰہی میں گذارتے) تھے اور علی الصبح استغفار کرتے تھے (معافی مانگتے تھے کہ حق عبودیت ادا نہ ہوسکا) (الذاریات:۱۶تا۱۸)

قرآن مجید کی ان آیات سے بھی یہی بات عیاں ہوتی ہے کہ اللہ تعالٰی معافی اور توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نیک بندے اس کے حضور گڑگڑاتے رہتے ہیں، اور اللہ ان پر مہربان رہتا ہے۔

توبہ کی قبولیت اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے

اے اللہ کے بندے! جب تو اس حقیقت کو پا گیا کہ توبہ کیے بغیر چھٹکارا نہیں تو یاد رکھ کہ توبہ صرف اللہ کی بارگاہ میں کر کیونکہ اس کے سوا کوئی توبہ قبول کرنے والا نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالٰی ہے کہ:۔ و انا التواب الرحیم. ''اور میں توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں''۔ (سورۃ البقرہ:۱۶۰)

الم یعلموا انّ اللّٰہَ ھو یَقبلُ التّوبۃَ عن عبادِہٖ و یا خُذُ الصدقٰتِ و اَنّ اللّٰہَ ھو التواب الرحیم.

کیا انہوں نے یہ نہیں معلوم کیا کہ بیشک اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور خیرات منظور کرتا ہے اور بیشک اللہ ہی ہے جو توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (سورۃ توبہ:۱۰۴)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ توبہ قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالٰی کو ہے کیونکہ تمام کارخانۂ کائنات صرف اللہ ہی کا مرہونِ منت ہے اور وہی ہمارا حقیقی مالک اور حاکم ہے اور اسی نے ہمیں محدود اختیارات دے کر ایک مختصر عرصہ حیات کے لیے

بطور آزمائش اس دنیائے رنگ و بو میں بھیجا ہے اور اس نے انسان کے لیے جنت اور دوزخ، جزا اور سزا مقرر کی ہے۔ پھر انسانی زندگی کا انحصار بھی اسی کی عنایات سے وابستہ ہے جب ہر انسان ہر طرح سے اللہ کا محتاج ہے اور موت کے بعد بھی اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو حقیقی توبہ بھی اسی کو قبول کرنے کا اختیار ہے، اللہ کے علاوہ دنیا میں کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو انسان کی توبہ قبول کر کے اس کو معاف کر دے۔ قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ارشاد ہوا کہ وہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔

و هو الذی یَقبلُ التوبةَعن عبادہٖ و یعفُوا عن السیئاتِ و یعلمُ ما تفعلُون و یستجِیبُ الذین اٰمنوا و عملُوا ا لصلحاتِ و یزیدُھم من فضلِہٖ ط و الکافِرون لھم عذاب شدید . (سورۃ الشوریٰ:۲۵)

''اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور وہ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو جانتا ہے اور ان لوگوں کی عبادت قبول فرماتا ہے، جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیتا ہے اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

اس آیت میں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ جب بھی انسان کو اپنے گناہوں پر احساس ندامت ہو جائے اور وہ اللہ کے حضور سچے دل سے توبہ کرے تو وہ اس کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اور یہ بھی بتایا کہ جو توبہ کی طرف مائل ہوتے ہیں ان کو اللہ اپنے فضل سے مزید دیتا ہے یعنی ان کی روزی اور نیکیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

استغفار اور توبہ کا حکم

وما تقدموا لاَنفسکم من خیر تجدوہُ عنداللہ ھو خیراً وَأعظم اجراًواستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم : (سورۂ مزمل۲)

''اور جو بھی کچھ تم آگے بھیج دو گے اپنی جانوں کے لئے تو اس کو پالو گے اللہ پاک

کے پاس، وہ بہتر ہوگا اور ثواب کے اعتبار سے بہت بڑی چیز ہوگی اور اللہ سے مغفرت طلب کرو، بیشک اللہ غفور الرحیم ہے۔" استغفرو اربکم ثم توبوا الیہ ان ربی رحیم ودود. (سورۂ ھود ۸)

"اور مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر اس کی بارگاہ میں توبہ طلب کرو، بیشک میرا رب رحم کرنے والا ہے اور محبت کرنے والا ہے۔"

یآیھا الذین اٰمنو اتوبو االی اللہ توبۃ نصوحا ؕ عسٰی ربکم أن یکفر عنکم سیاتکم ویدخلکم جنٰت تجری من تحتھا الا نھا ر یوم لا یخزی اللہ النبی والذین اٰمنو امعہ ؕ

"اے ایمان والو! تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو امید ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کریگا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جس دن کہ اللہ تعالیٰ نبی کو اور جو مسلمان ان کے ساتھ ہیں ان کو رسوا نہ کرے گا۔"

(سورۂ تحریم ۲)

توبہ اور عمل صالح والے کامیاب ہوں گے

فامامن تا ب واٰمن وعمل صالحاًفعسٰی ان یکون من المفلحین .

"البتہ جو شخص توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کیا کرے تو ایسے لوگ امید ہے کہ فلاح پانے والوں میں سے ہونگے۔" (سورۂ قصص ۷)

وتو بو االی اللہ جمیعاًایھا المئومنون لعلکم تفلحون .

(سورۂ نور ۴)

"اور توبہ کرو تم سب اے مومنو! اللہ تعالیٰ کے حضور میں تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

اصلاح احوال توبہ کی شرائط میں سے ہے

کتب ربکم علیٰ نفسہ الرحمۃ اَنہ مَن عمِل منکم سوءً بجھا لۃ ثم

تاب من بعدہٖ و أصلح فأنهٗ غفورٌ رحیم ۔ (سورۃ انعام۲)

''تمہارے رب نے مہربانی فرما کر اپنے ذمہ کرلیا ہے کہ جو شخص تم سے کوئی گناہ کا کام کر بیٹھے جہالت سے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح رکھے تو اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ بڑے مغفرت کرنے والے، رحم کرنے والے ہیں۔''

ثم ان ربک للذین عملو االسوء بجھا لۃٍ ثم تا ب من بعد ذٰلک واصلحوا ان ربک من بعدھا لغفور رحیم ۔ (سورۃ النحل۱۴)

''پھر بات یہ ہے کہ تیرا رب ان لوگوں کو جنہوں نے برائی کی جہالت سے پھر توبہ کی اس کے بعد اور اصلاح کر لی تو تیرا رب اس کے بعد ضرور مغفرت والا نہایت رحم والا ہے۔''

فمن تا ب من بعد ظلمہٖ و أصلح فانَّ اللہ یتوبُ علیہ ان اللہ غفورٌ رحیم ۔

''پھر جس شخص نے توبہ کی اپنے ظلم کے بعد اور اصلاح کر لی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔'' (سورۃ المائدہ٦)

ان الذین یکتمون ماأنزلنا من البینٰت والھُدیٰ من بعد ما بینہٗ للناس فی الکتاب اولئک یلعنُھم اللہ ویلعنُھم اللٰعنُون الا الذین تابوا وأصلحُوا وبینوا فاُولئک أتوب علیھم وانا التوابُ الرحیم (سورۃ بقرۃ۱۹)

''بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ ہم نے نازل کیا ہے کھلی کھلی باتیں اور ہدایت، بعد اس کے کہ ہم ان کو واضح طور پر لوگوں کے لئے بیان کر چکے ہیں کتاب میں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر لعنت کرتا ہے اور ان پر لعنت بھیجنے والے لعنت بھیجتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور ظاہر کر دیں تو ایسے لوگوں کی میں توبہ قبول کرتا ہوں اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہوں''۔

آیت ۲۳، اور ۱۵ میں توبہ کے ساتھ اصلاح کرنے کا بھی ذکر ہے اور آیت ۱٦ میں اصلحوا کے ساتھ بینوا بھی فرمایا ہے۔ تشریح اس کی یہ ہے کہ توبہ کے لوازم میں سے یہ ہے کہ

آئندہ کو گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم ہو۔ جب پختہ عزم ہوگا تو توبہ کے بعد گناہوں سے ضرور بچے گا اور اگر پھر گناہ ہو جائے گا تو جلدی سے قبول کرلے گا۔ نیز توبہ سے پہلے جو حقوق اللہ یا حقوق العباد ضائع کئے ہیں۔ ان میں جو قابل تلافی ہیں ان کی تلافی کرے اور آئندہ ان کے ضائع کرنے سے پرہیز کرے اور نماز، روزہ کی قضا، حج زکوٰۃ کی ادئیگی اور ظلم خیانت، رشوت، چوری، غبن، وغیرہ سے لئے ہوئے مال کی واپسی، غیبت، و بہتان کے لئے معافی مانگنا وغیرہ، یہ تلافی کی چیزیں ہیں جو بطور مثال لکھ دی ہیں۔

بہت سے لوگ زبانی توبہ کرتے رہتے ہیں اور اپنا حال نہیں سنوارتے۔ گناہوں میں جیسے لگے ہوئے تھے، توبہ کے باوجود ان میں ایسے ہی ملبوث رہتے ہیں، توبہ کا کوئی اثر ان کے احوال واعمال پر ظاہر نہیں ہوتا۔ ہزاروں نمازیں چھوڑ رکھی ہیں، سینکڑوں روزے کھا رکھے ہیں، بھاری تعداد میں لوگوں کے مال مار رکھے ہیں، غیبت منہ کو لگی ہوئی ہے، مسلمان بھائیوں کا گوشت کھا رہے ہیں، ان پر بہتان اور تہمتیں دھر رہے ہیں اور ساتھ ہی توبہ توبہ کی رٹ لگا رکھی ہے، یہ کیسی توبہ ہے؟ پکی اور سچی توبہ کا تقاضہ یہ ہے کہ اپنا حال درست کیا جائے اور ضائع کردہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تلافی کی جائے۔

بہت سے پڑھے لکھے لوگ اپنے منافع یا دنیاوی کے لئے حق کو چھپاتے ہیں اور اپنے ماننے اور جاننے والوں کے لئے قبول حق کے سلسلے میں سدّ راہ بنے ہوئے ہوتے ہیں، نہ حق قبول کرتے ہیں نہ دوسروں کو حق قبول کرنے دیتے ہیں بلکہ اپنی روزی کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے باطل کو حق بتاتے ہیں اور گمراہی کی تبلیغ میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کی توبہ یہ ہے کہ حق کو جو چھپایا ہے اس کو ظاہر کریں اور جن لوگوں کو گمراہ کیا ہے ان کو بتادیں کہ ہم گمراہی پر تھے۔ تم کو بھی گمراہی پر ڈالا ہے۔ ہم نے حق قبول کرلیا ہے، توبہ کرلی ہے۔ تم بھی توبہ کرو اور حق قبول کرلو۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو گمراہ فرقوں سے متاثر ہو کر ان کے عقائد اور افکار و نظریات کی تبلیغ شروع کردیتے ہیں اور ان میں جو صاحب قلم ہوتے ہیں، ان گمراہوں کی

حمایت میں مضامین بھی شائع کرتے رہتے ہیں۔ پھر جب اللہ جل شانہ کی طرف سے ہداہت اورتوبہ نصیب ہوتی ہے تو گھر بیٹھ کرتوبہ کر لیتے ہیں۔ حالانکہ ان پر واجب ہے کہ جس جس کو گمراہ کیا ہے اس کو بتادیں کہ یہ گمراہی ہے۔ میں گمراہی میں تھا تم کو بھی گمراہی میں لگایا تھا۔ اب میں نے توبہ کر لی ہے تم بھی توبہ کرلو۔ نیز اخبارات ورسائل میں یا کتابی صورت میں گمراہی کی جو چیزیں شائع کی ہیں، ایک ایک کر کے ان کی تردید شائع کرے، خاص کران پرچوں میں اظہارحق اوراپنی توبہ کی اشاعت کرے جن میں گمراہی کے مضامین شائع کئے گئے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو بگاڑ اور فساد پھلایا ہے۔ حتی الوسع اورحتی الامکان اس کی پوری تلافی کرے۔ صاحب روح المعانی سورۂ بقرۃ کی آیت الا الذین تابوا واصلحوا وبینوا کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔

واصلحوا ماافسدوا بالتدارک فیمایتعلق بحقوق الحق والخلق ومن ذلک ان یصلحو اقومھم بالارشاد الی الا سلام بعد الا ضلال وان یزیلواالکلام المحرف یکتبوا مکانہ ماکونو اازالوہ عند التحریف وبینوا ای اظھر وامابینہ اللہ تعالیٰ للناس معاینۃ وبھٰذین الا مرین تتم التوبۃ۔

اللہ جل شانہ نے سورۂ مائدہ میں چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دینے کے بعد جوفرمایا ہے۔

اس کے ذیل میں صاحب روح المعانی تحریرفرماتے ہیں:

واصلح امرہ بالتفصی عن التبعاب بان یردمال السرقۃ ان امکن اویستحل لنفسہ من مالکہ اوینفقہ فی سبیل اللہ ان جھلہ وقیل المعنی وفعل الفعل المصالح الجمیل بان استقام علی التوبۃ کما ھو المطلوب:

توبہ کے ذیل میں جوجگہ جگہ اصلاح کا ذکرقرآن مجید میں فرمایا ہے اس کی جوتشریح ہم نے اوپر لکھی ہے، صاحب روح المعانی اورتصریح سے بالکل واضح ہے۔

ایک صاحب قلم جو مشہور مؤرخ اور مصنف تھے، ہمارے ایک بزرگ کی طرف رجوع ہوئے اور نفس کی اصلاح کرانے کی درخواست کی۔ موصوف کو علم تھا کہ یہ صاحب اب تک آزادی فکر کے خوگر رہے ہیں اور انہوں نے اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف بھی باتیں لکھی ہیں۔ اس وجہ سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کے لئے یہ شرط لگائی کہ اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف جو کچھ لکھا ہے اس سے رجوع کرو اور اس سے رجوع کو شائع کرواور اپنی کتابوں میں تبدیلی کرواوران کے مضامین اہل السنّت کے مطابق کرو۔ وہ صاحب چونکہ سچے دل سے رجوع ہوئے تھے اس لئے انہوں نے شرط منظور کی اوراولاً اجمالاً رجوع شائع کیا، پھر تالیف میں تبدیلی کی۔

درحقیقت جسے انابت الی اللہ کی دولت نصیب ہوجائے وہ دنیا کو نہیں دیکھتا، وہ آخرت پر نظر کرتا ہے اور خوف وخشیت کی صفت اس کو ہر اس بات کے لئے آمادہ کردیتی ہے جس سے آخرت درست ہو۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ دنیا والے کیا کہیں گے بلکہ یہ سوچتا ہے کہ اگر میں اپنی بات کی پچ کرتا رہا اور آخرت میں میرا کیا بنے گا؟ **جعلنا اللہ من المخلصین .**

نادانی میں ہونے والے گناہوں کی توبہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

انما التوبةُ علیَ اللّٰہِ للذینَ یعملونَ السوءَ بجھالةٍ ثمَّ یتوبونَ مِن قریبٍ فاولٓئکَ یتوبُ اللّٰہُ علیھِم ط وَکانَ اللّٰہُ علیماً حکیمًا ط

''اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو نادانی سے گناہ کرتے ہیں پھر جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں جن کی توبہ اللہ قبول کرتا ہے۔ اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ (سورۃ النساء:۱۷)

وَاذا جآئکَ الذینَ یؤمنونَ بِاٰیتنا فقل سلامٌ علیکُم کتبَ ربُّکم

علیٰ نفسہِ الرحمۃ انہ' من عملَ منکم سوء اً بجھالۃٍ ثمَّ تابَ من بعدِہٖ وَاصلحَ فانہ' غفورٌ رحیم''۔

''اے نبیؐ! جب تیرے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ تم پر سلامتی ہے۔ تمہارے پروردگار نے تمہارے اوپر رحمت ٹھہرائی ہے کہ جس نے تم میں سے نادانی سے کوئی برا کام کیا پھر اس نے توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۃ انعام:۵۴)

ثمَّ انَّ ربکَ للذینَ عمِلوا السوءَ بجھالۃٍ ثمَّ تابوا مِن بعدِ ذٰلکَ وَاصلحُوا انَّ ربکَ مِن بعدِھا لغفور رحیم۔

''بیشک تیرا پروردگار ان لوگوں کے لیے جنہوں نے نادانی سے گناہ کیا پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح پر آ گئے۔ بیشک تیرا پروردگا اس کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۃ نحل:۱۱۹)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے ہاں توبہ اور معافی صرف ان لوگوں کو ملتی ہے جو قصداً نہیں بلکہ نادانی کی بنا پر گناہ کر جاتے ہیں انسان غفلت کی بنا پر کوئی گناہ کرتا ہے اور اسے اس کے بارے میں قرآنی احکامات معلوم نہ تھے مگر جب اس کو احساس پیدا ہوا اور ضمیر جاگ اٹھا کہ وہ تو بہت بڑا گناہ کرتا ہے۔ اور اللہ کے ہاں شرمندہ ہو جائے اور اپنے قصور کی معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا۔ اس کے برعکس اگر ایک شخص برائی کو جانتے ہوئے بھی یہ کہے کہ گناہ کرلو، بعد میں معافی مانگ لینا تو یہ نادانی نہیں بلکہ مکاری ہے۔ روزمرہ کی زندگی میں بے شمار ایسے اعمال اور افعال سرزد ہو جاتے ہیں جن کے بارے میں انسان کو پتہ نہیں ہوتا کہ کیا یہ گناہ ہے کہ نہیں، تو یہ لاعلمی اور نادانی ہے۔ لاعلمی کی حالت میں اگر انسان سے گناہ خود بخود سرزد ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ایسے گناہوں سے توبہ کرنے پر انہیں معاف کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

عموماً یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ سن شعور سے عالم شباب تک عمر ایسی جذباتی اور

دل آویز ہوتی ہے کہ انسان بھولے میں کیا کچھ کر جاتا ہے لیکن جونہی احساس بیدار ہوا تو انسان توبہ کی طرف مائل ہو گیا تو اللہ ایسے بندے کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب کوئی گناہ کر لیتا ہے پھر کہتا ہے کہ مولیٰ! میں نے گناہ کر لیا، مجھے معافی دیدے۔ رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس کو پکڑ بھی لیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر جتنا رب چاہے بندہ ٹھہرا رہتا ہے۔ پھر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے، کہتا ہے یارب میں نے گناہ کر لیا، بخش دے، رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور اس کو پکڑ بھی لیتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر بندہ ٹھہرا رہتا ہے جتنا رب چاہے پھر گناہ کر بیٹھتا ہے، عرض کرتا ہے یارب! میں نے گناہ کر لیا مجھے معافی دے تو رب فرماتا کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو بخشتا ہے اور پکڑ بھی لیتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا، جو چاہے کرے۔ (بحوالہ بخاری شریف)

اس حدیث پاک میں بخشش کا وعدہ ان لوگوں کے واسطے ہیں جو گناہ پر خود اصرار نہیں کرتے بلکہ گناہ سے بچنے کے باوجود اس سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے یعنی توبہ کے وقت اس کا پختہ عہد تھا کہ اب آئندہ گناہ سے بچتا رہوں گا مگر پھر بھی گناہ ہو گیا گویا وہ قولاً اور فعلاً اپنے گزشتہ گناہوں کی زندگی پر نادم ہوا اور اپنے مقدور بھر اس کے تدارک کی کوشش بھی کی۔ مگر اس کے باوجود گناہ ہو گیا تو اس پر شرمسار ہو کر اگر پھر اللہ تعالیٰ سے معافی کی طلب گار ہے تو ایسے شخص کی توبہ قبول کرنے کے لیے مولا کریم ہر وقت تیار ہے۔

جیسا کہ ایک اور حدیث شریف میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معافی مانگ لینے والا گناہ پر اڑتا نہیں اگرچہ دن میں ستر بار گناہ کرے۔ (بحوالہ ترمذی، ابوداؤد)

لیکن شرط صرف یہی ہے کہ ہر توبہ کے وقت آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد ہو بالآخر ایک مرحلہ ایسا آ جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے اس کو گناہ سے محفوظ کر دے گا۔

توبہ ظلم کو مٹا دیتی ہے

اے مسلم! تجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ظلم بہت بڑا گناہ ہے۔اور یہ لفظ قرآن پاک میں کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔یعنی جو شخص کفر وشرک کرتا ہے وہ اپنے اوپر ظلم کرتا ہے اور جو شخص گناہ کرتا ہے وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور جو دوسرے انسانوں کے حقوق غصب کرتا ہے تو وہ دوسروں پر ظلم کرتا ہے تو اس طرح ظلم کی تمام صورتوں میں انسان گنہگار ہے۔لیکن توبہ ظلم جیسے گناہ کو بھی مٹا دیتی ہے اس کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔فَمَن تابَ من بعدِ ظلمهِ وَ أصلحَ فانّ اللّٰهَ يتوبُ عليهِ ان اللّٰه َ غفورٌ رحيم''.

''پھر جو شخص ظلم کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کر لے تو بلاشبہ اللہ اس کی توبہ قبول فرمالے گا بیشک اللہ غفور رحیم ہے۔ (سورۃ المائدہ:۳۹)

وَمن يّعمل سوء ًا أويظلِمَ نفسه' ثمّ يستغفرِ اللّٰه َيجدِ اللّٰه َغفوراً رحيمًاط

''اور جو شخص کوئی گناہ کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت چاہے تو وہ اللہ پاک کو غفور رحیم پائے گا۔ (سورۃ النساء:۱۱۰)

پہلی آیت چوری کے بعد توبہ کرنے کے بارے میں ہے۔چوری کی اصل سزا تو ہاتھ کاٹنا ہے مگر یہ سزا اس کے جرم کی ہے۔وہ ظلم جو اس نے چوری کر کے اپنے نفس کے اوپر کیا وہ سزا اس کے بعد بھی بدستور قائم رہتا ہے۔جب تک چور اللہ کے حضور اپنے کیے کی معافی طلب نہ کرتا۔لیکن جو شخص توبہ کر لے اور اپنے نفس کو چوری سے پاک کر

لے تو اللہ درگزر کرنے والا ہے مگر جن لوگوں کے نفسوں میں چوری بدستور قائم رہتی ہے وہ ایک مرتبہ سزا پانے کے بعد بھی چوری کر سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ نفس پر کیا جانے والا ظلم توبہ کے بغیر ختم نہیں ہوتا، لہٰذا اس طرح کا کام جرم کرنے والوں کو اللہ سے معافی مانگنی چاہیے اور اپنے نفس کی اصلاح بھی کرنی چاہیے۔

دوسری آیت میں یہ بتایا گیا کہ اگر کوئی شخص بُرا فعل کر گزرے یا اپنے نفس کے اوپر ظلم کر جائے اور اس کے بعد اللہ سے درگزر کرنے کی التجا کرے تو اللہ درگزر کرنے والا ہے لیکن جو بُرائی کر کے اللہ سے معافی نہ مانگے تو وہ اس کے بُرے اعمال اس کے لیے ایک نہ ایک دن وبال جان بنیں گے۔

توبہ واستغفار کے دنیاوی منافع

وان استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یمتعکم متاعاً حسناً الی اجل مسمی ویؤت کل ذی فضل فضلہ۔ (سورۂ ھود ۱)

''اور یہ کہ تم لوگ اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر اس کی طرف متوجہ رہو وہ تم کو وقت مقرر تک خوش عیش زندگی بخشے گا اور زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب ملے گا۔''

اس آیت میں استغفار اور توبہ کا حکم ہے اور یہ فرمایا ہے کہ توبہ واستغفار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ خوش عیش رکھے گا اور اچھی عمدہ زندگی نصیب فرمائے گا اور آخرت میں ہر زیادہ عمل کرنے والے کو (جو اچھا عمل کرنے والا ہو) زیادہ ثواب دے گا۔

ویقوم استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یرسل السماء علیکم مدراراً ویزدکم قوۃ الی قوتکم ولا تتولوا مجرمین۔ (سورۂ ھود ۵)

''اے میری قوم مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر توبہ کرو اس کے حضور میں وہ بھیج دے گا تمہارے اوپر خوب بارشیں اور بڑھا دے گا تمہاری قوت میں اور زیادہ قوت اور منہ مت پھیرو مجرم بنتے ہوئے۔'' یہ حضرت ہود علیہ السلام کی نصیحت ہے جو انہوں نے اپنی

قوم کوفرمائی تھی۔

فقلت استغفروا ربکم انه کان غفاراً. یرسل السمآء علیکم مدراراً ویمدد کم باموال وبنین ویجعل لکم جنٰتٍ ویجعل لکم انھاراً.

''پس میں نے کہا کہ تم اپنے رب کی مغفرت طلب کرو بلاشبہ وہ بڑا بخشنے والا ہے۔وہ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغات بنادے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری فرمادے گا۔''

حضرت نوح علیہ السلام نے جو اپنی قوم کو خطاب فرمایا تھا، آیات بالا میں اس کو ذکر فرمایا ہے۔ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ استغفار اور توبہ سے جہاں گناہوں کی معافی کا عظیم فائدہ ہے جو آخرت کے عذاب سے بچانے والا ہے، وہاں اس کے دنیاوی فائدے بھی ہیں۔

سورۂ ھود کی پہلے رکوع کی آیت میں ارشاد فرمایا کہ استغفار اور توبہ میں لگنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ شانہ وقت مقرر تک (یعنی اسی دنیا میں موت آنے تک) خوش عیش عمدہ زندگی نصیب فرمائے گا۔خوش عیش زندگی بہت جامع لفظ ہے۔یہ متاعاً حسناً کا ترجمہ ہے جو ہر طرح کی خوشی اور مسرت اور شادمانی کو شامل ہے ظاہری باطنی عافیت وصحت اور اطمینان وسکون استغفار توبہ کے ذریعے اسی دنیا میں حاصل ہوتا رہے گا اور اس کی آخرت والے فوائد برکات اس کے علاوہ ہوں گے۔

سورۂ ھود کے پانچوے رکوع کی آیت میں ارشاد فرمایا کہ استغفار اور توبہ میں لگنے سے اللہ جل شانہ خوب بارشیں بھیجے گا اور قوت میں مزید قوت کا اضافہ فرمادے گا۔بارش کا رحمت عامہ ہونا سب کو معلوم ہے۔اس سے کھیتی اگتی ہے پھل میوے تیار ہوتے ہیں، دوسری ضرورتوں میں بارش کا پانی کام آتا ہے اور یہ جو فرمایا کہ اللہ جل شانہ قوت میں اضافہ فرمادے گا۔یہ الفاظ بھی ہر طرح کی قوت کو شامل ہیں۔آج لوگ دنیاوی اسباب اختیار کرتے ہیں اور قوت وطاقت بڑھانا چاہتے ہیں لیکن طاقت بڑھنے کا جو اصل سرچشمہ ہے

کہ گناہوں کو چھوڑ دیں اور توبہ واستغفار میں لگیں، اس سے غافل ہیں۔ اسی لئے دشمن پٹتے اور مار کھاتے ہیں۔ اعمال صالحہ کی جو قوت ہے اور توبہ واستغفار سے جو قوت میں اضافہ ہوتا ہے اس سے بالکل بے خبر ہیں اور قوت وطاقت کی تلاش میں گناہوں میں اضافہ کرتے چلے جارہے ہیں۔ جو سبب ہے ضعف کا اور دشمن کے غلبے کا۔ حالانکہ و لا تتولو امجرمین میں اسی پر تنبیہ فرمائی ہے کہ توبہ واستغفار کرو اور نیکیوں میں لگو اور گناہ گاروں والی زندگی نہ گزارو

سورۂ نوح میں ارشاد فرمایا کہ استغفار کی وجہ سے گناہ معاف ہونگے اور کثرت سے بارش ہوگی اور اولاد میں ترقی ہوگی اور نہریں جاری ہوں گی۔ اس میں دوایسی نعمتوں کا ذکر ہے جو مذکورہ دوسری آیات میں بالتصریح مذکور نہیں۔ (گومتاعاً حسناً اور یزیدکم قوۃً الٰی قوتکم کے عموم میں یہ بھی شامل ہے) اول اولاد میں ترقی، دوسری نہروں کا جاری ہونا۔ یہ دونوں بڑی نعمتیں ہیں جس کو سب جانتے ہیں۔

قرآن مجید میں خوب واضح طور پر توبہ واستغفار کے لئے دنیاوی فائدے بتائے ہیں۔ عوام وخواص، حاکم اور رعایا سب پر لازم ہے کہ گناہ چھوڑیں اور توبہ واستغفار میں لگیں اور ان کے دنیاوی واخروی فوائد سے مالا مال ہوں۔

توبہ کرنیوالوں کے گناہ نیکیوں میں بدل دیئے جاتے ہیں

اسلام سے قبل عربی لوگوں میں بیشمار برائیاں یعنی شرک، قتل، جنسی بے راہروی۔ وغیرہ موجود تھیں۔ آج کل بھی مسلم معاشرہ میں یہ برائیاں عام پائی جاتی ہیں بلکہ جنسی بے راہروی، قتل، جوا، شراب اور سود تو نت نئے طریقوں سے ہمارے معاشرہ میں سرایت کر چکا ہے اور لوگوں کو یہ عمل کرتے ہوئے گناہ کا احساس تک نہیں ہوتا۔ چنانچہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ: ''اسلام کے بعد لوگ تائب ہوں گے اور انہوں نے برائیوں کو چھوڑ دیا اور اس کے بعد اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اپنے عقائد کو درست کیا تو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نے نیکیوں میں تبدیل کر دیا''۔ درحقیقت

معاشرہ کے وہ لوگ جو حد درجہ تک بگڑ جائیں اور طرح طرح کے گناہوں میں گھر جائیں اور ان میں احساسِ برائی اس حد تک بیدار ہو جائے اور ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ اب تو ہماری بخشش نہیں ہو سکتی، مگر اس وقت بھی اگر کوئی گنہگار توبہ کرے تو اللہ کی رحمت اور کرم سے وہ درگاہ الٰہی سے کبھی خالی نہیں لوٹ سکتا اور ہو سکتا ہے کہ رحمت خداوندی جوش میں آ کر نہ صرف اس کے سابقہ گناہ معاف کر دے بلکہ ان کو نیکیوں میں تبدیل کر دے یہ اللہ کی رضا ہے جو چاہے سو کرے، اسی لیے قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے کہ:

انَ تَـجتَـنبُـوا کبـآئـرَمَـا تُنهونَ عنهُ نکفِرعنکُم سیاتکُم وَندخلکُم مدخلاً کریمًا. (سورۃ النساء)

''جن کاموں سے تم کو منع کیا جاتا ہے ان میں جو بھاری بھاری کام ہیں (یعنی بڑے بڑے گناہ) تم ان سے بچتے رہو تو ہم تمہاری خفیف برائیاں (یعنی چھوٹے چھوٹے گناہ تم سے دور کر دیں گیا ور ہم تم کو ایک معزز جگہ میں داخل کر دیں گے''۔

بظاہر یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے کہ گناہ نیکی میں کسی طرح تبدیل ہو سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں پر مہربان ہوتا ہے تو اس کے لیے کوئی چیز ناممکن نہیں میرے خیال میں گناہ نیکیوں میں اس طرح تبدیل ہوتے ہیں کہ جب انسان توبہ کر لیتا ہے تو سابقہ گناہ اس کے معاف ہو گئے اور آئندہ تائب نیکی کی طرف متوجہ ہو گا حتیٰ کہ اس کی نیکیاں اتنی زیادہ ہو جائیں کہ یہ زیادتی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کرنے کے مترادف ہے۔

توبہ کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے

اپنے بندوں کو توبہ کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ دیتا ہے بشرطیکہ کوئی اس سے توبہ کی توفیق طلب کرے۔ اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

لیـسَ لکَ منَ الامَـر شـیءٌ أو یتـوبَ عـلیهِـم أویعذ بهُم فـانهُم

ظٰلِمُونَ.

''آپ کا کوئی دخل نہیں (اللہ) انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے۔ کیونکہ وہ ظالم ہیں'' (سورۃ آل عمران:۱۲۸)

یاد رکھیئے کہ توبہ اللہ کی توفیق کے بغیر حاصل نہیں ہوتی، کوئی کچھ کہے اللہ کی توفیق کے بغیر کوئی بندہ کچھ بھی کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ اس لیے اے اللہ! ہر بندہ ہر حال میں تیرے حکم کو محکوم اور تیری توفیق کا محتاج ہے، لیکن تیری توفیق کس وقت ملتی ہے اے الٰہی! تو ہر اس بندے کو توبہ کی توفیق دیتا ہے جو تجھ سے توفیق طلب کرتا ہے۔ لہٰذا توبہ کی توفیق طلب کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اور بندہ یہ توفیق اللہ سے اس وقت طلب کرتا ہے جب دنیا سے چاروناچار مجبور ہو کر اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تین صورتوں میں انسان اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور توبہ کی توفیق طلب کرتا ہے۔ پہلی صورت تو یہ ہے کہ جب بُرائی میں انتہا پر پہنچ جاتا ہے، اور پھر جب اس پر گرفت ہوتی ہے تو اس کے دل میں احساسِ توبہ بیدار پیدا ہوتا ہے اور اس بیداری احساس پر اگر وہ اللہ سے توبہ کی توفیق طلب کرے تو اسے مل جاتی ہے دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کی وجہ سے بھی دوسروں کو توبہ کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ نیک مجلس میں ذکر وفکر سے بھی اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق عطا کرتا ہے۔

تمام گناہوں سے توبہ کرنا فرض عین ہے

تمام گناہوں سے توبہ کرنا ہر شخص پر فرض عین ہے خواہ گناہ کس قسم کا ہو۔ کیونکہ انبیاء کرام اور خواصین کے علاوہ کوئی شخص مشکل ہی سے ایسا ہوگا جس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔ اور اس کے جسم کے اعضاء گناہ سے پاک ہوں۔ اگر ایسا ہے تو ہوسکتا ہے کہ دل ہی سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہو اور اگر انسان ایسا نہیں تو شیطانی وسوسوں سے عام انسان خالی نہیں ہوسکتا۔ جس کی بنا پر انسان اللہ کی یاد سے غافل ہوسکتا ہے۔ اگر ایسا بھی نہیں تو

اللہ کی معرفت کے حصول میں غفلت اور کوتاہیاں عموماً ہو جاتی ہیں ۔ان سورتوں میں ہر شخص کی توبہ اس کے حال کی مناسبت سے ہوتی ہے لیکن توبہ ہر ایک کے لیے ضروری ہے البتہ نوعیت میں فرق ہوتا ہے ۔عوام الناس اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں ،اللہ کے خاص بندے غفلت سے توبہ کرتے ہیں اور اہل معرفت کی توبہ یہ ہے کہ سوائے اللہ کے تمام دنیا سے منہ موڑ لیں۔

توبہ جب ہر انسان پر فرض ہے تو ہر انسان کو بیک وقت تمام گناہوں سے توبہ کرنی چاہیے مگر ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ ایک گناہ سے توبہ کرے اور دوسرے گناہوں کو ویسے ہی سرانجام دیتا چلا جائے ۔جس گناہ سے انسان توبہ کرے گا وہی گناہ دور ہوگا اور جس سے توبہ نہیں کرے گا وہ گناہ اس کے ذمے رہے گا ،کوئی بھی اس زمرے سے مستثنیٰ نہیں ۔ سوائے ان لوگوں کے جو ہوش وحواس اور عقل قائم نہ رکھتے ہوں ،پھر نہ ہی توبہ کرنے کے لیے کوئی عمر کا خاص وقت مقرر کیا گیا ہے کہ تم فلاں عمر میں توبہ کرو ۔ بلکہ جس وقت بھی شیطان انسان کو فریب دے اور انسان غفلت اور نادانی کا شکار ہو کر گناہ کر بیٹھے تو اسی وقت انسان کو توبہ کی طرف لوٹ آنا چاہیے۔

توبو آ الیٰ اللّٰہِ جمیعًا ایہَ الْمؤ منونَ لعلکُم تفلحونَ .

''اے ایمان والو! تم سب اللہ کے حضور توبہ کرو تا کہ تم نجات پاؤ۔(سورۃ نور:۳۱)

انسانی فلاح یہ ہے کہ انسان صاحب ایمان ہو اور اللہ کا اطاعت گزار بندہ ہو۔ شریعت اسلامیہ کا پوری طرح پابند ہو اور پھر اطاعتِ خدا اور رسول ﷺ میں اس سے کوئی لغزش ،کوتاہی یا نافرمانی سرزد ہو جائے تو اس پر اللہ سے اس کی معافی مانگے ،اور اپنی نادانی پر توبہ کرے اور پھر اللہ کے معاف کرنے پر انسان فلاح پا سکے گا مگر انسانی فلاح کے لیے ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق توبہ ہر شخص کی نجات کے لیے لازمی قرار دی گئی ہے اور توبہ کے اس حکم سے کوئی انسان بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔

و ان استـغـفـرُوا رَبـکُم ثمّ تُوبو آ الِیہِ یُمتعکُم مناعًا حَسنًا الیٰ أجلِ

مُسمّی وَ یؤتِ کُلَّ ذی فضلٍ فضله' . وَ ان تولّوا فانی اَخافُ علیکُم عذابَ یومٍ کبیرٍ .

''اورتم اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ۔ پھراس کی طرف توبہ کرو۔ وہ تم کو مقرر مدت تک اچھا متاع دیگا اور اپنے فضل سے فضل دیگا اور اگر تم منہ موڑتے رہے تو بیشک مجھے تمہارے لیے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

(سورۃ ہود:۳)

دنیاوی متاع کی خاطر انسان لالچ میں آکر گناہ میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ عام انسانوں کے سامنے اپنی بہتری اور فلاح کا میعار صرف دنیاوی سہولتوں اور آرائشوں کا حصول ہے لیکن انسانی فلاح اور انجام کار کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ اللہ کے بتائے ہوئے متاع کو حاصل کرنے کی کوشش کرے، دین اور دنیا دونوں میں اللہ سے اپنی نجات اور فلاح مانگے اور انسانی نجات اسی میں ہے کہ رب العزت سے اپنے گناہوں پر توبہ کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ مجھ سے اپنے گناہوں پر توبہ کرو۔ اور توبہ کرنے سے آخرت تو بن ہی جائے گی، لیکن دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ انسان کو اچھا متاع دیں گے۔ توبہ کے اس حکم سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم صرف مسلمانوں کے لیے نہیں ہے کہ صرف وہ اپنے گناہوں سے توبہ کریں بلکہ یہ حکم روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے لیے ہے کہ جن راستوں پر وہ چل رہے ہیں، چھوڑ کر صراطِ مستقیم پر آجائیں۔ جو لوگ کفرو شرک، الحاد اور طرح طرح کی توہم پرستی میں مبتلا ہیں، ان کو چاہیے کہ توبہ کرکے صاحب ایمان بنیں۔ اور دین و دنیا میں فلاح پائیں اور اچھا متاع پائیں۔

وَ من یعمَل سوٓءً أویظلِم نفسه' ثمّ یستغفرِ اللّٰهَ یجدِ اللّٰهَ غفورًا رحیمًا .

''جوکوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ کو غفور اور رحیم پائے گا۔ (سورۃ نساء:۱۱۰)

جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ کی طرف جھکتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی اور وسعت رحمت سے ڈھانپ لیتا ہے اور اس کی صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو بخش دیتا ہے، گو وہ گناہ آسمان و زمین اور پہاڑوں سے بھی بڑے ہوں۔

وَاستغفرُوا رَبکُم ثمّ توبوا الیهِ . ان ربی رحیم وّ دود .

''اور مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر اس کی بارگاہ میں توبہ کرو بیشک میرا رب رحم کرنے والا بہت محبت کرنے والا ہے''۔ (سورۃ ہود:۹۰)

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوتے ہوئے توبہ کرو

انسان بعض اوقات یہ سوچ کر توبہ نہیں کرتا کہ میں نے تو بے پناہ گناہ کر ڈالے ہیں۔ اتنے زیادہ گناہ اللہ کیونکر معاف کرے گا۔ یا یہ سوچتا ہے کہ اس کی تو معافی ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن ایسی سوچیں شیطانی وساوس کے سوا اور کچھ نہیں۔ بندوں کی اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

قُل یعبادیَ الذینَ اسرَ فوا علیٰ انفسهِم لَا تقنطُوا مِن رحمةِ اللّٰه . ان اللّٰه یغفرُ الذنوبَ جمیعًا انه' هو الغفورُ الرحیمُ ۔ وَانیبُوا الیٰ ربکُم وَ اسلمُوا له' مِن قبلِ ان یا تیکُمُ الْعذابُ ثمّ لَاتُنصرونَ .

''آپ (میری طرف سے) فرما دیجیے کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی ہے، لہٰذا اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو جاؤ بیشک اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو معاف فرما دیگا۔ بیشک وہ غفور رحیم ہے اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف اور جھک جاؤ اس کی بارگاہ میں اس سے پہلے کہ تمہارے پاس عذاب آ جائے۔ پھر تمہاری مدد نہ کی جائے۔ (سورۃ الزمر:۵۳)

اس آیت میں لوگوں کو یہی نصیحت کی گئی ہے کہ اللہ کی رحمت سے بالکل مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ انسان کے ہزاروں لاکھوں گناہ بھی اللہ کی رحمت اور مغفرت کے

سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتے سورۂ یوسف میں ارشاد ہے:۔

وَلا تـايئسوا مِن روحِ اللّٰهِ ط انه' لا يايئسُ مِن روحِ اللّٰهِ اِلا القومُ الكفِرونَ .

''اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو جاؤ، بیشک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں''۔ (سورۃ یوسف:۸۷)

اورسورۂ حجر میں ارشاد ہے: قالَ وَمن يقنطُ من رحمةِ ربهِ الا الضآلونَ .

''(حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے گفتگو فرماتے ہوئے) کہا کہ گمراہ لوگوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ رحیم وکریم ہے وہ ارحم الراحمین ہے۔ مشرک اور کافر کے علاوہ سب کی مغفرت فرمادے گا۔ جس قدر بھی گناہ سرزد ہو جائیں اس کی رحمت سے ناامید نہ ہوں اور برابر توبہ کا اہتمام کرتے رہیں، کسی دن انشاء اللہ پکی توبہ بھی ہو جائے گی۔ صغیرہ گناہوں کی مغفرت اور ان کا کفارہ تو اعمال صالحہ سے بھی ہوتا رہتا ہے لیکن کبیرہ گناہوں کی یقینی طور پر مغفرت ہو جانا توبہ کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر توبہ نہ کی اور اسی طرح موت آ گئی تو بشرط ایمان مغفرت تو پھر بھی ہو جائے گی لیکن یہ کوئی ضروری نہیں کہ بلا عذاب کے مغفرت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ یوں بھی مغفرت فرما سکتا ہے اور اسے یہ بھی اختیار ہے کہ گناہوں کی سزا دینے کے لیے دوزخ میں ڈال دے، پھر عذاب کے ذریعہ پاک وصاف کر کے جنت میں بھیجے۔ چونکہ عذاب کا خطرہ بھی لگا ہوا ہے اس لیے ہمیشہ پکی توبہ اور استغفار کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ مغفرت کی امید رکھیں اس کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہوں، تاکہ اس حال میں موت آئے کہ توبہ کے ذریعہ سب کچھ معاف ہو چکا ہو۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مغفرت کی خوشخبری سن کر گناہوں پر جرأت کرنا اور اس گھمنڈ میں گناہ کرتے چلے جانا کہ مرنے سے پہلے توبہ کر لیں گے، بہت بڑی نادانی ہے کیونکہ آئندہ کا حال معلوم نہیں، کیا پتہ توبہ سے پہلے موت

آ جائے۔ پھر یہ بھی تجربہ ہے کہ موت سے پہلے توبہ و استغفار کی دولت ان ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو گناہوں سے بچنے کا دھیان رکھتے ہیں اور کبھی کبھار گناہ ہو جاتا ہے تو توبہ کر لیتے ہیں اور جو لوگ مغفرت کی خوشخبریوں کو سامنے رکھ کر گناہ پر گناہ کرتے ہیں، ان کو توبہ و استغفار کا خیال تک نہیں آتا۔ وفادار بندوں کا شعار یہ نہیں کہ مغفرت کا وعدہ سن کر بے خوف ہو جائیں۔ بلکہ مغفرتوں کی بشارتوں کے بعد اور زیادہ گناہوں سے بچنے اور نیکیوں میں ترقی کرنے کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے۔

توبہ واستغفار کی برکتیں

توبہ واستغفار کے بیشمار دینی و دنیاوی فائدے ہیں اور اس کی بہت سی برکتیں ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر کیا ہے۔

وَ اَنِ استغفرُوا ربکُم ثمّ توبوا الیهِ یُمتّعکُم متاعًا حسنًا الیٰ اَجلِ مسمیً ویؤتِ کلّ ذی فضلِ فضله'.

''اور یہ کہ تم لوگ اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر اس کی طرف متوجہ رہو۔ وہ تم کو وقت مقرر تک خوش عیش زندگی بخشے گا اور زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا۔ (سورۃ ہود:۳)

اس آیت میں استغفار اور توبہ کا حکم ہے اور یہ فرمایا ہے کہ توبہ و استغفار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ (دنیا میں خوش عیش رکھے گا اور اچھی عمدہ زندگی نصیب فرمائے گا اور آخرت میں ہر زیادہ عمل کرنے والے کو (جو اچھا عمل کرنے والا ہو) زیادہ ثواب دے گا۔

وَ یقومِ استغفرُوا ربکُم ثمّ توبوا الیهِ یُرسلِ السمآءَ علیکُم مدرارًا وّیزِدکم قوّةً الیٰ قوتکُم وَلا تتولوا مُجرمینَ. (سورۃ ہود:۵۲)

''اے میری قوم! مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر توبہ کرو اس کے حضور میں۔ وہ بھیج دے گا تمہارے اوپر خوب بارشیں اور بڑھا دے گا تمہاری قوت میں زیادہ

قوت اور منہ مت پھیرو مجرم بنتے ہوئے“۔ یہ حضرت ہود علیٰ نبینا علیہ السلام کی نصیحت ہے جو انہوں نے اپنی قوم کو فرمائی تھی۔

فقلتُ استغفرُوا ربکُم انه' کانَ غفارًا یرسلِ السمآء َعلیکُم مدرارًا. ویُمددکُم باموالِ و بنینَ وَ یجعل لکُم جنّٰتِ و یجعل لّکُم انهارًا

(سورۃ نوح:۱۰تا۱۲)

پس میں نے کہا تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو بلاشبہ وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لیے باغات بنادے گا۔ اور تمہارے لیے نہریں جاری فرمادے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جو اپنی قوم کو خطاب فرمایا تھا، آیت بالا میں اس کو ذکر فرمایا ہے۔

اَلم یعلموآ اَنّ اللہ َھو یقبلُ التوبۃَ عن عبادہٖ وَیاخذُ الصّدقٰتِ وَ ان اللہ َھو التوابُ الرّحیمُ . (سورۃ توبہ:۱۰۴)

”کیا ان لوگوں نے نہیں جانا کہ اللہ پاک توبہ قبول فرماتا ہے اپنے بندوں سے اور صدقات قبول فرماتا ہے اور بیشک اللہ خوب زیادہ توبہ قبول فرمانے والا ہے اور مہربان ہے“۔

ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ استغفار اور توبہ سے جہاں گناہوں کی معافی کا عظیم فائدہ ہے جو آخرت کے عذاب سے بچانے والا ہے وہاں اس کے دنیاوی فائدے بھی ہیں۔ سورۂ ہود کے پہلے رکوع کی آیت میں ارشاد فرمایا کہ استغفار اور توبہ میں لگنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ شانہٗ وقت مقرر تک (یعنی اس دنیا میں موت آنے تک) خوش عیش عمدہ زندگی نصیب فرمائے گا۔ خوش عیش زندگی بہت جامع لفظ ہے۔ یہ مَتَاعًا حَسَنًا کا ترجمہ ہے جو ہر طرح کی خوشی اور مسرت اور شادمانی کو شامل ہے۔ ظاہری باطنی عافیت وصحت اور اطمینان وسکون استغفار وتوبہ کے ذریعہ اسی دنیا میں حاصل ہوتا رہے گا اور اس کے آخرت والے فوائد وبرکات اس کے علاوہ ہوں گے۔

سورۂ ہود کے پانچویں رکوع کی آیت میں ارشاد فرمایا کہ استغفار اور توبہ میں لگنے سے اللہ جل شانہ خوب بارشیں بھیجے گا اور قوت میں مزید قوت کا اضافہ فرمائے گا۔ بارش کا رحمت عامہ ہونا سب کو معلوم ہے۔ اس سے کھیتی اگتی ہے، پھل میوے اگتے ہیں۔ دوسری ضرورتوں میں بارش کا پانی کام آتا ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ اللہ جل شانہ قوت میں اضافہ فرمادے گا یہ الفاظ بھی ہر طرح کی قوت کو شامل ہیں۔ آج لوگ دنیاوی اسباب اختیار کرتے ہیں اور قوت وطاقت بڑھانا چاہتے ہیں لیکن طاقت بڑھنے کا اصل سرچشمہ ہے کہ گناہوں کو چھوڑیں اور توبہ واستغفار میں لگیں اس سے غافل ہیں اسی لیے دشمن سے پٹتے اور مار کھاتے ہیں۔ اعمال صالحہ کی جو قوت ہے اور توبہ واستغفار سے جو قوت میں اضافہ ہوتا ہے اس سے بالکل بے خبر ہیں اور قوت وطاقت کی تلاش میں گناہوں میں اضافہ کرتے چلے جارہے ہیں جو سبب ہے ضعف کا اور دشمن کے غلبہ کا، حالانکہ ولا تتولوا مجرمین میں اسی پر تنبیہ فرمائی ہے کہ توبہ واستغفار کرو۔ اور نیکیوں میں لگو اور گنہگاروں والی زندگی نہ گزارو۔ (بحوالہ جستہ جستہ از اللہ میری توبہ)

توبہ کب قبول نہیں ہوتی

لیکن جب بندہ زندگی سے ناامید ہوجائے اور ملک الموت کو دیکھ لے اور روح حلق میں آجائے اور سینہ میں غرغرہ کی وجہ تنگی ہوجائے تو اس وقت نہ توبہ قبول ہوتی ہے اور نہ ہی خلاصی کی کوئی صورت ہے۔ چنانچہ اللہ جل شانہ نے فرمایا:

ولیستِ التوبة للذین یعلمون السیئا ت حتی اذا حضر احدَهم الموت قا ل انی تبتُ الأ ن ولا الذین یموتون وهم کفار أُولٰئکَ أعتدنالهم عذاباًالیما. (سورۃ النساء: ۱۸)

اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوگی جو بڑے عمل کرتے رہے یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کے سامنے موت آکھڑی ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔''

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فلمارأو بأسنا قالو اآمنا باالله وحدہٗ (سورۃ الغافر:۸۴)

''پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لائے''۔

اور اسی طرح جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ارشاد ربانی ہے:

یوم یات بعض آیات ربکم لاینفع نفسا ایمانها لم تکن آمنت من قبلُ أو کسبت فی ایمانها خیرا . (سورۃ الانعام:۵۸)

''جس دن آئے گی ایک نشانی تیرے رب کی، کام نہ آئے گی کسی کے اس کا ایمان لانا جو کہ پہلے سے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کچھ نیکی نہ کی تھی۔''

اور ایسے ہی معاذ اللہ اگر کفر وشرک پر موت آجاتی ہے یعنی کافر اگر اپنے کفر یا شرک کی حالت میں ہی مر جائے تو پھر اس کی ندامت اور توبہ قبول ہرگز نہیں ہوگی حتیٰ کہ وہ اپنی بخشش کے لئے بالفرض زمین کے برابر مال کا فدیہ بھی دے تو وہ بھی قبول نہیں ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوالعالیہ اور حضرت ربیع بن انس ان سب حضرات نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اور حضرت امام احمدؒ نے حضرت مکحولؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔یا (شاید) فرمایا کہ بندے کی بخشش فرماتے ہیں جب تک کہ حجاب نہ واقع ہو جائے۔آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ حجاب کے واقع ہونے سے کیا مراد ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندے کی روح اس حالت میں نکلے کہ وہ مشرک ہو۔اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:اولئک اعتدنالهم عذابا ألیما.

یعنی ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔(بحوالہ تفسیر ابن کثیر ج:۱)

اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مغرب سے

سورج طلوع ہونے سے پہلے توبہ کرے، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیں گے۔

(رواہ مسلم)

وقتِ نزع کی توبہ قبول نہیں

موت سے قبل انسان پر ایک ایسی حالت طاری ہوتی ہے جو دراصل موت کا پیش خیمہ ہوتی ہے اور اس حال کو عالمِ نزع کہتے ہیں لہٰذا جب انسان پر موت طاری ہوتی ہے تو اس وقت توبہ قبول نہیں ہوتی۔ چونکہ نزع کے وقت مرنے والے کا ایمان واقرار قطعًا غیر اختیاری ہوتا ہے کیونکہ موت سے پہلے وقت میں جب انسان نے نیک کام کرنے تھے اور اللہ کی اطاعت کرنی تھی۔ وہ وقت تو ختم ہوگیا بلکہ اب تو عمل نہ کرنے پر سزا دینے کا وقت آیا ہے لہٰذا اس وقت انسان کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اللہ کا دستور یہ نہیں ہے کہ تمام عمر انسان خدا سے بے خوف اور بے پرواہ ہوکر گناہ کرتا چلا جائے اور پھر عین اس وقت جب موت کا فرشتہ ظاہر ہوجائے، تو اس وقت توبہ کرنے لگے تو اس وقت توبہ نہیں ہوگی عیابِ زندگی تمام ہوچکی۔ اب امتحان کی مہلت کیسی۔ اس کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

انمَا التوبةُ علىَ اللّٰهِ للذينَ يعملونَ السوٓءَ بجهالةٍ ثمّ يتوبونَ مِن قريبٍ فاولٓئكَ يتوبُ اللّٰهُ عليهِم ط وَ كانَ اللّٰهُ عليمًا حكيمًا ، و ليستِ التوبةُ للذينَ يعملونَ السياتِ. حتى اِذَا حضرَ احدَ هُمُ الموتُ قالَ انى تُبتُ الاٰنَ وَلا الذينَ يموتونَ وَ هُم كفار . اولٓئكَ اعتدنَا لهُم عذابًا اليمًا.

”توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ تو ان ہی کی ہے جو بے سمجھی سے گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں توبہ کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، حکمت والا ہے اور ایسے لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہ کرتے

رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آ کھڑی ہوئی تو کہنے لگا کہ میں اب توبہ کرتا ہوں اور نہ ان لوگوں کی (توبہ مقبول ہے) جن کو حالت کفر پر موت آ جاتی ہے ان کے لیے ہم نے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (سورۃ النساء)

اس آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ جب موت آ کھڑی ہو اس وقت توبہ قبول نہیں ہوتی۔ جیسا کہ سب کو معلوم ہے، ایمان بالغیب معتبر ہے اور توبہ بھی اسی وقت مقبول ہوتی ہے جب غیب پر ایمان رکھتے ہوئے توبہ کی جائے۔ جب کسی آدمی کو اپنے حالات کے اعتبار سے یہ یقین ہو گیا کہ اب میں مرنے ہی والا ہوں۔ اور زندگی سے ناامید ہو گیا، لیکن موت کے وقت جو دوسرے عالم کے احوال منکشف ہوتے ہیں ان میں سے ابھی کچھ بھی ظاہر نہیں ہوا تو اس وقت تک گنہگار کی توبہ اور کافر کا ایمان مقبول ہے لیکن جب موت آنے لگی۔ اور دوسرے عالم کے حالات نظر آنے لگے جو موت کے وقت نظر آنے شروع ہو جاتے ہیں تو اس وقت نہ گنہگار کی توبہ قبول ہے نہ کافر کا ایمان قبول ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کے بیشک بزرگ و برتر اپنے بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک وہ نزع کی حالت کو نہ پہنچا ہو۔ مسند احمد میں ہے کہ چار صحابی جمع ہوئے ان میں سے ایک نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص اپنی موت سے ایک دن پہلے بھی توبہ کر لے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ دوسرے نے کہا سچ مچ تم نے حضور سے سنا ہے؟ اس نے کہا ہاں تو دوسرے نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ اگر آدھا دن پہلے بھی توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے۔ تیسرے نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ اگر ایک پہر پہلے توبہ ہو جائے تو وہ بھی قبول ہوتی ہے۔ چوتھے نے کہا کہ میں نے یہاں تک سنا ہے کہ اس کے نرخرے میں روح آ جائے تو بھی توبہ کے دروازے اس کے لیے کھلے رہتے ہیں۔

اکثر احادیث کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک بندہ زندہ ہے اور

اسے اپنی حیات کی امید ہے تب تک وہ خدا کی طرف جھکے ،توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کر لیتا ہے۔ ہاں جب زندگی سے مایوس ہو جائے ،فرشتوں کو دیکھ لے اور روح جسم سے نکل کر حلق تک آ جائے ۔غرغرہ شروع ہو جائے تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی ۔ پھر فرمایا کہ جو مرتے دم تک گناہوں پہ اڑا رہے اور موت کو دیکھ کر کہنے لگے کہ اب تو ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں ہوگی ۔

عالم برزخ کے حالات منکشف ہو جائیں تو اس وقت کی توبہ قبول نہیں ہوتی

انما التوبة على الله للذين يعملون السوء بجهالةٍ ثم يتوبون من قريب فاولٰئک يتوب الله عليهم ،و كان الله عليما حكيما .وليست التوبة للذين يعملون السيات حتى اذا حضر احدهم الموت قال انى تبت الا ن ولا الذين يموتو ن وهم كفار اولٰئک اعتدنا لهم عذابا اليماً

(سورۃ نساء۴)

''توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ تو ان ہی کی ہے جو حماقت سے کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں توبہ کر لیتے ہیں سو ان پر تو خدا تعالیٰ توجہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں ،حکمت والے ہیں اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں جو گناہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آ کھڑی ہوئی تو کہنے لگا کہ میں اب توبہ کرتا ہوں اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول ہے جس کو حالت کفر پر موت آ جاتی ہے ۔ان لوگوں (کافروں) کے لئے ہم نے ایک دردناک سزا تیار کر رکھی ہے ۔(یعنی ایسے وقت میں جب کہ موت کے حالات سامنے آ جائیں ،کافر کا ایمان لانا مقبول نہیں ہے۔''

اس آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ جب موت آ کھڑی ہو،اس وقت توبہ قبول

نہیں ہوتی ۔ جیسا کہ سب کو معلوم ہے ایمان بالغیب معتبر ہے اور توبہ بھی اسی وقت قبول ہوتی ہے جب غیب پر ایمان رکھتے ہوئے توبہ کی جائے ۔ جب کسی آدمی کو اپنے حالات کے اعتبار سے یہ یقین ہو گیا کہ اب میں مرنے ہی والا ہوں اور زندگی سے ناامید ہو گیا لیکن موت کے وقت جو دوسرے عالم کے احوال منکشف ہوتے ہیں ان میں سے ابھی کچھ بھی ظاہر نہیں ہوا تو اس وقت تک گناہ گار کی توبہ اور کافر کا ایمان مقبول ہے ۔ لیکن جب موت آنے لگے اور دوسرے عالم کے حالات نظر آنے شروع ہو جاتے ہیں تو اس وقت نہ گناہ گار کی توبہ قبول نہ کافر کا ایمان قبول ہے ۔

''بیان القرآن'' میں لکھا ہے کہ محققین کا یہی مذہب ہے اور اسی کو حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ ان اللہ یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر ۔ (مشکوٰۃ عن ابن عمرؓ مرفوعاً) یعنی اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ اس وقت تک توبہ قبول فرماتے ہیں جب تک کہ اس کی روح حلقوں میں نہ پہنچ جائے ۔

جب گلے میں روح آ کر اٹک گئی اور غرغر کی آواز آنے لگی، اس وقت کی توبہ کا اعتبار نہیں ہے ۔ صحیح حالت میں ہوش گوش کے ساتھ توبہ کرنا لازم ہے ۔

آیت بالا میں جو یعملون السوء بجھالۃ فرمایا ہے: اس کا ترجمہ بیان القرآن میں یوں ہے کہ ''جو حماقت سے کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں'' ۔ یعنی جہالت سے علمی جہالت مراد نہیں ہے بلکہ عملی جہالت مراد ہے جس کو ترجمے میں حماکت سے تعبیر فرمایا ہے ۔ پس جو شخص گناہ کو گناہ جانتے ہوئے گناہ کرے (اور عموماً ایسا ہی ہوتا ہے) پھر توبہ کر لے تو اس کی بھی توبہ قبول ہو گی ۔ لفظ جہالت سے یہ نہ سمجھا جائے کہ علم والے کی توبہ قبول نہیں ۔

صاحب بیان القرآن تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ قید احترازی نہیں واقعی ہے کیونکہ ہمیشہ گناہ حماقت ہی سے ہوتا ہے، جس کو اپنے نفع وضرر کی پرواہ نہیں ہو اس سے بڑھ کر کیا حماقت ہو گی؟ دوسری آیت میں اس جیسے مواقع پر جو لفظ جہالت آیا ہے اس کی بھی یہی معنی سمجھ لی جائے ۔

تیسرا باب

توبہ سے متعلق احادیثِ نبوی ﷺ

توبہ سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں

انسان جب اللہ کے حضور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے کہ ایک انسان جس کو اس نے پیدا کیا۔ پھر پیدائش سے موت تک پرورش کا ذمہ لیا۔ اس پر طرح طرح کے احسان کیے اور بے شمار لازوال رحمتیں بخشیں۔ مگر یہ نادان اپنے ازلی دشمن شیطان کے فریب میں آ کر اللہ کی اطاعت اور عبادت سے بھٹک گیا لیکن پھر اسی کی توفیق سے توبہ کا طالب بنتا ہے اور دنیا سے منہ موڑ کر اسی کے حضور توبہ کے لیے حاضر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بندے کی توبہ سے مسرت ہوتی ہے۔ کہ ایک بھولا ہوا انسان اس کے حضور میں آ کر سجدہ ریز ہو گیا ہے۔ اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث حسبِ ذیل ہے۔ کہ جس کا مفہوم ہے۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے بندہ کے خیال کے ساتھ ہوں یعنی جو میرے بارے میں جو گمان کرے میں ویسا ہی کر دوں گا۔ اور میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوں جہاں بھی وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم! اس میں شک نہیں کہ اپنے بندہ کی توبہ سے اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جب تم میں سے کسی سواری وغیرہ جنگل میں بیابان میں گم ہو جائے اور وہ پھر اس کو پا لے (نیز اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ) جو شخص میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا

ہے میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور جو شخص میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس کی طرف چار ہاتھ قریب ہوتا ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف متوجہ ہوکر پاؤں سے چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتے ہوئے متوجہ ہوتا ہوں۔

اس حدیث میں اہل ایمان کے لیے چند بشارتیں ہیں۔

ایک تو یہ کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ میں بندہ کے خیال کے ساتھ ہوں کہ جب وہ یہ خیال کرتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ضرور معاف کر دے گا، دنیاوی مصیبتوں اور آخرت کے عذابوں سے محفوظ فرمادے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی امید اور گمان کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ درحقیقت یہ بہت بڑی بشارت ہے، امید باندھنے اور اچھا گمان رکھنے میں تو کچھ بھی خرچ نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ بہت بڑا مہربان ہے، امید اور گمان پر کتنی بڑی عنایت اور مہربانی کی خوشخبری دی ہے، کوئی ہو تو سہی اللہ کی طرف بڑھے البتہ یہ بات بھی ضروری ہے کہ امید رکھ کر نیکیاں کرتے رہنا چاہیے اور گناہوں سے بچتے رہنا چاہیے۔

دوسری بشارت: جو اس حدیث میں ہے وہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ میں بندہ کے ساتھ ہوں۔ جہاں بھی وہ مجھے یاد کرے، اللہ کی معیت بہت بڑی دولت ہے اور اس کا کیف وہی بندے محسوس کرتے ہیں جو زبان اور دل سے اللہ کی یاد میں مشغول رہتے ہیں۔ اللہ کے ساتھ ہونا کتنی بڑی نعمت ہے۔ ذرا اس کو غور کرو، اللہ کی معیت کا مزہ انہیں لوگوں سے پوچھو جن کو ذکر کی حضوری حاصل ہے اور جو اپنے احوال و اشغال میں اللہ پاک کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔

تیسری بشارت: دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی اللہ پاک کی طرف تھوڑا سا بھی بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف اس سے کئی گناہ زیادہ بڑھتا ہے۔

چوتھی بشارت: یوں دی کہ اللہ جل شانہ کی طرف کوئی معمولی رفتار سے چلے تو اللہ

جل شانہ اس کی طرف دور کر پہنچ جاتا ہے۔ یہ بھی بطور مثال ہے، اللہ پاک کی مہربانی اور توجہ اور شانِ کریمی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ بلا مثال اس کو یوں سمجھ لو جیسے کوئی بچہ ہو، اس نے نیا نیا چلنا شروع کیا ہو اور گرتا پڑتا چلتا ہو۔ اس کو کوئی اپنی طرف بلائے وہ دو چار قدم چلے تو بلانے والا جلدی سے دوڑ کر اسے اپنی گود میں لے لیتا ہے اور شاباش دیتا ہے۔

پس اے مؤمنو! اللہ کی بڑھو۔ اس کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہو، توبہ کرتے رہو استغفار میں لگے رہو اور برابر ذکر الہ میں لگے رہو۔ حدیث بالا میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ کو بندہ کے توبہ کرنے سے اس شخص کی خوشی سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جو لق و دق جنگل بیابان میں ہو۔ اس کی سواری اور کھانے پینے کا سب سامان گم ہو جائے اور ہر طرف دیکھ بھال کر، ناامید ہو کر یہ سمجھ کر لیٹ جائے کہ اب تو مرنا ہی ہے۔ اور ایسے وقت میں اچانک اس کی سواری سامان کے ساتھ اس کے پاس پہنچ جائے۔ اس شخص کو جو خوشی ہوگی وہ بیان سے باہر ہے۔ جب کوئی بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ جل شانہ کو اس شخص کی خوشی سے بڑھ کر خوشی ہوتی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی خاص شانِ کریمی ہے۔

ایک اور مقام پر اسی حدیث کے مفہوم کو اس طرح بیان کیا گیا ہے جس کے روای حضرت انس بن مالک ہیں، ان سے روایت ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ اپنے بندے کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ وش ہوتا ہے جتنی خوشی تم میں سے کسی مسافر کو اپنے اس اونٹ کے مل جانے سے ہوتی ہےجس پر وہ چٹیل بیابان میں سفر کر رہا ہو اور اس پر اس کے کھانے پینے کا سامان بندھا ہوا ہو اور وہ اونٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ جائے اور پھر اس کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے مایوس ہو جائے اور اسی مایوسی کے عالم میں وہ کسی درخت کے سائے کے نیچے لیٹ جائے اور پھر اسی حالت میں اچانک اونٹ کو اپنے پاس کھڑا ہوا پائے اور اس کی مہار پکڑے اور پھر خوشی کے جوش میں زبان اس کے قابو میں نہ رہے اور خداوند کریم کا شکر یہ ادا کرنے کی غرض سے کہنے لگے

اے اللہ! تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں، تو جس قدر اس کو اپنا اونٹ پا کر خوشی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کو مومن کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کی عبادت اور اطاعت سے بے نیاز اور بالاتر ہے اور اس طرح وہ اس کی سرکشی اور نافرمانی سے بھی بے نیاز ہے مگر انسان کو عبادت اور توبہ استغفار کا فائدہ بھی انسان کو پہنچتا ہے، اور اسی طرح اللہ سے کفر و شرک کرنے کا نقصان بھی انسان ہی کو پہنچتا ہے۔ البتہ جب انسان اس کی اطاعت کی طرف قدم بڑھائے تو اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔

توبہ کی ترغیب اور توبہ کا حاصل

سعید ابن ابی بردہ رحمہ اللہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے اور وہ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کہ میں دن میں سو بار توبہ و استغفار کرتا ہوں۔ ایک اور روایت میں ہے اے لوگو! اللہ کے سامنے توبہ کرو کہ میں دن میں سو بار توبہ کرتا ہوں۔ پس جب رسول اللہ ﷺ توبہ و استغفار کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف ہو چکے ہیں۔ تو ایسے لوگ جن کے متعلق کچھ پتہ نہیں کہ ان کے گناہوں کی بخشش ہوئی ہے یا نہیں ان کو لازم ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کریں اور اپنی زبان کو ہمہ وقت استغفار میں مشغول رکھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ!

بلکہ بعض آدمی یوں چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں بھی فسق و فجور کرتا رہے۔

(سورہ قیامہ آیت نمبر ۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کے بارے میں یوں فرماتے ہیں کہ آدمی یہ چاہتا ہے کہ گناہ کئے جائے اور توبہ میں سستی کرتا رہے اور یہ کہہ کر ٹالتا رہے کہ توبہ کرلوں گا حتیٰ کہ اسے گناہ والی حالت میں موت آ جاتی ہے اور وہ یونہی مر جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ٹالنے والے ہلاک ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ توبہ کو آج کل پر ٹالتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ہر انسان

پر لازم ہے کہ وہ مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرتا رہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے!

اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے

(سورہ شوریٰ آیت نمبر ۲۵)

یعنی جب توبہ کرتے اور رجوع کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں سے درگزر فرما دیتے ہیں اور توبہ کا حاصل یہ ہے کہ اپنے گناہ پر دل سے نادم ہو، زبان سے استغفار کرے آئندہ کے لئے عزم کرے کہ پھر یہ گناہ ہرگز نہ کروں گا۔

(بحوالہ تنبیہ الغافلین)

بہترین خطاکار وہ ہیں جو خوب زیادہ توبہ کرنے والے ہیں

تائب ہونے کے بعد اگر انسان سے پھر کوئی لغزش ہو جائے یعنی گناہ سرزد ہو جائے تو انسان کو فوراً اس کے ازالہ کی طرف توجہ دینی چاہیے۔توبہ اور استغفار کرنا چاہیے اس کے بارے میں ارشاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسبِ ذیل ہے کہ:۔"حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن اور ایمان کی مثال ایسی ہے جیسے گھوڑا اپنے ٹھکانہ کی جگہ پر بندھا ہوا (اور اس کے پاؤں میں لمبی رسی ہو وہ رسی کی لمبی کی حد تک) گھومتا رہتا ہے پھر اپنے ٹھکانہ پر آ جاتا ہے۔ایسے ہی مومن غافل ہو جاتا ہے اور گناہ کر لیتا ہے پھر ایمان (کے مطالبات) کی طرف واپس آ جاتا ہے پس تم لوگ اپنا کھانا متقی لوگوں کو کھلایا کرو اور اپنے عطیے مومنین لوگوں کو دیا کرو۔

ایسے ہی زیادہ توبہ اور استغفار کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ توبہ کرنے پر زور دیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

کہ ہر انسان خطا کار ہے اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو خوب زیادہ توبہ کرنے والے ہیں۔

(بحوالہ ترمذی، ابن ماجہ)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مؤمن سے گناہ ہو جانا کوئی تعجب اور اچنبھے کی بات نہیں ہے البتہ گناہ پر اصرار کرنا مؤمن کی شان سے بہت بعید ہے، گناہ ہو جائے تو جلد توبہ کر لینی چاہیے اور ایمانی تقاضوں کے پورا کرنے میں لگ جائے، سرکش نہ بنے اور ضد وعناد پر کمر نہ باندھے کیونکہ یہ بربادی کا سبب ہے۔ لہٰذا لغزش کا ازالہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ اللہ کے حضور میں دوبارہ توبہ کرے اور اپنے دل میں پختہ ارادہ کرے کہ میں اس گناہ کو دوبارہ نہ کروں گا۔ اور اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگے کہ آئندہ اس سے دوبارہ سرزد نہ ہو اور اپنے دل میں اپنے کیے پر شرمندہ اور نادم ہو، اور اس گناہ کے عذاب سے ڈرے اور اللہ سے درگزری اور رحمت کی دعا مانگے۔ کیونکہ انسان کے جرموں کو اللہ کی عفو بندہ نوازی کے علاوہ اور کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔

بزرگوں نے کفارے کا ایک طریقہ یہ بھی بتلایا ہے کہ انسان دوبارہ تائب ہونے کی غرض سے اچھی طرح اپنے جسم اور کپڑوں کو پاک صاف کر کے دو رکعت نماز ادا کرے نوافل ادا کرنے کے بعد استغفار کا ورد کرے۔ دل میں خضوع وخشوع اور عاجزی اتنی ہو کہ دل خوفِ خدا سے کانپ اٹھے۔ اللہ سے اپنے کیے پر توبہ کرے توبہ سے دل کا خاصا تعلق ہے اگر استغفار کا ورد صرف زبان پر ہی دیا جائے اور دل اس سے غافل ہو تو ایسی توبہ بلند درجہ نہیں رکھتی۔ مگر صرف زبان سے ہی توبہ کرنا بھی فائدے سے خالی نہیں کیونکہ زبان کے ورد میں کثرت سے دل میں حضوری پیدا ہوتی ہے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ مصیبت سے بچنے کا عزم کرنے کے بعد انسان توبہ پر قائم رہ سکے۔ اگر توبہ کے بعد پھر فتور آ جائے اور پختہ ارادے کے بعد پھر انسان گناہ میں الجھ جائے تو ثوابِ توبہ ضائع نہیں ہوتا۔ صوفیائے کرام میں کچھ ایسے صوفیا بھی گزرے ہیں جو توبہ کرنے کے بعد لغزش کے مرتکب ہوئے

اور گناہ میں الجھ گئے مگر پھر تنبیہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آئے مشائخ کرام میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بار توبہ کی اور ہر بار معصیت کا شکار ہوا۔ اکہترویں بار میری توبہ کو استقامت نصیب ہوئی۔ حضرت ابوعمر فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان حیریؒ کے دست مبارک پر میں تائب ہوا اور عرصہ دراز تک آپ کی خدمت میں رہ کر باطنی فیوض و برکات حاصل کیے۔ لیکن کچھ عرصہ اپنی توبہ پر قائم رہنے کے بعد میں لغزش کا مرتکب ہوا۔ اس کے بعد حضرت عثمان حیریؒ کی مجلس سے گریز کرتا رہا، جہاں کہیں بھی دور سے نظر آتے ندامت سے راہِ فرار اختیار کرتا۔ ایک روز سامنا ہو ہی گیا، آپ نے فرمایا بیٹا دشمنوں کی صحبت اختیار کرنے سے کیا حاصل؟ جب تک گناہوں سے دامن بالکل پاک نہ ہو، دشمن تو ہمیشہ عیب ڈھونڈتا ہے اگر تو عیب سے پاک ہوگا تو اسے تکلیف ہوگی اگر گناہوں کا مرتکب ہونا ہی ہے تو ہمارے پاس آ، تیری مصیبت ہم برداشت کرلیں گے دشمن کی خواہش کے مطابق خوار ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت ابوعمر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے گناہ کی رغبت نہیں ہوئی اور میری توبہ کو استقامت مل گئی۔ حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ کسی شخص نے توبہ کی پھر گناہ کا مرتکب ہوا پھر پشیمان ہوا ایک روز دل میں سوچا اگر اب درگاہ حق میں جاؤں تو میرا کیا حال ہوگا۔ ہاتف نے کہا تو ہمارا فرمان بردار تھا تو ہم نے تجھے شرفِ قبولیت بخشا تو فرمانبردار ہوا تو ہم نے تجھے مہلت دی۔ اگر اب بھی تو ہماری طرف آئے تو ہم تجھے قبول کرلیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ ہونے کے بعد بھی اگر انسان سے کوئی غلطی ہو جائے تو پھر بھی توبہ کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے اور اللہ کے حضور جھک جانا چاہیے۔

توبہ کا دروازہ

شیخ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے توبہ کے دروازے کا ذکر فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پوچھنے لگے یا رسول اللہ ﷺ یہ توبہ کا دروازہ کیا چیز ہے۔ ارشاد فرمایا! توبہ کا

دروازہ مغرب میں ہے جس کے کواڑ سونے کے ہیں، جس پر موتی اور یاقوت جڑے ہوئے ہیں۔ دونوں کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک تیز رفتار سوار چالیس برس میں طے کرسکتا ہے اور یہ دروازہ جب سے مخلوق پیدا ہوئی ہے کھلا ہوا ہے اور جس دن سورج مغرب کی طرف سے نکلے گا اس دن توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ جو بندہ توبۃ النصوح کرتا ہے وہ اسی دروازہ سے داخل ہوتا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یارسول اللہ یہ توبۃ النصوح کیا ہے؟ ارشاد فرمایا وہ یہ ہے کہ گنہگار اپنے کئے ہوئے گناہ پر نادم ہوکر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت کرے اور پھر کبھی اس کا اعادہ نہ کرے۔ پھر جب سورج اور چاند اس دروازہ میں غروب ہوں گے اس کے بعد اس دروازہ کے کواڑ یوں مل جائیں گے کہ کسی شگاف وغیرہ کا نام ونشان نہ ہوگا اس وقت کسی بندے کی توبہ قبول نہ ہوگی اور نہ ہی کوئی ایسی نیکی نفع دے گی جو آج سے پہلے اس نے بحالت اسلام نہیں کی تھی ہاں جو شخص پہلے سے نیکو کار تھے ان کی نیکیاں جاری رہیں گی۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

ایک حدیث اور اس کی وضاحت

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ: میں نے ایک بات رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی اور تم سے اب تک چھپائی تھی (اب جب کہ میرا آخری وقت ہے وہ میں تم کو بتاتا ہوں اور وہ امانت تمہارے سپرد کرتا ہوں) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ فرماتے تھے کہ: اگر بالفرض تم سب (ملائکہ کی طرح) بے گناہ ہوجاؤ اور تم سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو، تو اللہ اور مخلوق پیدا کرے گا جن سے گناہ بھی سرزد ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کا فیصلہ فرمائے گا (اور اس طرح اس کی شان غفاریت کا ظہور ہوگا)

(بحوالہ صحیح مسلم)

فائدہ!......اس حدیث کی تشریح میں حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ گناہ مطلوب ہیں اور وہ گنہگاروں کو پسند کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس ارشاد کے ذریعے گناہوں اور گنہگاروں کی ہمت افزائی فرمائی ہے، بڑی جاہلانہ غلط فہمی ہوگی۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگوں کو گناہ سے بچایا جائے اور اعمال صالحہ کی ترغیب دی جائے۔ دراصل حدیث کا منشاء اور مدعا اللہ تعالیٰ کی شان غفاریت کو ظاہر کرنا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کے ظہور کے لئے ضروری ہے کہ کوئی مخلوق پیدا کی جائے اور صفت رزاقیت کے لئے ضروری ہے کہ کوئی مخلوق ہو جس کو رزق کی ضرورت ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو رزق عطا فرمائے۔

علی ہذا القیاس جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت ہدایت کے لئے ضروری ہے کہ کوئی مخلوق ہو جس میں ہدایت لینے کی صلاحیت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو ہدایت ملے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی شان غفاریت کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسی مخلوق ہو جس سے گناہ بھی سرزد ہوں پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں استغفار کرے اور گناہوں کی معافی اور بخشش چاہے، اور پھر اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت اور بخشش کا فیصلہ فرمائے، اس لئے ناگزیر ہے اور ازل سے طے ہے کہ اس دنیا میں گناہ کرنے والے بھی ہوں گے ان میں سے جن کو توفیق ملے گی وہ استغفار بھی کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کا فیصلہ بھی فرمائے گا اور اس طرح اس کی صفتِ مغفرت اور شان غفاریت کا ظہور ہوگا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا اپنی زندگی میں اس خیال سے کبھی تذکرہ نہیں کیا کہ کم فہم لوگ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں پھر اپنے آخری وقت میں اپنے خاص لوگوں سے اظہار فرما کر امانت گویا ان کے سپرد کردی۔

یہی مضمون الفاظ کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (بحوالہ معارف الحدیث)

مؤمنین ہی توبہ کی طرف مائل ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے اوصاف بیان کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر پُرسکون، پُر وقار اور تواضع سے رہتے ہیں اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔ تکبر نہیں کرتے اور جب بے علم ان سے باتیں کرتے ہیں تو ان سے بحث میں الجھنے کی کوشش نہیں کرتے کیونکہ فضول باتوں سے انسان گنہگار ہوجاتا ہے، ایمان والے ہی اللہ کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہیں، راتیں عبادت میں گزارتے ہیں اور ایسے لوگ ہی ایسی دعائیں کرتے رہتے ہیں کہ ہمارے پروردگار ہم سے دوزخ کا عذاب پرے رکھ اللہ کے بندے نہ خرچ کرتے وقت بخیلی کرتے ہیں اور نہ اسراف کرتے ہیں بلکہ اعتدال کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کی یہ خصوصیت بھی ہوتی ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے کیونکہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے اور نہ ہی وہ کسی کو ناحق قتل کرتے ہیں اور نہ ہی زنا کرتے ہیں۔ جو لوگ ان اوصاف کو چھوڑ کر ان کے برعکس کام کریں تو ان کو قیامت کے دن عذاب ہوگا۔ مگر ایسے لوگ جن سے گناہ سرزد ہو جائیں اور وہ اللہ کے حضور توبہ کرلیں اور للہ پر اپنے ایمان کو پختہ کریں اور آئندہ سے نیک کام کرنے لگیں تو اس طرح وہ مومن بن جائیں گے کیونکہ توبہ ہی سے اللہ کی طرف سچی لگن اور رغبت قائم ہوتی ہے اور اللہ کی طرف یہی رجوع، حقیقت میں گناہوں سے بچاؤ ہے اور رغبت توبہ علامتِ ایمان ہے۔

حضرت ابوفردہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرتا ہے کہ اگر کسی شخص نے سارے ہی گناہ کیے ہوں، جو جی میں آیا ہو گیا ہو تو اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم مسلمان ہو گئے؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا اب نیکیاں کرو اور بُرائیوں سے بچو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بھی

نیکیوں میں تبدیل کر دے گا اس نے کہا میری غداریاں اور بدکاریاں بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، تو وہ اللہ اکبر کہتا ہوا واپس چلا گیا۔ ''اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے جو چاہے کر سکتا ہے''

ایمان، اللہ اور بندے کے درمیان ایک ایسا رابطہ ہے جو انسان کو توبہ کی طرف مائل کر دیتا ہے اس لیے توبہ کی طرف مائل رہنا ہی اہل ایمان کی نشانیوں میں سے ہے۔

ایک نیکی کی طاقت

ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اسے لکھا نہیں جاتا تا آنکہ وہ دوسرا گناہ کر لے اور پھر اس دوسرے کو نہیں لکھا جاتا جب تک کہ اور گناہ نہ کر لے۔ اسی طرح جب اس کے پانچ گناہ ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ایک نیکی کر لیتا ہے تو اس کی دس نیکیاں لکھنے کے بجائے پانچ لکھی جاتی ہیں اور باقی پانچ گناہوں کے مقابل ہو جاتی ہیں۔ اس پر ابلیس لعین چیختا ہے اور کہتا ہے کہ میں ابن آدم پر کیسے غلبہ پا سکتا ہوں کہ وہ میری تمام محنت پر ایک نیکی سے پانی پھیر دیتا ہے)

(بحوالہ تنبیہ الغافلین)

توبہ کا عظیم انعام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ توبہ کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں تو کراماً کاتبین فرشتوں نے جو گناہ اس کے لکھے تھے وہ بھول جاتے ہیں اور اس کے اعضاء بھی ان گناہوں کو بھول جاتے ہیں اور زمین کا وہ ٹکڑا بھی اس کے گناہ بھول جاتا ہے اور اس کے مقابل آسمان کا حصہ بھی اس کو بھول جاتا ہے یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ مخلوق میں سے کوئی چیز اس بندے کے خلاف اس کے گناہ کی گواہی نہ دے سکے جس سے اس نے توبہ کر لی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مخلوق کے پیدا ہونے سے چار ہزار برس پہلے عرش کے چاروں طرف یہ لکھ دیا گیا ہے۔

و انی لغفار لمن تاب و امن و عمل صالحا ثم اھتدی

ترجمہ: اور میں ایسے لوگوں کے لئے بڑا بخشنے والا ہوں جو توبہ کرلیں اور ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں پھر اس پر قائم رہیں۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

اللہ تعالیٰ بار بار بھی توبہ قبول فرماتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ! اللہ کے ایک بندے سے کوئی گناہ سرزد ہوگیا اس نے عرض کیا اے میرے رب مجھ سے یہ گناہ ہوگیا مجھے معاف فرما دیجئے اس کے رب نے اس سے فرمایا: بندے کو یہ معلوم ہے کہ اس کا ایک پروردگار ہے جو گناہ کو معاف بھی کرتا ہے اور اس پر مواخذہ بھی کرتا ہے، لہٰذا اللہ نے اسے معاف فرما دیا، پھر وہ شخص کچھ دنوں تک ٹھیک ٹھاک رہا پھر ایک اور گناہ کر بیٹھا یا اس سے کوئی اور گناہ سرزد ہوگیا اور اس نے عرض کیا اے میرے پروردگار مجھ سے دوسرا گناہ سرزد ہوگیا ہے لہٰذا اسے بھی معاف فرما دیجئے اس کے رب نے فرمایا: میرے بندے نے یہ یقین کرلیا کہ اس کا ایک ایسا رب ہے جو گناہ کو معاف کرتا ہے اور اس پر گرفت بھی کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا۔ پھر وہ شخص کچھ دنوں تک گناہوں سے بچا رہا، پھر کوئی اور گناہ کر بیٹھا یا اس سے اور کوئی گناہ ہوگیا تو اس نے عرض کیا اے میرے پروردگار میں تو ایک اور گناہ کر بیٹھا لہٰذا آپ میری مغفرت فرما دیجئے تو اس کے رب نے فرمایا: میرے بندے نے جان لیا کہ اس کا ایک ایسا پروردگار ہے جو گناہوں کو معاف بھی کرتا ہے اور اس پر مواخذہ بھی کرتا ہے فرمایا: میں نے اپنے بندے کی مغفرت کردی لہٰذا وہ جو چاہے کرتا پھرے۔

(بحوالہ بخاری شریف)

فائدہ!......واضح رہے حدیث مبارک میں ''جو چاہے کرتا پھرے'' کے الفاظ آئے ہیں اس کا یہ مطلب ہرگز نہ لیا جائے کہ اب تو کھلی چھٹی مل گئی جو گناہ چاہو کرتے پھرو، یہ

سوچ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے حدیث بالا میں ان لوگوں کو خوشخبری دی گئی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پورا کرنے کی سعی کرتے رہتے ہیں اور اس دوران کوئی گناہ ہوجاتا ہے تو بندہ توبہ کرتا ہے، اسکے بعد اللہ کے احکامات کے مطابق زندگی گزارتا ہے اور پھر جانے میں یا انجانے میں کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے اور پھر اللہ سے توبہ واستغفار کرتا ہے گویا کہ جو اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے توبہ واستغفار کو سامنے رکھتا ہے ان کے لئے خوشخبری ہے کہ گناہوں کے سامنے مایوس نہ ہونا چاہیئے بلکہ توبہ و استغفار کو لازم پکڑنا چاہئے۔ اور جو توبہ واستغفار کا اہتمام نہیں کرتے اور گناہ پر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے سخت کوڑے سے ڈرنا چاہئے جو نا معلوم کب برس پڑے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی امان میں رکھے۔ آمین۔

توبہ کرنیوالوں کے گناہ نیکیوں میں بدل دیے جاتے ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور گناہ تحریر فرما دیئے ہیں تو جو نیکی کا ارادہ کرے اور نیکی کرے تو اسے اپنے میں دس سے سات سو گنا بلکہ بہت زیادہ گنا تک لکھ لیتا ہے اور جو گناہ کا ارادہ کرے پھر کرے نہیں، تو اس کے لیے بھی اللہ تعالیٰ ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے۔ پھر اگر گناہ کا ارادہ کرے، پھر کر بھی لے تو اسے اللہ تعالیٰ ایک گناہ لکھتا ہے ۔

(بحوالہ مسلم شریف)

یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ اللہ ایک نیکی پر سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ مقدار تک جزا عطا فرماتا ہے اور اس کے برعکس ایک گناہ کے بدلے صرف ایک ہی گناہ شمار ہوتا ہے۔ البتہ اس سلسلہ میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بعض گناہ ایسے بھی ہیں جس سے تمام نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ معافی کی صورت یہی ہے کہ بندہ و توبہ استغفار کرے۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں جس کے راوی حضرت ابوسعیدؓ ہیں۔ آپ نے

فرمایا کہ جب بندہ مسلمان ہوا اور اس کا اسلام اچھا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے کیے ہوئے گناہ مٹا دیتا ہے۔ اس کے بعد قصاص ہوتا رہتا ہے کہ نیکی تو دس گُنے سے لے کر سات سو گُنا بلکہ بہت زیادہ تک ہے اور گناہ اسکے برابر۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ معافی دے دے۔ (بحوالہ بخاری شریف)

عن وبِی ذرٍ وَ معاذِ بنِ جبلٍ رضی اللّٰہ عنھما رسولِ اللّٰہِ صلیَ اللّٰہ علیہِ وَسلمَ قالَ: اتقِ اللّٰہَ حیثمَا کنتَ وَأتبعِ السیئۃَ الْحسنۃَ تمحھَا وَ خالقِ الناسَ بخلقٍ حسنٍ.

"حضرت ابوذر اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سے ڈر تو جہاں کہیں بھی ہے اور برائی کے بعد نیکی کر، یہ نیکی اس برائی کو مٹا دے گی۔ اور تو لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آ۔

(بحوالہ ترمذی شریف)

اس حدیث میں تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے بدلے نیکی کر لے۔ یہ نیکی گناہ کی مغفرت اور کفارہ کا باعث ہوگی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ ان الحسناتِ یُذھبنَ السیئاتِ "یعنی بلاشبہ نیکیاں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں" یہ بھی اللہ جل شانہ کا بہت بڑا انعام ہے کہ نیکیوں کے ذریعے گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں۔ متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ جب کوئی مومن بندہ وضو کرتا ہے تو اس کی آنکھوں سے اور ہاتھوں سے اور پاؤں سے اور چہرے سے اور سر سے اور کانوں سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ (بحوالہ مؤطا امام مالک)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی بھی مسلمان کو فرض نماز حاضر ہو جائے (یعنی نماز کا وقت ہو جائے) پھر وہ نماز کے لیے اچھی طرح وضو کرے اور نماز کا رکوع سجدہ بھی اچھی طرح سے کرے تو یہ نماز اس کے گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی، جب تک کہ گناہ کبیرہ نہ

کرے اور یہ کفارہ سیئات اس طرح ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ پانچوں نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو ان کے درمیان ہو جائیں جبکہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔ (بحوالہ مسلم شریف)

تو یہ تمام روایات ہمیں یہ درس دیتی ہیں کہ ہمیں توبہ کے بعد نیکیوں کی طرف مائل رہنا چاہیے۔

شیطان کا دعویٰ / اللہ کا وعدہ

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے شیطان مردود کو زمین پر اتارا تو کہنے لگا کہ تیری عزت کی قسم میں ابن آدم کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ اس کی روح جسم سے الگ نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے اپنی عظمت (عزت) کی قسم کہ میں اپنے بندے سے توبہ کو نہیں روکوں گا یہاں تک کہ مرتے وقت اس کی سانس اکھڑنے لگے۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

نیکی کا فرشتہ، بدی کے فرشتے پر افسر ہے

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ! دائیں جانب والا فرشتہ (یعنی نیکی کا فرشتہ) بائیں والے فرشتے (بدی کا فرشتہ) کا افسر ہے، بندہ جب کوئی نیکی کرتا ہے تو دائیں والا اس کی دس (نیکیاں) لکھتا ہے اور جب برائی کرتا ہے اور بائیں والا لکھنا چاہتا ہے تو دائیں والا کہتا ہے ذرا ٹھہر جا۔ چنانچہ وہ سات گھڑیاں رکا رہتا ہے اگر توبہ و استغفار کرے تو کچھ نہیں لکھتا۔ اگر توبہ استغفار نہ کرے تو صرف ایک برائی لکھتا ہے۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

توبہ انسان کو بے گناہ بنا دیتی ہے

توبہ انسان کو بے گناہ بنا دیتی ہے جیسے انسان نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں تھا۔ اور ایسا

کر دیتی ہے جیسا کہ وہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے کیونکہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو وہ بالکل بے گناہ ہوتا ہے اور بے گناہی اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے کیونکہ بے گناہی اطاعتِ الٰہی کی دلیل ہے اور گناہ نافرمانی کی علامت ہے لہٰذا جو بندے فرمانبردار ہوں اللہ انہیں پسند کرتا ہے اور اپنی قربت سے نوازتا ہے۔ چنانچہ ہر انسان کو یہ کوشش ہونی چاہیے کہ وہ جس قدر اللہ کے حضور جھک سکتا ہو جھکے۔ چونکہ توبہ بندے کو اللہ کے بہت قریب کر دیتی ہے، اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:۔

وَعن عبدِ اللّٰہ بن مسعودٍ رضی اللّٰہ عنہُ عنِ النّبیّ صلی اللّٰہ علیہِ وَسلمَ قالَ التائبُ منَ الذنبِ کمن لّا ذنبَ لہ'.

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے جس کا کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ (بحوالہ طبرانی)

اس حدیث میں بھی اوپر والی بات کہی گئی ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔ توبہ کرنے والا اور گناہ نہ کرنے والا اس بات میں دونوں برابر ہیں کہ نہ اِس کا مواخذہ ہے اور نہ اس کا، البتہ توبہ سچی توبہ ہو اور لوازم و شرائط کے ساتھ ہو۔ لیکن اہل دنیا کو اپنے کاموں سے فرصت ہی کم ہے کہ وہ توبہ کے بارے میں کچھ خیال کریں اور جب موت آ جائے تو پھر انسان کو توبہ کا موقع کیونکر ملے گا اللہ تعالیٰ ہم سب کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

توبہ کا اعلان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ توبہ فضا میں لٹک رہی ہے، دن رات مسلسل پکارتی رہتی ہے کہ جو شخص مجھے اختیار کرے گا

اسے عذاب نہیں ہوگا وہ ہمیشہ اعلان کرتی رہے گی جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو اوپر اٹھالی جائے گی۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

توبہ اطاعت کی طرف مائل کرتی ہے

دین و دنیا میں فلاح اور آخرت میں حصول نجات کا پہلا قدم اور آخری سہارا توبہ ہے۔ کیوں کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ انسان اللہ کے حضور اپنی غلطیوں اور گناہوں پر معافی مانگتا رہے۔ چونکہ گناہ اور نافرمانی انسان کو ہلاکت کی طرف لے جاتے ہیں۔ جو سراسر خسارے کا سودا ہے۔ اس کے برعکس اطاعت اور ترکِ گناہ قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ توبہ اطاعت کی طرف مائل کرتی ہے اور ترکِ گناہ کی طرف ترغیب دیتی ہے۔ اسی لیے تو اللہ کا حکم ہے کہ خواہشات کی پیروی نہ کرو اور ہوس کو چھوڑ کر میری طرف لوٹو۔ اور امید رکھو کہ آخرت میں میرے پاس مراد پاؤ گے۔ ہمیشہ رہنے والے گھر میں میری نعمتوں کے اندر رہو گے، فلاح اور نجات سے ہمکنار ہوکر جنت میں رہو گے جو نیک لوگوں کے لیے ہے۔ دین و دنیا میں حصول نجات کے راستے میں انسان کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ انسان کا اپنا نفس اور شیطان ہے اور یہ دونوں انسان کے ازلی دشمن ہیں، انسان نفس خواہشات کا طالب ہے، لہٰذا یہ انسان کو آخری دم تک طالبِ دنیا بنائے رکھتا ہے اور شیطان انسان کو راہ حق سے گمراہ کرنے کے درپے رہتا ہے۔ اس لیے یہ دونوں دشمن انسان کو گناہوں میں مبتلا کرنے کے لیے پیش پیش ہیں اور ان دونوں سے بچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ راستہ توبہ و استغفار ہے۔

شیطان انسان کو اس طرح گمراہ کرتا ہے کہ جب انسان کی عمر ابھی پختہ نہیں ہوتی بلکہ اوائل ہوتی ہے تو اس کی عقل ناقص سوچ سے فائدہ اٹھا کر دل میں وسوسے ڈال کر نفس کو مغلوب کر لیتا ہے تو انسان پر جب حیوانیت اور شیطانیت کا غلبہ اچھی طرح ہو جاتا ہے تو اس کے اعضاء و جوارح ذہن کا ساتھ نہیں دیتے۔ چنانچہ وہ بڑی آسانی سے طرح

طرح کی نفسانی خواہشات اور معاصی کا شکار ہو جاتا ہے اس کی سوچ کا انداز ہ بھی بدل جاتا ہے اور پھر وہ اپنے خالق کا ہی باغی بن کر ناپسندیدہ عمل کرنے لگتا ہے یہ دل کی غفلت، رب کی نافرمانی اور گناہوں پر اصرار ایسے روحانی امراض ہیں، کہ اگر ان کا بروقت علاج نہ کیا جائے تو انسان کی فطرت ہی مسخ ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ایسے غافل انسان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے جو اس کو بہکاتا اور گناہوں پر اکساتا ہے اور اس کو ایسے مغالطہ میں رکھتا ہے کہ اس کو اپنے اعمال بد بھی بھلے اور پسندیدہ معلوم ہونے لگتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ انسان معصیت کی طرف لانے والی خواہشات اور گناہ پر آمادہ کرنے والے دشمنوں میں گھرا ہوا ہے۔ داخلی دشمن تو خود نفس امادہ ہے جو مارِ آستین کی طرح پہلو میں چھپا ہوا ہے اور خارجی دشمن شیطان، جنات اور انسان ہیں، جو نیک انسانوں کو گمراہ کرنے کے در پے رہتے ہیں اس لیے انتہائی احتیاط کے باوجود قصداً یا غیر ارادی طور پر کتنے ہی گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح اگر انسان دن رات دنیوی تفکرات اور مال و اولاد کے چکر میں گرفتار رہے اور مال دولت ہی سمیٹتا رہے تو یہ بھی حد درجہ کی ہلاکت کا باعث ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے غفلت اور دوری اس کی رحمت اور پناہ سے محروم کر دے گی۔ ایک حدیث میں حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تو دیکھے کہ اللہ عزوجل کسی آدمی کو باوجود اس کے کھلم کھلا گناہوں کے دنیا کی نعمتیں اور مال و جاہ دے رہا ہے اور جو وہ چاہتا ہے اس کو مل جاتا ہے تو یہ سمجھ لے کہ اس کو رفتہ رفتہ گناہوں میں بڑھایا جا رہا ہے۔ تاکہ آخر میں اسے سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے۔ اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی: "پس وہ جب ان باتوں کو بھول گئے جو انہیں یاد دلائی گئی تھیں تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ اپنے مال و جاہ پر اتر گئے تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور وہ بے بس ہو کر رہ گئے"۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

لہٰذا جو شخص اللہ عزوجل اور آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو اور وہ خواہشات نفسانی اور بدی اور شر میں بہک جانے کے بعد خیر و نیکی اور راہ راست پر واپس آنا چاہے اور نیک نیتی اور پورے خلوص کے ساتھ اللہ جل شانہ کی رضامندی حاصل کرنے اور اطاعت و فرمانبرداری کا راستہ اختیار کرنے کا پختہ ارادہ رکھتا ہو تو اس پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس کریمانہ پیش کش اور مہلت کا پورا فائدہ اٹھائے اور نئی پاکیزہ زندگی کی ابتداء ''توبہ و استغفار'' سے کرے۔ چونکہ حصول نجات اور استقامت ایمان کا یہی پہلا قدم ہے۔

توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے کبھی گناہ کیا ہی نہیں

رسول اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں گناہوں سے توبہ کرنے والوں کا حال ایسا ہے جیسا کہ انہوں نے کبھی گناہ ہی نہیں کیا ہے (ابن ماجہ)۔ بالفرض اگر گناہ کرتے کرتے اس کا نام جہنمیوں کی فہرست میں درج ہو چکا ہے تو توبہ کے ذریعے سے وہاں سے اس کا نام کٹوا دیا جاتا ہے اور اہل جنت کی فہرست میں اس کا نام درج کر دیا جاتا ہے۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

توبہ کا دروازہ کب تک کھلا رہے گا

یہ مسئلہ عام انسانوں کے ذہنوں میں ابھرتا ہے کہ انسان کی توبہ کس وقت تک قبول ہوتی رہے گی اور توبہ کا دروازہ کب بند ہوگا۔ قرب قیامت کے وقت جب قیامت برپا ہونے والی ہوگی تو اس وقت کی جانے والی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ قبولیت توبہ کا وقت قیامت برپا ہونے سے پہلے تک ہے اور توبہ کا دروازہ قیامت تک کھلا رہے گا اور اس لیے کہا گیا ہے کہ قیامت تک اللہ توبہ قبول کرے گا۔ لہٰذا انسان کو ہرگز یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ جب قیامت آنیوالی ہوگی تو توبہ کرلوں گا بلکہ انسان کو اپنے سامنے اپنی زندگی کا معینہ وقت رکھنا چاہیے۔ کیا معلوم اس کو کب موت آ جائے اور انسان بغیر توبہ کیے ہی اس

دنیا سے کوچ کر جائے اور اس کی زندگی میں قیامت کا وقت ہی نہ آئے اور گناہوں کا بوجھ اٹھائے اللہ کے حضور پیش ہونا پڑے۔ اس لیے ہر انسان کو چاہیے کہ پہلی فرصت ہی میں اپنے گناہوں پر اللہ کے حضور تائب ہو جائے اور بقیہ زندگی اس کی اطاعت میں گزارے اور موت تک استغفار جاری رکھے۔

توبہ کے دروازے کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ حسبِ ذیل ہیں:

''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ شانہ عزوجل رات کو ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ گزرے ہوئے دن میں جس نے گناہ کیے ہیں ان کی توبہ قبول فرمائے اور دن میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ گزری ہوئی رات میں جنہوں نے گناہ کیے ہیں ان کی توبہ قبول فرمائے۔ مغرب سے سورج طلوع ہونے تک (ہر رات دن) ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ (بحوالہ مسلم)

اس حدیث میں یہ جو فرمایا کہ مغرب سے آفتاب طلوع ہونے سے پہلے پہلے ایسا ہوتا رہے گا۔ یعنی توبہ کرنے والے کی توبہ قبول ہوتی رہے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت سے پہلے سورج مغرب سے نکلے گا اس کا مغرب سے نکلنا علامت قیامت میں سے ہے اور اس بات کی بھی نشانی ہوگی کہ اس سے پہلے جنہوں نے گناہ کر رکھے ہیں اور توبہ نہیں کی اب ان کی توبہ نہیں ہوگی۔ اللہ کے نیک بندوں کے نزدیک توبہ کے دروازے سے مراد توبہ قبول ہونے کا عرصہ ہے۔

حضرت صفوانؓ بن عسّال سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کے لیے مغرب میں ایک دروازہ بنایا ہے جس کا عرض ستر سال کی راہ ہے۔ وہ اس وقت تک بند نہ ہوگا جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو، یہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے ''جس دن تمہارے رب کی بعض نشانیاں آئیں گی تو کسی ایسے شخص کو ایمان مفید نہ ہوگا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو''۔ (بحوالہ ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے سورج کے مغرب سے نکلنے سے پہلے توبہ کرلی اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائیں گے۔ مادہ پرست لوگ سورج کے مشرق کی بجائے مغرب سے نکلنے کو زبانی افسانہ سمجھتے ہیں مگر جب قیامت برپا ہوگی تو یہ کائنات کا نظام درہم برہم ہوجائے گا تو اس وقت قیامت کے برحق ہونے اور اللہ تعالیٰ پر یقین اور اقرار کرنے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا اس لیے کہ انسان کے ایمان واقرار اور اعمال وافعال پر جزا اور سزا اسی وقت مرتب ہوتی ہے جبکہ اس کو ایمان لانے نہ لانے، ماننے یا نہ ماننے دونوں پر اختیار اور قدرت حاصل ہو، تو جب قیامت برپا ہونے کی یہ علامت یعنی سورج کا مشرق کی بجائے مغرب سے نکلنا ظاہر ہوجائے گا تو اس وقت نہ ایمان کا کوئی فائدہ ہوگا اور نہ ہی کسی قسم کی توبہ اور استغفار قبول ہوگی اور توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا یعنی توبہ قبول کرنے کی مدت ختم ہوجائے گی۔

توبہ کے وقت رونے کی فضیلت

یاد رکھیں کہ توبہ کرتے وقت رونے کو معمولی نہ سمجھیں، بلکہ کوشش کریں کہ آنکھوں میں سے آنسو موتیوں کی طرح گرنے شروع ہوجائیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ: ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبی علیہ الصلوٰۃ السلام کا وعظ سن رہے تھے۔ وعظ سنتے ہوئے صحابہ زار وقطار رونے لگ گئے۔ ان کی حالت دیکھ کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ آج اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح روئے ہیں کہ ان کی وجہ سے یہاں پر موجود سب لوگوں کے گناہ کو معاف فرمادیا گیا ہے..... سچی بات عرض کروں کہ اگر نیکوں پر گنہگاروں کی توبہ اس کا اجر واضح ہوجائے، تو وہ بھی گنہگاروں پر رشک کرنے لگ جائیں، کہ انہوں نے اتنے بڑے بڑے گناہ کئے تھے مگر ایسی توبہ کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے گناہوں کو ان کی نیکیوں میں تبدیل فرمادیا۔ بلکہ کئی خوش نصیب لوگ ایسے خلوص سے توبہ کرتے ہیں کہ اگر ان کی توبہ کے ثواب کو پورے شہر کے گنہگاروں پر تقسیم کردیا جائے، تو اللہ رب العزت سب گنہگاروں کی مغفرت فرمادیں۔

توبہ کرنے والے افضل ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی آدم میں سے ہر ایک گناہوں کا ارتکاب کر لیتا ہے اور گناہ کرنے والوں میں سب سے افضل اور بہتر وہ لوگ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

ماہ رمضان میں توبہ کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے ایک فرشتہ پیدا کیا جو عرش کے پاس کھڑا ہے۔ اس کے سر پر نور کا ایک تاج ہے بائیں ہاتھ میں زبرجد کی تختی ہے اور داہنے ہاتھ میں نور کا ایک قلم ہے جیسا کہ رمضان میں توبہ کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت۔ اللہ تعالیٰ نے کہا اے فرشتے اس کے ماں باپ کے سب گھر والوں کے نام اس کے پڑوسیوں کا نام بھی لکھ اور میں اس کو ہزار درجہ عطا کردوں گا جو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں سے بڑے ہونگے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ زمین میں توبہ کرنے والوں کو جنت میں ہزار قصر نور کے عطا فرمادیں گے اور ہر قصر میں ہزار تخت ہر تخت پر مختلف فرش بچھا ہوگا۔ جس پر ایک ایک حور عین جلوہ افروز ہوگی۔

عبداللہ ابن علی سفیان سے روایت ہے کہ محمد ابن عبدالرحمٰن سلمانی نے ان کے پاس ایک خط لکھا جس میں انہوں نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی کہ میں مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے چند صحابیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ انہی میں سے ایک نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے بیان کرتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے اپنی موت سے خفیف دن پہلے توبہ کی۔ خدا اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔

دوسرے نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنی موت سے ایک ساعت قبل توبہ کی خدا اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ تیسرے نے کہا کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے حالت نزع میں سانس اکھڑنے سے پہلے توبہ کی اس کی

بھی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمادینگے۔ پس جس شخص نے رمضان میں توبہ کی اور اپنی خواہشات کوزیر کیا اللہ تعالیٰ جنت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ فروکش فرمائیں گے۔

صفوان نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ جس نے رمضان میں نماز مغرب سے پہلے توبہ کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے توبہ کا ایک دروازہ کھول دیتے ہیں جس کی وسعت ۷۰ برس کی ہے اور ہمیشہ کھلا رہے گا۔ یہاں تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع ہو۔

عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور سرور کائنات افضل البشر فخر الانبیاء خاتم المرسلین رحمت اللعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے رمضان میں توبہ کی اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اگر چہ اس کے گناہ، کف دریا اور درختوں کے پتوں سے بھی زیادہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اے فرشتو! کیا تم میرے اس بندے کی طرف نہیں دیکھتے ہو جس نے میرے حق کو پہچان لیا ہے اور اپنے گناہوں سے نادم ہو کر اپنی خطا پر رو رہا ہے۔ گواہ رہو کہ میں نے اس کو اپنا دوست بنا لیا ہے اور قیامت کے دن اس سے محاسبہ نہ کروں گا اور اس کی نوح، داؤد، ایوب اور موسیٰ اور عیسیٰ کے مثل ثواب عطا کیا اور میں نے اس کو ایسا دیا جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے خیال میں بھی گزرا۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس کو اور اس کے ساتھ اس کے اہل و عیال کو بھی بخش دیا۔

منقول ہے کہ ایک شخص نے جو معاصی میں منہمک اور مبتلا رہتا تھا ایک دن رمضان میں اپنے گناہوں پر غور کیا اور نادم ہو کر کہا اللھم اغفر لی غفرانک تین ہی مرتبہ کہا تھا کہ دم نکل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا اور اس کو شہید کا مرتبہ عطا فرمایا۔

حسن ؒ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو زمین پر گرادیا اس نے کہا قسم ہے تیری عزت وعظمت کی میں بنی آدم کا پیچھا نہ چھوڑوں گا اور ان کی روح اور ان کے جسم میں داخل رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا قسم ہے اپنے عزت

وجلال کی میں اپنے بندوں پر توبہ کا دروازہ بند نہ کروں گا یہاں تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع ہو۔ پس جو شخص رمضان میں توبہ حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے پیٹ کو حرام سے اور اپنی زبان کو کذب وغیبت اور چغل خوری سے محفوظ رکھے اور اپنے اعضاء کو خطا اور گناہوں سے پاک رکھے۔ (بحوالہ تذکرۃ والوعظین)

حالت غرغرہ سے پہلے پہلے توبہ قبول ہوتی ہے

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک حالت غرغرہ کو نہ پہنچ جائے۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

ف...... اللہ تعالیٰ بندوں کی توبہ قبول کرنے کے لئے ہر وقت منتظر رہتا ہے۔ بس صرف اتنی بات لازم ہے کہ بندے حالت مخمصہ اور حالت غرغرہ سے پہلے پہلے توبہ کرلیا کریں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایمان بالغیب کا مکلّف بنایا ہے، ایمان بالمشاہدہ کا مکلّف نہیں بنایا اور حالت غرغرہ میں عالم ملکوت اور عالم آخرت کی چیزوں کا مشاہدہ ہوجاتا ہے، اس لئے اس کا اعتبار نہیں۔ اس طرح توبہ کا حال ہے کہ حالت مخمصہ کی توبہ بھی اس لئے قبول نہیں ہوتی ہے کہ عالم ملکوت کی چیزوں کو دیکھ کر مجبور ہوکر توبہ کررہا ہے اپنے طور پر نادم ہوکر توبہ نہیں کررہا۔

توبہ واستغفار چہل حدیث کی روشنی میں

حضور نبی کریم ﷺ کا روزانہ ستر بار استغفار فرمانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ کی قسم میں ایک دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔'' (بحوالہ بخاری شریف)

استغفار سے دل کی غفلت دور ہونا

حضرت اغرالمزنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میرے دل پر پردہ آتا رہتا ہے حالانکہ میں دن میں سو بار استغفار پڑھتا ہوں۔'' (بحوالہ مسلم شریف)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہوکر روزانہ سو بار استغفار فرماتے ہیں تا کہ دل پر دنیوی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں مصروف ہونے کی وجہ سے غفلت کا پردہ نہ آجائے تو ہم گناہ گار ہوکر بھی اگر توبہ استغفار نہ کریں تو ہمارا کیا حال ہوگا۔ ہر شخص توبہ کا حاجت مند ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم روزانہ بکثرت استغفار پڑھیں۔

بعض علماء کرام کا خیال ہے کہ آنحضرت ﷺ اجتہادی خطاؤں سے یا اپنی امت کے گناہوں کو دیکھ کر استغفار فرماتے تھے۔ دونوں اقوال میں کچھ نہ کچھ صداقت ہے۔ لیکن یہ زیادہ قوی قول ہے کہ آپ کو اپنی امت کی برائیوں اور معاصی پر بہت صدمہ ہوتا تھا۔ اس لئے آپ ہم گناہ گاروں کے لئے استغفار فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عزیز علیه ماعنتُّم .

''(اے مسلمانوں) تمہاری تکلیفیں ان پر گراں گزرتی ہیں۔''

آنچہ تو کردی کسے باخود نہ کرو
روح پاک مصطفیٰ آمد بدرد

اسی طرح سورۂ توبہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور (اے نبیؐ) ان کے حق میں دعائے خیر کرو۔ بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ کیا تمہیں خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔'' (سورۃ التوبہ ۱۰۳)

اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور مغفرت نہ مانگنے میں خود مخلوق کا نقصان ہے

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ان روایتوں میں سے جو آپ اللہ تبارک تعالیٰ سے روایت فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے نفس پر حرام فرمالیا ہے اور تمہارے آپس میں بھی ظلم کو حرام فرمادیا۔ لہٰذا ظلم نہ کرو۔''

''اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو کر بجز اس کے جسے میں ہدایت دوں۔ لہٰذا مجھ سے ہدایت مانگو۔ ہدایت دوں گا۔''

''اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو بجز اس کے جسے میں روزی دوں۔ لہٰذا مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں دوں گا۔''

''اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو بجز اس کے جسے میں پہناؤں لہٰذا مجھ سے لباس مانگو تمہیں دوں گا۔''

''اے میرے بندو! تم دن رات کے خطا کار ہو اور میں سارے گناہ معاف کرتا رہتا ہوں مجھ سے مانگو میں تمہیں بخش دوں گا۔''

''اے میرے بندو! تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نقصان دو اور نہ میرے نفع تک رسائی ہے کہ مجھے نفع دو۔

''اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان اور جنات اپنے کسی بڑے پرہیز گار کے دل پر متفق ہو جائیں تو تمہارا یہ متفقہ تقویٰ میرے ملک میں کچھ اضافہ نہیں کرے گا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن اپنے میں سے کسی بڑے بدکار کے دل پر متفق ہو جائیں تو تمہاری یہ متفقہ بدکاری میرے ملک میں کچھ کمی نہ کردے گی۔''

''اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن ایک میدان میں کھڑے

ہوکر مجھ سے سوال کریں۔ پھر میں ہر انسان کا سوال پورا کردوں تو یہ میرے خزانوں کے مقابل میں ایسا حقیر ہوگا جیسے سوئی کی تری جب وہ دریا میں ڈبوئی جائے۔"

"اے میرے بندو! میں تمہارے اعمال شمار میں رکھ رہا ہوں۔ پھر ان کا بدلہ تمہیں پورا پورا دوں گا۔ لہٰذا جو نیکی پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس کے علاوہ پائے وہ صرف اپنے کو ہی ملامت کرے۔" (بحوالہ مسلم شریف)

اس حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان پر ظلم ہرگز نہ کرے۔ کیونکہ یہ حقوق العباد کے ضمن میں آتا ہے جو توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا جب تک کہ مظلوم خود اسے معاف نہ کرے۔ اگر ہمارے گناہوں کے بدلے کوئی تکلیف پہنچے تو اس میں ہمارا اپنا ہی قصور ہوگا اور اگر نیکیوں کے عوض کوئی انعام واکرام اور خیر و برکت نصیب ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے حاصل ہوگی۔ اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ "بیمار میں ہوتا ہوں شفا وہ دیتا ہے"۔

اقرار گناہ توبہ کی اولین شرط ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "بندہ جب اقرار گناہ کر لیتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔"

(بحوالہ بخاری و مسلم)

سچی توبہ کا ارادہ کرنے سے بھی اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا ممکن ہے

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے آدمیوں کا قتل کیا تھا۔ پھر مسئلہ پوچھنے چلا تو ایک راہب (پادری) کے پاس پہنچا۔ اس سے دریافت کیا کہ کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے۔ وہ راہب بولا "نہیں" اس نے اسے بھی مار ڈالا اور اس طرح اس کی تعداد پوری کر دی اور مسئلہ پوچھتا پھرا۔ پھر اسے کسی نے بتایا کہ فلاں بستی میں جا (کہ وہاں اللہ کا ایک بندہ رہتا ہے جو صحیح

مسئلہ توبہ کا بتلائے گا) اسی حال میں اسے موت آ گئی۔" اس حدیث میں آگے چل کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسی حال میں اس کی موت ہو گئی تو اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف کر دیا۔ اس کے متعلق رحمت و عذاب کے فرشتوں نے جھگڑا کیا۔ اللہ نے اس بستی کی طرف حکم بھیجا کہ قریب آ جا اور اس بستی کی طرف کہ دور ہو جا۔ پھر فرمایا ان د ستیوں کے درمیان ناپو۔ پھر اس بستی کی طرف ایک بالشت قریب پایا گیا۔ چنانچہ اس کی مغفرت فرما دی۔"

یہ بنی اسرائیل شخص مرتے وقت اس طرح گرا کہ اس منہ اور سینہ اس عالم کی ی کی طرف تھا۔ جس سے توبہ کا مسئلہ پوچھنے جا رہا تھا۔ اور پیٹھ گناہوں کی بستی کی طرف تھی۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا پسند آئی۔ اس لئے کہ اس میں اس کی اخلا یت پائی جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس گنہگار شخص کی توبہ ارادۂ توبہ ہی سے قبول ہو گئی اور اس کی مغفرت فرما دی گئی۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالموں کے پاس کوئی مسئلہ دینی پوچھنے جانا عبادت ہے۔ ایک عالم کی بستی کی طرف منہ کرنے میں یہ برکت ہے تو خانہ کعبہ اور ینہ منورہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا کس قدر نفع بخش ہوگا۔ اسی لئے یہ سنت ہے کہ مومن کعبہ شریف کی طرف منہ اور سینہ کر کے سوئے۔ میت بھی اسی وجہ سے کعبے کے ر دفن کیا جاتا ہے۔

اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہے

حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری زمین میں ہو۔ وہ سواری بھاگ جائے۔ اس پر اس کا کھانا پانی ہو۔ یہ اس سواری سے مایوس ہو کر درخت کے سایہ میں لیٹ رہے۔ وہ اس حال میں ہو کہ اچانک اس کی سواری اس کے پاس آ کھڑی ہو۔ وہ اس کی مہار پکڑ لے۔ پھر انتہا ہیں وہ یہ

کہہ بیٹھے ''الٰہی تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں۔'' (یعنی بہت خوشی میں بندہ خطا کر جائے
(بحوالہ مسلم شریف)

رب کریم ہم پر خود ہم سے زیادہ کریم ہے۔ جتنی خوشی ایک شخص کو اپنی جان سے بچ جانے سے ہوتی ہے۔اس سے کہیں زیادہ خوشی اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کے ایمان سلامت رہنے سے ہوتی ہے۔ بندہ خوشی میں آ کر غلطی سے کلمہ کفر کہہ بیٹھا۔ حالانکہ وہ کہنا یہ چاہتا تھا کہ ''میں تیرا بندہ ہوں تو میرا رب ہے'' لیکن اللہ تعالیٰ اس کی توبہ سے اس قدر راضی ہو جائے گا کہ اس کی ایسی سنگین خطا بھی معاف فرما دی جائے گی۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں لے جائے اور ایسی قوم لائے جو گناہ کرے۔ پھر معافی مانگیں تو اللہ انہیں بخشے۔ (بحوالہ مسلم شریف)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت غفار بھی ہے۔ لیکن اس حدیث شریف کا یہ منشا نہیں کہ لوگ اپنے گناہوں پر دلیر ہو جائیں۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ گنہگار مایوس نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ ہر شخص توبہ کا حاجت مند ہے۔ لہٰذا ان کو توبہ کرنے کی طرف جلد توجہ کرنی چاہئے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ کہیں گناہ پر دلیر ہونا کفر سے قریب نہ کر دے۔

کسی بھی شخص کو دوزخی نہ کہئے

حضرت جندب ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''ایک آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم فلاں کو اللہ تعالیٰ نہ بخشے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وہ کون ہے جو مجھ پر قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہ بخشوں گا۔ میں نے فلاں کو تو بخش دیا اور تیرے عمل ضبط کر لئے۔'' یا جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (بحوالہ مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''بنی اسرائیل میں دو دوست تھے جن میں آپس میں محبت تھی۔ ان میں سے ایک

عبادت میں کوشاں تھا دوسرے کے متعلق کہتے ہیں کہ گنہگار تھا۔ عابد کہنے لگا کہ ان کاموں سے باز آ جن میں تو پھنسا ہوا ہے۔ وہ کہنے لگا مجھے میرے رب پر چھوڑ دے۔ ایک دن عابد نے اسے ایسے گناہ پر پایا جسے اس نے بہت ہی بڑا جانا تو بولا اللہ کی قسم تجھے رب تو کبھی بھی نہ بخشے اور نہ جنت میں ڈالے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے پاس فرشتہ بھیجا۔ جس نے ان دونوں کی روحیں قبض کی۔ یہ دونوں رب کے پاس حاضر ہوئے تو رب نے گنہگار سے فرمایا تو میری جنت میں داخل ہو جا میری رحمت سے اور دوسرے سے فرمایا تو میر بندے پر میری رحمت روک سکتا ہے۔ عرض کیا نہیں فرمایا لے جاؤ اسے آگ میں۔'' (بحوالہ مشکوۃ شریف)

مغفرت اور عذاب اللہ تعالیٰ کے اختیا میں ہے۔ کسی کو اس کے ظاہری گناہ کے بدولت یہ کہہ دینا کہ تو دائمی جہنمی ہے اور تو کبھی نہ بخشا جائے گا۔ ایسا فعل ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ ایسے کلام سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی پیدا ہوتی ہے جو کفر ہے۔ عابد اپنے تکبر کے باعث دوزخ میں گیا اور گنہگار اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر اور توبہ کر کے جنت میں جا داخل ہوا۔

بار بار گناہ کی بار بار توبہ اور بخشش

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

''بندہ جب کوئی گناہ کر لیتا ہے۔ پھر کہتا ہے کہ مولیٰ میں نے گناہ کر لیا۔ مجھے معافی دے دے۔ رب فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس کو پکڑ بھی لیتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا ہے۔ پھر جتنا رب چاہے بندہ ٹھہرا رہتا ہے۔ پھر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے۔ کہتا ہے کہ یا رب میں نے گناہ کر لیا ہے بخش دے۔ رب فرماتا ہے کہ کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے۔ میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا۔ پھر بندہ ٹھہرا رہتا ہے۔ جتنا رب چاہے پھر گناہ کر بیٹھتا ہے۔ عرض کرتا ہے یا رب میں نے گناہ کر لیا۔ مجھے معافی دے۔ تو رب

فرماتا ہے کہ کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو بخشتا ہے اور پکڑ لیتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ جو چاہے کرے۔''

اس حدیث میں بخشش کا وعدہ ان لوگوں کے واسطے ہے جو گناہ پر خود اصرار نہیں کرتے۔ بلکہ گناہ سے بچنے کے باوجود ان سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے۔ یعنی توبہ کرنے کے وقت اس کا پختہ عہد تھا کہ اب آئندہ گناہ سے پختہ رہوں گا مگر پھر بھی گناہ ہو گیا۔ گویا وہ قولاً اور فعلاً اپنے گزشتہ معاشی کی زندگی پر نادم ہوا اور کفارہ بھی ادا کرتا رہا۔ اور اپنے مقدور بھر اس کے تدارک کی کوشش بھی کی۔

اگر اس کے باوجود گناہ ہو گیا تو اس پر شرمسار اگر اپنے اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلبگار رہے تو ایسے شخص کی توبہ قبول کرنے کے لئے مولا کریم ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ جیسا کہ ایک اور حدیث شریف میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''معافی مانگ لینے والا گناہ پر اڑتا نہیں اگرچہ دن میں ستر بار گناہ کرے۔''

(بحوالہ ترمذی ابوداؤد)

لیکن شرط صرف یہی ہے کہ ہر توبہ کے وقت آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد ہو۔ بالآخر ایک مرحلہ ایسا آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا معاملہ سے اس کو گناہ کرنے سے محفوظ فرمادیں گے۔

شرک کے علاوہ تمام گناہوں کی بخشش

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

''اے اولاد آدم! جب تک تو مجھ سے دعا مانگے اور مجھ سے آس لگائے تو میں تجھے عیوب کے باوجود بخشتا رہوں گا۔ میں بے پرواہ ہوں۔ اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ گار آسمان تک پہنچ جائیں۔ پھر تو مجھ سے معافی مانگے تو میں تجھے بخش دوں گا۔ کچھ پرواہ نہ

کروں گا۔اے ابن آدم! اگر تو زمین بھر کر خطاؤں کے ساتھ ملے۔ مگر ایسے ملے کہ کسی کو میرا شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں زمین بھر بخشش کے ساتھ تیرے پاس آؤں گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا تقنطوا من رحمة الله اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخشنے پر قادر ہے۔ البتہ شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور نہ کفر کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "ان الله لایغفران یشرک به "اس سے یہ واضح ہے کہ کفار کی مغفرت کا کوئی وعدہ نہیں فرمایا گیا۔ ایک حدیث شریف میں حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بخشتا ہے جب تک کہ آڑ واقع نہ ہو۔" لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آڑ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ "کوئی شخص شرک کرتے ہوئے مر جائے۔" (بحوالہ احمد، بیہقی)

اللہ تعالیٰ کی صفت غفاری پر ایمان مغفرت کا ضامن ہے

حضرت ابن عباسؓ نے روایت ہے کہ آنحضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو یہ جانے کہ میں گناہ بخش دینے پر قادر ہوں تو میں اسے بخش دوں گا۔ کچھ پرواہ نہ کروں گا جب تک کہ وہ میرا کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔" (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

جو شخص اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ گناہوں کو بخش دے بلکہ ہر کام پر قادر ہے ان الله علی کل شئی قدیر تو ایسا شخص مومن ہی ہو سکتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر حقوق العباد ادا کرنے میں غفلت ہو جائے تو اس کی معافی کی امید کرنا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ یعنی رب العالمین اس پر بھی قادر ہے کہ وہ بندوں سے خود حقوق العباد ہی معاف کروا دے اور اس طرح یہ ہماری بخشش کا سبب بن جائے۔ بیشک ہم کمزور ہیں لیکن یہ نہ بھول جائیں کہ بخشنے والا کتنا عظیم ہے۔

مگر اس وسعت مغفرت کا یہ منشا ہرگز نہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ پر دلیر

ہو جائے اور معاصی پر اصرار کرے کیونکہ متواتر بدکاری اللہ تعالیٰ کے غیض وہ غضب کا باعث بن سکتی ہے۔

ہر انسان سے خطا ہوتی ہے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ہر انسان سے خطا ہوتی ہے۔ بہترین خطاوار توبہ کرنے والے ہیں۔" (بحوالہ ترمذی، ابن ماجہ، احمد)

گناہ سے دل پر زنگ آجاتا ہے، لیکن دل توبہ سے پھر منور ہو جاتا ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایہ کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ داغ لگ جاتا ہے۔ اگر توبہ کرے اور معافی مانگ لے تو اس کا دل روشن ہو جاتا ہے۔ اور اگر گناہ زیادہ کرے تو سیاہی زیادہ ہو جاتی ہے۔ حتی کہ دل پر چھا جاتی ہے۔ یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ ان کے اعمال نے ان کے دلوں پر زنگ لگا دی۔" (بحوالہ ترمذی، احمد، ابن ماجہ)

ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ صحیح ہے، مسلسل گناہ کرنے سے دل زنگ آلودہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح غسل سے میل صاف ہوتا ہے۔ اسی طرح توبہ کرنے سے آئینہ دل صیقل ہو جاتا ہے۔ دھندلے شیشے میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ دیکھنا عبث ہے۔ اس کو توبہ اور نیکیوں سے منور کرنا ہی ہوگا۔ تاکہ اس میں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو

حضرت اسماء بن یزید فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا کہ:

"اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ اللہ تعالیٰ سارے گناہ بخش دے گا اور پرواہ بھی نہ کرے گا۔"

ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں ۔اگر وہ چاہے تو تمام مسلمان گنہگاروں کے گناہ بخش دے ۔گویا کبیرہ گناہ (حقوق العباد کی بھی) بخشش ممکن ہے،لیکن یہ رحمت اس لئے نہیں کہ بندہ جان بوجھ کر گناہ کرتا پھرے اور اللہ تعالیٰ سے بالکل ہی بے خوف ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہ بھی بخشنے پر قادر ہے

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے متعلق کہ الا اللهم ارشاد فرمایا:

الٰہی اگر تو بخشے تو بڑے گناہ بخش دے۔گناہ صغیرہ کس بندے نے نہیں کئے۔''

خوف خدا مغفرت کا ذریعہ ہے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تلاوت فرمائی کہ اهل التقویٰ واهل المغفرة (یعنی وہ تقویٰ اور بخشش والا ہے) حضور نے فرمایا کہ:

''تمہارا رب فرماتا ہے کہ میں اس لائق ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے۔تو جو مجھ سے ڈرے گا تو میں اس لائق ہوں کہ اس کو بخش دوں۔'' (بحوالہ ترمذی،ابن ماجہ،دارمی)

خوف خدا بذات خود ہی ایک بڑی نیکی ہے اس لئے جو جس قدر اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اتنا ہی وہ گناہوں سے اجتناب کرے گا جس سے اس کو قرب خداوندی حاصل ہوگی اور جتنا قرب خداوندی زیادہ ہوگی اس قدر اس کی ہیبت بھی زیادہ ہوگی۔

ایک حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ایک شخص جس نے نہ کبھی کوئی نیکی کی تھی اس نے اپنے گھر والوں سے کہا (اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی جان پر زیادتی کی تھی۔جب اسے موت آئی تو اس نے اور پنی اولاد کو وصیت کی) کہ جب وہ مر جائے تو اسے جلا دو۔پھر اس کا آدھا جنگل میں اور آدھا دریا میں اُڑا دو۔اللہ کی قسم اگر اللہ نے اس پر تنگی کی تو اسے وہ عذاب دے گا جو جہانوں میں کسی کو نہ دیوے گا۔پھر جب وہ

مر گیا تو جو اس نے کہا تھا وہ ان لوگوں نے کیا اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا تو اس نے اپنے اندر کا سب جمع کر دیا اور جنگل کو حکم دیا تو اس نے اپنے اندر کا سب جمع کر دیا۔ پھر اس سے فرمایا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی۔ وہ بولا یارب تیرے ڈر سے تجھے تو خود خبر ہے۔ اسے رب نے بخش دیا۔ (بحوالہ مسلم، بخاری شریف)

مومن کسی گناہ کو بھی معمولی نہیں سمجھتا

حضرت حارث بن سویدؓ سے روایت ہے کہ ہمیں عبداللہ بن مسعود نے دو حدیثیں سنائیں۔ ایک تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اور دوسری اپنی طرف سے فرمایا کہ:

''مومن اپنے گناہوں کو یوں سمجھتا ہے کہ وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے۔ ڈر رہا ہے کہ اس پر گر جائے گا اور بدکار اپنے گناہوں کو اس مکھی کی طرح سمجھتا ہے جو اس کی ناک پر گزرے تو یوں کر دے۔ یعنی اپنے ہاتھ سے اڑا دے۔''

پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ: ''اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی جانوروں والی ہلاکت کی زمین میں اترے۔ اس کے ساتھ سواری ہے جس پر اس کا کھانا پینا ہے۔ اس نے سر رکھا کچھ سو گیا۔ جاگا تو اس کی سواری جا چکی تھی۔ یہ بہت ڈھونڈ رہا تھا حتیٰ کہ جب اس پر دھوپ یا پیاس یا جو اللہ نے چاہا (غالب آ گئی وہ بولا کہ میں اپنی اس جگہ لوٹ جاؤں جہاں تھا۔ وہاں سو جاؤں حتیٰ کہ مر جاؤں۔ اپنے بازوؤں پر مرنے کے لئے سر رکھ دیا۔ پھر جاگا تو اس کی سواری اس کے پاس تھی۔ جس پر اس کا توشہ پانی تھا۔ اللہ تعالیٰ مومن بندے کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔ جتنا یہ سواری ملنے سے خوش ہوا۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہ صغیرہ کو بھی معمولی خیال نہ کرنا چاہئے کیونکہ اب چنگاری بھی سارا گھر جلا سکتی ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہنا ہی کمال ایمان کی نشانی ہے۔ صغیرہ گناہ پر بھی فوراً توبہ کر لینی چاہئے۔ نیز اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ رب کریم ہر توبہ سے

بہت خوش اور راضی ہوتا ہے۔ خواہ وہ توبہ گناہ صغیرہ سے ہو یا گناہ کبیرہ سے ہو۔ جب توبہ سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کرنا بھی ایک عبادت ہے۔

ہر انسان سے خطا ہوتی ہے

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو سورج کے مغرب سے نکلنے سے پہلے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا۔'' (بحوالہ مسلم)

قیامت سے قبل توبہ کرے تو قبول ہوگی۔ اس توبہ سے مراد کفر سے توبہ ہے۔

حالت نزع سے پہلے توبہ قبول ہے

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے غرغرہ سے پہلے۔'' (بحوالہ ترمذی، ابن ماجہ)

حالت نزع میں جب موت کے فرشتے نظر آنے لگیں، اسے غرغرہ کہتے ہیں۔ غرغرہ سے پہلے کفر سے توبہ قبول ہوسکتی ہے لیکن اس کے بعد نہیں۔ کیونکہ ایمان کے لئے ایمان بالغیب ضروری ہے۔ البتہ گناہوں سے توبہ اس وقت بھی قبول ہے۔ علماء نے فرمایا ملک الموت ہر مرنے والے کو نظر آتی ہے۔ قبض روح پاؤں کی طرف سے شروع ہوتا ہے۔ اس میں مصلحت یہ ہے کہ اس حالت میں بھی زبان دل چلتے رہیں اور گنہگار توبہ کرلیں۔ حقوق العباد معاف کروالیں اور اگر کوئی وصیت کرنی ہو تو کرلیں، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی غفاری کی علامت ہے۔

اللہ تعالیٰ مغفرت فرماتا رہے گا جب تک کہ ہم استغفار کرتے رہیں گے

حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''شیطان نے عرض کیا یا رب تیری عزت کی قسم میں تیرے بندوں کو اس وقت تک

بھکاؤں گا جب تک کہ ان کی جانیں ان کے جسموں میں ہیں۔رب عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی عزت وجلال اور رافع کی قسم میں انہیں بخشتا ہی رہوں گا جب تک کہ وہ مجھ سے معافی مانگتے رہیں۔'' (بحوالہ احمد،مشکوٰۃ)

توبہ کا دروازہ کب بند ہوگا؟

حضرت صفوانؓ بن عسال سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ نے توبہ کے لئے مغرب میں ایک دروازہ بنالیا ہے جس کا عرض ستر سال کی راہ ہے۔وہ اس وقت تک بند نہ ہوگا جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو،یہی عزوجل کا ارشاد ہے جس دن تمہارے رب کی بعض نشانیاں آئیں گی تو کسی ایسے نفس کو ایمان مفید نہ ہوگا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو۔'' (بحوالہ احمد،دارمی)

اولاد کی دعائے مغفرت سے والدین کو مرنے کے بعد بھی فائدہ پہنچتا ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''میت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریادی کی طرح ہے کہ ماں باپ یا دوست کی دعائے خیر کے پہنچنے کی منتظر رہتی ہے۔پھر جب اسے دعا پہنچ جاتی ہے تو اسے یہ دعا دنیا ومافیہا کی تمام نعمتوں سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے قبر والوں کو ثواب کے پہاڑ دیتا ہے۔اور یقیناً زندہ کا مردوں کے لئے تحفہ ان کے لئے دعائے مغفرت ہے۔'' (بحوالہ بیہقی،مشکوٰۃ)

دعائے مغفرت میت کے لئے صدقہ جاریہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کہ مرنے کے بعد بھی مسلمانوں کو ایصال ثواب سے قبر میں فائدہ پہنچتا ہے۔اور میت کے درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں۔اسی لئے نیک اولاد ماں باپ کے لئے باعث رحمت ہے۔اسی طرح دوستوں یا دیگر رشتہ داروں کی دعائے مغفرت سے بھی میت کو ثواب پہنچتا

ہے اور یقیناً یہ مردوں کے لئے ایک نہایت قیمتی تحفہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو تمام مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت کرنی چاہئے یہ یاد رہے کہ بدنی عمل مثلاً: فرض نماز روزہ خود اپنے ہی ادا کرنے سے ہی ادا ہوتا ہے لیکن ثواب مرنے کے بعد بھی میت کو پہنچتا رہتا ہے۔ خواہ یہ صدقہ وخیرات کے ذریعے ہو یا محض دعا یا استغفار کرنے سے۔ مثلاً نماز میں سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھے۔

رب اغفر لی والوالدی یارب اغفر لی ولوالو الدیَّ ولجمیع المسمین یااللھم اغفر لی وللمومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات یاربنا اغفر لی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب.

موخر الذکر دعا کی حدیث شریف میں بہت فضیلت آئی ہے۔ روایت ہے کہ جو شخص یہ دعا روزانہ ۲۵ مرتبہ یا ۲۷ مرتبہ مانگے تو وہ مستجاب الدعوات لوگوں میں شامل ہو جائے گا۔ جن کی دعاؤں سے زمین والوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''جو کوئی تمام مومن مردوں اور مومن عوتوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر مومن مرد عورت کو استغفار کے بدلے ایک نیکی اس کے لئے لکھ دیتے ہیں۔'' (حصن حصین)

استغفار کی کثرت فائدہ مند ہے

حضرت ابوعبداللہ بن یسر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس کے لئے بہت خوبیاں ہیں جو اپنے نامہ اعمال میں بہت استغفار پائے''۔

ایک اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

''جو بھی دو محافظ فرشتے کسی بھی دن (کسی بندے کا) نامہ اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہیں اور وہ نامہ اعمال کے اول وآخر میں استغفار دیکھتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے بیشک میں نے معاف کر دیئے تمام گناہ جو اس نامہ اعمال کے دونوں طرف (اول آخر) کے درمیان (لکھے ہوئے) ہیں۔'' (بحوالہ حصن حصین)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

''مجھے یہ پسند نہیں کہ مجھے اس آیت کے عوض ساری دنیا مل جاتی ''اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ناامید نہ ہو''۔ایک شخص بولا: تو جس نے شرک کیا (پھر توبہ کی) نبی اکرم ﷺ خاموش رہے۔ پھر فرمایا: جس نے شرک کیا (پھر توبہ کی) تین بار فرمایا (یعنی اس کی توبہ بھی قبول ہوگی)''۔

جو کفر وشرک پر مرگیا اس کی مغفرت کا وعدہ نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ البتہ جو کوئی کوئی شرک وکفر سے زندگی ہی میں توبہ کرکے مسلمان ہوجائے اس کے لئے بخشش کی بشارت ہے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یغفر مادون ذالک لمن یشاء۔

فتنوں میں گھرے ہوئے مومن کی توبہ

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اس مومن کو پسند نہیں فرماتا جو فتنوں میں گھرا ہوا توبہ کرتا ہے''۔

معلوم ہوا کہ گناہ گار اگر توبہ کرلے اور نیکیوں کی طرف لوٹ آئے تو اللہ تعالیٰ اس سے بہت خوش ہوجاتا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ گنہگار سے نہیں بلکہ گناہوں سے ناراض ہوتا ہے۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''جو اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملے کہ دنیا میں کسی چیز کو اس کے برابر نہ مانتا ہو پھر اس پر گناہ کے پہاڑ ہوں تو اللہ اسے بخش دے گا''۔ (بحوالہ بیہقی)

توبہ کی برکت

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں''۔

یہاں توبہ سے سچی توبہ مراد ہے جو تمام شرائط کے ساتھ کی گئی ہو۔ جس میں آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عہد بھی شامل ہے۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

''جو بھی مسلمان کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے گناہ لکھنے پر مقرر فرشتہ تین گھڑی (کچھ دیر) توقف کرتا ہے۔ اگر اس نے اس تین ساعت کے وقفہ کے کسی بھی حصہ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اس گناہ کی مغفرت مانگ لی تو وہ فرشتہ اس گناہ کو نہیں لکھتا اور قیامت کے دن اس کو اس گناہ پر واقف نہیں کریگا اور نہ اس پر عذاب دیا جائے گا''

استغفار کے ذریعے ہر غم اور پریشانی سے نجات ملتی ہے

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''جو استغفار کو اپنے اوپر لازم کرے تو اللہ اس کے لئے ہر تنگی سے چھٹکارا اور ہر غم سے نجات دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو۔''

(بحوالہ احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

سورۂ ہود میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

''اے میری قوم معافی مانگو اپنے رب سے پھر توبہ کرو اس کی بارگاہ میں وہ بھیج دے گا بادل تم پر موسلا دھار برسنے والے اور زیادہ کر دے گا۔ تمہارے لئے طاقت تمہاری موجود طاقت میں اور نہ انحراف کرو جرموں پر اصرار کرتے ہوئے۔''

اسی طرح سورۂ نوح میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''پس میں نے (حضرت نوحؑ) سے کہا مغفرت مانگو اپنے رب سے بلاشبہ وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ برسائے گا آسمان سے تم پر موسلا دھار بارشیں اور مدد کریگا تمہاری مال اور

اولاد سے اور تمہارے باغ اور بنادے گا، تمہارے لئے نہریں، تمہیں کیا ہوگیا تم خیال نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا۔ حالانکہ اس نے پیدا کیا تم کو کئی طرح سے۔"

(بحوالہ نوح: ۱۰ تا ۱۴)

قوت اور روزی کے لفظ میں مال، جسمانی صحت، اور لا د اور عزت سبھی کچھ شامل ہے۔ یہ وہ نعمتیں ہیں جو استغفار کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے عطا فرمائے گا اور ان کی تمام نیک حاجات پوری فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ جس سے راضی ہو جائے تو اس خوش نصیب بندے کو اس کے کبھی نہ ختم ہونے والے خزانے سے کیا کچھ نصیب نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کوئی شمار نہیں

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"اگر مومن جان لیتا کہ اللہ پاک کے پاس کتنا عذاب ہے تو کوئی بھی اس کی جنت کی امید نہ رکھتا اور اگر کافر جان لیتا کہ اللہ پاک کے پاس کتنی رحمت ہے تو اس کی جنت سے کوئی ناامید نہ ہوتا۔" (بحوالہ مسلم و بخاری شریف)

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عذاب دونوں کو کوئی انتہا نہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جنت تم سے تمہارے جوتے کے تسمے سے بھی قریب اور آگ بھی اتنی ہی قریب ہے۔" (بحوالہ بخاری و مسلم)

لیکن ایک اور حدیث شریف میں وارد ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا فیصلہ کیا تو ایک تحریر لکھی جو رب کے پاس عرش کے اوپر ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔" (بحوالہ بخاری و مسلم)

قرآن پاک میں ارشاد رب العالمین ہے:

"گویا رب کریم کی رحمت کا ظہور، اس کے غضب کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔"

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی سو رحمتیں ہیں ۔جن میں سے ایک رحمت ،انسان ،جانور اور کیڑے مکوڑوں کے درمیاں اتاری ۔جس سے یہ آپس میں ایک دوسرے پرمہربانی اور رحم کرتے ہیں ۔اس رحمت سے وحشی اپنے بچے پرمہربان ہوتے ہیں اورنناوے رحمتیں محفوظ رکھ چھوڑی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں پررحم فرمائے گا۔

(بحوالہ مسلم وبخاری)

مسلم کی روایت ہے کہ حضرت سلمانؓ سے اسی قلم کی ایک حدیث روایت ہے جس کے آخر میں فرمایا:''جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ اس رحمت کو اس سے کامل فرمادے گا۔'' (مشکوۃ) اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ماں کے دل میں محبت نہ کرتا تو وہ اپنے بچوں پرمہربان نہ ہوتے ۔امیر المومنین حضرت عمرؓ ابن خطابؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم کے پاس کچھ قیدی آئے تو قیدیوں میں ایک عورت کی چھاتیاں دودھ سے چھلک رہی تھیں ۔وہ دوڑ رہی تھی جب قیدیوں میں کوئی بچہ پاتی اسے پکڑتی ۔اپنے پیٹ سے چمٹالیتی اوراسے دودھ پلادیتی ۔تب ہم سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:''کیاتم یہ خیال کرسکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی؟'' ہم نے عرض کیا کہ''اگر وہ پھینکنے پرقادر ہو تو کبھی نہ پھینکے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پراس سے زیادہ مہربان ہے جتنی یہ اپنے بچے پر۔''

(بحوالہ مسلم وبخاری شریف)

ایک صحابی حضرت عامر الرامؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھے کہ ایک شخص آیا جس پرکمبل تھا۔اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پرکمبل لپیٹا تھا۔عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں ایک درخت کی جھاڑی کے پاس سے گزرا تو میں نے اس جھاڑی میں چڑیا کی چوزوں کی آواز سنی ۔میں نے انہیں پکڑلیا اورانہیں کمبل میں رکھ لیا۔اتنے میں ان بچوں کی ماں آگئی ۔وہ میرے سرپرچکرلگانے لگی ۔میں نے اس کے سامنے وہ بچے کھول دیئے وہ ان پرگر پڑی میں نے ان سب کو اس کمبل میں لپیٹ لیا ۔وہ میرے ساتھ ہیں ۔آپ نے فرمایا کہ انہیں رکھ دو میں نے انہیں رکھ دیا۔ان کی ماں انہیں چمٹی رہی ۔تب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم ان چوزوں کی ماں کی اپنے بچوں سے اتنی ماماتا پر تعجب کرتے ہو۔ اس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی بچوں کی ماں بچوں پر۔ انہیں واپس لے جاؤ حتیٰ کہ انہیں واپس وہاں ہی رکھ آؤ جہاں سے پکڑا ہے۔ اور ان کی ماں ان کے ساتھ رہی۔ وہ انہیں واپس لے گیا۔" (بحوالہ ابوداؤد)

اسی طرح ایک روایت حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے نقل ہے آپ نے فرمایا کہ ہم بعض جہادوں میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ ایک قوم پر گزرے اور دریافت فرمایا کہ تم کون ہو۔ وہ بولے ہم لوگ مسلمان ہیں۔ ایک عورت وہاں ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہی تھی جس کے ساتھ اس کا بچہ تھا۔ جب آگ بھڑک کر اونچی ہوتی تو عورت بچے کو ہٹا دیتی۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ بولی کیا "آپ رسول اللہ" ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں" "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا اللہ الرحم الراحمین نہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ بولی "کیا اللہ اپنے بندوں پر ماں کے اپنے بچے سے زیادہ مہربان نہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں" تو بولی کہ "ماں تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی۔" اس پر آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر جھکا لیا۔ بہت روئے۔ پھر سر مبارک اس کی طرف اٹھا کر فرمایا "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں صرف سرکش منکر ہی کو سزا دے گا۔ جو اللہ تعالیٰ پر سرکشی کرے اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار ہو۔" (بحوالہ ابن ماجہ)

نجات اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے رویت ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"کسی کو اس کا عمل نجات نہیں دے سکے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

"کسی کو اس کا عمل نجات نہیں دے سکے گا۔ لوگوں نے عرض کیا "نہ آپ کو یا رسول

اللہ؟" "نہ مجھے مگر یہ کہ اللہ مجھے مہربانی سے اپنی رحمت میں چھپالے۔ لہٰذا ٹھیک رہو۔ میانہ رو رہو اور صبح و شام اور کچھ اندھیری رات میں نیکیاں کرلیا کرو۔ میانہ رو رہو۔ میانہ رو رہو پہنچ جاؤ۔" (بحوالہ مسلم و بخاری شریف)

اسی طرح ایک حدیث میں جو حضرت جابرؓ سے نقل کی گئی ہے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "تم میں سے کسی کو اس کا عمل نہ تو جنت میں پہنچا سکے گا نہ آگ سے بچا سکے گا اور نہ مجھے، مگر اللہ کی رحمت سے۔" (بحوالہ مسلم شریف)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ محض اپنے نیک اعمال پر مطمئن یا مغرور نہ ہو جائیں اور اسی طرح ابلیس کے انجام سے سبق حاصل کریں۔ فرائض کی ادائیگی پر کفائت نہ کی جائے بلکہ نفل عبادت بھی بکثرت کریں۔ خصوصاً آخری رات کی عبادت یعنی تہجد، دعا، استغفار وغیرہ۔ جنت کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور رحمت کا ذریعہ نیک اعمال ہیں۔ جب حضور نبی کریم ﷺ کو نیکیوں کی انتہائی منزلوں پر ہوتے ہوئے بھی، اپنی بخشش کے لئے اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت درکار ہے تو پھر ہم جیسے گنہگاروں کا کیا ٹھکانہ ہے۔

نیکی اور گناہ پر جزا و سزا کی مقدار

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور گناہ تحریر فرما دیئے ہیں تو جو نیکی کا ارادہ کرے مگر کرے نہیں تو اسے اللہ تعالیٰ اپنے ہاں ایک پوری نیکی لکھتا ہے۔ پھر اگر ارادہ کرے اور نیکی کرے تو اسے اپنے ہاں دس سے سات سو گناہ تک بلکہ بہت زیادہ گناہ تک لکھ لیتا ہے اور جو گناہ کا ارادہ کرے پھر کرے نہیں تو اس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ ایک پوری نیکی لکھ دیتا ہے۔ پھر اگر گناہ کا ارادہ کرے پھر کر بھی لے تو اسے اللہ تعالیٰ ایک گناہ لکھتا ہے۔" (بحوالہ مسلم و بخاری شریف)

یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ ایک نیکی پر سات سو گناہ بلکہ اس سے بھی زیادہ مقدار تک جزا عطا فرماتا ہے اور اس کے برعکس ایک گناہ کے بدلے صرف ایک گناہ شمار ہوتا

ہے۔البتہ اس سلسلہ میں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بعض گناہ ایسے بھی ہیں جس سے تمام نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔معافی کی صورت یہی ہے کہ بندتوبہ واستغفار کرے۔اسی طرح ایک اور حدیث میں جس کے راوی حضرت ابوسعیدؓ ہیں۔آپ نے فرمایا کہ جب بندہ مسلمان ہو اور اس کا اسلام اچھا ہوتو اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ مٹا دیتا ہے۔اس کے بعد قصاص ہوتا رہتا ہے کہ نیکی تو دس گنے سے لے کر سات سو گنا بلکہ بہت زیادہ گنا تک ہے اور گناہ اس کے برابر، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ معافی دے دے۔ (بحوالہ بخاری شریف)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

من جاء بالحسنة فلهُ عشرُ أمثال

حدیث گویا اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا سب نعمتوں سے بہتر نعمت ہے

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''بندہ اللہ کی رضا تلاش کرتا رہتا ہے۔اسی جستجو میں رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل سے فرماتا ہے کہ فلاں میرا بندہ مجھے راضی کرنا چاہتا ہے۔مطلع رہو کہ اس پر میری رحمت ہے۔تب حضرت جبرائیل کہتے ہیں کہ فلاں پر اللہ کی رحمت ہے۔یہی بات حاملین عرش فرشتے کہتے ہیں۔یہی ان کے اردگرد کے فرشتے کہتے ہیں۔حتیٰ کہ ساتوں آسمان کے فرشتے یہ کہنے لگتے ہیں۔پھر یہ رحمت اس کے لئے زمین پر نازل کی جاتی ہے۔''

(بحوالہ مسندِ احمد)

سورۃ التوبہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور سب نعمتوں سے بڑھ کر خدا کی رضامندی ہوگی۔یہی بڑی کامیابی ہے۔''

اور ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رضی الله عنهم ورضوا عنه

''اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔''

ظاہر ہے کہ جس سے رب راضی ہو جائے اس پر تمام مخلوق بھی راضی ہو جاتی ہے۔ اس پر رحمت کامل نازل ہوتی ہے اور وہ محبوب الٰہی بن جاتا ہے۔ مسلم شریف میں بھی اسی طرح ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جرائیل سے فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں۔تم بھی ان سے محبت کرو۔ حضرت جرائیل آسمانوں میں اعلان کر دیتے ہیں کہ فلاں سے اللہ محبت کرتا ہے۔ تم سب بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ تمام فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کی مقبولیت پھیلا دی جاتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے دو جنتوں کے مستحق ہیں

حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کو برسر وعظ فرماتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ فرماتے تھے کہ:

''اسے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے، دو جنتیں ہیں۔ میں نے کہا یارسول اللہ! اگر چہ زنا کرے یا چوری کرے۔ حضور ﷺ نے پھر یہی فرمایا کہ اس کے لئے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے دو جنتیں ہیں۔ میں نے دوبارہ کہا یارسول اللہ! اگر چہ زنا کرے یا چوری کرے۔ حضور ﷺ نے پھر تیسری مرتبہ فرمایا کہ اسے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے دو جنتیں ہیں۔ تیسری بار عرض کیا اگر چہ زنا و چوری کرے یارسول اللہ! تو فرمایا کہ اگر چہ ابوالدرداء کی ناک رگڑی جائے (یعنی خلاف مرضی ایسا ہو جائے)

خوف خدا سے اگر کوئی شخص توبہ کرے اور گناہ کرنا چھوڑ دے تو اس کے لئے دو جنتوں کی بشارت ہے۔ ایک خوف خدا کے بدلے اور دوسری گناہ چھوڑ دینے کے عوض۔

بعض نے کہا کہ ایک جنت دنیا میں اور دوسری آخرت میں۔ مطلب یہ کہ مومن کتنے ہی بڑے گناہوں کا مرتکب ہوا ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب سے ڈر کر توبہ کر لے اور گناہ سے باز آ جائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو دو جنتیں عطا فرمائیں گے۔ ایک اس نے ایمان لانے کی بدولت اور دوسری اللہ تعالیٰ کے اس سے راضی ہونے کے عوض۔

ایک اور حدیث شریف میں حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "بعض لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض میانہ رو ہیں۔ اور بعض بھلائیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ سب جنتی ہیں۔"

(بحوالہ بیہقی)

ظالم وہی ہیں جن کے گناہ نیکیوں کے مقابلے میں زیادہ ہیں تو بہ کے بعد یا کچھ سزا کے بھگتنے کے بعد ان کی مغفرت فرما دی جائے گی اور پھر وہ بھی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ سابقین بے حساب جنتی ہیں اور میانہ رو کچھ حساب کے بعد جنت کے مستحق ہو جائیں گے۔ اس طرح سب مومن جنتی ہیں۔

توبہ واستغفار کی مقبول دعائیں

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے اس فرمان کو ایک مجلس میں سو بار شمار کر لیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے:

رب اغفرلی وتب عليَّ انک انت التوابُ الغفور

"یارب مجھے بخش دے۔ میری توبہ قبول فرما۔ یقیناً تو توبہ قبول فرمانے والا بخشنے والا ہے۔"

ہمیں یہ دعائیں یاد کر لینی چاہئیں۔ شاید اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب کی پیاری زبان سے نکلے ہوئے کلمات کے ذریعہ ہی توبہ کرنا ہماری مغفرت اور بخشش کا سبب بن

جائے۔ مصنف ''حصن حصین'' نے اس استغفار کے یہ الفاظ تحریر فرمائے ہیں:

رب اغفرلی وتب علی انک انت التواب الرحیم

یہ کلمات قرآن کریم کی اس آیت سے زیادہ مطابقت رکھتے ہیں وتب علینا انک انت التواب الرحیم. (سورۃ البقرہ:۱۲۸)

اسی طرح ایک اور آیت میں ارشاد ربانی ہے۔ فتلقّٰی آدم من ربہ کلمتٍ فتاب علیه انه هو التواب الرحیم. (سورۃ بقرہ:۳۸)

حضرت ربیع بن خثیمؒ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی شخص کو استغفر الله واتوب الیه نہ کہنا چاہئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کہنا جھوٹ اور گناہ ہو جائے بلکہ اللهم اغفرلی وتب علی کہنا چاہئے۔

اس قول کا مطلب یہ کہ جب کوئی شخص غافل دل کے ساتھ مغفرت طلب کرے گا اور دل سے مغفرت کرنے کی طرف متوجہ اور مضطرب نہ ہوگا تو بیشک یہ غفلت اور بے پرواہی ایک گناہ ہے جس کی سزا قبولیت سے محرومی ہے۔ انسان جب کسی کو پکار کر کوئی سوال کرتا ہے تو اس کی توجہ اس کی طرف ضرور ہوتی ہے۔ اس لئے پہلے جملے کی نسبت دوسرے جملے سے توبہ استغفار کرنا بہتر ہے۔

توبہ اور مغفرت کی دعا اگر بے توجہی کے ساتھ بھی کرے تو ہوسکتا ہے کہ وہ دعا کی قبولیت کا وقت ہو اور قبول ہو جائے۔ اس لئے کہ مثل مشہور ہے کہ ''جو شخص دروازہ کھٹکھٹاتا رہتا ہے کبھی نہ کبھی دروازہ کھل ہی جاتا ہے اور وہ اندر داخل ہو جاتا ہے۔''

ایک حدیث شریف میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ یوں فرمایا کرتے تھے کہ:

اللهم اجعلنی من الذین اذا احسنو ا استبشروا واذااسائو ا استغفروا (بحوالہ ابن ماجہ، بیہقی)

''الٰہی مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو نیکیاں کریں اور خوش ہو جائیں اور گناہ کریں تو

معافی مانگ لیں۔''

شکر کی خوشی عبادت ہے لیکن نیکی پر فخر گناہ ہے۔ اگر گناہ ہو جائے تو بلا تاخیر توبہ کر لیتے ہیں۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی صرف'' استغفر اللہ ''ہی پڑھا کرتے تھے۔ یہ بہت ہی مختصر استغفار ہے۔ کم از کم ہمیں یہ پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔

ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ''اس کے لئے بہت خوبیاں ہیں جسکے اعمال نامہ میں استغفار کثرت سے درج ہوں

حضرت بلال بن یسار بن زید سے روایت ہے کہ ان کے دادا نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو یہ پڑھا کرے اس کی بخشش کردی جائے گی۔ اگرچہ وہ میدان جنگ سے ہی بھاگا ہو:

استغفر اللہ الذی لا الہ لا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ

(بحوالہ ترمذی، ابوداؤد)

''میں معافی مانگتا ہوں اس اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ ہے، قائم رہنے والا ہے اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔''

جہاد سے بھاگنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ لیکن اس استغفار کی برکت سے اللہ عزوجل ایسے بدترین گناہ کو بھی بخش دے گا۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ:

''جو شخص رات کو سوتے وقت تین مرتبہ ان کلمات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے معافی توبہ و استغفا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف فرمادے گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر (بے شمار) کیوں نہ ہوں۔''

ایک اور روایت میں تین مرتبہ کے بجائے پانچ مرتبہ پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔

سید الاستغفار

حضرت شداد ابن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ استغفار کا سردار یہ ہے کہ تم کہو: اللھم انتَ ربی لا الٰہ الا انت خلقتنی و انا عبدک و انا علیٰ عھدک و وعدک ماستطعتُ اعوذبک من شر ما صنعتُ ابو ء لک بنعمتِک علی و ابو ء بذنبی فا غفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت.

''الٰہی تو میرا رب ہے۔ تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ تو نے ہی مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا ہی بندہ ہوں اور تیرے عہد و پیمان اور تیرے وعدہ پر اس اپنی استطاعت کے بقدر قائم ہوں۔ میں تجھ سے اپنے کئے کاموں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ تیری نعمتیں مجھ پر ہیں ان کا میں تیرے سامنے اعتراف کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں۔ پس تو میرے گناہ بخش دے۔ اس لئے کہ تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''جو یقین کامل کے ساتھ دن میں یہ پڑھ لے۔ پھر اسی دن شام سے پہلے مر جائے تو وہ جنتی ہوگا۔ اور جو یقین دل کے ساتھ رات میں یہ پڑھ لے، پھر صبح سے پہلے مر جائے تو وہ جنتی ہوگا۔'' (بحوالہ بخاری شریف)

یہ ایک بہت جامع استغفار ہے۔ اس استغفار کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر صدق دل سے یقین رکھے۔ اپنی بے کسی اور بندگی کا اظہار کرے اور اقرار گناہ کر لے تو یقین ہے کہ وہ مولائے کریم و رحیم کے دروازے سے نامراد نہیں لوٹے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بخشا ہی جائے گا۔ رب کریم ہم جیسے گنہگاروں پر بھی رحم فرما کر ہمارے گناہ معاف فرمادے آمین یا رب العالمین یاارحم الراحمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ واصحابہ واھل طاعتک اجمعین وسلم تسلیما دائما ابدا کثیرا کثیرا. والحمدللہ رب العالمین.

(بحوالہ: فضائل توبہ واستغفار)

چوتھا باب

توبہ کی حقیقت واقسام اوراسکے فوائد وثمرات

توبہ کی تعریف

توبہ عربی میں رجوع یعنی لوٹنے کو کہتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ تا ب ای رجع اور یہ ان کاموں سے لوٹنا ہے جو شریعت میں مذموم تصور کئے جاتے ہیں ان کاموں کی طرف جو کہ شریعت میں محمود اور اچھے تصور کئے جاتے ہیں۔

امام غزالیؒ نے توبہ کی تعریف کے متعلق چند اقوال نقل کئے ہیں۔فرماتے ہیں کہ علم، ندامت اور زمانہ حال واستقبال میں ترک گناہ اور ماضی میں تلافی ،مقافات کے قصد وارادے کے مجموعے کا نام توبہ ہے۔بعض لوگوں نے کہا ہے کہ توبہ ایک آگ ہے جو دل میں بھڑکتی ہے اور درد ہے جو جگر سے جدا نہیں ہوتا۔کسی نے توبہ کے متعلق یہ کہا ہے کہ توبہ سابقہ غلطی پر باطن کا سوز ہے۔کسی نے ترک گناہ کا لحاظ کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ توبہ جفا کا لباس اتار کر وفا کی بساط بچھانے کا نام ہے۔حضرت سہیل ابن عبداللہ تسریؒ فرماتے ہیں کہ توبہ مذموم اخلاق کو محمود اوصاف سے بدلنے کا نام ہے اور یہ بات گوشہ نشینی ،سکوت اور اکل حلال کے بغیر حاصل نہیں ہوتی بعض علماء نے توبہ کی تعریف یہ کی ہے۔

تنزيه القلب عن الذنب

ترجمہ: ''دل کو گناہوں سے پاک کرنا''۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔**انه ترک اختيار ذنب سبق مثله عنه منزلة لا صورةً تعظماً لله تعالىٰ وحذراًمن سخطه :**

ترجمہ: ''آئندہ کے لئے ایسے گناہ کو ترک کر دینے کا قصد کرنا جس درجے کا پہلے گناہ ہو چکا ہو اور یہ ترک محض خدا کی تعظیم اور اس کی ناراضگی کے ڈر کے باعث ہو۔''

(بحوالہ منہاج العابدین غزالیؒ)

توبہ کی اہمیت

توبہ ہر مقام کی اصل بنیاد اور ہر روحانی حال کی کنجی ہے۔ اس کے ذریعے مقامات کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے عمارت کے لئے زمین ہو۔ جس کے پاس زمین نہ ہو وہ عمارت تعمیر نہیں کرسکتا۔ ایمان اور اس کے فرائض و شرائط کی صحت و درستگی کے بعد ان کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں اور اگر ایمان کو شامل کرلیا جائے تو چار چیزیں ہو جاتی ہیں۔ یہ چار چیزیں روحانی اور حقیقی ولادت کے لئے ایسے ہی ضروری ہیں جس طرح اس کے قانون قدرت کے مطابق چار طبعی عناصر طبعی ولادت کے لئے ضروری ہیں۔ لہٰذا جس نے ان چار چیزوں کے لئے حقائق سے آگاہی حاصل کر لی وہ آسمانوں کے عالم ملکوت میں داخل ہوسکتا ہے۔ اسے قضاء وقدر اور اس کی نشانیوں کا کشف ہوسکتا ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ کے الہامی کلمات کا ذوق و فہم حاصل کر کے تمام روحانی احوال و مقامات سے بہرہ ور ہوسکتا ہے۔

توبہ کی ضرورت

گناہوں سے تائب ہونا اور عیبوں کے جاننے والے اور عیبوں کو چھپانے والے کی طرف رجوع کرنا راہ سلوک کا پہلا قدم ہے اور منزل تک پہنچنے والوں کی گراں قیمت پونجی ہے۔ سالکین طریقت سب سے پہلے توبہ کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ توبہ گم کردہ راہ لوگوں کے لئے استقامت کی کنجی ہے، مقربین اسی سے تقرب حاصل کرتے ہیں۔ انبیاء اسی کے ذریعہ سعادت پاتے ہیں۔ خاص طور پر ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کے لئے توبہ ہی نجات اور بلندی درجات کا باعث بنی۔ اپنے آباء واجداء کی اقتداء کرنا اولاد ہی کے شایان شان ہے۔ اگر کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو یہ بات حیرت انگیز نہیں کیونکہ

خطا کار آدمؑ کی اولاد ہے لیکن کیونکہ باپ نے توبہ کے ذریعہ اپنی خطا کی تلافی کی تھی اس لئے بیٹے کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ ان دونوں باتوں میں باپ کے مشابہ ہو۔ حضرت آدمؑ نے خطاء کی لیکن وہ طویل مدت تک ندامت کے آنسو بہاتے رہے اگر کوئی شخص صرف خطا میں انہیں اپنا مقتدیٰ سمجھے اور توبہ میں ان کی تقلید نہیں کرے وہ گمراہ ہے، ناخلف ہے، اسے اپنے باپ کی طرف نسبت کرنے اور اقتدیٰ کا دعویٰ کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ حق بات یہ ہے کہ خیر کا ہو کر رہ جانا ملائکہ مقربین کا شیوہ ہے اور صرف شر میں مشغول ہونا شیطان کا مشغلہ ہے۔ شر میں پڑھ کر خیر کی طرف رجوع کرنا انسان کا کام ہے، اس کی سرشت میں دونوں خصلتیں پائی جاتیں ہیں، خیر کی خصلت بھی اور شر کی خصلت بھی۔ اب یہ خود اس پر موقوف ہے کہ وہ انسان بنے یا شیطان کی طرف منسوب ہو۔ اگر کوئی شخص گناہ کے بعد تائب ہوتا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ اس نے اپنی انسانیت کے لئے دلیل فراہم کی اور سرکشی پر اصرار کرنے والے کے متعلق کہا جائے گا، وہ اپنے اپ کو شیطان کی طرف منسوب کرنا چاہتا ہے۔ جہاں تک ملائکہ کی طرف نسبت کرنے کا سوال ہے تو یہ انسان کے دائرہ امکان سے خارج ہے کہ وہ صرف نیک اعمال کرے۔ اس سے گناہ سرزد نہ ہو۔ اس لئے کہ خمیرہ میں شر اور خیر دونوں کی ایسی پختہ آزمیزش ہے کہ صرف ندامت کی حرارت یا دوزخ کی آگ ہی سے ان دونوں میں جدائی ہو سکتی ہے۔ انسان جو ہر کو شیطان خباثت سے پاک کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان دونوں میں سے ایک میں ڈالا جائے۔ اب یہ اس کے اختیار کی چیز ہے کہ وہ کون سی حرارت پسند کرتا ہے، جس حرارت کو ہلکی سمجھے اسی کی طرف سبقت کرے ورنہ موت کے بعد مہلت نہیں ہے۔ وہاں یا جنت میں ٹھکانہ ہوگا یا دوزخ میں۔

توبہ کی شرطیں

امام غزالیؒ نے توبہ کی چار شرطیں بیان فرمائی ہیں۔

۱...... گناہ ترک کردینے کا عزم:

اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دل کو اس بات پر پختہ اور مضبوط کر لے کہ آئندہ کبھی گناہوں کی طرف رجوع نہیں کروں گا۔ لیکن اگر کوئی شخص بالفعل گناہ چھوڑ دے مگر دل میں خیال ہو کہ پھر کبھی کروں گا یا ابتداء سے گناہ چھوڑنے کا ارادہ ہی متردد ہو تو ایسا شخص بعض اوقات پھر گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص اگر چہ وقتی طور پر گناہوں سے رک جاتا ہے مگر اسے تائب نہیں کہا جا سکتا۔

۲...... دوسری شرط یہ ہے کہ جس گناہ سے توبہ کر رہا ہو اس مرتبے کا گناہ پہلے کہیں اس سے صادر ہو چکا ہو کیونکہ اگر پہلے اس سے ایسا گناہ صادر نہیں ہوا صرف آئندہ کے لئے اس سے بچتا رہے تو ایسے شخص کو تائب نہیں کہیں گے بلکہ متقی کہیں گے۔

۳...... تیسری شرط یہ ہے کہ وہ گناہ رتبہ میں پہلے گناہ کی طرح ہو نہ کہ صورت میں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جس پرانے بوڑھے نے جوانی کے زمانے میں زنا کیا ہو یا ڈاکہ زنی کا ارتکاب کیا ہو وہ اب بڑھاپے میں توبہ کر سکتا ہے کیونکہ توبہ کا دروازہ بند نہیں مگر اب اسے زنا یا ڈاکا زنی کے ترک کا اختیا نہیں کیونکہ اب وہ عملی طور پر یہ گناہ نہیں کر سکتا تو چونکہ اب وہ زنا یا ڈاکہ زنی پر قادر نہیں اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ وہ اپنے اختیار سے نہیں چھوڑ رہا ہے یا ان سے رک رہا ہے کیونکہ اب وہ عاجز ہو چکا ہے اور اسے اب ان پر قدرت نہیں رہی مگر وہ اس وقت بھی زنا یا ڈاکہ زنی جیسے دوسرے حرام وممنوع افعال پر قادر ہے جیسے کہ جھوٹ بولنا، کسی پر زنا کی تہمت لگانا، کسی کی غیبت یا چغلی کرنا وغیرہ امور، یہ سب گناہ ہیں۔ اگر چہ ہر ایک میں اپنی نوعیت کے اعتبار سے فرق ہے لیکن یہ تمام گناہ ایک رتبہ کی شمار ہوتے ہیں مگر یہ گناہ بدعت کی پیروی سے کم ہیں اور بدعت کی پیروی کفر سے کم ہے۔ تو یہ توبہ جو زنا یا ڈاکہ زنی سے ہوگی صورۃً توبہ ہوگی۔

۴...... چوتھی شرط یہ ہے کہ گناہوں سے توبہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے اور اس کے دردناک عذاب سے ڈر کر ہو۔ کسی دنیوی غرض یا لوگوں کے ڈر یا طلب ثناء کے لئے اپنی مشہوری یا جسمانی لاغری کی وجہ سے یا محتاجی اور کسی اور رکاوٹ کی وجہ سے نہ ہو۔

جب توبہ میں یہ ارکان و شرائط پائی جائیں گی تو توبہ مکمل طور پر ہو گی اور اسے توبہ صادقہ کہا جائے گا۔ (بحوالہ منہاج العابدین)

توبہ کے مقدمات

توبہ کے مقدمات تین امر ہیں یعنی جن چیزوں کا توبہ سے پہلے ہونا ضروری ہے۔

۱: اول یہ کہ اپنے گناہوں کو نہایت قبیح افعال تصور کرے۔

۲: دوئم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی شدت اور اس کے غضب کی سختی کو دل میں حاضر کرے۔

۳: سوئم یہ کہ اپنی کمزوری اور گناہ کے بارے میں اپنی بے حیائی کو محسوس کرے اور اس کا اعتراف کرے۔ (بحوالہ منہاج العابدین)

توبہ کی علامتیں

۱: بری صحبت سے علیحدگی اور دوری اختیار کرنا۔

۲: تنہائی اختیار کرنا۔

۳: بات چیت کی قلت اور فضولیات سے پرہیز کرنا۔

۴: اپنے اعضاء و جوارح کو حرکات مذمومہ سے بچانا۔

۵: ذکر و اذکار کا اہتمام کرنا اور عبادت میں منہمک رہنا۔

۶: اپنے سر کو (حرام چیزوں سے) جھکائے رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا۔

۷: آنکھوں سے آنسو جاری ہونا۔

۸: دل کا غمگین ہونا۔

۹: اپنی بدکاریوں اور لغزشوں اور عمر کے قیمتی جوہر کے ضیاء پر کثرت سے افسوس کرنا۔

۱۰: کثرت کے ساتھ رونا۔

۱۱: عاجزی اور تضرع اختیار کرنا۔

۱۲: شب و روز اقالہ کی فکر میں منہمک رہنا۔

۱۳: رجوع اور توبہ کے بعد طہارت اور پاک دامنی کا اظہار کرنا۔

۱۴: دنیوی لذات اور پر خوش نہ ہونا اور مولیٰ کریم کی اطاعت کی طرف منہ موڑنا۔

۱۵: گنہگاروں کی ہیئت اور شباہت اپنے دل سے نکال دینا اور تنہائیوں میں اپنے گناہوں پر روتے رہنا۔ (بحوالہ نذہۃ المجالس)

توبہ کے فائدے

۱: توبہ کرنے سے بندہ رحمان کا دوست بن جاتا ہے جب کہ پہلے گناہوں کی وجہ سے شیطان کا دوست بن گیا تھا۔

۲: توبہ کرنے سے آقا کی خوشنودی میں داخل ہو جاتا ہے جبکہ پہلے گناہ کی وجہ سے آقا کے غضب اور غصے میں رہتا تھا۔

۳: توبہ کرنے کے بعد بندہ ان تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے جن کی وجہ سے عذاب الیم کا مستحق بن گیا تھا۔

۴: توبہ کرنے سے بندہ نیکیوں کو حاصل کر لیتا ہے جن کے ذریعے ابدی نعمتیں مل جاتی ہیں جبکہ گناہ کی وجہ سے ان سے محروم ہو گیا تھا۔

۵: توبہ کرنے سے بند مولیٰ کریم کا قرب حاصل کر لیتا ہے جبکہ گناہ کی وجہ سے اس نعمت سے محروم ہو گیا تھا۔

۶: توبہ کرنے سے بندہ اطاعت کی لذت چکھ لیتا ہے اور مناجات کی مٹھاس پالیتا ہے۔

۷: توبہ کرنے سے بندے کو اپنے عمل کی مقبولیت کی امید پیدا ہو جاتی ہے جبکہ گناہ کی وجہ سے مردود ہونے کا خطرہ رہتا تھا۔

الحاصل توبہ کرنے سے بندہ اگر خبیث ہو تو طیب ہو جاتا ہے۔ اگر وہ دور ہو تو نزدیک ہو جاتا ہے، ناپسندیدہ ہو تو پسندیدہ ہو جاتا ہے اور اگر اس کی دعا پر لبیک نہیں کہی

جاتی تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اگر اس سے اعراض کیا جاتا ہے تو اس کی طرف التفات شروع ہو جاتا ہے اگر گناہوں کی نحوست کی وجہ سے ایمان اس کے دل سے سلب کر لیا جاتا ہے تو توبہ کی وجہ سے پھر لوٹا دیا جاتا ہے۔ اگر فرشتے اس کے گناہوں کی بدبو کی وجہ سے اس سے الگ ہو جاتے ہیں تو توبہ کی وجہ سے پھر اس کے قریب ہو جاتے ہیں اور اس کی نیکی کی خوشبو سونگتے ہیں۔ (بحوالہ نذہۃ المجالس)

توبہ کے سات عجیب وغریب فائدے

شیخ عفیف طبارہ نے اپنی کتاب روح الدین الاسلامی صفحہ: 1۷۵ پر لکھا ہے:

''اے میرے بھائی! تو جان لے کہ توبہ کرنے میں انسان کے لئے بڑے فائدے ہیں۔ توبہ کرنے والے کے لئے یہی شرافت کافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک عدل وانصاف کی صفت والا شمار ہوتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے کہ ومن لم یتب فأولئک۔ یعنی اپنے گناہوں پر توبہ نہ کرنے والے ظالم ہیں۔ جب توبہ نہ کرنے والے ظالم ٹھہرے تو توبہ کرنے والے خود بخود عادل قرار پائیں گے کیونکہ یہ ضابطہ ہے کہ شے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔

توبہ کا ایک فائدہ یہ ہے کہ یہ انسان کا ایک زبردست اخلاق ہتھیار ہے اور ایمانی اصلحہ ہے۔ جب آدمی توبہ کا ہتھیار استعمال کرتا ہے یعنی توبہ پر استقامت اختیار کر لیتا ہے تو اس سے آدمی کی زندگی میں انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ اس بناء پر انسانی اخلاق کی درستگی کے لئے توبہ کو ایک اہم بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس لئے جب بھی مسلمان اس میں تاخیر کریگا تو اس سے مسلمان کی اسلامی حیثیت میں خرابی اور بگاڑ پیدا ہوگا۔ اس بناء پر ہالینڈ کے ایک مصنف (فرانز سٹال) نے اپنے اس مکالمہ میں جو مجلّہ اسلامیہ (جاری کردہ جمعیۃ اسلامیہ دو کنج برطانیہ) میں شائع ہوا ہے۔ کہاں ہے:

''یہ حقیقت ہے کہ اسلام میں توبہ ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے افراد کی کایا پلٹ

جاتی ہے اور توبہ انسانی سیرت کا عظیم ہتھیار ہے۔ توبہ میں اصل ندامت ہے کہ جس سے آدمی آئندہ اپنے کردار تبدیلی کرلیتا ہے تو ندامت گویا اصلاح کردار کا ذریعہ ہوئی۔''

توبہ کا دوسرا فائدہ احترام ذات ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ توبہ کے بہترین فوائد میں سے ایک یہ فائدہ ہے کہ آدمی کو اپنی ذات قابل احترام نظر آتی ہے جبکہ آدمی گناہوں کی حالت میں اپنے آپ کو گھٹیا اور ناپسندیدہ دیکھتا ہے اور اپنی نگاہوں میں خود ہی گر جاتا ہے اور توبہ کے بعد طبعی صورت حال مختلف ہوجاتی ہے۔ اس طرح کے تائب آدمی کو اپنی ذات محبوب نظر آتی ہے اور وہ اپنی ذات کا احترام کرتا ہے اور اس کا مزید بیان آگے آرہا ہے۔

توبہ کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ جب گناہوں کی وجہ سے آدمی کو ایک بے قراری کی حالت لاگو ہوجاتی ہے۔ تو توبہ انسان کی اس بے قراری اور بے چینی کو دور کردیتی ہے۔ کیونکہ توبہ کے بعد ناامید کی کیفیت زائل ہوجاتی ہے جس سے آدمی کو طبعی راحت حاصل ہوتی ہے۔

توبہ کا چوتھا فائدہ یہ ہے کہ گناہوں کی حالت میں آدمی اپنے آپ کو گناہوں کی وجہ سے قابل سزا اور حقیر سمجھتا ہے اور توبہ کے بعد آدمی کو اپنی ذات قابل احترام نظر آتی ہے۔

توبہ کا پانچواں فائدہ یہ ہے کہ توبہ کرنے سے تائب کو گناہوں کے بوجھ تلے سے رہائی مل جاتی ہے اور گناہ کے سبب جو اس پر ایک خوف طاری ہوجاتا ہے وہ زائل ہوکر ایک قسم کی اس کو ذہنی آزادی حاصل ہوجاتی ہے۔

توبہ کا چھٹا فائدہ یہ ہے کہ توبہ سے عمل میں برکت اور دل کو رقت حاصل ہوتی ہے۔

میرے توبہ کرنے والے بھائی! توبہ کا ظاہری اعمال میں بھی اثر ہوتا ہے اور دلی کیفیت میں بھی تبدیلی ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن جوزی کا بیان ہے کہ توبہ کرنے والے سے دلی طور پر آدمی کو رقت قلب محبت اور نرمی کی دولت ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے شکر اور اس کی حمد وثنا کی توفیق میسر ہوتی ہے اور رضائے الٰہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح اور بھی

بندگی کے دوسرے اوصاف حاصل ہوتے ہیں۔ جب بندہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو قبولیت توبہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو مختلف انواع کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں جن کی تفصیل بیان کرنا مشکل ہے بلکہ توبہ کی برکات مسلسل جاری رہتی ہیں جب تک کہ بندہ خود ہی توبہ کو گناہوں کے ساتھ توڑ نہ دے۔ (بحوالہ مفتاح دار السعادہ لابن الجوزی ج ۱)

توبہ کا ساتواں فائدہ یہ ہے کہ گناہ نیکیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

الا من تاب وامن وعمل عملاً صالحاً فاولئک یبدل الله سیئاتهم حسنات وکان الله غفورا رحیما. (سورۃ الفرقان:۷۰)

''مگر جو توبہ کر لیں اور ایمان لا کر اچھے عمل کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ تبدیل کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے غفور الرحیم ہیں۔''

یہ توبہ کے فوائدہ میں سے ایک بڑا فائدہ ہے جس کی وجہ سے آدمی کو توبہ کی طرف بہت رغبت ہونی چاہئے اور یہ کوشش ہونی چاہئے کہ آدمی ہر لحظہ اللہ رب العزت کے حضور توبہ کرتا رہے۔ کیونکہ توبہ آدمی کے پچھلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور آدمی ہر وقت یوں ہوتا ہے جیسے آج پیدا ہونے والا معصوم بچہ جو کہ گناہوں سے بالکل پاک وصاف ہے۔

اس بناء پر توبہ سالکین کے لئے راستے کا ابتدائی درجہ بھی ہے اور منتہیٰ کامیاب لوگوں کا اصل سرمایا بھی ہے۔ مریدین کا پہلا فن بھی ہے اور راہ ہدایت سے بھٹکنے کی حفاظت کا سامان بھی ہے اور دین پر استقامت کا ذریعہ بھی، مقربین کے لئے اللہ کا قرب وخصوصیت کا زینہ بھی ہے۔ (موسوعۃ اخلاق القرآن)

توبہ کی قبولیت

توبہ کرنے کے بعد تائب کے ذہن میں ایک سوال ابھرتا ہے کہ کیا اسکی توبہ بارگاہ رب العزت میں قبول ہوئی ہے یا نہیں۔ اس کا صحیح جواب اللہ تعالیٰ خواب یا مراقبہ کی حالت

میں تائب کو دے دیتا ہے اور بعد میں انسان دل میں اس قسم کی نیکی کی طرف مائل کرنے والے جذبات اور خیالات پیدا ہوتے ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی توبہ قبول ہوگئی یا توبہ کے بعد روحانی فضل کا آغاز سے بھی یہ پتہ چل جاتا ہے کہ بارگاہ ایزدی میں توبہ قبول ہوگئی ہے۔ بہر کیف اگر توبہ سابقہ بیان کردہ شرائط کے مطابق ہوگی اور سچے دل سے ہوگی تو ضرور قبول ہوگی۔

توبہ کا اصل تعلق انسانی دل سے ہے۔ جس کو یہ معرفت حاصل ہو جائے کہ دل کی کیا حقیقت ہے، جس سے اس کا تعلق کیا ہے اور اللہ سے اس کی کیا نسبت ہے، تو ایسا دل توبہ کی طرف مائل ہوتا ہے اور دل ہی توبہ کے ذریعہ عبد اور معبود کے درمیان حجاب کو دور کرتا ہے۔ دل ایک ایسا آئینہ ہے کہ اگر وہ گناہوں اور خطاؤں کے زنگ سے پاک وصاف ہو تو اللہ کے نور کی آماجگاہ ہے لیکن اگر آدمی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو یہ گناہ آئینہ دل کو گندہ کر دیتا ہے۔ مگر انسان کی نیکیاں اور عبادت نور بن کر دل کی ظلمت اور تاریکی کو ختم کر دیتی ہیں اور جب بھی ظلمت کا غلبہ ہونے لگے تو توبہ ایک ایسی عبادت کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے جس سے دل کی ظلمت ختم ہو جاتی ہے اور دل از سر نو پاک ہو جاتا ہے۔

دل کی پاکی سے دل میں ایک ایسا نور پیدا ہو جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ انسان کی باطنی نگاہ کو کھول دیتا ہے اور پھر اس کو توبہ قبول ہونے کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ سے پتہ چل جاتا ہے۔

باقی اللہ کی رحمت ایسی وصیت والی ہے کہ اگر کوئی انسان سچے دل سے توبہ کر جائے تو اس توبہ کو اللہ تعالیٰ ضرور شرف قبولیت بخشتے ہیں مگر قبولیت توبہ کے بارے میں یہ امر بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ توبہ کر کے برائیوں کو عملی طور پر ترک کر دینا چاہیے۔ رزق حلال کمانا اور رزق حلال کھانا بھی لازم ہے۔ اگر توبہ کر کے ساتھ ساتھ برائی بھی جاری رکھی جائے تو توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔ خواہ زبان سے انسان لفظ توبہ جتنی مرتبہ چاہے کہتا جائے کہ اللہ! میں نے توبہ کی۔ ناقص توبہ قبول نہ ہوگی۔

کن لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی ؟

توبہ ہر شخص کی قبول ہوجاتی ہے۔ لیکن بنیادی شرط صاحب ایمان ہونا لازمی ہے لہٰذا جو حضرات اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کے پیروکار رہ کر مر جائیں، ان کی توبہ قبول نہیں۔ چنانچہ جو شخص ایک مرتبہ ایمان لے آئے اور پھر مرتد ہوجائے اور کفر میں بڑھ جائے تو اس کی توبہ قبول نہیں۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ نے ایمان کے بعد کفر کرنے والوں اور پھر اس کفر پر مرنے والوں کو ڈرایا ہے کہ موت کے وقت تمہاری توبہ قبول نہ ہوگی لہٰذا جو ایمان سے نکل کر راہ حق سے بھٹک جائیں اور اس حالت میں مر جائیں تو ان کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ چنانچہ یاد رہے کہ موجودہ دور میں جو لوگ اسلام کی راہ چھوڑ کر کمیونزم اور الحاد کی راہ اختیار کرلیں تو ایسے لوگوں کی توبہ موت کے وقت ہرگز قبول نہیں ہوگی۔ البتہ موت سے پہلے پہلے اگر وہ اس راہ کو چھوڑ کر اسلام کے صراط مستقیم پر آجائیں تو ان کی توبہ قبول ہے کیونکہ الحاد کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

ان الذین کفروا بعد ایمانھم ثم ازدادُوا کفراً لن تُقبل توبتُھم واُلٰئک ھم الضالون. ان الذین کفروا وماتوا وھم کفارٌ فلن یقبل من احدھم ملأ الأرض ذھبا ولو فتدٰی بہٖ . (سورۃ آل عمران : ۹)

''بیشک جو لوگ ایمان کے بعد کفر کریں پھر اس کفر میں حد سے زیادہ بڑھ جائیں تو ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔ یہی لوگ گمراہ ہیں بیشک جو لوگ کفر کریں اور مرتے دم تک کافر رہیں۔ اگر ان میں سے کوئی زمین بھر سونا فدیے میں دے دے تو پھر بھی ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔

کفر میں بڑھنے والے سے مراد یہ ہے کہ اسلام کی عملاً مخالفت اور مزاحمت کرے اور لوگوں کو خدا کے راستے سے روکنے کے لئے اپنا پورا زور لگائے۔ لوگوں میں شبہات

پیدا کرے اور بدگمانیاں پھیلائے تاکہ دوسرے لوگ ایمان نہ لے آئیں تو منکرین اسلام کا یہ رویہ اس حد تک بڑھ جائے تو ایسے لوگوں کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔

البتہ شرک کی معافی ہوسکتی ہے کہ شرک کرنے والا شرک کو چھوڑ کر تائب ہو جائے اور سیدھا راستہ اختیار کرلے۔شرک گناہ عظیم ہے۔کیونکہ اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں، جس کو چاہے بخش دے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بہت بڑے جرم کا مرتکب ہوا''۔ (سورۃ النساء:۴۸:۱۱۶)

توبہ کی حقیقت اور اس کے اقسام

راہ حق پر چلنے والوں کا پہلا مقام توبہ ہے جس طرح کے طالبان عبادت کے لئے پہلا درجہ طہارت ہے۔اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

یا ایھا الذین امنوا تُوبو الیَ اللہ تو بۃً نصُوحا (سورۃالتحریم :۸)

''اے ایمان والو! اللہ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرو۔'' نیز فرمایا:

تو بوا الی اللہ جمیعاً اَیھا المؤ منون لعلّکم تُفلحُون (سورۃ النور : ۳۱)

''اے ایمان والو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاسکو۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ماشیٔ احب الی اللہ من شاب تائب (کنز العمالج ۴)

''اللہ کے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں کہ جوان آدمی توبہ کرے''۔

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ** . ''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ (بحوالہ کنز العمال ج ۴ ص ۲۰۷)

پھر فرمایا:'' **اذا احب اللہ عبد الن یضرہ ذنب**

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب بناتا ہے تو گناہ اسے نقصان نہیں دیتا۔''

اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی:

ان اللہ یحب التوّابین ویحبُّ المتطهّرین (البقرہ : ۲۲۲)

بیشک اللہ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے اور خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

غرض کہ توبہ کرنے والا بے گناہ ہوجاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ بندے کو دوست رکھتا ہے تو گناہ اسے نقصان نہیں پہنچاتا۔ دریافت کیا گیا ہے کہ توبہ کی علامت کیا ہے؟ فرمایا ندامت لیکن یہ جو فرمایا کہ گناہ دوستوں کے لئے نقصان رساں نہیں اس کا مطلب ہے کہ گناہ گار کافر نہیں ہوتا اور اس کے ایمان میں خلل نہیں آتا۔ جب کہ ایمان کو گناہ ضائع نہیں کرتا۔ تو اس معصیت کا نقصان جس کا انجام کار نجات ہو در حقیقت نقصان وضیاع نہیں ہے۔ واضح رہے کہ لغت میں توبہ کے معنی رجوع کے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں۔''تـــاب ای رجـع ''لہٰذا اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے باز رہنا اس لئے ہے کہ اسے خدا کے حکم کا خوف ہے، یہی توبہ کی حقیقت ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا'' الندم توبة '' یعنی توبہ ندامت اور شرمندگی ہے۔ یہ ایسا ارشاد ہے جس میں تمام شرائط توبہ پنہاں ہیں۔ اس لئے کہ توبہ کی ایک شرط مخالفت پر افسوس کرنا ہے اور دوسری شرط ترک کی حالت میں ذلت محسوس کرنا ہے۔ تیسری شرط گناہ کو دوبارہ نہ کرنے کا عزم کرنا ہے۔

یہ تینوں شرطیں ندامت میں موجود ہیں کیونکہ جب ندامت دل میں حاصل ہے تو پہلے دونوں شرطیں اور تیسری شرط اس کے ضمن میں ہوتی ہے۔ ندامت کے بھی تین سبب ہیں جیسا کہ توبہ کی تین شرطیں ہیں۔ پہلا سبب ندامت یہ ہے کہ جب دل پر سزا کا خوف غلبہ پاتا ہے تب اپنے برے فعلوں پر دل آزردہ ہوتا ہے اور ندامت حاصل ہوتی ہے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ اس کی توجہ اس امر پر مرکوز ہو کہ یہ فرمان الٰہی ہے کا لحاظ اس قدر غالب آئے گا کہ اس کی مخالفت سے ندامت پیدا ہو۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ جب نعمت کی خواہش

اس کے دل پر غالب آ جائے اور وہ جان لے کہ برے فعل اور نافرمانی سے وہ حاصل نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا تینوں میں سے پہلا تائب دوسرا منیب اور تیسرا اوآب ہے۔

ایسے ہی توبہ کے بھی تین مقام ہیں۔ توبہ، انابت اور اوابت۔

لہٰذا توبہ عذاب کے خوف سے ہے اور انابت حصول ثواب سے ہے اور اوابت رعایت فرمان سے ہے۔ اس وجہ سے توبہ عام مسلمانوں کا مقام ہے جو گناہ کبیرہ سے ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یاایھا الذین امنوا توبو االی اللہ توبۃً نصوحاً۔ (سورۃ التحریم : ۸)

''اے یمان والو اللہ کے حضور سچی توبہ کرو۔''

اور انابت اولیاء و مقربین بارگاہ کا مقام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

من خشیَ الرحمٰن بالغیب و جاء بقلبٍ مّنیب. (ق : ۳۳)

''جو خدا سے حالت غیب میں ڈرے اور انابت والا دل لائے۔''

اور اوابت انبیاء و مرسلین علیھم السلام کا مقام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

نعم العبد انہ اوّاب ''یعنی کتنا اچھا بندہ ہے کہ ہر حال میں خوب رجوع کرتا ہے''

لہٰذا اطاعت کے ساتھ کبائر سے رجوع کا نام توبہ ہے اور محبت میں صغائر سے رجوع کا نام انابت ہے اور از خود خدا کی طرف رجوع کا نام اوّابت ہے۔ یہ فرق ہے ان کے درمیان جو فواحش سے اوامر کے ساتھ رجوع کرے اور جو حجت اور فاسد اندیشہ سے محبت کے ساتھ رجوع کرے اور جو اپنی خودی کے ساتھ رجوع کرے۔

توبہ کی اصل یہ ہے کہ انسان کا دل خواب غفلت سے بیدار ہو جائے چنانچہ جب بندہ اپنے برے احوال اور قبیح افعال پر غور و فکر کرتا ہے اور اس سے نجات کی کوشش کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس پر توبہ کے اسباب آسان فرما دیتا ہے اور اسے اس کی معصیت کی برائی سے نکال کر اپنے طاعت کی شیرینی میں پہنچا دیتا ہے۔

توبہ کی اقسام اور اسکی مختلف تقسیمیں

توبہ کی دو قسمیں ہیں، واجب اور مستحب۔

(۱) واجب

احکام اور اعمال دو قسم کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بعض احکام اور اعمال کے بجالانے کا حکم دیا ہے جن کو اوامر کہتے ہیں اور بعض افعال و اعمال سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے جن کو ''منہیات'' کہتے ہیں۔ تو اوامر بجالانے اور منہیات کے کرنے سے توبہ کرنا واجب ہے اور یہ وجوب ہر بالغ مرد و عورت کے لئے ہے۔ چنانچہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم بیان کیا گیا ہے اور دوسری کتب سماویہ سے بھی یہ بات ثابت ہے۔

(۲) مستحب توبہ

بعض کام اور اعمال وہ ہیں جن کا کرنا ثواب کا کام ہے اور نہ کرنا گناہ نہیں۔ ان کو مستحب کہتے ہیں۔ اس طرح بعض اعمال کا نہ کرنا بہتر ہوتا ہے جن کو مکروہات کہتے ہیں۔ مستحبات کے نہ کرنے اور مکروہات کے کرنے سے توبہ کرنا مستحب ہے۔

اب اگر ایک آدمی صرف واجب توبہ تو کرتا ہے مگر مستحب توبہ نہیں کرتا۔ تو وہ نیک لوگوں میں شمار ہوگا لیکن جو آدمی دونوں طرح توبہ کرتا ہے وہ اونچے مرتبے اور مقربین میں شمار ہوگا، اور اگر کوئی کوئی شخص واجب توبہ بھی نہیں کرتا تو وہ ظالم سرکشوں میں شمار ہوگا۔ پھر ظالمین سرکشوں کی دو قسمیں ہیں، اعلیٰ درجہ کے ظالم کافر ہیں اور ادنیٰ درجے والے فاسق ہیں۔

چنانچہ ان تین قسم کے لوگوں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اس انداز میں بیان فرمایا ہے۔

''اور تم ہو جاؤ تین قسم پر پھر داہنے ہاتھ والے کیا خوب ہیں داہنے والے اور بائیں والے کیا برے لوگ ہیں بائیں والے اور آگے نکلنے والے تو آگے والے ہیں۔ وہ مقرب لوگ ہیں نعمت کے باغ میں۔ (سورۃ الواقعہ: آیت نمبر ۷ تا ۱۲)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''اور پھر کوئی ان میں برا کرتا ہے اپنی جان کا اور کوئی ان میں ہے بیچ کی چال پر اور کوئی ان میں آگے بڑھ گیا ہے لے کر خوبیاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔''

(سورۃ الفاطر: آیت نمبر ۳۲)

اللہ تعالیٰ مومنین اور ظالمین کے بارے میں فرماتا ہے۔

''ہرگز نہیں، بیشک اعمال نامہ گنہگاروں کا سجین میں ہے اور تجھ کو کیا خبر کہ سجین کیا ہے؟ ایک دفتر ہے لکھا ہوا۔'' (سورۃ المطففین: آیت نمبر ۷-۸)

پھر اسی سورت میں آگے جا کر مومنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

''ہرگز نہیں، بیشک اعمال نامہ نیکوں کا علیین میں ہے اور تجھ کو کیا خبر ہے کہ علیین کیا ہے؟ ایک دفتر ہے لکھا ہوا۔ اس کو دیکھتے ہیں مقرب لوگ، بیشک نیک لوگ آرام میں ہیں۔ تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہوں گے۔ پہچان لے گا تو ان کے چہرے پہ تازگی آرام کی۔ ان کو پلائی جاتی ہے شراب خالص مہر لگی ہوئی جس کی جمتی ہے مشک پر اور چاہیے کہ آگے بڑھیں اس میں آگے بڑھنے والے اور اس کی ملونی ہے تسنیم سے وہ ایک چشمہ ہے جس سے پیتے ہیں مقرب لوگ۔''

(سورۃ المطففین: آیت نمبر ۱۸ تا ۲۸)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نیک لوگوں کو تسنیم کے چشمہ سے ملا کر پانی پلایا جائے گا اور مقرب لوگوں کو خالص تسنیم کا پانی پلایا جائے گا۔ سورۃ الدھر میں اللہ جل شانہٗ ان دو متضاد جماعتوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔ ''ہم نے اس (انسان) کو راہ سجھائی یا حق مانتا ہے یا ناشکری کرتا ہے۔ ہم نے تیار کر رکھی ہیں منکروں کے واسطے زنجیریں اور طوق اور دہکتی آگ، البتہ نیک لوگ پیتے ہیں پیالہ جس میں ملاوٹ ہے کافور ملی ایک چشمہ ہے جس سے پیتے ہیں اللہ کے بندے وہ چلاتے ہیں اس کی نالیاں۔''

توبہ کی ایک اور تقسیم

توبہ کی تین قسمیں

حضرت علی ہجویریؒ نے توبہ کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) توبہ گناہ سے نیکی کی طرف

یعنی جن لوگوں نے کوئی برا فعل کیا یا اپنی جانوں پر ظلم کیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لی۔ (بحوالہ: فضائل توبہ واستغفار)

(۲) توبہ نیکی سے زیادہ نیکی کی طرف۔

یہ اہل ہمت خصوصاً اولیاء اللہ کے لئے خاص ہے کیونکہ وہ معصیت کرتے ہی نہیں بلکہ معمولی نیکی پر قرار پکڑنے اور راستے میں ٹھہر جانے کو ایک حجاب خیال کرتے ہیں۔اس لئے وہ زیادہ نیکی کی طرف رجوع کیا کرتے ہیں۔ان کی مثال حضرت موسیٰؑ کے واقعہ سے ملتی ہے کہ سارا عالم تو اللہ تعالیٰ کے دیدار کی حسرت میں ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام نے دیدار الٰہی سے توبہ کی۔ (کیونکہ یہ دیدار الٰہی کی آرزو خود اپنے اختیار سے طلب کی تھی اور پھر اپنی خودی کو ترک کر کے حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہو گئے جو درجہ محبت میں ہے۔)

(۳) بلند تر مقام پر ٹھہرنے سے توبہ۔

جیسا کہ علماء بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے مقامات ہمیشہ ترقی پر تھے اس لئے آپ جب کسی بلند مقام پر پہنچتے تھے تو اس کے نیچے کے مقام سے استغفار کرتے اور اس مقام کے دیکھنے سے بھی توبہ فرماتے تھے۔

توبہ کی ایک اور تقسیم

توبہ کی سات قسمیں

حضرت فریدالدین مسعود گنج شکرؒ نے فرمایا کہ توبہ سات قسم کی ہے،اول دل کی تو

بہ، دوم زبان کی توبہ، تیسری آنکھ کی توبہ، چوتھی کان کی توبہ، پانچویں ہاتھ کی توبہ، چھٹی پیر کی توبہ، اور ساتویں نفس کی توبہ۔

(۱) دل کی توبہ

وہ فرماتے ہیں کہ توبہ کو دل سے تسلیم نہیں کرو گے اور زبان سے توبہ کا اقرار نہیں کرو گے تو توبہ درست نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ جب تک کوئی دل کو دنیا اور اس کی لذتوں اور اس کی دوستی اور حسد و فحش، ریا اور لہولعب کی گندگیوں سے صاف نہ کرے اور سچائی کے ساتھ ان معاملات سے تائب نہیں ہوگا اس کی توبہ توبہ نہیں ہوگی۔ جب تک کوئی کھوٹ کو دل سے باہر نہیں نکالے گا اور تمام خراب معاملات کو پورے طور پر دل سے درست نہیں کرے گا اس کی توبہ درست نہیں ہوگی۔ جیسا کہ کلام پاک میں آیا ہے۔

''اے ایمان والو! توبہ کرنے پر عجلت کرو اور جب توبہ کرلو تو ہمیشہ اپنے خدا کی طرف متوجہ ہو یعنی ہمیشہ توبہ نصوح کرو۔''

اور توبہ نصوح سے مراد یہی دل کی توبہ ہے۔ جب دل کو تو نے ان دنیاوی برائیوں سے صاف کر دیا تو یہ توبہ ہوگی اور پھر تم متقی کے برابر ہو جاؤ گے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ آدمی توبہ کرتا ہے تو وہ ایسے گناہ سے پاک ہو جاتا ہے کہ گویا اس سے کبھی گناہ سرزد ہوا ہی نہیں تھا۔ اس وجہ سے متقی اور تائب ایک ہی صفت میں آ جاتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ اصل توبہ دل کی ہے۔ اگر زبان سے سو ہزار مرتبہ توبہ کرو لیکن جب تک دل سے اس کی تصدیق نہیں ہوگی تو وہ توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی اس لئے ضروری ہے کہ توبہ کے لئے زبان سے اقرار کرنے کے ساتھ دل سے تصدیق کی جائے۔ بعض لوگ ایسے ہی جو زبان سے توبہ کرتے ہیں لیکن دل سے نہیں کرتے، ان کی مثال ایسی ہے کہ کوئی بیماری میں مبتلا ہو اور صبح سے شام تک ہائے ہائے اور توبہ استغفار کرتا رہے لیکن جونہی وہ تندرست ہو جائے پھر دنیا کی غفلت اور بدمستی پر اتر آئے اور توبہ کا خیال نہ رکھے، اللہ اور

بندے کے درمیان حجاب ہے جو دل کو دور کرتا ہے تو پھر اللہ اور بندے کے درمیان حجاب نہیں رہتا۔ چنانچہ دل کو تمام گندگیوں اور آلائشوں سے پاک کرنا چاہئے تاکہ وہ پردہ درمیان سے اٹھ جائے، لذت وشہوت کے بجائے مشاہدہ اور مکاشفہ کے مقام پر پہنچ جائے۔

(۲) زبان کی توبہ

زبان کی توبہ یہ ہے کہ ہر نامناسب کلمے سے زبان کو دور رکھو۔ اور بے ہودہ گفتگو نہ کرو اور واہیات گفتگو سے توبہ کرو۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھو اور قبلہ رو ہو کر بیٹھ جاؤ اور التجاء کر کہ الہٰ العالمین! میری اس زبان کو بری بات کہنے سے باز رکھ اور اس کی توبہ قبول کر اور اس کی آئندہ سوائے اپنے ذکر کے کوئی دوسری چیز زبان سے نہ نکلنے دے اور ایسی واہیات باتیں جن میں تیری رضامندی نہ ہو، میری زبان سے نہ نکلیں۔ زبان کی حفاظت سے انسان ہلاکت سے بچ جاتا ہے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ سے میں نے سنا ہے کہ اللہ والوں میں سے ایک درویش سے ان کی ملاقات ہوگئی۔ دس سال تک وہ ان کی خدمت میں رہے اور دس سال کے عرصہ میں سوائے ایک بات کے اور کوئی نامناسب بات ان کے منہ سے نہ سنی۔ اور وہ بات یہ تھی کہ انہوں نے اپنے ایک عزیز کو سمجھایا تھا کہ ہائے درویش! اگر چاہتے ہو کہ سلامتی کے ساتھ عقبیٰ میں جاؤ تو ناز یبا بات بولنے سے اپنی زبان کو روکو۔ بس جیسی ہی انہوں نے یہ جملہ کہا کہ فوراً زبان کو ایسا کاٹا کہ خون جاری ہوگیا اور فرمایا کہ تجھ کو یہ بولنے سے کیا سروکار تھا؟ اور اس ایک بات کے کفارہ میں بیس برس تک بات نہیں کی۔

پھر انہوں نے فرمایا کہ جس دن حق تعالیٰ نے چاہا کہ بنی آدم کے منہ میں زبان ڈالے تو اس نے زبان سے فرمایا کہ اے زبان! خاص کر تیری تخلیق سے یہ غرض ہے کہ

سوائے میرے نام کے تو اور کچھ نہ بولے۔ تیری زبان سے سوائے میرے کلام کے اور کچھ نہ نکلے اور اگر اس کے علاوہ تو کچھ بولی تو خود اپنے ساتھ سارے اعضاء کو بھی مصیبت میں ڈالے گی اور زبان کی تخلیق خاص کر کلام پاک کی تلاوت کے لئے ہوتی ہے۔

پھر انہوں نے فرمایا کہ آدمی کے اعضاء میں سے ہر ایک عضو میں شہوت اور خواہش ملی ہوئی ہے جو کہ حجاب اور آفت کا باعث ہے۔ جب تک ان شہوتوں اور خواہشوں سے کوئی توبہ نہ کرے گا اور اپنے تمام اعضاء کو ظاہری اور پاک نہ رکھے گا ہرگز وہ اپنی منزل پر نہیں پہنچے گا۔ پھر فرمایا کہ ان اعضاء میں سے جن کا ذکر کیا گیا ہے اول نفس ہے کہ اس میں شہوت یعنی خواہش نفسانی رکھی گئی ہے۔ دوسری آنکھ ہے کہ اس میں دیکھنے کی خواہش پیدا کی گئی ہے۔ تیسرے کان ہیں کہ اس میں سننے کا احساس دیا گیا ہے۔ چوتھے ناک ہے کہ اس میں سونگھنے کی رغبت ہے۔ پانچوی تالو ہے کہ اس میں چکھنے کی اشتہاء ہے۔ چھٹے ہاتھ ہیں کہ اس میں پکڑنے کی صلاحیت ہے۔ ساتویں زبان ہے کہ اس میں خوشامد اور سراہنے کی عادت ہے۔ آٹھواں دل ہے کہ اس پر کوشش کرنے اور سوچنے کی طاقت ہے۔ پس حق تعالیٰ کے طلبگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان سب چیزوں کے برے استعمال سے توبہ کرے تا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کی خوشنودی کا پیغام سنے۔

پھر انہوں نے فرمایا کہ تمام سعادت اور نیک کا سرچشمہ یہی ہے کہ انسان اپنی نفس کا مالک ہو۔ تا کہ اس کی طبیعت پر شہوت کی حکمرانی نہ ہو اور حق تعالیٰ سے مدد مانگے کہ وہ ان اورصفات سے متصف ہو۔ درویش کا عمل یہی ہے اور جب اس میں حال پیدا ہو جائے تو یہ درویش کا جوہر ہے۔ جب عالم نورانی سے اسرار و انوار تجلی الٰہی کا نزول ہوتا ہے، جب دل زبان سے اور زبان دل سے موافقت رکھتی ہے تو انوار عشق اس جگہ سکون پزیر ہو جاتے ہیں۔ اور اگر دل اور زبان ایک دوسرے کے موافق نہیں ہوتے تو پھر انوار محبت اسی جگہ سے واپس لوٹ جاتے ہیں اور ایسے دل پر نازل ہوتے ہیں جس کی زبان کے ساتھ موافقت ہو۔

(۳) آنکھ کی توبہ

آنکھ کی توبہ کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ آنکھ کی توبہ یہ ہے کہ انسان نہا دھو کر صاف ستھرا ہو جائے، پھر دو رکعت نفل نماز ادا کرے اور قبلہ رو ہو کر بیٹھ جائے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر التجاء کرے کہ اللہ تعالیٰ! تمام نادیدنی چیزوں کے دیکھنے سے میں نے توبہ کی۔ جس چیز کو دیکھنے کا تیرا حکم ہوگا، اس کے علاوہ کوئی نامناسب چیز نہیں دیکھوں گا۔

پھر فرمایا کہ بار بار آنکھ کو تمام ممنوعات اور خواہشات سے پاک رکھو تا کہ آنکھ کی توبہ قبول ہو۔ اس لئے کہ یہی آنکھ انسان کو خدا کے حضور تک پہنچاتی ہے اور یہی آنکھ انسان کو مصیبت میں پھنسا دیتی ہے۔ پس اے درویش! عشق کی پہلی منزل آنکھ سے شروع ہوتی ہے۔ اس لئے آدمی کو چاہئے کہ ایسے مقام کے لئے جہاں دیدار الٰہی کی نعمت حاصل ہوتی ہے کوشش کرے اور ہمیشہ حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ دیکھے تا کہ تباہ نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ زیدؓ کے گھر کے سامنے سے گزر رہے تھے آپ کی نظر مبارک زیدؓ پر پڑی اور آنکھ لب سے گزری اس وقت حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے اور فرمایا ''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! زید کی زبان اور لوگوں سے برتر ہوگی۔''

آنکھ کی توبہ کئی قسم کی ہے ایک تو حرام دیکھنے سے توبہ، دوسرے اگر کسی مسلمان بھائی کے بارے میں کسی کو غیبت کرتے دیکھ لے تو اس سے توبہ کرے کہ کیوں دیکھا اور پھر جو دیکھا ہے اس کو بھی کسی سے کہنا نہیں چاہیے۔ تیسرے جب کسی کو ظلم کرتے ہوئے دیکھ لے تو اپنی آنکھ کو ملامت کرے کہ کیوں اس ظلم کو دیکھا اور اس کے بعد توبہ کرے۔

(۴) کان کی توبہ

کان کی توبہ یہ ہے کہ تمام نامناسب باتوں کے سننے سے توبہ کرے اور بیہودہ بات نہ سنے۔ اس وقت اس کی توبہ توبہ ہوگی۔ پھر فرمایا کہ اے درویش! انسان کو سننے کی طاقت اس لئے دی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سنے اور جس جگہ اللہ پاک کا کلام سنے اس کو کان میں

محفوظ رکھے کیا حکم باری ہوتا ہے۔اس لئے اس کو سننے کی طاقت نہیں دی گئی ہے کہ ہر جگہ گالی گلوچ، ہنسی ٹھٹھا، گانا بجانا اور نوحہ وشیون کی آواز سنتا پھرے۔جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص مذکورہ بالا چیزوں کو سنے گا اور کان میں رکھے گا، کل قیامت کے دن اس کے کان میں شیشہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ خفیفؒ کسی راستے سے گزر رہے تھے کہ نوحہ کی آواز ان کے کان میں پڑی۔فوراً کان میں انگلی ڈال لی۔جب گھر آئے تو ایک آدمی سے کہا کہ تھوڑا شیشہ پگھلا کر لاؤ۔ان کے حکم کے مطابق لوگ لے آئے، آپؒ نے فرمایا اس کو میرے کان میں ڈال دو، آج نہ سننے کے لائق آواز میرے کان میں پڑی ہے، آج اس گناہ کا کفارہ ادا کر لیتا ہوں کل قیامت کا عذاب مجھ پر نہ ہو۔آپ فرماتے ہیں کہ فقراء نے اسی وجہ سے خود کو دنیا اور اس کی صحبت سے دور رکھا اور گوشہ نشینی اختیار کر لی تا کہ کچھ بھی واہیات نہ سنیں اور یہی کان کی توبہ ہے۔

(۵) ہاتھ کی توبہ

ہاتھ کی توبہ یہ ہے کہ کسی نہ پکڑنے کے لائق چیز کو ہاتھ میں نہ پکڑے اور تمام نامناسب چیزوں کے پکڑنے سے توبہ کر لے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی بدخشاں میں ایک درویش سے ملاقات ہوگئی۔ان کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا اور وہ تین سال سے حجرہ میں اعتکاف کئے ہوئے تھے۔خواجہ قطب الدینؒ نے ان سے پوچھا کہ اے حضرت! آپ کے ساتھ کٹنے کا کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ کسی مجلس میں حاضر تھا۔صاحب مجلس کا ایک دانہ گیہوں ان کی اجازت کے بغیر میں نے اٹھالیا اور اس دانہ کو دو ٹکڑے کر دیا۔جیسے ہی دانہ میں نے گرایا تو ہاتف کی آواز میرے سر میں گونجی کہ اے درویش! تم نے یہ کیا کہ دوسرے آدمی کے گیہوں کا ایک دانہ اس کی اجازت کے بغیر دو ٹکڑے کر دیا جیسے میں نے یہ بات سنی فوراً اس ہاتھ کو کاٹ کر باہر پھینک

دیا تا کہ دوسری دفعہ کوئی نامناسب چیز نہ اٹھائے۔اس وقت شیخ الاسلام نے آبدیدہ ہوکر کہا اللہ والوں نے ایسا کیا،تب کہیں جا کر وہ مقام پر پہنچے۔

(٦) پاؤں کی توبہ

پاؤں کی توبہ یہ ہے کہ نامناسب جگہ پر جانے سے توبہ کی جائے۔اوراس کی خواہش پر پیر باہر نہ نکالے،تا کہ اس کی توبہ توبہ ہو۔

خواجہ مصریؒ ایک مرتبہ سفر کر رہے تھے،سفر کرتے ہوئے وہ ایک بیابان میں پہنچ گئے۔جہاں ایک غار تھا،اس غار میں ایک بزرگ صاحب نعمت درویش سے ان کی ملاقات ہوگئی،اس درویش کا ایک پیر باہر تھا اور ایک غار کے اندر اور دونوں آنکھیں ہوا میں،غار کے باہر جو پیر تھا وہ کٹا ہوا پڑا تھا،خواجہ ذوالنونؒ ان کے اور نزدیک ہوگئے اور سلام کے بعد انہوں نے پوچھا کیا بات ہے جو اس پیر کو آپ نے کاٹ دیا۔اس بزرگ نے جواب دیا کہ اے ذوالنون!امیر قصہ بڑا طویل ہے لیکں پیر کٹنے کا حال البتہ سن لو۔ایک روز میں غار سے باہر نکلا ہوا تھا،ایک عورت کسی ضرورت سے غار کے سامنے سے گزری، خواہش نفسانی نے تقاضہ کیا،اسی وقت اس عورت کو پکڑنے کے لیے میں نے اس پیر کو میں نے باہر نکالا۔وہ عورت میرے سامنے سے لاپتہ ہوگئی۔فوراً میں نے اس پیر کو کاٹ کر باہر پھینک دیا۔پس اے درویش!تب سے میں ایک پیر پر کھڑا ہوں۔اکرم ندامت سے حیران ہوا کہ قیامت کے دن کیا جواب دوں گا۔

(٦) نفس کی توبہ

نفس کی توبہ یہ ہے کہ جس میں نفس کو تمام لذیذ غذا،شہوات اور خواہشوں سے دور رکھنا چاہئے اور تمام چیزوں سے توبہ کرنی چاہئے اور نفسانی خواہشات کے مطابق کام نہیں کرنا چاہئے۔کلام اللہ اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص خواہش نفس سے اپنے آپ کو روکے گا،وہ بہشتی ہے اس کی جگہ بہشت میں ہے۔کلام اللہ میں آیا ہے کہ جو اپنے پروردگار

سے ڈرتا ہے اور گناہ سرزد ہو جانے کہ بعد اپنے نفس کو خواہشات سے روکتا ہے اور توبہ کرتا ہے، وہ یقیناً جنتی ہے اور اس کا ٹھکانہ بیشک بہشت ہے۔

(بحوالہ: اللہ میری توبہ)

توبہ کی ایک اور تقسیم

توبہ کے تین اور اقسام

توبہ کی تین اقسام ہیں۔(۱) ایک خطا سے راہ صواب پر۔(۲) دوسری درستگی سے مزید درستگی پر۔(۳) تیسری اپنی خود سے حق تعالیٰ کی طرف۔

خطا سے راہ صواب پر گامزن ہونے پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

والذین اذا فعلو افاحشة اوظلموا انفسهم ذکرو الله فاستغفروا لِذنو بهم. (سورة آل عمران : ۱۳۵)

''یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے برے کام کئے یا اپنے نفسوں پر ظلم کیا اور انہوں نے خدا کو یاد کر کے گناہوں کی مغفرت چاہی۔''

۲۔اور وہ جو درستگی سے مزید درستگی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ان کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سی ہے کہ انہوں نے کہا ''تبتُ الیکَ ''یعنی میں تیری ہی جانب رجوع کرتا ہوں۔''

۳۔اور جو اپنی خودی سے حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ان کی مثال حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے۔

وانه لیغان علی قلبی وانی کنت لا ستغفر الله فی کل یوم سبعین مرة

بلاشبہ جس وقت میرے دل پر ہلکا سا ابر آ جاتا ہے اس وقت میں روزانہ ستر مرتبہ خدا سے استغفار کرتا ہوں۔'' (بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل ۴: ۲۱۱)

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ **توبة العوام من الذنوب وتوبة**

الخواص من الغفلة .

''عوام کی توبہ گناہوں سے ہے اور خواص کی توبہ غفلت سے ہے۔''

اس لئے کہ عوام سے ظاہر حال پوچھا جائے گا اور خواص سے معاملہ کی تحقیق۔ کیونکہ عوام کے لئے غفلت ہے اور خواص کے لئے حجاب۔

حضرت ابوحفص حرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ التوبة اذا ذکرت الذنب ثم لا یجد حلاوة عند ذکره فهو التوبة.

''توبہ کی تعریف یہ ہے کہ جب تم گناہ کو یاد کرو پھر تم اس کی یاد میں لذت نہ پاؤ تو وہ توبہ ہے''۔

اس لئے کہ گناہ کی یاد تو حسرت سے ہوگی یا ارادہ خواہش سے۔ اگر اس طرح سے یاد کرتا ہے تو گنہگار ہے کیونکہ معصیت کے ارتکاب میں اتنی آفت نہیں ہے جتنی اس کے ارادہ وخواہش میں آفت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ارتکاب معصیت ایک لحظہ کا ہوتا ہے اور اس کا ارادہ وخواہش دائمی ہمیشہ ہوتا ہے لہٰذا اس کا جسم ایک گھڑی کے لئے معصیت میں رہے وہ ویسا نہیں ہے جس کا دل دن رات اس کی سوچ میں رہتا ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

التوبة توبتان توبة الانابة وتوبة الاستحياء فتوبة الانابة ان يتوب العبد خو فامن عقوبة وتوبة الاسحياء ان يتوب حياء من كرمه .

''یعنی توبہ کی دو صورتیں ہیں، ایک توبہ انابت ہے۔

دوسری توبہ استحیاء ہے۔

توبہ انابت یہ ہے کہ بندہ عذاب الٰہی کے خوف سے توبہ کرے اور استحیاء یہ ہے کہ بندہ حق تعالٰی کے کرم سے شرم کر کے توبہ کرے۔ خوف والی توبہ جلال الٰہی کے کشف سے ہے اور شرم والی توبہ جمال الٰہی کے نظارہ سے ہے۔ معلوم ہوا ایک جلال الٰہی میں اس کے خوف کی آگ سے جلتا ہے اور دوسرا جمال الٰہی میں شرم وحیاء کے نور سے روشن ہوتا ہے۔

ان دونوں میں سے ایک سکر میں ہے اور دوسرا ہوش میں ہے۔ اہل حیا اصحاب سکر ہیں اور اہل خوف اصحاب صحو۔

توبہ کے تین مقام

توبہ کے تین مقام ہیں

(۱) توبہ

یہ عام مومنین کا مقام ہے اور یہ عذاب کے خوف کے لئے ہے اور یہ خواہش اور کبیرہ گناہوں سے ہوتی ہے بندہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اس کی طرف رجوع ہوجاتا ہے۔ یعنی توبہ اللہ تعالیٰ کی جھڑکیوں، تنبیہ اور قید سے بچنے اور خواب غفلت سے دل کی بیزاری اور اپنے حال کے عیب کو دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ جب بندے کو اپنے برے احوال وافعال پر غور کرنے کی توفیق حاصل ہوتی ہے کہ ان سے خلاصی کی دعا کرے تو اللہ اس کے لئے توبہ کرنا آسان فرمادیتا ہے۔ حتیٰ کہ معصیت سے رہائی دیتا ہے اور عبادت کی حلاوت تک پہنچادیتا ہے۔

(۲) انابت

یہ اولیاء اللہ اور مقربان حق کا مقام ہے یہ صغیرہ گناہ اور فاسد اندیشہ سے اللہ تعالیٰ کی خاص محبت رکھنے کے باعث اس کی طرف رجوع کرنا ہے۔ یہ طلب ثواب کے لئے ہے۔

(۳) اوابت

یہ انبیاء اور مرسلینؑ کا مقام ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ توبہ مجھ پر آسان کردی جاتی ہے یہاں تک کہ میں ہر روز ستر بار استغفار کرتا ہوں یہ آپ ﷺ نے اس لئے فرمایا کہ آپ ﷺ جب کسی بلند مقام پر پہنچتے تو اس سے نیچے کے مقام پر توبہ کرتے۔ یہ فرمان حق کی رعایت کے لئے ہے۔ (بحوالہ: فضائل توبہ استغفار)

توبہ میں استقامت کا طریقہ

حضرت انس بن مالکؓ سے رویت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا ''یا رسول اللہ ! میں زبان دراز ہوں اور اپنے اہل عیال پر زبان درازی کرتا رہتا ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' تم استغفار کیوں نہیں پڑھتے ، میں تو دن میں سو مرتبہ استغفار پڑھتا ہوں۔''

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا'' میرے قلب پر گھٹا چھائی رہتی ہے۔اس لئے میں روزانہ سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' اے مومنوں ! تم سب کے سب اللہ سے توبہ کرو شاید کہ فلاح پاؤ۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے'' اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔اے ایمان والو! اللہ سے سچی خیرخواہی کے ساتھ توبہ کرو۔''

توبہ واستغفار کے درجات

توبہ واستغفار کے بے شمار درجات ہیں،ان کے ابتدائی درجات بھی فوائد سے لبریز ہیں انتہائی کا تو ذکر ہی کیا ہے۔اسی لئے حضرت سہیل تستریؒ فرماتے ہیں کہ بندے کو ہر حال میں اپنے پروردگار کی ضرورت ہوتی ہے اور یہی اس کے حق میں بہتر بھی ہے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے خواہ اچھا ہو یا برا۔مثلاً گناہ کا مرتکب ہو تو یہ دعا کرے اے اللہ ! گناہ سے میری حفاظت کر۔کوئی اچھا کام کرے تو یہ کہے کہ اے اللہ ! میرے اس عمل کو شرف قبولیت سے نواز۔ان سے کسی نے دریافت کیا کہ وہ استغفار کون سا ہے،جس سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں؟ آپؒ نے جواب دیا استغفار کی ابتدا استجابت سے ہے، پھر انابت،اس کے بعد توبہ۔استجابت سے اعضاء کے اعمال مراد ہیں اور انابت سے قلوب

کے ،توبہ یہ ہے کہ مخلوق سے لاتعلق ہوکر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجائے اور جس گناہ میں مبتلا ہے اس کی مغفرت طلب کرے۔ نیز کفران نعمت اور ترک شکر جیسی خطاؤں کی بھی بخشش چاہے۔امید ہے کہ اس کے بعد مغفرت ہوجائے گی اور رب العالمین کے پاس ٹھکانہ مل جائے گا۔توبہ کے بعد بھی مراحل ہیں۔ پہلا مرحلہ تنہائی ہے، پھر ثبات ،اس کے بعد بیان، پھر فکر، پھر مغفرت، پھر مناجات،اس کے بعد مصافات، پھر موالات، پھر راز کی گفتگو جسے خلت کہتے ہیں لیکن یہ تمام احوال اس بندے کے دل پر گزرتے ہیں جس کی غذا علم ،جس کی اقوام ذکر ،جس کا زادراہ رضائے الٰہی ،جس کا رفیق توکل ہو۔ایسے دل پر اللہ تعالیٰ اپنی خاص توجہ ڈالتے ہیں اوراسے عرش پر اُٹھا لیتے ہیں جہاں اسے حاملین عرش کے درمیان جگہ ملتی ہے۔ان سے کسی نے آنحضرت ﷺ کے اس ارشادگرامی کے بارے میں دریافت کیا۔

التائب حبیب اللہ ترجمہ: ''توبہ کرنے والا اللہ کا حبیب ہے۔''

آپؒ نے فرمایا کہ توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا حبیب اسی وقت ہوگا جب اس میں مندرجہ ذیل اوصاف پائے جائیں گے۔

التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الأمرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحفظون لحدود اللہ۔

(پ:۱۱،۳آیت:۱۲۲)

ترجمہ...... ''وہ ایسے ہیں جوتوبہ کرنے والے ہیں (اور) اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں (اور) حمد کرنے والے ہیں ،روزہ رکھنے والے ہیں رکوع کرنے والے ہیں ،(اور) سجدہ کرنے والے ،نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے ہیں۔''

یہ بھی فرمایا کہ حبیب اسے کہتے ہیں جو اپنے محبوب کا اس حد تک اطاعت گزار ہو کہ جو بات اسے بری لگتی ہو،اس کے قریب بھی نہ بھٹکتا ہو۔اس تمام تفصیل سے یہ بیان کرنا

مقصود ہے کہ توبہ کے دوثمر ہیں ۔ پہلا ثمر تو یہ ہے کہ گناہ مٹ جائے اور ایسا ہوجائے گویا گناہ کا ارتکاب کیا ہی نہیں ہے دوسرا ثمر یہ ہے کہ توبہ کے ذریعے قرب کے درجات حاصل کرے یہاں تک کہ اس کا حبیب بن جائے ۔ پھر کفارۂ ذنوب کے مختلف درجات ہیں ۔ بعض گناہ اس طرح مٹ جاتے ہیں گویا کبھی وجود ہی میں نہیں آئے تھے، بعض گناہوں میں صرف تخفیف ہوتی ہے ۔ جیسے توبہ ہوتی ہے ازالہ معصیت میں ویسا ہی اس کا اثر ہوتا ہے

توبہ کرنا کیوں لازمی ہے؟

ہر مسلمان پر اپنے گناہوں کی وجہ سے توبہ کرنا لازمی ہے اور یہ دو درجہ سے لازم ہے ۔

۱ ایک تو اس لئے کہ توبہ کے باعث تمہیں طاعت وعبادت کی توفیق نصیب ہو کیونکہ گناہوں کی نحوست بندے کو طاعات اور عبادات بجالانے سے محروم کر دیتی ہے اور اس پر ذلت اور رسوائی مسلط کر دیتی ہے ۔ یقین جانو کہ گناہ ایک ایسی زنجیر ہے جو بندے کو طاعات اور نیکی کی طرف چلنے سے روک دیتی ہے اور گناہوں کے ہوتے ہوئے امور خیر میں جلدی نہیں ہو سکتی کیونکہ گناہوں کا ثقل اور بوجھ نیکیوں کے سکون کو پیدا نہیں ہونے دیتا اور نہ ہی طاعات میں نشاط وخوشی پیدا ہونے دیتا ہے اور گناہوں پر اصرار کرنا اور اڑ جانا دل کو سیاہ کر دیتا ہے ۔ اسی طرح انسان قساوت قلبی اور گناہوں کی تاریکی میں مبتلا ہوجاتا ہے ۔ نہ اس میں خلوص پیدا ہوسکتا ہے اور نہ ہی دل کا تزکیہ اور نہ ہی عبادات میں لذت وحلاوت پیدا ہوسکتی ہے ۔ جو شخص گناہوں سے تائب نہیں ہوگا اگر خدا تعالیٰ کا فضل اس کے ساتھ شامل نہ ہوا تو رفتہ رفتہ یہ گناہ اسے کفر تک پہنچا دیں گے ۔ ایسے شخص پر شقاوت اور بدبختی غالب آجائے گی ۔ تو ایسے شخص پر تعجب ہے کہ اس نحوست اور قساوت کے ہوتے ہوئے اسے طاعات الٰہی کی توفیق کس طرح مل سکتی ہے اور گناہوں پر اڑنے والا شخص طاعات خداوندی کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے اور خلاف شرع امور اپناتے ہوئے وہ عبادت

خداوندی کیسے بجالا سکتا ہے۔اسی طرح جو شخص گناہوں کی گندگی اور پلیدگی سے آلودہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی مناجات کا قرب کیسے حاصل کرسکتا ہے۔اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا كذب العبد تنحا اعنه المكان من نتن ما يخرج من فيه

ترجمہ: ''جب انسان جھوٹ بولتا ہے تو دونوں کراماً کاتبین جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے اس سے الگ ہوجاتے ہیں۔''

اور جھوٹ وغیبت کے ہوتے ہوئے زبان ذکر الٰہی کے لائق کیسے ہوسکتی ہے۔اس لئے گناہوں پر اصرار کرنے والے آدمی کو نیک کام کی توفیق ملنا بہت مشکل ہے اور نہ ہی عبادت کرتے وقت اس کے اعضا میں چستی اور سکون پیدا ہوسکتا ہے۔ایسا شخص اگر چہ ٹوٹی پھوٹی عبادت کرے گا تو وہ بھی مشقت کے ساتھ، پھرایسی عبادت میں لذت اور صفائی وغیرہ کچھ نہیں ہوگی۔یہ سب گناہوں کی نحوست اور ترک توبہ سے ہوگا۔اس شخص نے سچ فرمایا ہے جس نے کہا کہ اگر تو رات کو نماز تہجد پڑھنے کی اور دن کو روزہ رکھنے کی قوت نہیں رکھتا تو سمجھ لے کہ تو منحوس ہو چکا ہے اور معاصی کی نحوست تجھ پر مسلط ہو چکی ہے۔

۲: توبہ کے ضروری ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بغیر توبہ کے عبادت قبول نہیں ہوتی۔ جس طرح قرض خواہ کا قرض ادا کرنے سے پہلے اس کے سامنے ہدیئے اور تحفے کوئی اہمیت نہیں رکھتے اور نہ وہ انہیں قبول کرتا ہے۔اسی طرح پہلے گناہوں سے توبہ لازم ہے اس کے بعد عام عبادات نافلہ اسی طرح جب فرائض کسی کے ذمہ لازم ہوں تو اس کے نوافل وغیرہ کیسے قبول ہوسکتے ہیں۔یوں اگر کوئی شخص حرام ممنوع کا تو ترک نہ کرے مگر مباح وحلال اشیاء میں پرہیز واحتیاط کرے تو اس کا ایسا پرہیز کیا وقعت رکھ سکتا ہے اور وہ شخص خدا سے مناجات اس کی درگاہ میں پسندیدہ اور اس کی ثنا کرنے کے لائق کیسے ہوسکتا ہے جس پر خدا تعالیٰ ناراض اور غصے ہو۔گناہوں پر اصرار کرنے والوں کا اکثر یہی حال ہوتا ہے اس لئے توبہ کو ہر وقت اپنا مشغلہ بنانا چاہئے۔

اگر توبہ نہ کرنے کا یہ بہانہ کرو کہ ہمیں اپنی نفس پر اعتماد نہیں شاید گناہوں کے بعد توبہ سے باز رہے یا نہ رہے اور شاید ہم توبہ پر ثابت ومضبوط رہیں یا نہ رہیں، اس لئے توبہ کرنے سے کیا فائدہ۔ تو یاد رہے یہ خیال شیطان کا سراسر دھوکہ اور فریب ہے کیونکہ تمہیں کیسے معلوم ہے کہ توبہ کے بعد ضرور تم سے گناہ ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ توبہ کے بعد متصل ہی تم پر موت آجائے اور گناہ کرنے کا موقع نہ ملے۔ باقی یہ وہم کہ شاید گناہ ہو جائے تو ایسے وہم کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ تم پر صرف یہ لازم ہے کہ توبہ کے وقت آئندہ گناہوں کو ترک کر دینے کا ارادہ پکا اور سچا ہو، باقی اس ارادے پر تمہیں استقامت دینا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ پس اگر اس ارادے پر تم خدا کے فضل سے قائم رہے تو یہی مقصود ہے اور اگر تم خدانخواستہ تم اس ارادے پر قائم نہ رہے تو بھی تمہارے گزشتہ گناہ تو معاف ہو جائیں گے، گزشتہ گناہوں کے عذاب سے تمہیں خلاصی مل گئی اور گزشتہ گناہوں کی آلودگی سے تم پاک ہو گئے۔ توبہ کے بعد اگر کوئی گناہ ہوا تو بس وہی تمہارے ذمہ ہیں۔ تو سابقہ گناہوں کا معاف ہو جانا کوئی کم نفع ہے؟ اس لئے وسوسے سے توبہ کرنے سے نہ رکو کہ مبادہ پھر گناہ ہو جائے کیونکہ خاص توبہ کرنے سے تمہیں دو بڑے فائدوں سے ایک فائدہ یقیناً ہوگا کہ یا تو ہمیشہ کے لئے توبۃ النصوح میسر آجائے گی یا سابقہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق وہدایت کا مالک ہے۔

توبہ میں تاخیر سخت نقصان دہ ہے

توبہ میں تاخیر کرنا سخت نقصان دہ ہے کیونکہ گناہ سے ابتداء قساوت قلبی پیدا ہوتی ہے پھر رفتہ رفتہ انسان کفر وگمراہی تک جا پہنچتا ہے۔ کیا تمہیں ابلیس اور بلعم باعور کا واقعہ یاد نہیں، ان سے ابتداء میں ایک ہی گناہ صادر ہوا مگر بعد میں کفر وگمراہی تک پہنچ گئے اور ہمیشہ کے لئے تباہ حال لوگوں میں شامل ہو گئے۔ اس لئے توبہ کے معاملہ میں بیداری و کوشش لازم ہے اگر تم جلد توبہ کرو گے تو امید ہے کہ عنقریب گناہوں پر اصرار کا مرض

تمہارے دل سے قلع قمع ہو جائے اور گناہوں کی نحوست کا بوجھ تمہارے دل سے اتر جائے اور گناہوں کی وجہ سے جو قساوت قلبی پیدا ہوتی ہے اس سے ہرگز بے خوف نہ ہو بلکہ ہر وقت اپنے دل پر نگاہ رکھو کیونکہ بعض صالحین نے فرمایا ہے۔

ان سواد القلب من الذنوب وعلامة سوادالقلب ان لاتجدمن الذنوب مفزعاً ولا للطاعة موقعا ولا للموعظة منجعاولا تستحقرن من الذنوب شيئاً فتحسب نفسک تائبا وانت مصر علی الکبائر ۔

ترجمہ: ''گناہ کرنے سے دل سیاہ ہو جاتا ہے اور دل کی سیاہی کی علامت یہ ہوتی ہے کہ گناہوں سے گھراہٹ نہیں ہوتی، طاعت کے لئے موقع نہیں ملتا، نصیحت سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اے عزیز کسی گناہ کو معمولی خیال نہ کرو اور کبیرہ گناہوں پر اصرار کرنے کے باوجود اپنے آپ کو تائب گمان نہ کر۔''

حضرت کھمس بن الحسینؒ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے ایک گناہ سرزد ہوا تو میں اس پر چالیس برس تک روتا رہا۔ لوگوں نے پوچھا اے ابوعبیداللہ! وہ کون سا گناہ تھا؟ تو آپؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میرا ایک دوست میری ملاقات کو آیا تو میں نے اس کے لئے مچھلی پکائی جب وہ کھانا کھا چکا تو میں نے اٹھ کر اپنے پڑوسی کی دیوار سے مٹی لیکر اپنے مہمان کے ہاتھ دھلائے۔

توبہ فوری طور پر واجب ہے

توبہ واجب ہے اور اس کے تینوں اجزاء علم، ندامت اور ترک بھی واجب ہیں۔ ندامت وجوب میں اس لئے داخل ہے کہ یہ ان افعال الٰہی میں واقع ہے جو بندے کے علم اور ارادے کے درمیان گھرا ہوا ہے۔ اس لئے ایک طرف بندے کا علم اور دوسری جانب ارادہ ترک، جس فعل کا یہ وصف ہو وہ وجوب کو شامل ہوتا ہے۔

توبہ کے فوری طور پر واجب ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اس لئے کہ معاصی کو مہلک

سمجھنا نفس ایمان میں داخل ہے اور یہ علی الفور واجب ہے، یہ واجب وہی شخص ادا کرسکتا ہے جو اس کے وجوب سے واقف ہو۔ اس طرح واقف ہو کہ ان معاصی سے باز رہ سکے۔ یہ معارفت علوم مکاشفہ میں سے نہیں ہے جن کا عمل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، بلکہ اس کا تعلق علوم معاملہ سے ہے اور جس علم سے یہ مقصد ہوتا ہے کہ اس سے عمل پر تحریک ہو، اس کی ذمہ داری سے آدمی اس وقت تک عہدہ برآ نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی علت غائی ظہور میں نہ آئے۔ گناہوں کے ضرر کی معرفت اس لئے مقصود ہے کہ اس سے گناہوں کے ترک کی ترغیب ہوتی ہے۔ چنانچہ جو شخص گناہوں سے اپنا دامن نہ بچائے گا وہ ایمان کے اس حصے سے محروم رہے گا۔ حدیث شریف سے مراد یہی ہے۔

لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن . (بحوالہ بخاری و مسلم ابوھریرۃؓ)

ترجمہ......"زنا کرنے والا جب بھی زنا کرتا ہے وہ اس حال میں مومن نہیں رہتا"

اس میں ایمان سے وہ ایمان مراد ہے جس کا تعلق علوم مکاشفہ سے ہے جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کی وحدانیت، اس کی صفات، اس کی کتابوں اور پیغمبروں کا علم۔ زنا سے یہ ایمان زائل نہیں ہوتا بلکہ خدا کی قربت کو ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ زنا سے یہ قربت ختم ہوجاتی ہے اور بندہ خدا تعالیٰ کا مبعوث ٹھہرتا ہے۔ زنا کرنے والا گویا اس گناہ کے مہلک یا مضر ہونے کا معتقد نہیں ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے کسی طبیب نے مریض سے کہا کہ فلاں چیز مت کھاؤ وہ تمہارے لئے زہر ہے۔ وہ شخص کھالیتا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ یہ شخص طبیب کا معتقد نہیں ہے اس کا یہ مطب نہیں ہوتا کہ وہ طبیب کے وجود پر یقین نہیں رکھتا یا اس کے معالج ہونے کا معترف نہیں ہے بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ طبیب نے جس چیز کو زہر قاتل کہا تھا وہ اسے تسلیم نہیں کرتا کیونکہ اگر وہ اس کو مہلک سمجھتا تو کبھی نہیں کھاتا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ گنہگار کا ایمان ناقص ہوتا ہے۔

ایمان ایک ہی چیز کا نام نہیں ہے بلکہ اس کے ستر سے زائد شعبے ہیں، سب سے اعلیٰ شعبہ توحید باری کی شہادت ہے اور سب سے ادنیٰ شعبہ راستے سے ایذا دینے والے چیز

ہٹانا ہے۔اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ دنیا میں انسان ایک ہی طرح کے نہیں ہوتے بلکہ ان کی ستر سے زیادہ قسمیں ہیں۔ان میں سب سے اعلیٰ قسم ان لوگوں کی ہے جن کے قلب و روح دونوں صاف ہوتے ہیں اور ادنیٰ قسم کے لوگوں میں وہ شامل ہیں جن کی ظاہری جلد میل کچیل سے صاف ہو۔ناخن کٹے ہوئے ہوں ،مونچھیں ترشی ہوئی ہوں تاکہ بہائم سے ممتاز ہو سکے ،جو بے مہار گھومتے پھرتے ہیں۔ان کا جسم خود ان کی نجاست سے آلودہ رہتا ہے،کھر اور ناخن اتنے بڑے رہتے ہیں کہ ان کی صورت بری ہو جاتی ہے۔یہ مثال بالکل ٹھیک ہے،ایمان کی مثال انسان کی سی ہے اگر شہادت سے توحید نکال دی جائے تو ایمان باقی نہیں رہتا،اسی طرح آدمی کے جسم سے اس کی روح اور قلب نکال دیا جائے تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہو جاتا ہے۔جو شخص توحید و رسالت کا ایمان رکھتا ہے وہ اس انسان کی مانند ہے جس میں روح تو ہو مگر ہاتھ پاؤں ،آنکھ اور دوسرے ظاہری و باطنی اعضاء سے محروم ہو۔یہ شخص بظاہر جیتا جاگتا ہے لیکن مردوں سے بدتر ہے، قریب ہے کہ موت کی گرفت میں آجائے ،اس لئے کہ اعضاء کی قوت سے محرومی کے باعث اس کی روح ضعیف ہے ، وہ مدافعانہ قوت نہیں رکھتی ،اس لئے بہت جلد پرواز کر جائے گی۔اسی طرح جو شخص صرف کلمہ طیبہ کی شہادت پر قانع ہو اور اعمال میں کوتاہ ہو، وہ بھی فنا ہونے کے قریب ہے،ذرا بھی تیز و تند ہوا چلے گی ،اس کے ایمان کا کمزور درخت جڑ سے اکھڑ جائے گا تیز و تند ہوا سے وہ احوال و خطرات مراد ہیں جو ملک الموت کی آمد کے وقت پیش آتے ہیں۔جس ایمان کی جڑیں مضبوط نہیں ہوتیں اور جس کی شاخیں مضبوط وسیع نہیں ہوتیں ،وہ ملک الموت کی آمد کے وقت پیش آنے والے خطرات کا مقابلہ نہیں کر پاتا بلکہ اپنی جگہ سے ہل جاتا ہے اور بعض اوقات زمین پر آرہتا ہے،خاتمے کے وقت وہی ایمان سلامت رہتا ہے جس کی بنیاد طاعات پر ہو اور جو اعمال خیر کے چشموں سے سیراب ہوا ہو اور جس کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں اور شاخیں آسمان کی بلندیوں میں دور تک ہوں۔

بعض گنہگار اہل ایمان نیک مومنین سے کہتے ہیں کہ تم میں اور ہم میں کیا فرق ہے، ہم بھی ایمان کی دولت رکھتے ہیں تم بھی ایمان کی دولت رکھتے ہو۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کدو کے درخت نے صنوبر کے درخت سے کہا تھا کہ ہم دونوں میں فرق ہی کیا ہے، میں بھی درخت ہوں اور تو بھی درخت ہے۔ صنوبر نے جواب دیا کہ ہم دونوں کا نام یقیناً مشترک ہے لیکن نام کے اس اشتراک سے تو جس غلط فہمی کا شکار ہے وہ بہت جلد دور ہوجائے گی، جب موسم خریف کی آندھی چلے گی، تیری جڑ اکھڑ جائے گی اور پتے بکھر جائیں گے، اس وقت معلوم ہوگا کہ تو نام کی وجہ سے دھوکے میں تھا اور اس وصف میں غافل تھا جس کے باعث درخت مضبوط رہتا ہے۔

سوف تری اذا نجلی الغبار. افرس تحتک ام حمار

ترجمہ...... ''جب غبار چھٹ جائے گا تو خود دیکھ لے گا کہ تیرے نیچے گدھا ہے یا گھوڑا''

حقیقت خاتمے کے وقت منکشف ہوتی ہے ہیت، ایمان کی قوت وضعف کا حال اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب فرشتہ اجل قریب آتا ہے۔ موت کی مصیبت اور اس کے احوال وخطرات سے عارفین کے جگر پارہ ہوجاتے ہیں، عالم لوگوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ وہ وقت ہی ایسا نازک ہے کہ بہت کم لوگ ثابت قدم رہتے ہیں اور سلامتی کے ساتھ منزل تک پہنچتے ہیں۔ اگر کوئی گنہگار اپنے گناہوں کے باعث دوزخ کی آگ میں رہنے سے خائف نہ ہوتو اس کی مثال ایسے تندرست وتوانا شخص کی سی ہے جو یہ سوچ کر شہوات میں ڈوبا رہتا ہے اور موت سے نہیں ڈرتا کہ موت عام طور پر اچانک نہیں آتی۔ اس سے کہا جائے گا کہ تندرست کو مرض کا خوف رہنا چاہئے اور مریض ہوتو موت سے ڈرنا چاہئے۔ اسی طرح گنہگار کو بھی سوء خاتمہ کا خوف ہونا چاہئے، خدانخواستہ خاتمہ اچھا نہ ہوا تو آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنا ہوگا ایمان کے لئے گناہ ایسے ہیں جیسے بدن کے لئے مضر غذائیں کہ معدے میں جاکر اخلاط کی مزاج میں تبدیلی کرتی ہیں اور آدمی اپنی بدلتی ہوئی حالت سے اچھی طرح باخبر بھی

نہیں ہوتا کہ موت اسے اچانک آلیتی ہے، ایمان پر گناہ بالکل اسی طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔

جب اس فانی دنیا کا یہ عالم ہے کہ لوگ ہلاکت کے خوف سے زہریلی چیزیں اور مضر غذائیں چھوڑنا واجب سمجھتے ہیں اور اسی وقت عمل کرتے ہیں تو ابدی ہلاکت کے خوف سے مہلک چیزیں استعمال نہ کرنا طریق اولیٰ فوری طور پر واجب ہوگا۔ اسی طرح جب انسان کوئی زہریلی غذا کھالیتا ہے تو اپنے فعل پر نادم ہوتا ہے اور ضروری سمجھتا ہے کہ قے کر کے یا کسی دوسری تدبیر سے اپنا معدہ اس زہریلی چیز سے خالی کرلے تاکہ یہ زہر مئوثر ہو کر اس کے جسم کے ضیاع کا باعث بن جائے جو چند روز بعد فنا ہونے والا ہے۔ یہی حال اس شخص کا ہونا چاہئے جو دین کا زہر کھالے یعنی گناہ کرلے۔ اس کے لئے بطریق اولیٰ ضروری ہے کہ وہ گناہوں سے رکے اور اگر مرتکب ہوجائے تو فوری طور پر تدراک کرے تاکہ آخرت تباہ نہ ہو جس میں دائمی نعمتیں اور پائیدار لذتیں ہیں۔ اگر آخرت تباہ ہوئی تو پھر دوزخ کی آگ اور جہنم کے عذاب کے سوا کچھ ملنے والا نہیں ہے۔ یہ سزا اتنے طویل عرصے تک بھگتنی ہوگی جس کی کوئی تحدید نہیں کی جاسکتی۔ آخرت کے دنوں کو دنیا کے دنوں سے ذرا بھی مناسبت نہیں ہے۔ جب صورت حال یہ ہے تو گنہگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ توبہ ہی کی طرف سبقت کرے، ایسا نہ ہو کہ تاخیر کرنے سے گناہوں کا زہر روح میں سرایت کر جائے اور پھر طبیب بھی اس کا علاج نہ کر سکے، نہ اس کے لئے پرہیز مفید ہو، نہ وعظ نصیحت سے کام بنے اور تباہ حال لوگوں کے زمرے میں اس کا شمار ہوجائے اور اس آیت کا مصداق بنے۔

انا جعلنا فی اعنا قهم اغلالا فهیَ الی الا ذقان فهم مقمحون. و جعلنا مـن بیـن أیدیهم سداوّمن خلفهم سدا فاغشینا هم فهم لا یبصرون. وسواءٌ علیهم ء انذر تهم ام لم تنذرٔهم هم لا یؤمنون .

(پ: ۲۲، ۱۸ا آیت ۸تا ۱۰)

ترجمہ...... ''ہم نے ان کی گردنوں میں توق ڈال دیئے ہیں پھر وہ ٹھوڑیوں تک ہیں جس سے ان کے سر الل گئے اور ہم نے ایک آڑ ان کے سامنے کر دی ایک آڑ ان کے پیچھے کر دی جس سے ہم نے ان کو (ہر طرف سے) گھیر دیا سو وہ نہیں دیکھ سکتے اور ان کے حق میں آپ کا ڈرانا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں، یہ ایمان نہ لائیں گے۔''

یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ اس آیت میں کافروں کا ذکر ہے کیونکہ ہم یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں اور یہ کہ زانی حالت زنا میں مومن نہیں رہتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اس ایمان سے دور ہوگا جو شاخ اور فرع کے مانند ہے وہ خاتمے کے وقت اصل ایمان سے بھی محجوب ہوگا۔ جس طرح وہ شخص جو تمام اعضاء سے محروم ہو کر جلد مر جاتا ہے کیونکہ اصل شاخوں کے بغیر قائم نہیں رہتی اور شاخیں اصل کے بغیر باقی نہیں رہتیں۔ اصل اور فرع میں صرف ایک فرق ہے، فرع کا وجود اور اس کی بقاء دونوں اصل کے وجود پر منحصر ہیں جب کہ اصل کا وجود فرع پر منحصر نہیں، البتہ اس کی بقا فرع پر منحصر ہے۔

علوم کاشفہ اور وعلوم معاملہ دونوں لازم وملزوم ہیں جیسے فرع واصل ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔ ایک دوسرے سے مستغنی نہیں رہ سکتا۔ اگر چہ ایک اصل کے مرتبے میں ہے اور ایک تابع کی حیثیت رکھتا ہے۔ علوم مکاشفہ اصل ہیں اور علوم معاملہ فرع کے قائم مقام ہیں۔ علوم معاملہ سے اگر آدمی کو عمل پر تحریک نہ ہو تو اس کے ہونے سے نہ ہونا بہتر ہے اس لئے کہ ان کا جو اثر جو فائدہ ہونا چاہئے تھا وہ نہیں ہوا، اس لئے وہ بال جان بنیں گے اور تارک عمل پر حجت قائم کریں گے۔ اسی لئے اگر عالم گناہ کرتا ہے تو اسے جاہل گنہگار کی بہ نسبت زیادہ گناہ ملتا ہے۔

توبہ ہر حال میں اور ہمیشہ کے لئے واجب ہے

وجوب توبہ کی عمومیت اس آیت سے ثابت ہے اہل ایمان کو خطاب عام ہے۔

توبوا الی اللہ جمیعاً ایہا المؤمنون لعلکم تفلحون (پ:۱۸ آیت ۳۱)

ترجمہ...... ''اے مسلمانو تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرنا کہ فلاح پاؤ''۔

نور بصیرت سے بھی اسی حقیقت کی طرف رہنمائی ہوتی ہے اس لئے کہ توبہ کے معنی ہیں اس راستے پر واپسی جو اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والا ہے اور شیطان سے قریب کرنے والا ہے اور یہ رجوع صرف عاقل ہی سے ممکن ہے۔

عقل کی اصل اس وقت تک کامل نہیں ہوتی جب تک شہوت ،غضب اور ان تمام صفات مذمومہ کی اصل جو انسان کی گمراہی کے لئے شیطان نے بطور وسیلہ اختیار کر رکھی ہیں ، درجہ کمال تک نہیں پہنچتیں۔ جب آدمی چالیس برس کی عمر کو پہنچتا ہے تب اس کی عقل مکمل ہوتی ہے البتہ اصل عقل سن بلوغ تک پہنچنے تک مکمل ہو جاتی ہے اور اس کے مبادی سات سال کی عمر سے ظاہر ہونے لگتے ہیں، شہوات شیطانی لشکر ہیں اور عقل ملائکہ کی فوج ہے۔ جب یہ دونوں فوجیں کسی ایک مقام پر جمع ہوتی ہیں تو ان میں جنگ برپا ہوتی ہے اس لئے کہ ایک کے سامنے دوسرا نہیں ٹھہر سکتا ، دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک دوسرے کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ جس طرح رات اور دن میں ، روشنی اور تاریکی میں اجتماع نہیں ہو سکتا۔ اگر ایک غالب آ جائے تو دوسرے کا وجود کسی حال میں باقی نہیں رہتا اور کیونکہ شہوات کمال عقل سے پہلے ہی جوانی اور بچپن کے زمانے میں انسان پر غالب آ جاتی ہیں اس لئے شیطان کے قدم فعل سے پہلے ہی راسخ ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دل عموماً شہوات کی محبت وانسیت میں گرفتار رہتا ہے اور اس کی گلوخلاصی مشکل ہو جاتی ہے۔ پھر جب عقل ظاہر ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی جماعت اور اس کا لشکر ہے اور اولیاء اللہ کو دشمنان خدا کے ہاتھوں سے بتدریج نجات دلانے والی ہے۔ اس لئے اگر عقل میں قوت وکمال نہ ہوگا تو شیطان اپنا کیا کرد کھائے گا اور میدان اس کے ساتھ رہے گا۔

لاحتنکن ذریتہٗ الا قلیلاً (پ۵، ۷، آیت ۶۲)

ترجمہ: ''جب عقل پختہ اور مکمل ہو جاتی ہے تو اس کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ شہوات کا زور توڑ کر ، عادات سے کنارہ کش ہو کر اور طبیعت کو زبردستی عبادات کی طرف

مائل کر کے شیطانی فوجوں کو عبرتناک شکست دے۔ یہی توبہ کی معنی ہیں کہ آدمی اس راہ سے انحراف کرے جس کا رہبر شیطان ہے اور جس کی رہنما شہوت ہے اور اس راستے پر چلے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔

ہر انسان میں عقل سے پہلے شہوت ہوتی ہے، شہوت کی عزیزیت عقل کی وزیزیت پر مقدم ہوتی ہے۔ اس لئے شہوات کی اتباع میں جو اعمال سرزد ہوئے ہوں ان سے رجوع کرنا ہر انسان کے لئے ضروری ہے خواہ وہ نبی ہو یا غبی۔ یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ رجوع کرنا صرف حضرت آدم علیہ السلام کی خصوصیت تھی بلکہ یہ تو حکم ازلی ہے جو جنس انسان کے ہر فرد پر لکھا ہوا ہے۔ اس کے خلاف فرض کرنا ممکن ہی نہیں ہے جب تک سنت الٰہیہ میں تبدیل نہ ہو۔

اگر کوئی شخص حالت بلوغ میں کفر یا جہل پر ہو اس کے لئے ان سے توبہ کرنا ضروری ہے اور اگر کوئی شخص اپنے والدین کی اتباع میں مسلمان ہوا ہو اور یہ نہ جانتا ہو کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے؟ اس پر واجب ہے کہ وہ اپنی اس جہالت اور غفلت سے توبہ کرے اور یہ توبہ اس طرح ہوگی کہ اسلام کی حقیقت سمجھے اور یہ جانے کہ والدین کے اسلام سے اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا جب تک خود مسلمان نہ ہو۔ جب یہ بات جان لے تو شہوات کی الفت اور بے راہ روی کی محبت سے تائب ہونا اور صحیح راستے پر چلنا بھی ضروری ہے یعنی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی عائد کردہ حدود کی رعایت اور فرائض کی پابندی کرے خواہ دینے میں ہو لینے میں، عمل میں ہو یا ترک عمل میں اور یہ مرحلہ توبہ کا دشوار ترین مرحلہ ہے۔ اکثر لوگ یہیں پہنچ کر ہلاک ہوئے ہیں کہ خواہش کے باوجود رجوع نہ کر سکے۔

اس تفصیل سے ثابت ہو کہ ہر شخص کے لئے فرض عین ہے کوئی فرد بشر بھی اس سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام جیسے اولولعزم پیغمبر اور انسانی سلسلے کہ پہلے فرد اس سے بے نیاز نہ رہ سکے تو دوسرے لوگ کیسے رہ سکتے ہیں؟

توبہ ہر حال میں اور ہمیشہ کے لئے واجب ہے اس لئے کہ کسی بھی شخص کے اعضاء

گناہ سے خالی نہیں ہیں، اس سے انبیاء کرام تک محفوظ نہ رہ سکے جیسا کہ قرآن کریم میں ان کی خطاؤں کا، ان پر پشیمانی گریہ وزاری کا ذکر ہے اگر بعد اوقات آدمی اعضاء کی معصیت سے محفوظ رہ گیا تو دل کے ارادہ معصیت سے محفوظ نہ رہ پائے گا۔ دل میں ارادہ گناہ نہ ہو تو شیطانی وساوس سے نہ بچ سکے گا کیوں کہ شیطان دلوں میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت ہوتی ہے۔ اگر وساوس سے بھی محفوظ رہ گیا تو اللہ تعالیٰ کی صفات اور افعال سے واقف ہونے میں کوتاہی کرے گا یہ تمام باتیں نقصان کی ہیں اور ہر نقصان کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے اس سبب کو ترک کرنا اور اس کی ضد اختیار کرنا ہی رجوع ہے۔ توبہ سے یہی مقصود ہے، آدمی کا اس نقصان سے خالی ہونا بظاہر نا قابل فہم ہے البتہ لوگ مقدار نقصان میں ایک دوسرے سے مختلف اور متفاوت ہو سکتے ہیں۔ اصل نقصان میں تمام لوگ شریک ہیں یہاں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایہ:

انه ليغان علىٰ قلبی حتی استغفر الله فی اليوم والليلة سبعين مرة

(بحوالہ مسلم......اعزالبحز ئی)

ترجمہ: ''میرے دل پر زنگ آجاتا ہے یہاں تک کہ میں دن رات میں ستر مرتبہ اللہ سے مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔''

ليغفر لک الله ماتقدم من ذنبدک وما تا خر (پ: ۲۶، ۹ آیت : ۲)

ترجمہ: جب آپ کا یہ حال ہے کہ مغفرت کی دعا فرماتے اور تمام گناہوں کی بخشش کی بشارت کے باوجود دن میں ستر بار اور ایک روایت کے مطابق سو بار اپنی خطاؤں کی بخشش چاہتے تھے۔

یہاں ایک اعتراض ہوسکتا ہے اس اعتراض کی تمہید یہ ہے کہ قلب پر جو فاسد خیالات یا وساوس وارد ہوتے ہیں وہ نقص ہیں۔ کمال یہ ہے کہ قلب ان سے خالی رہے، اسی طرح اللہ عزوجل کی صفات وافعال سے پوری طرح واقف نہ ہونا بھی ایک نقص ہے۔ اس میں بھی کمال ہے کہ آدمی کی مغفرت زیادہ سے زیادہ ہو، جتنی مغفرت زیادہ ہوگی اتنا ہی

کمال زیادہ ہوگا۔اس کی معنی یہ ہوئے کہ اسباب نقص سے اسباب کمال تک پہنچنے کے معنی رجوع ہیں، اسے توبہ بھی کہہ سکتے ہیں اور توبہ کے سلسلے میں یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ توبہ ہر حال اور ہمیشہ واجب ہے۔ ہمارے خیال میں وساوس سے قلب کا خالی ہونا اور صفات الٰہیہ سے کماحقہ واقفیت فضائل ہیں، فرائض نہیں کیونکہ کمال حاصل کرنا واجب نہیں ہے۔اس صورت میں مذکورہ بالا امور میں توبہ ہر حال میں کیسے واجب ہوسکتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے انسان عقل کی دہلیز پر قدم رکھنے سے پہلے شہوت کی اتباع سے اپنا دامن نہیں بچا پاتا۔توبہ کے معنی یہ نہیں کہ جن اعمال سے توبہ کی جارہی ہے وہ آئندہ کے لئے ترک کردیئے جائیں بلکہ توبہ کے لئے ضروری ہے کہ ماضی میں جو کچھ ہوچکا ہے اس کا تدارک بھی ہوجائے۔آدمی جس شہوت میں مبتلا ہوتا ہے اس سے دل پر تاریکی سی چھاجاتی ہے، جیسے منہ کی بھاپ سے آئینے پر تاریکی آجاتی ہے۔پھر اگر شہوات کی اتباع مسلسل ہوتی رہے تو دل کی تاریکی تہہ بہ تہہ گہری ہوجاتی ہے اور زنگ سا لگ جاتا ہے جس طرح منہ کی بھاپ آئینے پر اگر مسلسل پڑتی رہے تو زنگ لگ جاتا ہے۔شہوات سے دل پر زنگ لگنے کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔فرمایا:

کلا بل ران علی قلوبھم ما کانو ایکسبون.(پ: ۳۰،۸آیت :۱۴)

ترجمہ.....''ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال (بد) کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔''

اگر زنگ گہرا ہوجاتا ہے تو اسے دل پر مہر لگنے سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسے اگر آئینے پر زنگ لگ جائے اور اسے دیر تک اسی حالت میں رہنے دیا جائے تو صیقل کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اور وہ آئینہ بیکار قرار دے دیا جاتا ہے۔بہرحال جس طرح آئینے کی صفائی کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ آئندہ اس پر زنگ نہ لگنے دیا جائے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ جو زنگ ماضی میں اس پر لگ چکا ہے وہ مٹادیا جائے اسی طرح دل کے لئے بھی یہ کافی نہیں کہ آئندہ کے لئے اتباع شہوات سے توبہ کی جائے بلکہ ماضی میں جو گناہ سرزد ہوچکے ہیں ان سے بھی

رجوع کرنا ضروری ہے تاکہ دل پر پچھلے گناہوں کی جو تاریکی چھائی ہے وہ مٹ جائے، جس طرح گناہ سے دل تاریک ہوتا ہے اسی طرح نیکی سے دل منور اور روشن ہوتا ہے۔ اطاعت سے معصیت کا اندھیرا ختم ہوتا ہے اور روشنی پھیلتی ہے۔ حدیث شریف میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

اتبع السیة بالحسنة تمحها (بحوالہ ترمذی ابوذرؓ)

ترجمہ: ''معصیت کے بعد نیکی کرے، نیکی اس کو مٹا ڈالے گی۔''

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ بندے کو ہر حال میں اپنے دل سے گناہوں کا اثر ختم کرنے کے لئے جدو جہد کرنی چاہئے اور یہ جدو جہد اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ نیک عمل کرے کیونکہ نیک اعمال کا آثار گناہوں کے آثار کی ضد ہیں، یہ ہونگے تو پچھلے آثار خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ یہ اس دل کا بیان تھا جسے پہلے صفائی حاصل تھی، پھر عارضی اسباب کی وجہ سے وہ زنگ آلودہ ہو جاتا ہے، ایسے دل کا زنگ دور کرنا زیادہ مشکل نہیں لیکن ابتداء میں قلب کا تزکیہ اور تصفیہ بہت دشوار ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے آئینے سے زنگ دور کرنا مشکل نہیں ہے لیکن آئینے کو ابتداء ہی میں چمکدار اور روشن بنانا بڑا مشکل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آدمی پر ہر حال میں توبہ واجب ہے۔ یہ جواب کا ایک پہلو ہے، دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہر حال میں وجوب توبہ کے کیا معنی ہیں؟ یاد رکھئے وجوب دو طرح کے ہیں ایک وہ جس کا تعلق شرعی احکام سے ہے، اس میں تمام مخلوق برابر ہے اور یہ وجوب اس قدر ہے کہ اگر تمام بندگان خدا اسے ادا کریں تو عالم تباہ و برباد نہ ہو جیسے بدنی اور مالی عبادات نماز، روزہ، حج وغیرہ۔ کمال کے درجات اس وجوب میں داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ اگر ہر شخص پر یہ واجب کر دیا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرے جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے تو تمام لوگ دنیاوی کاروبار اور معاش ترک کر دیں گے۔ اس صورت میں تقویٰ باقی ہی نہیں رہے گا کیونکہ تقویٰ کی فرصت کسی کو بھی نہ ملے گی ہر شخص کا روبار معیشت میں

مصروف رہے گا خود بوئے گا خود کاٹے گا، خود بنے گا خود سیئے گا۔ یہ تمام درجات واجب نہیں ہیں، شریعت میں واجب صرف اس قدر ہے کہ تمام لوگ اس پر عمل کریں تو عالم کے نظام میں خلل نہ ہوگا۔

دوسرا واجب وہ ہے جو صدیقین کے مقام محمود تک پہنچنے اور رب العالمین کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ضروری ہو۔ جن چیزوں سے ہم نے توبہ کرنے کے لئے لکھا ہے وہ سب اس درجے تک پہنچنے کے لئے واجب ہیں۔ اس کی مثال اس طرح سمجھنی چاہئے جیسے یہ کہا جائے کہ نوافل میں طہارت واجب ہے۔ اس کی معنی یہ ہیں کہ نفلی نماز پڑھنے کے لئے طہارت بدن ضروری ہے، اس کے بغیر نفل کا ثواب نہیں ملے گا۔ مگر جو شخص نوافل سے محروم رہے اس پر نفل کی رو سے طہارت واجب نہیں ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ آنکھ، کان، ہاتھ اور پاؤں انسان کے وجود کے لئے ضروری ہیں۔ یعنی انسان مکمل ہی اس وقت ہوتا ہے جب یہ تمام اعضاء موجود ہوں، اسی صورت میں اس کی انسانیت مفید ہو سکتی ہے اور انہی اعضاء کے ذریعے وہ دنیا میں درجات کمال تک پہنچ سکتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص ان اعضاء سے محرومی پر قانع ہو اور گوشت پوست کے ایک لوتھڑے کی حیثیت سے زندہ رہنا منظور کرے تو اس کے لئے یہ اعضاء ضروری نہیں ہیں۔ بہر حال ان تمام واجبات سے جن میں سب لوگ برابر کے شریک ہیں نجات حاصل ہوتی، اس نجات کی مثال زندگی ہے اور اس نجات کے علاوہ جتنی سعادتیں ہیں اور جس قدر بلند درجات ہیں وہ سب اعضاء کے مانند ہیں۔ محض نجات خوبصورتی نہیں ہوتی جب تک اس کے ساتھ سعادتیں نہ ہوں۔ اسی طرح محض زندگی خوبصورت نہیں ہوتی جب تک اس کے ساتھ اعضاء نہ ہوں۔ انبیاء کرام، اولیاء اللہ اور علمائے ربانی انہی سعادتوں کے حصول کے لئے جدوجہد کرتے ہیں وہ انہیں بلند درجات تک رسائی حاصل کرنے کے لئے دنیا کی لذتوں سے اپنا تعلق منقطع کر لیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن سر کے نیچے پتھر رکھ کر سو گئے۔ شیطان نے آکر کہا آپؑ نے تو دنیا ترک کر دی تھی۔ فرمایا یقیناً تو نے کیا دیکھا جس سے

تجھے لگا کہ میں نے دنیا ترک نہیں کی۔ شیطان نے عرض کیا پتھر کو تکیہ بنانا بھی دنیاوی لذت ہے، زمین پر رکھئے۔ آپ نے سر کے نیچے سے پتھر نکال کر پھینک دیا اور زمین پر سر رکھ کر سو گئے۔ پتھر نکال کر پھینکنا آپؑ کی ایک ایک دنیاوی لذت سے توبہ تھی۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس حقیقت سے واقف نہ تھے کہ پتھر پر سر رکھنا عام شریعت میں واجب نہیں ہے، اسی طرح کیا آنحضرت ﷺ اس امر سے لاعلم تھے کہ منقش چادر پر نماز ادا ہو جاتی ہے اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں منقش چادر کو وجہ خلل سمجھا اور اسے اتار کر نماز پڑھی۔ اسی طرح آپ ﷺ نے جوتے کے نئے تسمے کو قلب کی مشغولیت کا باعث سمجھ کر پرانا تسمہ باقی رکھنا بہتر سمجھا۔ حالانکہ یہ وہ امور ہیں جو عام لوگوں پر مقرر کردہ شریعت میں واجب نہیں ہیں ظاہر ہے یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی معلوم تھی اور آنحضرت ﷺ بھی جانتے تھے، پھر آپ دونوں حضرات نے وہ اعمال ترک کیوں کئے؟ اس کا ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ کہ آپ نے ان اعمال کو اپنے قلب میں موثر اور مقام محمود تک پہنچنے کے لئے نافع سمجھا۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک بار کہیں سے آیا ہوا دودھ نوش فرمایا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ کسی ناجائز ذریعے سے حاصل ہوا تھا۔ آپؓ نے بلا تاخیر حلق میں انگلی ڈال کر قے کی اور اس شدت سے دودھ کا ایک ایک قطرہ جسم سے باہر نکال دیا کہ قریب تھا کہ ساتھ ہی روح بھی نکل جائے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں تھا کہ بھول کر کھا لینے میں کوئی گناہ نہیں اور پی ہوئی چیز کا نکالنا واجب نہیں ہے؟ پھر آپؓ نے پینے سے رجوع کیوں کیا اور معدے کو اس شدت سے خالی کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ اس کا جواب صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ حضرت ابوبکرؓ جانتے تھے کے عوام کے لئے جو احکام ہیں ان کا اطلاق خواص پر نہیں ہوتا۔ اور آخرت کے خطرات سے بچنا بڑا مشکل مرحلہ ہے اور اس سے صرف صدیقین ہی محفوظ رہ سکتے ہیں۔

بہر حال ان بزرگوں کے حال پر غور کرنا چاہئے جو مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ

تعالیٰ کو جاننے والے اور اس کے طریق اور اس کے عذاب کی معرفت رکھنے والے اور بندوں کے مغالطوں سے واقفیت رکھنے والے۔ دنیوی زندگی کے فریب سے ایک بار، اللہ تعالیٰ پر فریب کھانے سے ہزار بار بچو اور اس کی خوفناک پکڑ سے ڈرو۔ غرضیکہ یہ وہ اسرار ورموز ہیں کہ جس شخص کے دل ودماغ میں ان کی خوشبو بس جاتی ہے وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ اللہ کی راہ پر چلنے کے لئے ہر لمحہ اور ہر آن توبہ نصوح واجب ہے؛ اگرچہ اسے عمر نوح ہی کیوں نہ مل جائے، اور توبہ بھی فوراً بلاتاخیر واجب ہے، ابوسلیمان دارانیؒ نے کس قدر سچی بات کہی ہے کہ اگر عقل مند انسان اپنی زندگی کے باقی دن اس افسوس میں رہ کر گزار دے کہ اس کا ماضی اطاعت کے بغیر ضائع ہوگیا، تو یہ اس کے شایان شان ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنی باقی زندگی میں بھی نافرمانیوں کے مرتکب رہیں ان کا حال کیا ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب عقل مند انسان کی ملکیت میں کوئی قیمتی جوہر آتا ہے اور وہ بلاوجہ ضائع ہوجاتا ہے تو وہ اس پر روتا ہے اور اگر جوہر کے ساتھ مالک بھی برباد ہو رہا ہو تو اس کا گریہ وبکا قابل دید ہوگا۔ آدمی کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور اس کا ہر سانس ایک ایسا جوہر ہے جس کا کوئی بدل نہیں، اس لئے کہ اس میں انسان کو ابدی سعادت تک پہنچانے اور دائمی شقاوت سے بچانے کی صلاحیت ہے۔ اس سے زیادہ قیمتی جوہر اور کیا ہوگا؟ اگر انسان اپنی غفلت ولاپرواہی سے یہ جوہر ثمین ضائع کردے تو یہ ایسا خسارہ ہوگا جس کی تلافی نہیں ہوسکتی اور اسے معصیت الٰہی میں ضائع کرنا تو انتہائی درجے کی بربادی وہلاکت ہے۔ اگر آدمی اس عظیم مصیبت پر خون کے آنسو نہ روئے تو یہ اس کی نادانی اور جہالت ہے، جہالت بجائے خود ایک بڑی مصیبت ہے۔ لیکن جاہل کو اپنی مصیبت کا احساس نہیں ہوتا کیونکہ غفلت کی نیند اس کے اور مصیبت کی معرفت کے درمیان حائل ہوجاتی ہے۔ افسوس تمام لوگ اسی خواب غفلت میں مبتلا ہیں جب موت ان کے دروازوں پر دستک دے گی تب بیدار ہوں گے، اس وقت ہر مفلس کو اپنے افلاس کا اور ہر مصیبت زدہ کو اپنی مصیبت کا اندازہ ہوگا، لیکن تدارک کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہے گا، جو نقصان ہوچکا ہے اس کی تلافی نہ

ہو سکے گی۔ ایک عارف کہتے ہیں کہ جب فرشتہ اجل کسی بندے کے پاس آتا ہے اور اسے یہ بتلا دیتا ہے کہ تیری موت میں ایک لمحہ باقی رہ گیا ہے، جو اپنی جگہ اٹل ہے، نہ اس سے پہلے موت آئے گی اور نہ بعد میں، تو اس وقت اس کی حسرت وندامت کا عالم قابل دیدار ہوتا ہے، اگر اس کے پاس دنیائے جہاں کی دولتیں ہوں تو وہ اپنی زندگی میں تدراک کا ایک لمحہ حاصل کرنے کے لئے یہ تمام دولتیں قربان کر دے مگر اس وقت مہلت نفس بھی نہ ملے گی، اس آیت کریمہ کا یہی مفہوم ہے۔

وحیل بینھم وبین مایشتھون. (پ:۲۲،۱۲آیت ۵۴)

اوران میں اوران کی آواز میں ایک آڑ کر دی جائے گی۔

ذیل کی آیت کریمہ بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

من قبل ان یاتی احدکم الموتُ فیقول ربِّ لولا اخَّرتَنی الیٰ اجلٍ قریبٍ فاصدَّق واکُن من الصالحین ولن یؤخر الله نفساً اذا جاء اجلھا.

(پ: ۲۸،۱۴ آیت: ۹ تا ۱۱)

اس سے پہلے (خرچ کرلو) کہ تم میں سے کسی کی موت آ کھڑی ہو اور پھر وہ بطور تمنا وحسرت کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو اور تھوڑے دنوں کی مہلت کیوں نہ دی کہ میں خیر خیرات دے لیتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جب کہ اس کی معیاد آجاتی ہے ہرگز مہلت نہیں دیتا۔

اس میں اجل قریب تک مہلت دینے کی خواہش ہے جیسا کہ بزرگ فرماتے ہیں کہ جب ملک الموت بندے پر یہ انکشاف کرتا ہے کہ تیری موت کا وقت قریب آچکا ہے، تو وہ فرشتۂ اجل سے درخواست کرتا ہے کہ اسے ایک دن کی مہلت دی جائے تاکہ وہ اپنے خالق سے اپنی کوتاہیوں اور گناہوں کی مغفرت طلب کر سکے اور اپنے لئے اچھے اعمال کا توشہ تیار کر سکے۔ فرشتۂ اجل اس سے کہتا ہے کہ تو نے بے شمار شب وروز ضائع کر دیئے، تجھے ایک دن کی بھی مہلت نہیں دی جاسکتی ہے۔ بندہ کہتا ہے کہ ایک دن نہ سہی ایک

ساعت ہی کی مہلت دے دو۔فرشتہ کہتا ہے کہ تو نے بہت سی ساعتیں ضائع کی ہیں،اب ایک ساعت کی بھی مہلت نہیں ملے گی ،اس کے بعد اس پر توبہ کا دروازہ بند کردیا جاتا ہے۔موت آگے بڑھتی ہے۔جس تمام جسم سے نکل کر سینے میں آجاتی ہے،سانس بے ترتیب ہونے لگتی ہے اور وہ عمر ضائع کرنے کے صدمے اور تلافی مافات سے مایوسی کے ساتھ روح نکلنے کا منظر دیکھتا ہے۔انجام کے خوف، حال کی تکلیف اور ماضی کے صدمے اسے اس قدر مضطرب اور بے چین کر دیتے ہیں کہ اصل ایمان میں اضطراب آجاتا ہے، جب روح نکلنے لگتی ہے،اگر اس کی تقدیر میں خدا نے خیر لکھا ہے تو ایمان پر خاتمہ ہوتا ہے، یہی حسن خاتمہ ہے،ورنہ شک اور اضطراب پر خاتمہ ہوتا ہے، یہ سوء خاتمہ ہے۔یہ ان لوگوں کے حصے میں آتا ہے جس کی قسمت میں دائمی شقاوت لکھ دی گئی ہے۔اس خاتمے کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولیست التوبةُ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الآن. (پ:۴،۱۴ آیت:۱۷)

اور ایسے لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہ کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آکھڑی ہوتی ہے تو کہنے لگا کہ میں اب توبہ کرتا ہوں۔

توبہ گناہ کے متعلق ہونی چاہئے۔قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

انما التوبة للذین یعملون السوء بجھالة ثم یتو بون من قریب.

(پ:۴،۱۴ آیت : ۱۷)

توبہ جس کا قبول کرنا اللہ کے ذمہ ہے وہ تو ان ہی کی ہے جو حماقت سے گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں توبہ کر لیتے ہیں۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ گناہ سے متصل زمانے میں توبہ ہونی چاہئے ،یعنی اگر گناہ سرزد ہوں تو فوراً اس پر نادم ہو اور اس کے معاًبعد کوئی عمل خیر کرے جس سے اس عمل کا تدراک ہوسکے ،ایسا نہ ہو کہ زیادہ وقت گزر جانے سے دل پر اس گناہ کے اثرات زیادہ

ہوجائیں اور وہ زائل نہ ہوسکیں۔اسی لئے سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا: السیئۃ الحسنۃ گناہ کے بعد ایسی نیکی کرے کہ جس سے وہ گناہ ختم ہوجائے۔حضرت لقمان کی اس وصیت کے بھی یہی معنی ہیں جو انہوں نے اپنے صاحب زادے کو فرمائی تھی کہ اے بیٹے! توبہ کرنے میں تاخیر نہ کر، اس لئے کہ موت اچانک آتی ہے۔جو شخص ٹال مٹول سے کام لیتا ہے اور توبہ کی طرف سبقت نہیں کرتا وہ دو عظیم خطروں کے درمیان ہے، ایک تو یہ کہ معاصی کی ظلمت دل پر چھاجاتی ہے اور آہستہ آہستہ وہ زنگ کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے پھر مٹانے کی کوشش کامیاب نہیں ہوتی۔دوسرے یہ کہ بعض اوقات مرض یا موت اچانک نرغے میں لے لیتی ہے اور آدمی کو اتنی مہلت نہیں ملتی کہ وہ اپنے دل سے گناہوں کا زنگ دور کر سکے، اسی لئے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ:

ان اکثر اھل النار من التسویف

اکثر دوزخی ٹال مٹول کے باعث دوزخ میں جائیں گے۔

اکثر لوگوں کی ہلاکت کا سبب یہی ہے کہ وہ نیک کاموں یا گناہوں سے توبہ کرنے میں ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں۔گناہوں سے دلوں کا سیاہ ہوجانا نقد ہے اور انہیں نیک اعمال یا توبہ کے ذریعے جلاء دینا ادھار ہے۔یہاں تک کہ موت آجاتی ہے اور سیاہ دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے یہاں پیش ہونا پڑتا ہے، حالانکہ نجات کے مستحق وہی لوگ ہیں جن کے دل گناہوں کی سیاہی سے خالی ہوں۔

کسی عارف کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندے سے بطور الہام دو باتیں ارشاد فرماتا ہے، ایک اس وقت جب وہ اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے، اس وقت اس کے کان میں فرماتا ہے کہ اے بندے! میں تجھے دنیا میں پاک وصاف بھیج رہا ہوں، میں نے تجھے تیری عمر بطور امانت دی ہے اور تجھے امین مقرر کیا ہے، اب دیکھتا ہوں کہ تو اس امانت کی حفاظت کیسے کرے گا۔اور دوسری اس وقت جب اس کے جسم سے روح نکلتی ہے۔اس وقت ارشاد فرماتا ہے کہ اے بندے! تیرے پاس میری ایک امانت تھی، تو نے اس کی

حفاظت کی ہے یا نہیں؟ اگر کی ہے تو میں بھی اپنا وعدہ پورا کروں اور نہیں کی تو میں بھی اپنے وعید کی تکمیل کروں۔ قرآن کریم کی ان دونوں آیتوں میں اسی عہد کی طرف اشارہ ہے:

واوفوا بعھدی اوف بعھدکم (پ: ۱، ۴ آیت: ۴۰)

اور پورا کرو تم میرے عہد کو، پورا کروں گا میں تمہارے عہد کو۔

والذین ھم لا ماناتھم وعھدھم راعون. (پ: ۲۹، ۷ آیت: ۳۲)

اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں۔

توبہ کی قبولیت شرائط کی صحت پر منحصر ہے

اگر تم نے قبولیت کے معنی سمجھ لئے ہیں تو تمہیں اس امر میں شک نہیں کرنا چاہئے کہ ہر صحیح توبہ قبول کر لی جاتی ہے، جو لوگ نور بصیرت سے دیکھتے ہیں اور قرآنی انوار سے فیض پاتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ہر قلب سلیم اللہ کے یہاں مقبول ہے وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے قریب کی لذت پائے گا اور اپنی غیر فانی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کریگا۔ یہ لوگ اس حقیقت سے بھی واقف ہیں کہ ہر قلب اپنی اصل کے اعتبار سے سلیم پیدا کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔ دل کی سلامتی، گناہوں کی تاریکی اور سیئات کے غبار سے ختم ہو جاتی ہے، وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ندامت کی آگ اس کے غبار کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے، نیکی کا نور دل کے چہرے سے گناہوں کی سیاہی زائل کر دیتا ہے، معاصی کی تاریکی کو یہ تاب ہی نہیں کہ وہ نیکیوں کے نور کے سامنے ٹھہر سکیں، جس طرح رات کی تاریکی دن کی روشنی کے سامنے نہیں ٹھہر پاتی بلکہ جس طرح صابن کے سامنے میل کچیل نہیں ٹھہر پاتی۔ نیز جس طرح بادشاہ میلا کچیلا کپڑا اپنے لباس کے لئے پسند نہیں کرتا، اسی طرح بادشاہ حقیقی بھی گندے دلوں کو اپنے قرب کے لئے منتخب نہیں کرتا۔ پھر جس طرح گندے کاموں میں کپڑوں کا استعمال انہیں اتنا گندہ کر دیتا ہے کہ وہ صابن اور گرم پانی سے دھوئے بغیر صاف نہیں ہوتے، اسی طرح شہوات میں قلوب کا

استعمال انہیں اتنا گندہ کردیتا ہے کہ وہ آنسوؤں کے پانی اور ندامت کے بغیر پاک وصاف نہیں ہوتے۔ ہر پاک وصاف دل اسی طرح مقبول وپسندیدہ ہے جس طرح صاف کپڑا پسند کیا جاتا ہے، اسی لئے کہ تم پر تزکیہ وتطہیر واجب ہے تاکہ قضائے الٰہی کے بموجب اسے شرف قبولیت حاصل ہوجائے، اسی لئے قبولیت کا نام فلاح ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے: قدافلح من زکٰھا (پ:۳۰،۱۶ آیت:۹)

یہ ایک واقع ہے کہ قلب پر معصیت اور اطاعت کے اثرات بڑے مختلف ہیں۔ ان میں سے معصیت کے اثرات کو مجازاً ظلمت کہہ سکتے ہیں اور اطاعت کو نور سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ جیسے جہالت کو بطور مجاز تاریکی اور علم کو روشنی کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ نور اور ظلمت دونوں ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں، جو شخص اس حقیقت سے واقف نہیں وہ گویا صرف پوست اور چھلکے پر قانع ہے مغرب سے جو اصل دین ہے، واقف نہیں ہے بلکہ دین کی طرف سے عقل پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اگر گور کیا جائے تو ایسا شخص اپنی نفس کی حققت اور اس کی صفات کا علم بھی نہیں رکھتا، جو شخص اپنی نفس سے واقف نہ ہو وہ کسی دوسری چیز سے کیا واقف ہوگا؟ کیونکہ نفس سے ہی دوسری چیز کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ توبہ اگر درست اور صحیح ہو تب قبول نہیں ہوتی وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص یہ وہم کرے کہ آفتاب کی روشنی سے اندھیرا دور نہیں ہوتا یا صابن سے کپڑے کی نجاست زائل نہیں ہوتی، البتہ اگر میل اتنا تہہ بہ تہہ ہوجائے کہ کپڑے میں اور اس میں کوئی فرق نہ رہے تو وہ صابن سے نہیں دھلتا۔ اسی طرح اگر گناہ پے بہ پے ہوں تو دل پر اتنا گہرا زنگ ہوجائے گا کہ وہ آسانی سے دور نہ ہوسکے گا، بلکہ بدبختی کی مہر لگ جائے گی۔ ایسا دل نہ کبھی توبہ کرسکے گا اور نہ رجوع الی اللہ کی طرف مائل ہوگا۔ زبان سے ہزار بار توبہ توبہ کرے تب بھی کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے دھوبی زبان سے یہ کہے کہ میں نے کپڑا دھویا۔ کیا زبان کے کہنے سے یہ کپڑا دھل جائے گا؟ ہرگز نہیں جب تک کپڑے کا میل کچیل دور کرنے کے لئے تدبیر نہ کی جائے اور اسے پانی اور صابن کی ذریعے دور کرنے کی کوشش نہ کی جائے اس وقت تک میل

بدستور باقی رہے گا۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو اصل توبہ سے باز رہتے ہیں بلکہ اکثر لوگوں کا جو دنیا پر کتوں کی طرح گرے ہوئے ہیں اور باری تعالیٰ سے بالکل منحرف ہیں، یہی حال ہے کہ ان کے دل کا میل دور نہیں ہوتا کیونکہ وہ محض زبان سے توبہ کرتے ہیں دل سے نہیں کرتے۔

توبہ کی قبولیت کے دلائل

قبولیت کے متعلق اب تک جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ اہل بصیرت کے نزدیک کافی وافی ہے، تاہم عوام الناس اس وقت تک تشنگی محسوس کریں گے جب تک ہم اپنے دعویٰ کو دلائل کا پیرہن نہ پہنادیں گے اس لئے کہ جس دعویٰ کے لئے کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں ہوتی وہ عام طور پر لائق اعتماد نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

وهو الذی يقبل التوبة عن عباده ويعفوا عن السيئات .

(پ:۲۵،۴ آیت ۲۵)

اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔

غافر الذنب وقابل التو ب. (پ:۲۴،۶ آیت۳)

گناہ معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا

ان کے علاوہ بھی قبول توبہ کے باب میں بے شمار آیات ہیں۔اس سے پہلے ایک حدیث لکھی گئی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے خوش ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ خوشی قبولیت کے بعد ہے، اور یہ حدیث بھی قبولیت توبہ پر دلالیت کرتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

ان الله عزوجل يبسط يده بالتوبة لمسی الليل الی النهار ولمسیء النهار الی الليل حتی تطلع الشمس من مغربها. (بحوالہ مسلم، ابوموسیٰ، بلفظ آخر)

اللہ تعالیٰ اس شخص کی توبہ کے لئے ہاتھ پھیلائے رکھتا ہے جو رات سے دن تک اور دن سے رات تک گناہ کرے یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔

ہاتھ پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے ان بندوں سے جو سرتا پا گناہوں میں آلودہ رہتے ہیں، توبہ کا طالب رہتا ہے، طلب درجہ قبول کے بعد ہے، یہ ممکن ہے کہ قبول کرنے والا طالب نہ ہو لیکن طالب قبول کرنے والا ضرور ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے:

لو علمتم الخطایا حتی تبلغ السماء ثم ندمتم لتاب اللہ علیکم

(بحوالہ ابن ماجہ، ابو ھریرۃؓ)

اگر تم اتنے گناہ کرو کہ آسمان تک پہنچ جائیں، پھر ان پر نادم ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول فرمالے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ گناہ کرتا ہے اور اس کی وجہ سے جنت میں داخل ہوتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ایسا کس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک شخص گناہ بھی کرے اور جنت میں بھی جائے۔ فرمایا وہ شخص اس گناہ سے توبہ کرتا ہے اور اس سے گریز کرتا ہے یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

(بحوالہ ابن المبارک فی الزہد، عن الحسن مرسلاً)

ایک حدیث کے الفاظ ہیں: **کفارۃ الذنب الندامۃ**۔ (احمد، طبرانی، ابن عباس)

گناہ کا کفارہ ندامت ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ **التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ**

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا اس کا کوئی گناہ ہی نہ ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ کسی حبشی نے سرکا دو عالم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول ﷺ میں برے عمل کرتا تھا، اگر میں ان سے توبہ کرلوں تو کیا میری توبہ قبول ہو جائے گی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیوں نہیں؟ وہ شخص چلا گیا، پھر واپس آیا اور کہنے لگا کہ جب میں برے کام کرتا تھا تو کیا میرا اللہ مجھے دیکھتا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا یقیناً وہ تجھے دیکھتا تھا۔ یہ سن کر اس حبشی نے ولدوز چیخ ماری اور جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

ایک روایت ہے کہ جب شیطان کو بارگاہ خداوندی سے نکالا گیا تو اس نے مہلت کی درخواست کی، اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کے لئے مہلت سے نوازا۔ اس نے عرض کیا کہ مجھے قسم ہے تیری عزت وجلال کی، میں اس وقت تک ابن آدم کے دل سے نہیں نکلوں گا جب تک اس کے جسم میں روح رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اپنی عزت وجلال کی قسم کہا کر کہتا ہوں کہ جب تک ابن آدم کے جسم میں روح رہے گی اس پر قبولیت توبہ کے دروازے بند نہیں کروں گا۔ (بحوالہ احمد، ابویعلی، حاکم، ابوسعیدؓ)

ایک حدیث میں ہے: **ان الحسنا ت یذھبن السیئات کما یذھب لماء الوسع.** نیکیاں برائیوں کو اس طرح مٹا دیتی ہیں جس طرح پانی نجاست کو ختم کر دیتا ہے۔

توبہ کرنے والوں کے چار طبقے ہیں

جاننا چاہئے کہ توبہ کرنے والوں کے چار طبقے ہیں۔ ان میں سے پہلا طبقہ ان گنہگاروں کا ہے جو گناہ سے تائب ہوں اور اخیر عمر تک اپنی توبہ پر قائم رہیں۔ ماضی میں جو قصور ہوا ہے، اس کی تلافی کریں اور دوبارہ اس گناہ کے ارتکاب کا تصور تک نہ کریں۔ سوائے ان لغزشوں کے جن سے نبی کے علاوہ کوئی انسان محفوظ نہیں ہے۔ یہ استقامت علی التوبہ ہے۔ اس طبقے کے تائبین کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ اپنی استقامت اور ثبات قدمی سے نیک کاموں میں آگے نکل گئے اور انہوں نے گناہوں کے عوض نیکیاں حاصل کر لی۔ اس توبہ کا نام توبۃ النصوح ہے اور ایسے تائب کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں جو اپنے رب کی طرف اس حال میں جائے گا کہ رب اس سے خوش ہوگا اور وہ رب سے خوش ہوگا۔ حدیث شریف میں ایسے ہی نیک نفوس کی طرف اشارا کیا گیا ہے۔

سبق المفر دون المستھترون بذکر اللہ تعالی وضع الذکر عنھم اوزار ھم فوردو القیامۃ خفافا. (بحوالہ ترمذی۔۔۔ابوھریرہؓ)

ترجمہ: ''مفردیعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے شائق آگے بڑھ گئے ذکر نے ان کے

بوجھ (گناہوں کے) اتار دیئے ہیں چنانچہ وہ لوگ قیامت کے دن ہلکے پھلکے پہنچیں گے"۔

اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ان پر گناہوں کا بوجھ تھا لیکن ذکر کی کثرت اور اس عمل پر استقامت نے ان کا بوجھ ہلکا کر دیا، اب وہ ہلکے پھلکے ہو چکے ہیں اور قیامت کے دن اسی حال میں وارد ہوں گے۔ پھر اس طبقے میں بھی شہوات کی طرف میلان کے اعتبار سے مختلف مراتب ہوں گے۔ بعض لوگ وہ ہوں گے جن کی شہوات معرفت کے قہر میں دب گئیں، اب ان کے دلوں میں شہوات کا کوئی نزاع نہ رہا اور نہ راہ سلوک میں ان سے مزاحمت باقی رہی، بعض وہ ہیں جن کے نفس سے شہوات کا نزاع باقی ہے اور وہ ان کے خلاف مجاہدہ کرنے اور انہیں دور کرنے میں دیر تک کوشاں رہتے ہیں، پھر نزاع کی کیفیات بھی قلت و کثرت مدت اور نوح کے اعتبار سے مختلف ہیں عمر کی کمی بیشی سے بھی درجات مختلف ہو جاتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو توبہ کرتے ہی موت کی آغوش میں پہنچ جاتے ہیں، ان کا حال اس کئے قابل رشک ہوتا ہے کہ انتہائی سلامتی کے ساتھ راستے کے کانٹوں میں الجھے بغیر رخصت ہو گئے اور توبہ میں کوئی رخنہ نہ پڑا۔ بعض لوگ توبہ کے بعد بھی مہلت نفس پاتے ہیں، ان کا جہاد اور صبر طویل ہو جاتا ہے، توبہ پر استقامت سے ان کی حسنات بڑھتی ہیں، ان کی حالت انتہائی اعلیٰ ہے کہ جتنے گناہ تھے نیکیوں سے محو ہو گئے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ کسی گناہ کی توبہ اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک گناہ کرنے والا اس پر دس بار قدرت نہ پائے اور ہر بار اللہ تعالیٰ کے خوف کے بنیاد پر اس کے ارتکاب سے نہ رکے۔ اگر چہ یہ شرت بعید از قیاس ہے لیکن اگر لوگ اس نہج پر مجاہدہ کرنے لگیں تو اس کے اثرات دوررس اور دیرپا ہوں گے۔ پھر بھی کمزور مرید کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ یہ طریقہ اختیار کرے کہ پہلے تصورات کے ذریعے شہوات میں ہیجان برپا کرے، پھر ان پر قابو پائے، ہو سکتا ہے کمزوری کے باعث اس کے قدم ڈگمگا جائیں، معاملہ اس کے اختیار سے باہر نکل جائے اور توبہ توڑ کر گناہ میں مبتلا ہو جائے بلکہ ایسے شخص کو جسے بہکنے کا خطرہ زیادہ ہو، ابتداء میں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ جو اسباب گناہ کی تحریر کرتے

ہوں ان سے گریز کرے اور نفس پر ان کے راستے مسدود کردے، اس کے ساتھ شہوت توڑنے کی کوشش کرے تاکہ اس کی توبہ ابتداء ہی میں محفوظ ہوجائے۔

دوسری قسم ان توبہ کرنے والوں کی ہے جو اہم ترین اطاعات میں استقامت کا راستہ اپناتے ہیں اور تمام کبیرہ گناہ ترک کردیتے ہیں۔ تاہم ایسے گناہوں سے دامن نہیں بچاتے جو ان قصد وارادوں کے بغیر سرزد ہوتے ہیں، اگرچہ پہلے سے ان کے ارتکاب کا عزم نہیں ہوتا لیکن جب بھی ان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے وہ اپنے نفس کو ملامت کرتے ہیں، شرمندہ ہوتے ہیں اور یہ عزم کرتے ہیں کہ ہم ان اسباب سے محفوظ رہنے کی کوشش کریں گے جو گناہ پر آمادہ کرتے ہیں ایسے نفس کو نفس لوامہ کہتے ہیں کیوں کہ یہ احوال زمیمہ پر اپنے نفس کو ہدف ملامت بناتا ہے جو اس پر قصد وارادہ کے بغیر طاری ہوجاتے ہیں۔ پہلے طبقے کے لوگ ہر حیثیت سے اعلیٰ تھے لیکن اس طبقے کے بھی افضل ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اگرچہ پہلے طبقہ سے رتبہ میں کم ہے۔ اکثر تائبین کا حال ایسا ہی ہوتا ہے اس لئے کہ شر آدمی کی سرشت میں داخل ہے اور اس کے خمیر میں شامل ہے، اس سے بچنا قریب قریب محال ہے تاہم انسان اتنا کرسکتا ہے کہ شر کے مقابلے میں خیر کی زیادہ کام کرے تاکہ نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوجائے اس سے معلوم ہوا کہ نیکیوں کا پلڑا بھاری تو ہوسکتا ہے لیکن برائی کا پلڑا بالکل خالی ہوجائے، ایسا ہونا مشکل ہے، ایسے لوگوں کے لئے اللہ رب العزت نے مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم ان ربک واسع المغفرة. (پ ۲۷، ۶، آیت ۳۲)

ترجمہ: ”وہ لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں، بلاشبہ آپ کے رب کی مغفرت بڑی وسیع ہے۔“

جو صغائر آدمی سے بلاقصد وارادہ سرزد ہوجاتے ہیں وہ **لمم**، ہیں جو کبائر سے بچتے ہیں ان کے صغائر معاف کردیئے جاتے ہیں۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا:

والذین اذافعلو افاحشۃً او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لزنوبھم .   (پ۴،۴آیت ۱۳۵)

ترجمہ: ''اور ایسے لوگ کہ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں جس میں زیادتی ہو، یا اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں، پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں۔''

انہوں نے گناہ کر کے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی ہے۔اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ گناہ کے بعد نادم ہوئے اور انہوں نے اپنے نفسوں کو ملامت کیا اور اپنے گناہوں کے لئے بخشش کی دعا مانگی۔حضرت علیؓ کی اس روایت میں توبہ کرنے والوں کی یہی قسم مراد ہے۔

ارشاد فرمایا:خیار کم کل مفتنِ تواب ِ   (بحوالہ بیہقی)

ترجمہ: ''تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو مصیبت میں مبتلا ہو کر توبہ کرلیں۔''

ایک حدیث میں فرمایا گیا:المؤ من کالسنبلۃ یفی احیاناً ویمیل احیانا

(ابو یعلی ،ابن حبان ....انسؓ)

ترجمہ: ''مومن گیہوں کی بالی کی طرح ہے کبھی گناہ کی طرف جھکتا ہے کبھی نیکی کی طرف لوٹتا ہے۔''

ایک حدیث میں یہ مضمون وارد ہے:

لابد للمومن من ذنبِ یاتیہ بعد الفینت   (بحوالہ طبرانی، بیہقی ابن عباسؓ)

ترجمہ   '':مومن کے لئے ضروری ہے کہ کبھی کبھی گناہ کا ارتکاب کرلے۔''

ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی سے کوئی اکا دکا گناہ سرزد ہو جائے تو اس سے توبہ ساقط نہیں ہوتی اور نہ اس قسم کا گنہگار ان لوگوں کے زمرے میں شامل ہوتا ہے جو گناہ پر اصرار کرتے ہیں، جو شخص ایسے لوگوں کو تائبین کے درجہ میں شمار کرتا ہے وہ اس ڈاکٹر کی طرح ہے جو اپنے تندرست مریض کو صحت سے مایوس کر دے اور وجہ یہ بتلائے کہ

کبھی کبھی گرم میوے اور غذائیں کھاتے ہو یا اس فقیہہ کی طرح ہے جو اپنے شاگرد کو فقیہہ بننے سے مایوس کر دے اور دلیل یہ دے کہ تم کبھی کبھی اپنا سبق نہیں دہراتے، حالانکہ ایسا محض اتفاقاً ہوتا ہے ورنہ عام طور پر وہ اپنی اوقات کو فقہ کے تکرار و عادی اور حفظ وذکر میں مشغول رکھتا ہے۔ اگر کوئی طبیب یا فقیہہ ایسا کرتا ہے تو یہ اس کے نقص کی علامت ہے۔ فقیہہ فی الدین کے لئے تو یہ بات ضروری ہے کہ وہ کبھی ان لوگوں کو سعادتوں کے حصول سے مایوس نہ کرے جن سے گاہے بگاہے کوئی گناہ سرزد ہو جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کل بنی آدم خطائون و خیر الخطائین التوابون المستغفرون.

(بحوالہ ترمذی، انس)

ترجمہ: ''تمام انسان خطا کار ہیں، بہترین خطا کار وہ لوگ ہیں جو توبہ کرتے ہیں اور اپنی خطاؤں کی مغفرت چاہتے ہیں۔''

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا: المؤمن و امر اقعف خیر هم من مات علیٰ رقعةٍ. (طبرانی، بیهقی، جابرؓ)

ترجمہ: ''مومن پھاڑنے والا اور پیوند لگانے والا ہے بہتر ہے وہ شخص جو پیوند لگا کر مرے۔''

پھاڑنے والے سے مراد گنہگار اور پیوند لگانے سے مراد توبہ کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اولٰئک یؤتون اجرَهم مرَّتین بما صبروا ویدرئُون بالحسنة السیئة

(پ:۲۰،۹ آیت ۵۴)

ترجمہ: ''ان لوگوں کو ان کی پختگی کی وجہ سے دوہرا ثواب ملے گا اور وہ لوگ نیکی سے بدی کا دفعیہ کر کے دیتے ہیں''۔

اس میں مومنین کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ گناہ کے بعد نیکی کرتے ہیں، یہ نہیں

فرمایا کہ وہ کوئی گناہ نہیں کرتے۔

تیسری قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جو توبہ کر کے کچھ عرصہ اس پر مستقیم رہتے ہیں، پھر کسی گناہ کی خواہش ان پر غالب ہوجاتی ہے اور وہ اس قصد وارادے کے ساتھ کر بیٹھتے ہیں کیونکہ ان میں اتنی قوت نہیں ہوتی کہ شہوات کو مغلوب کرسکیں، مگر نیک اعمال کی پابندی کرتے ہیں اور اطاعت بجالاتے ہیں، عام طور پر گناہوں سے بھی بچتے ہیں لیکن دو چار خواہشوں سے مجبور ہوتے ہیں۔ جب تحریک ہوتی ہے تو نفس پر ان کا اختیار باقی نہیں رہتا اور وہ خواہشات کے بموجب عمل کر بیٹھتے ہیں، دل میں اسے برا سمجھتے ہیں اور آرزو کرتے ہیں کہ جس طرح ہمیں اطاعت کی توفیق میسر ہے اور جس طرح ہم بے شمار گناہوں سے محفوظ ہیں، اسی طرح اگر ان دو چار گناہوں سے بھی بچے رہیں تو کتنا اچھا ہو۔ معصیت سے پہلے یہ آرزو کرتے ہیں اور معصیت کے بعد اس پر نادم ہوتے ہیں۔ اور یہ عہد کرتے ہیں کہ آئندہ ہم اس معصیت پر قابو پانے کے لئے نفس کے ساتھ سخت مجاہدہ کریں گے لیکن ان کی نفس ٹال مٹول سے کام لیتی ہیں اور وہ اپنے عہد کی تکمیل نہیں کرپاتے۔ ایسے نفس کو مسومہ کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

واخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملاً صالحاً وآخر سيئا

(پ:۱۱،۲، آیت:۱۰۳)

ترجمہ: ''اور کچھ اور لوگوں میں جو اپنی خطا کے مقرر ہوگئے جنہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے، کچھ بھلے اور کچھ برے''

اس قسم کی تائبین چونکہ اپنے عمل کو برا سمجھتے ہیں اور نیک اعمال کی پابندی کرتے ہیں اس لئے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کو شرف قبولیت سے نوازے گا۔ البتہ ایسے لوگوں کو اپنی نفس کی ٹال مٹول کی وجہ سے ایک خطرہ لاحق ہے اور وہ یہ ہے کہ موت توبہ سے پہلے بھی آسکتی ہے۔ اس صورت میں انجام خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل وکرم کیا اور توبہ کے ذریعے انہیں تدارک کا موقع بخشا تو یقیناً وہ سابقین سے

لاحق ہونگے اور اگر بدقسمتی غالب آئی، شہوت نے اتنا مقہور کیا کہ تلافی کی نوبت ہی نہ آنے دی تو سوء خاتمہ کا خوف ہے۔ یہ بات عام طور پر مشاہدے میں آئی ہے کہ کوئی طالب علم تحصیل علم کے لئے نافع امور سے اجتناب نہ کرے تو اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی قسمت میں علم نہیں ہے اور جو طالب حصول علم کے تمام تقاضے پورے کرتا ہے، اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ کاتب تقدیر نے اس کا نام عالموں میں لکھ دیا ہے۔

مسبب الاسباب نے آخرت کی سعادتوں اور شقاوتوں کو نیکیوں اور گناہوں کے ساتھ اس طرح مربوط کیا ہے جس طرح صحت و مرض، غذا و دواء کے استعمال کے ساتھ مربوط ہیں یا جس طرح دنیا میں فقہ کا اعلیٰ منصب حاصل کرنے کا عمل، کاہلی ترک کرنے اور نفس کو فقہ کا عادی بنانے کے ساتھ مربوط ہے، جس طرح ریاست قضاء اور دوسرے علمی مراتب کے لئے صرف وہ لوگ اہل ہیں جن کی نفوس فقہی علوم میں مسلسل مشغول رہنے کی وجہ سے فقیہہ بن گئے ہوں، اسی طرح آخرت کی نعمتوں اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی سعادتوں کے لئے صرف وہ لوگ اہل ہیں جن کے پہلوں میں تزکیہ یا تطہیر کے طویل اور مسلسل عمل سے دھلے دھلائے پاکیزہ اور سلیم قلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ازل سے اپنی تدابیر اسی طرح مقرر فرمائی۔

ونفس وماسواها فالهمها فجورها وتقواها قد افلح من زكٰها وقد خاب من دسّٰها. (پ:۳۰،۱۶، آیت:۷،۱۰)

ترجمہ: ''اور قسم ہے (انسان کی) جان کی اور اس کی ذات کی جس نے اسے درست بنایا، پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری دونوں باتوں کا اس کو القا کیا، یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس (جان) کو پاک کیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو (فجور میں) دبا دیا۔''

خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی انسان سے گناہ سرزد ہوگیا اور وہ توبہ میں تاخیر کرے تو یہ اس کی بدبختی اور رسوائی کی علامت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کرنے کے بعد توبہ کرنی چاہئے۔ اس میں تاخیر سے ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا۔ ایک حدیث شریف میں ہے:

ان العبد لیعمل بعمل اھل الجنۃ سبعین سنۃ حتی یقول الناس انہ من اھلھا ولا یبقیٰ بینہ وبین الجنۃ الا شبر فیسبق علیہ الکتاب فیعمل بعمل اھل النار فید خلھا (بحوالہ بخاری ومسلم۔ سہل بن سعدؓ)

ترجمہ: ''بندہ ستر برس تک جنت والوں کے سے عمل کرتا ہے، یہاں تک کہ لوگ اسے جنتی کہنے لگتے ہیں، اس میں اور جنت میں صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس پر تقدیر ازلی غالب آتی ہے، پھر وہ دوزخیوں کے سے عمل کرتا ہے اور دوزخ میں داخل ہوجاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سوء خاتمہ کا خوف توبہ سے پہلے بھی ہے اور بعد میں بھی اور آدمی کا ہر سانس اپنے سے پہلے سانس کا خاتمہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اگلا سانس آنے سے پہلے ہی موت آجائے، اس لئے ہر سانس کی حفاظت ضروری ہے ورنہ امر ممنوع کا مرتکب ہوسکتا ہے، اس وقت ندامت ہوگی اور ندامت کام نہ آئے گی۔

چوتھی قسم ان تائبین کی ہے جو توبہ کریں، کچھ عرصہ توبہ پر قائم رہیں اور پھر گناہوں کے ارتکاب میں مشغول ہوجائیں۔ ان کے دل میں گناہوں کی قباحت کا خیال آئے، نہ وہ یہ سوچیں کہ ہمیں ان کے اعمال بد سے توبہ کرنی چاہئے اور آئندہ کے لئے اجتناب کرنا چاہئے۔ نہ انہیں اپنے اس فعل پر افسوس ہو، نہ ندامت بلکہ غافلوں کی طرح شہوات میں غرق رہیں۔ ایسے لوگوں کی توبہ کا کوئی اعتبار نہیں، ان کا شمار گناہ پر اصرار کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ اس قسم میں شامل لوگوں کا نفس امارہ بالسوء کہلاتا ہے۔ یہ نفس خیر کے کاموں سے دور بھاگتا ہے، ایسی نفس پر سوء خاتمہ کا خوف ہے، اگر برائی پر اس کا خاتمہ ہوا تو اس کے حصے میں ایسی بدبختی آئے گی جس کے بعد کوئی بدبختی نہیں اور بھلائی پر مرا تو یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ اسے عذاب دوزخ سے نجات مل جائے گی۔ خواہ تھوڑے عرصے کے بعد ملے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی ایسے سبب کے باعث جس کا ہمیں علم نہیں اسے، اسے دامان رحمت میں لے لیا جائے اور اس کے اعمال نامے کی سیاہی دور کردی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت ازلی

سے کچھ بعید نہیں جیسے کوئی شخص بے آب وگیا میدان میں یہ آرزو لیکر جائے کہ مجھے وہاں سے خزانہ مل جائے گا تو یہ محال نہیں ہوسکتا ہے اسے خزانہ ہاتھ آہی جائے، جیسے کوئی شخص گھر میں بیٹھ کر حصول علم کی توقع رکھے، یہ بھی ممکن ہے، انبیائے اکرام نے کسی معلم کے سامنے زانوئے ادب طے کئے بغیر علوم کے حاصل کئے ہیں۔ طاعات کے ذریعے مغفرت کو طلب کرنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص تکرار و مطالعے کی جدو جہد سے علم کا طالب ہو یا تجارت اور بحروبر کے اسفار سے مال کا خواہاں ہو اور بلا عمل کے مغفرت چاہنا ایسا ہے جیسے بنجر زمیں سے خزانہ پانے کی خواہش کرنا، یا ملائکہ کے ذریعے تعلیم کے خواب دیکھنا اگر چہ بنجر زمیں سے خزانہ پانا اور فرشتوں کے ذریعے تعلیم حاصل کرنا محال نہیں ہے لیکن بعداز عقل ضرور ہے۔ عجیب بات ہے کہ لوگ عمل کے بغیر اس کے نتائج دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہمارے خیال سے تو یہی غنیمت ہے کہ عمل کے بعد مغفرت تجارت میں جدو جہد کے بعد مال اور تکرار و مطالعہ کی مشقت کے بعد علم حاصل ہو جائے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ آدمی سب محروم ہیں سوائے عالموں کے اور عالم سب محروم ہیں سوائے عاملوں کے اور عامل سب محروم ہیں سوائے مخلصوں کے اور مخلص خطرے میں ہیں۔

کوئی بھی عقل مند انسان اس شخص کی بے وقوفی میں شبہ نہیں کرتا جو اپنا گھر برباد کردے، اپنا مال ضائع کردے، اپنے آپ کو اور اپنے اہل عیال کو فاقہ کشی پر مجبور کردے محض اس توقع پر اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل سے زیر زمین مدفون خزانہ عطا کرے گا۔ اگر چہ یہ فضل خداوندی غیر ممکن نہیں ہے لیکن اس کی امید میں بیٹھے رہنا سراسر حماقت ہے۔ اسی طرح اس شخص کی جہالت اور نادانی میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا جو اطاعات میں قصور کرے، مغفرت کے راستے میں گریز کرے، گناہوں پر اصرار کرے اور ان تمام کوتاہیوں کے باوجود بخشش کا امیدوار ہو۔ بڑا تعجب اس نادان کی نادانی پر ہے جو اپنی بے عملی اور بد عملی کو اس خوبصورت پیرائے میں بیان کرے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے، اس کی جنت اس قدر وسیع ہے کہ مجھ جیسے معمولی شخص کے لئے تنگ نہیں ہوسکتی اور نہ میری نافرمانی اسے نقصان پہنچا

سکتی ہے۔ایک طرف وہ اپنے گناہ آلود زندگی کی یہ تاویل کرتا ہے دوسری طرف تم اسے طلب رزق کے لئے سمندروں کا سینہ چیرتے ہوئے اور میدانی خطروں سے الجھتے ہوئے دیکھتے ہو۔اگر اس سے یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے ،اس کے خزانہ غیب میں زر وجواہر کی کوئی کمی نہیں اور نہ تجھ جیسے شخص کے لئے اس میں تنگی ہے اگر تو تجارت ترک کر کے گھر کے کسی غوشہ میں بیٹھا رہے تو یہ ہوسکتا ہے کہ تجھے ایسے ذرائع سے رزق پہنچے جس کا تجھے گمان بھی نہ ہو۔اگر اس سے یہ تمام باتیں کہی جائیں تو وہ کہنے والے کا منہ نوچ لے اور اس مشورے پر اس کا مذاق اُڑائے ،اسے بے وقوف سمجھے اور کہے کہ آسمان سے سونا چاندی نہیں برستا، یہ چیزیں محنت سے حاصل ہوتی ہیں ،مسبب الاسباب نے رزق کمانے کا یہی طریقہ مقرر فرمایا ہے اور یہی سنت جاری فرمادی ہے ،اللہ تعالیٰ کی سنت میں کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔

انسان کا یہ دوہرا معیار سمجھ میں نہیں آتا اس احمق کو معلوم نہیں دنیا اور آخرت دونوں کا رب ایک ہے اور ان دونوں میں جو سنت جاری کردی ہے وہ نا قابل ترمیم ہے۔اس نے یہ اصول بنادیا ہے۔

وان لیس للانسان الا ماسعیٰ (پ:۲۷،۷،آیت:۳۹)

ترجمہ: ''اور یہ کہ انسان کو صرف اپنی ہی کمائی ملے گی''

جب دنیا اور آخرت کا ایک رب ہے،ایک اصول اور ایک ذریعہ ہے تو پھر کیا وجہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کو آخرت میں کریم سمجھتا ہے۔دنیا میں میں کریم نہیں سمجھتا۔اگر کرم کا مقتضیٰ یہ ہے کہ آدمی عمل سے رک جائے اور عمل کے بغیر اخروی نعمتوں کا امیدوار ہو تو کرم کا تقاضہ یہ بھی ہونا چاہئے کہ آدمی پیسہ کمانے سے رک جائے اور کمائے بغیر ہی حصول رزق کا خواہاں ہو۔یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بے بہا اور لازوال دولت،آخرت کا اجر وثواب بلا عمل اور بغیر جدوجہد عطا کردیگا اور دنیا کی ناپائیدار اور فانی نعمتیں بغیر عمل کے عطا نہیں کریگا۔کیا قرآن کریم میں یہ آیت موجود نہیں ہے۔

وفی السمآء رزقکم وماتوعدون (پ:۲۶م۱۸،آیت:۲۲)

ترجمہ: ''اور تمہارا رزق اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے (سب) آسمان میں ہے''۔

ہم اس جہالت و گمراہی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ جو شخص اس طرح کے معتقدات کا حامل ہے وہ گویا اپنے آپ کو اوندھے منہ کنوے میں گرا کر ہلاک کرنے کے درپے ہیں اور اس آیت کے تحت داخل ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا۔

ولو تری اذا المجرمون نا کسُوا رءُ وسهم عند ربهم ربنا أبصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحاً. (پ:۲۱،۱۵،آیت:۱۲)

ترجمہ: ''اور اگر آپ دیکھیں تو عجیب حال دیکھیں جب کہ یہ مجرم لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار بس ہماری آنکھیں اور کان کھل گئے، سو ہم کو پھر بھیج دیجئے ہم نیک کام کریں گے۔''

یعنی یہ کہیں گے کہ ہمیں یقین آ گیا، تیرا یہ قول واقعے سچا تھا وان لیس للانسان ماسعی ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگر ہمیں دنیا میں واپس جانے کا موقع دیا گیا تو ہم تیرے قول کی صداقت پر عملاً ایمان لائیں گے اور کوشش میں کوتاہی نہ کریں گے۔ یہ درخواست اس وقت کی جائے گی جب واپسی کا کوئی راستہ باقی نہ رہے گا اور تقدیر ازلی اپنا عمل مکمل کر چکی ہوگی اور اس کی قسمت پر عذاب کی مہر لگ چکی ہوگی۔

ہم اس جہالت، شک اور شبہے کی دواعی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں جو انجام کی خرابی کا باعث ہیں۔

توبہ ہر حال میں مؤثر ہے

آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ توبہ واستغفار اگر دل سے ہو تو یہ ہر حال میں مؤثر ہے، اگرچہ تائب گناہ پر اصرار کرتا ہے۔ ہوسکتا ہے ایسی توبہ کچھ زیادہ مؤثر نہ ہو لیکن جس حد تک مؤثر ہوگی، مفید ثابت ہوگی اور اگر استغفار کے ساتھ گناہ کے تدارک کے لئے حسنات کا

اضافہ کردیا جائے تو یہ سونے پر سہاگہ والی بات ہے۔ جو شخص استغفار اور حسنات کے ساتھ ساتھ گناہ بھی کرتا ہو اس کے بارے میں یہ گمان کرنا مناسب نہیں کہ اس کی استغفار اور نیکیاں سب بے کار ہیں۔ ارباب بصیرت اور اصحاب قلوب کشف و مشاہدے کے ذریعے اس آیت کی صداقت پر یقین رکھتے ہیں۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہٗ. (پ:۳۰،۲۴ آیت:۷)

ترجمہ: ''جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ وہاں اس کو دیکھ لے گا''

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ذرہ خیر میں اثر ہے۔ جیسے ترازو کے ایک پلڑے میں چاول کا ایک دانہ ڈال دیا جائے تو وہ دوسرے پلڑے سے کچھ نہ کچھ ضرور جھک جائے گا۔ اگر یہ دانہ چاول پلڑے کو جھکانے میں مؤثر نہ ہو تو دوسرا دانہ بھی مؤثر نہ ہونا چاہئے بلکہ اس سے تو یہ لازم ہوتا ہے کہ مٹھی بھر چاول بھی اثر انداز نہ ہونگے۔ حالانکہ یہ بات مشاہدے کے خلاف ہے۔ یہ حال حسنات کے ترازو کا ہے۔ اس کا پلڑا بھی خیر کے ذرے سے جھک جاتا ہے خواہ تھوڑا ہی جھکے کہ دیکھنے والا محسوس ہی نہ کر سکے۔ اگر خیر کے چند ذرات مل جائیں تو یقیناً پلڑا زیادہ جھکے گا۔ ہو سکے کہ اتنا جھکے کہ سیئات کا پلڑا اور پڑا اُٹھ جائے۔ ذرات خیر کو حقیر نہ جانو، اگر تم بڑے گناہ چھوڑنے پر قادر نہیں ہو تو چھوٹے موٹے کاموں سے گریز نہ کرو۔ ہوسکتا ہے کہ یہی چھوٹے عمل تمہاری بخشش کا سامان کردیں۔ اسی طرح اگر تم بڑے گناہ چھوڑنے پر قادر نہیں ہو تو چھوٹے چھوٹے گناہوں کو معمولی سمجھو بلکہ انہیں بھی ترک کردو۔ ہوسکتا ہے اس طرح تمہارے ترازو کا پلڑا کچھ ہلکا رہ جائے جس میں برائیاں رکھی جائیں گی۔ تمہارا حال اس احمق عورت جیسا نہ ہو جو سوت کاتنے سے بھاگتی ہے اور دلیل یہ دیتی ہے کہ میں دن بھر میں ایک دو تار کات پاتی ہوں۔ ان سے کون سا مال جمع ہوگا۔ اس بے چاری کو معلوم نہیں کہ دنیا بھر کے کپڑے تاروں سے بنتے ہیں، اگر ہر روز دو تار بھی کاتے گئے ہوں تو کسی مرحلے پر اتنے زیادہ ہو جائیں گے کہ ان سے وسیع عریض کپڑا بنایا جا سکے گا۔ غرض یہ ہے کہ دل سے توبہ و استغفار کرنا ایک ایسی نیکی ہے جو اللہ تعالیٰ

کے یہاں ہرگز ضائع نہ ہوگی۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ استغفار کے لئے زبان کو حرکت دینا بھی ایک نیکی ہے، اس لئے کہ زبان کو کلمات استغفار کے ساتھ بحالت غفلت حرکت دینا کسی مسلمان کے غیب کرنے یا لغو کلام کرنے سے بہرحال افضل ہے بلکہ یہ خاموشی سے بھی بہتر ہے اگر چہ قلب کے عمل سے بہتر نہیں ہے لیکن سکوت اور لغو کلام سے یہ ہر حال میں افضل ہے۔ حضرت ابوعثمان مغربیؒ کی خدمت میں ان کے کسی مرید نے عرض کیا کہ بعض اوقات میرا قلب غافل ہوتا ہے اور زبان کلمات ذکر اور آیات کا ورد کرتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے ایک عضو کو خیر کے کام میں لگا رکھا ہے اور اسے ذکر کی عادت ڈال دی ہے، شر میں استعمال نہیں کیا اور نہ فضولیات کا عادی بنایا۔

ابوعثمان مغربی نے بالکل صحیح بات کہی ہے۔ اعضاء کو اعمال خیر کا اس قدر عادی بنانا کہ وہ ان کی طبیع ثانیہ بن جائیں، معاصی کے ازالے میں بھی مفید ہے۔ چنانچہ اگر وہ شخص جس کی زبان استغفار کی عادی ہے کسی سے کوئی جھوٹ بات سنی تو برجستہ یہی کہے گا۔ استغفر اللہ۔ جب کہ فضولیات بکنے والا شخص جھوٹ بولنے والے کے احمق، کاذب اور مفتری کہہ کر جھٹلائے گا۔ اسی طرح وہ شخص جس کی زبان تعوذ کی عادی ہے کسی فتنہ پرداز کی فتنہ انگیزی دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہے گا جب کہ فضول کلام کا عادی کہے گا اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے۔ ان میں سے ایک کلمہ خیر کہہ کر ثواب حاصل کرے گا دوسرا کلمہ شر کہہ کر گنہگار ہوگا۔ اس سے معلوم ہو کہ سلامتی زبان کو خیر کا عادی بنانے میں ہے۔ قرآن کریم کی ان آیات میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ان الله لا يضيع اجر المحسنين (پ:۱۱، ۴ آیت:۱۲۰)

ترجمہ: ''یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے''

وان تک حسنة يضاعفها ويئوت من لدنه اجر اعظيما

(پ:۵، ۳ آیت:۴۰)

ترجمہ: ''اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اس کو کئی گناہ کر دیں گے اور اپنے پاس سے اجر

عظیم دیں گے۔'' مذکورہ بالا صورت پر غور کرو، کس طرح ایک نیکی کو دوچند کیا ہے۔ نیکی یہ تھی کہ زبان کلمہ خیر کی عادی تھی، اس کا ثواب اپنی جگہ۔ اس کی نیکی کے نتیجے میں دوسری نیکی یہ ہوئی کہ فضول گوئی اور غیبت کے گناہ سے محفوظ رکھا، نیکی پر نیکی کا اضافہ تو دنیا میں ہے، آخرت میں کس قدر اجروثواب ملے گا اس کا کچھ اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ نیکی کتنی ہی معمولی اور غیر اہم کیوں نہ ہو، اسے معمولی یا غیر اہم سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ دراصل شیطان کے فریب میں مبتلا ہیں شیطان انہیں بتلاتا ہے کہ تم صاحب بصیرت، عقل منداور دانا انسان ہو، مخفی اور پوشیدہ باتوں کا علم رکھتے ہو، تم جیسے لائق اور فاضل وکامل انسان کو مخفی زبان سے ذکر کرنا زیب نہیں دیتا۔ تم خود یہ بات جانتے ہو کہ قلب کی غفلت کے ساتھ زبان کو ذکر سے متحرک کرنا مفید ہے۔

اس شیطان مکر کی بنیاد پر مخلوق کی تین قسمیں ہو گئیں۔

۱: وہ جنہوں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

۲: میانہ رو۔

۳: خیر میں سبقت کرنے والے۔

خیر میں سبقت کرنے والے شیطان کے جواب میں کہتے ہیں اگر چہ تیرا قول درست ہے لیکن تیرا مقدر درست نہیں ہے۔ تو کلمہ حق سے معنی باطل پر استدلال کر رہا ہے۔ ہم تجھے دوبارہ ایذاء دیں گے اور دو مرتبہ ذلیل کریں گے۔ پھر وہ محض زبان کی حرکت پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ دل کا اخلاص بھی شامل کر لیتے ہیں تا کہ شیطان کو زبان کی حرکت سے بھی تکلیف پہنچے اور دل کے خلوص سے بھی ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو شیطان کے زخم دل پر مرہم رکھنے کے بجائے نمک چھڑک دے۔

اپنے نفس پر ظلم کرنے والے وہ لوگ ہیں جو شیطان کی تائید کرتے ہیں اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر کہ اس اصرار الٰہی سے واقف ہیں، زبانی ذکر بھی چھوڑ دیتے ہیں ۔ شیطان کے زخم کا مرہم یہی لوگ بنتے ہیں، ان لوگوں میں اور شیطان میں اس حد تک

موافقت ہوتی ہے کہ باہم شیر وشکر ہو جاتے ہیں۔

میانہ رو وہ لوگ ہوتے ہیں جو شیطان کی خواہش کے برخلاف دل کو تو ذکر میں شریک نہیں کر پاتے ہیں لیکن زبان کو بھی اس عمل سے نہیں روکتے۔ بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ زبانی ذکر اگرچہ قلبی ذکر کے مقابلے میں ناقص ہے لیکن سکوت اور یاوہ گوئی کی بہ نسبت بہرحال افضل ہے۔ یہ لوگ زبانی ذکر نہیں چھوڑتے اور ساتھ ہی یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ جس طرح تو نے ہماری زبان کو کلمات خیر کا عادی بنایا ہے اسی طرح ہمارے دل کو بھی عادی بنا۔

ان تینوں میں سابق الخیرات کی مثال اس جولاہے کی سی ہے جو اپنے پیشے کو برا سمجھے اور کاتب بن جائے۔ ظالم لنفس کی مثال اس جولاہے کی سی ہے جو اپنے پیشے کو برا سمجھ کر بھنگی بن جائے اور مقتصد کی مثال اس جولاہے کی سی ہے جو یہ کہے اگرچہ کتاب پارچہ بانی سے افضل ہے لیکن کیونکہ میں اپنے عجز اور کم علمی کی بناء پر یہ پیشہ اختیار نہیں کر سکتا اس لئے اپنے پیشے میں رہوں گا جو یقیناً پاخانہ صاف کرنے سے افضل ہے۔

اس کلام کے بعد حضرت رابعہ عدویہ کے قول کی تفسیر سہل ہے۔ انہوں نے فرمایا ہمارے استغفار کو بھی استغفار کی ضرورت ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ جب ہم استغفار کرتے ہیں تو ہمارا دل غافل رہتا صرف زبان حرکت کرتی ہے، اگرچہ زبان کی حرکت اپنی جگہ مستحسن ہے لیکن دل کی غفلت بھی اپنی جگہ قبیح ہے۔ ہمیں اپنے دل کی قباحت سے بھی استغفار کی ضرورت ہے۔ حضرت رابعہ بصری نے زبانی استغفار کی مذمت نہیں فرمائی بلکہ دل کی غفلت کی مذمت فرمائی ہے۔ اب اگر کوئی شخص زبان سے بھی استغفار نہیں کرتا، اسے دو استغفار کی ضرورت ہے ایک زبان سے استغفار کرنے کی، دوسرے قلب کی غفلت پر۔ غرض یہ ہے کہ اس قول میں عمدہ چیز (زبانی استغفار) کی تعریف اور مذموم چیز (دل کی غفلت) کی مذمت کی ہے۔ اگر ہم نے یہ قول اس طرح نہیں سمجھا تو پھر ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کا مطلب بھی نہیں سمجھ پائیں گے۔

حسنات الابرار سیئات المقربین

ترجمہ: ''نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں''

یہ امور اضافی ہیں، انہیں اضافت کے ساتھ سمجھنا چاہیے، بہر حال کسی معمولی سی معمولی اطاعت کو بھی حقیر نہ سمجھنا چاہیے اور نہ کسی چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو معمولی سمجھ کر نظرانداز کرنا چاہیے۔

حضرت جعفر الصادقؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چار باتیں چار میں مخفی رکھی ہیں۔ رضا کو اطاعت میں، اس لئے کسی چھوٹی سی طاعت کو بھی حقیر مت جانو۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ کی رضا اسی میں پوشیدہ ہو۔

غضب کو معصیت میں، اس لئے کسی چھوٹے سے گناہ کو بھی حقیر مت سمجھ۔ ہوسکتا ہے وہی گناہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا باعث ہو۔ ولادیت کو بندوں میں، اس لئے کسی بندے کو حقیر مت سمجھو۔ ہوسکتا ہے وہی ولی اللہ ہو۔ قبولیت کی دعا میں، اس لئے کس بھی موقع پر دعا نہ چھوڑو۔ ہوسکتا ہے اس میں قبولیت ہو۔

توبہ کے بارہ فوائد وثمرات

پہلا فائدہ

سری سقطیؒ نے ایک شخص سے کہا کہ توبہ یہ ہے کہ تو اپنا گناہ نہ بھولے۔ اس شخص نے کہا نہیں بلکہ توبہ یہ ہے کہ اپنا گناہ بھول جائے اور جنید بغدادی کی رائے اسی کے موافق ہے کیونکہ صفائے محبت کی حالت میں جفا کا بیان کرنا جفا ہے اور ظاہر ہے کہ گناہ جفا اور توبہ صفائی ہے۔

نسفی نے بیان کیا ہے کہ جنید کے اصحاب میں سے ایک نے ان سے کہا مجھ سے ایک گناہ ہوگیا ہے۔ آپ خدا سے دعا فرمایئے کہ میری بخشش ہوجائے۔ جنید نے سنا کہ ہاتف کہہ رہا ہے کہ جب اس نے تیرے سامنے اپنا پردہ فاش کیا تو تو ہی اس کو بخش۔

دوسرا فائدہ

ابن مسعودؓ سے ایک شخص نے کہا مجھ سے ایک گناہ ہو گیا ہے۔ کہا تیرے لئے توبہ ہے پہلے تو اس سے انہوں نے منہ پھیر لیا پھر اس کی طرف متوجہ ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ان کی دونوں آنکھوں میں آنسوں بھرے ہوئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں وہ سب کے سب بند ہوتے ہیں اور کھلتے ہیں سوائے باب توبہ کے کہ اسی دروازے پر ایک فرشتہ مقرر ہے اور وہ دروازہ قیامت تک بند نہ ہوگا پس رحمت خدا سے ناامید مت ہو بعض کا قول ہے کہ ابلیس اس لئے ہلاک ہوا کہ وہ توبہ کو واجب نہیں سمجھتا تھا اور نہ وہ اپنی خطا کا معترف ہوا اسی لئے اس نے توبہ نہ کی بلکہ غرور کیا اور رحمت خدا سے ناامید ہو گیا اور آدم علیہ السلام کو سعادت نصیب ہوئی۔ کیونکہ انہوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا اور توبہ کو ضروری سمجھا چنانچہ خدا کے سامنے توبہ کی تواضع سے پیش آئے اور رحمت خدا سے ناامید نہ ہوئے۔

تیسرا فائدہ

عبداللہ بن سلام نے بیان کیا ہے کہ میں نبی مرسل یا کتاب منزل کے ساتھ کسی اور کی روایت تم سے نہ بیان کروں گا۔ سنو بندہ جب گناہ کرتا ہے اس کے بعد اگر چشم زدن کے لئے بھی اس پر نادم ہو جاتا ہے تو اس سے چشم زدن سے بھی پہلے گناہ اتر جاتا ہے حضرت نبی ﷺ نے فرمایا کہ بندہ گناہ کرتا ہے اور پھر اس کی وجہ سے جنت میں داخل ہوتا ہے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ یہ کیسے آپ نے فرمایا گناہ اس کے پیش نظر ہو جاتا ہے اور اس سے تائب ہو کر گریز کرتا ہے یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ غزالی نے کہا ہے کہ فوراً توبہ کرنا واجب ہے کیونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ توبہ خدا پھر انہی کے لئے ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھتے ہیں۔ پھر عنقریب ہی توبہ کر لیتے ہیں پس جب توبہ کرنے میں جلدی کرتا ہے تو اس کا گناہ مٹ جاتا ہے جیسے کہ نجاست جب تک تر رہتی ہے آسانی سے

دور ہوجاتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں پس نیکی کے نور کے سامنے گناہ کی تاریکی کو طاقت نہیں ہے جیسے کہ صابن کی سفیدی کے سامنے میل کی کچھ حقیقت نہیں ہوتی امام رازی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول ثم یتوبو ن من قریب میں قریب سے مراد موت کے آنے کا وقت ہے کیونکہ موت آنے والی ہے اور ہر آنے والی شئے قریب ہے جو شخص گناہ سے زمانہ طویل کے بعد موت سے بہت عرصہ پہلے توبہ کرتا ہے وہ ان لوگوں سے خارج ہے جن کی نسبت توبہ کا قبول کرنا خدا نے اپنے ذمہ خصوصیت کے ساتھ لیا ہے کیونکہ خدا نے ان کی خصوصیت کے بیان کے موقع پر حرف انما استعمال کیا ہے جو حصر کے لئے ہے لیکن ایسا شخص خدا کے اس قول میں داخل ہے جس کا مضمون وہ لوگ ہیں خدا جن کی عنقریب دعا قبول کرلیگا اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے اس موقع پر جہالت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہوا ہے۔ اکثر اس کے قائل ہیں ہر وہ شخص جو گناہ کرتا ہے وہ جاہل اور نادان ہے کیونکہ اگر وہ ثواب اور عقاب کے علم سے جو اسے حاصل تھا کام لیتا تو گناہ پر پیش قدمی نہ کرتا جو پہلے گزر چکا ہے کہ گناہ تاریکی ہے اور اس کا چراغ توبہ ہے حناطی نے کہا ہے کہ موت تین قسم کی ہے ایک نفس کی موت اس کے بعد عفو کے کفن میں لپیٹ کر اور مغفرت کی خوشبو لگا کر اہل جنت کے مقابر میں دفن کیا جاتا ہے اور ایک ترک موت ہے کہ کفن ملامت میں لپیٹ کر اور ندامت کی خوشبو لگا کر مقابر عقوبت میں دفن کیا جاتا ہے پس جس کا نفس مرجاتا ہے جس کی دنیا نابود ہوجاتی ہے اور جس کی روح مرجاتی ہے اس کا مولیٰ اسے نہیں ملتا اور جس کا قلب مرجاتا ہے اس کی آخرت نیست ہوجاتی ہے۔

چوتھا فائدہ

عبداللہ بن عمر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں ایک بار میں حضور اکرم ﷺ کے ہمراہی میں ایک انصاری بیمار کے پاس گیا اور وہ سکرات موت میں مبتلا تھا۔ حضرت نبی ﷺ نے ان سے فرمایا توبہ کرلو۔ لیکن اس کی زبان نے یاری نہ دی۔ اس نے آسمان کی طرف اپنی آنکھ

پھیری اس پر حضور اکرم ﷺ مسکرائے آپ سے سبب پوچھا گیا تو فرمانے لگے جب اس کی زبان قابو میں نہ رہی تو آسمان کی طرف اپنے دل سے اشارہ کیا اور نادم ہوا خدا تعالی نے فرمایا اے فرشتو میرا بندہ زبان سے توبہ کرنے سے عاجز ہو گیا تھا لیکن وہ دل میں پشیمان ہوا میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس کے گناہ بخش دیئے اگر چہ ریگستان کی ریت کے برابر کیوں نہ ہوں حضور اکرم ﷺ سے مروی ہے آپ کی وفات کے وقت آپ کے پاس جبرائیل آئے اے محمد ﷺ اللہ تعالی نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور ارشاد کیا ہے جو اپنی موت سے ایک سال قبل توبہ کرلے گا اس کی توبہ مقبول ہو جائے گی آپ نے کہا اے جبرائیلؑ ایک سال میری امت کے لئے بہت ہے وہ غائب ہو گئے اور پھر واپس آکر کہنے لگے اے محمد ﷺ خدا نے آپ کو سلام فرمایا اور ارشاد فرمایا ہے کہ جو اپنی موت سے ایک ماہ پیش تر توبہ کرلے گا اس کی توبہ قبول ہوگی آپ نے فرمایا اے جبرائیل میری امت کے لئے ایک ماہ بہت ہے پھر غائب ہو گئے اور پھر واپس آکر کہنے لگے اے محمد ﷺ آپ کا پروردگار آپ کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے جو اپنی موت سے ایک جمعہ قبل توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول ہو گی۔ آپ نے فرمایا اے جبرائیل میری امت کے لئے جمعہ بہت ہے اور پھر غائب ہو گئے اور واپس آکر کہنے لگے اے محمد ﷺ اللہ تعالی آپ کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے جو اپنی موت سے ایک روز قبل توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول ہوگی آپ نے فرمایا اے جبرائیل میری امت کے لئے ایک دن بھی بہت ہے وہ غائب ہو گئے پھر واپس آکر کہنے لگے اے محمد ﷺ اللہ نے آپ کو سلام فرمایا ہے جو اپنی موت سے ایک ساعت قبل توبہ کرے اس کی توبہ قبول ہوگی آپ نے فرمایا اے جبرائیل میری امت کے لئے ایک ساعت بہت ہے وہ غائب ہو گئے اور پھر واپس آکر کہنے لگے آپ کا پروردگار آپ کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ اگر ایک سال بہت ہے اور ایک ماہ بہت ہے ایک جمعہ بہت ہے ایک دن بہت ہے ایک ساعت بہت ہے تو جو اپنے موت کے ایک سال ایک ماہ ایک جمعہ ایک روز ایک ساعت پہلے بھی میری طرف رجوع نہ ہو یہاں تک کہ اس کی روح اس کی حلق میں آہ پہنچے

اور زبان سے بولنا عذر خواہی کرنا اسے ممکن نہ ہو لیکن وہ دل سے شرمندہ اور پشیمان ہو تو اس کو بخش دوں گا اور پرواہ نہ کروں گا اس کو نسفی نے اپنی کتاب ''ازہر الریاض'' میں ذکر کیا ہے۔

پانچواں فائدہ

اگر کہا جائے اس میں کیا حکمت ہے امت محمد ﷺ کی توبہ دل سے پشیمان ہونا ہے اور قوم موسیٰ کی توبہ اپنی جانوں کو قتل کرنا تھا؟

جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی امت نے ایمان کے لئے عیانی معجزہ طلب کیا تھا۔ چنانچہ کہا تھا کھلم کھلا ہمیں خدا کو دکھلا دیجئے۔ بس جب انہوں نے عیانی بات طلب کی تھی تو ان کی توبہ بھی عیانی قرار دی گئی اور وہ اپنی جانوں کو قتل کرنا ہے اور امت محمد ﷺ کی امت غیب پر ایمان لائی ہے اس لئے ان کی توبہ دل سے رکھی گئی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے میری امت میں جو بندہ اپنے گناہ پر روتا ہے یہاں تک کہ اس کے رخساروں پر آس کے آنسو بہ آتے ہیں تو خدائے تعالیٰ دوزخ کو اس کے رخساروں پر حرام کر دیتا ہے۔

چھٹا فائدہ

بروایت عبادہ بن صامت حضرت اکرم ﷺ سے مروی ہے جو اپنی موت سے ایک سال قبل توبہ کرتا ہے خدا اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ پھر ایک سال بہت ہے۔ پھر فرمایا اپنی موت کے ایک ماہ قبل توبہ کرتا ہے۔ خدا اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ پھر فرمایا ایک ماہ بہت ہے جو آدمی اپنی موت سے ایک جمعہ قبل توبہ کرتا ہے خدا اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ پھر فرمایا جمعہ بھی بہت ہے جو آدمی اپنی موت سے ایک روز قبل توبہ کرتا ہے خدا اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ پھر فرمایا ایک روز بہت ہے جو اپنی موت کے ایک ساعت قبل توبہ کرتا ہے خدا اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ پھر فرمایا ایک ساعت بھی بہت ہے جو شخص قبل اس کے کہ اس کو غرغرہ لگ جائے توبہ کرتا ہے اس کی بھی توبہ قبول ہوتی ہے۔

ساتواں فائدہ

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ایک بار آدم علیہ السلام کے بابت غور کیا اور عرض کیا اے رب آپ نے انہیں اپنے دوست مبارک سے پیدا فرمایا۔ پھر ایک لغزش سے ان کی معصیت کی منادی کر دی اور جنت سے انہیں باہر نکال دیا حالانکہ آپ نے خود ہی انہیں بلاعمل جنت میں سکونت پذیر بنایا تھا اور ان میں اپنی روح پھونکی تھی اور فرشتوں سے انہیں سجدہ کرایا تھا۔ خدا تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی اے ابراہیم! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حبیب کے لئے حبیب کی مخالفت ایک سخت بات ہے۔

آٹھواں فائدہ

جب آدم علیہ السلام سے نافرمانی ہوئی یعنی بھول کر درخت میں سے انہوں نے کچھ کھالیا تو ان پر سوائے سونے چاندی کے جنت میں ہر شئے رونے لگے گی خدا تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں کو کیا ہوا کہ تم دونوں آدمؑ پر نہیں روتے؟ انہوں نے کہا جس نے آپ کے حکم کی مخالفت کی ہو اس پر ہم کیسے روئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنی عزت وجلال کی قسم میں تم دونوں کو ہر شئے کی قیمت بناؤں گا اور بنی آدم کو تمہارا خادم بناؤں گا۔ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ درہم اور دینار زمین میں خا کی لہریں ہیں نہ کھاتی ہیں نہ پیتی ہیں اور جہاں چاہتے ہو ان سے تمہاری حاجت پوری ہو جاتی ہے اور کعب الاحبارؒ نے کہا ہے کہ درہم اور دینار پر سب سے پہلے آدمؑ نے سکہ بنایا اور کہا ہے کہ بغیر ان کے گزران ٹھیک نہیں ہوسکتی۔ اس کو ثعلبی نے کتاب العرائس میں بیان کیا ہے اور ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ دراہم وارسم یعنی دراہم ہم وغم کا گھر ہے اور دنانیر دار نار یعنی دنانیر آگ کا گھر ہے اور مالک بن دینارؒ نے کہا ہے کہ توریت میں لکھا ہے جس دل میں درہم اور دینار کی محبت ہو اس پر حق کہنا حرام ہوتا ہے۔

علامہ بن زیادہ نے کہا ہے کہ میں نے دنیا کو خواب میں دیکھا وہ ہر طرح کی زینت

سے آراستہ تھی۔ میں نے اس سے کہا خدا مجھے تجھ سے پناہ دے۔ وہ بولی اگر تو نے یہ ارادہ کیا ہے کہ خدا تجھ کو مجھ سے پناہ میں رکھے تو درہم سے عداوت رکھ اور حسن بصری نے کہا ہے جو کوئی درہم کی عزت کرتا ہے خدا اس کو ذلیل کرتا ہے۔ مؤلف کہتا ہے میں نے بہتیرے لوگوں کو دیکھا جو مستحقوں کو درہم اور دینار کے دینے میں بخل کرتے تھے۔ آخر خدا نے ان پر ایسے کو مسلط کیا ہے کہ جس نے بلا استحقاق ان سے لے لیا۔ نزہت النفوس والا فکار میں ہے کہ زمین میں سونا پیدا کرنا خدا کا بھید ہے۔ اسے گھسار کر پینا خفقان کو نافع ہے اور آنکھ میں لگانا مقوی بصر ہے۔ اگر صرع والے گلے میں اسے لٹکائے تو صرع دور ہو جائے۔ اگر سونے کو آگ میں گرم کر کے سرکہ میں بجھائیں اور گندہ دہن کو پلائیں تو حکم خدا سے یہ عارضہ دور ہو جائے۔ سونا اور چاندی سعادت اور شقاوت کے اسباب میں سے ہے۔ حناطیؒ نے کہا ہے جب درہم اور دنانیر مسکوک ہوئے تو شیطان نے انہیں لے کر بوسہ دیا اور کہنے لگا جو تم دونوں سے محبت رکھے گا حقیقت میں وہ میرا غلام ہے۔ یحیٰ بن معاذ رازی نے کہا ہے کہ دراہم عقارب ہیں۔ اگر تو اچھی طرح منتر نہ جانتا ہو تو تجھے قتل کر ڈالیں۔ کہا گیا اس کا منتر کیا ہے؟ حلال سے حاصل کرنا اور وجوہ خیر میں صرف کرنا۔ امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں کہا ہے کہ درہم دال اور ا کے کسرہ اور فتحہ دونوں سے آیا ہے اور درہام بھی ایک ایک لغت ہے۔

نواں فائدہ

جب آدم علیہ السلام نے درخت میں سے کھالیا تو سوائے درخت عود کے سب درخت آپ سے بھاگنے لگے۔ چنانچہ خدا نے اس پر عقاب کیا۔ اس نے کہا اے رب مجھے معلوم ہوا کہ یہ عتاب ہے۔ ارشاد ہوا کہ اپنی عزت اور جلال کی قسم میں اولاد آدم علیہ السلام کے نزدیک تجھے صامت قیمت بناؤں گا لیکن چونکہ تو نے ایسے کو پناہ دی ہے جو میرا نافرمان تھا اس لئے تجھے بغیر آگ کے خوشبو نہ نکلے گی۔ نزہتہ النفوس والا فکار میں ہے کہ عود ہندی

قسط کو کہتے ہیں اور ند بھی اسی کا نام ہے۔اگر پانی کے ساتھ پیا جائے تو درد جگر پیچش اور درد پہلو کو نافع ہے اور صداع بارد وشقیقہ کو دھونی لینا ناک میں ٹپکانا پینا ضماد کرنا سب نافع ہے اور دھونی لینے سے اور مقدم سر میں چھڑ کنے سے نزلہ کو نفع ہوتا ہے اور منہ میں رکھ کر چبایا جائے تو تبخیر کا قاطع ہے۔

دسواں فائدہ

اگر کہا جائے خدا تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے بدن کو زمین پر کیسے حرام کر دیا؟

جواب یہ ہے کہ مٹی دو پاک کرنے والی چیزوں میں سے ہے۔اور وہ نجاست کلبیہ سے پاک کرتی ہے اور گناہ کو سب سے بدتر نجاست ہے۔اس لئے مٹی سے طہارت حاصل کرنے کی ضرورت پڑی۔اس لئے زمین نبیوں کے سوا اوروں کے بدن کو کھا جاتی ہے۔ کیونکہ وہ گناہ سے خواہ عمداً یا سہواً قبل نبوت اور بعد نبوت کے معصوم و محفوظ ہوتے ہیں۔

گیارہواں فائدہ

جبرائیلؑ اور میکائیلؑ ایک بار مجتمع ہوئے۔جبرائیل علیہ السلام نے کہا کیا خدا سے آپ کو تعجب آتا ہے کہ اس نے ایک مخلوق پیدا کی ہے۔ان کو رزق دیا ہے اور وہ اس کی نافرمانی کرتے ہیں۔لیکن انہیں عذاب نہیں دیتا۔میکائیلؑ نے کہا کچھ تعجب نہیں کیونکہ ان کے اعمال سے خدا کا کچھ بڑھتا نہیں اور نہ گناہ کرنے سے خدا کا کچھ کم ہوتا ہے۔اس لئے کہ نہ اطاعت سے خدا کو فائدہ پہنچتا ہے نہ معصیت سے کوئی ضرر۔پھر انہیں کیوں عذاب دے۔خدا تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ میں ویسا ہی ہوں جیسا کہ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہے۔حضور اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ ایک بار آسمان سے ایک فرشتہ کسی شخص کو عذاب دینے کے لئے اترا۔اس نے کہا میں خدائے کریم کی رو سے تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو مجھے عذاب نہ دے۔وہ اوپر چڑھ گیا اور دوسرا اترا۔پھر اس نے کہا میں خدا کریم کی رو سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے عذاب نہ دے۔لیکن اس نے نہ مانا اور عذاب دیا۔

جب وہ آسمان اور زمین کے درمیان میں پہنچا تو اس کے دونوں باز و جدا ہو گئے وہ متحیر رہ گیا اور کہنے لگا یہ مصیبت مجھے کیوں پہنچی آواز آئی کہ اس نے میرے وجہ کریم کے طفیل سے تجھ سے درخواست کی تھی کہ مجھے عذاب نہ دے اور تو نے اس پر بھی اس کو عذاب دیا۔ اگر میری وجہ کریم کے طفیل سے مجھ سے ساری مخلوق کی بخشش کی درخواست کرتا تو میں سب کو بخش دیتا

بارھواں فائدہ

ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علیؓ کیا میں تمہیں ایک دعا نہ سکھا دوں کہ تم اسے پڑھ کر دعا مانگا کرو۔ اگر تمہارے اوپر پتھروں کے برابر تعداد میں گناہ ہوں جب بھی خدا انہیں بخش دے یہ پڑھا کرو:

اللھم لا الہ الا انت الحلیم الکریم تبارکتَ سبحانک رب العرش العظیم. (بحوالہ: نزہتہ المجالس جلد دوم)

اہل ایمان کے مختلف درجات

اگر کوئی شخص دنیا کے مشاغل سے الگ ہو کر عبادت الٰہی میں ہر وقت مشغول رہتا ہے تو اس کے بھی مختلف درجات ہیں اسی طرح ایمان کے بھی مختلف مدارج ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص کم درجے پر ہے تو یقیناً جو اس سے بلند درجے پر ہے اس کے مقابلے میں اس میں کوئی نقص ہے۔ اور نقص کمزوری کی نشانی ہے۔ لہٰذا اس سے بھی توبہ ضروری ہے۔

اصل واجبات کے ادا کرنے سے نجات حاصل ہو جاتی ہے لیکن نجات کے علاوہ ہر مومن کو قرب الٰہی کے اعلیٰ منازل کے حصول کی جدوجہد بھی ضروری کرنا چاہئے۔ ایک مرتبہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے انبیاء گزرے ہیں انہوں نے بڑی عبادات کی ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ میرے دوستوں سے میرا مرتبہ کسی حال میں بھی کم ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ خاص الخاص لوگ صرف خطرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ثواب اس کو

ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ مثلاً ایک مرتبہ آنحضرت محمد ﷺ نے اپنی نعلین مبارک میں تسمہ لگایا اس سے آپ نے ذرا خوشی محسوس فرمائی تو فوراً نکال دیا۔ اس طرح حضرت ابوبکرؓ نے ایک بار دودھ پیا اس میں کچھ شبہ معلوم ہوا تو آپ نے انگلی ڈال کر اتنی سخت قے کی کہ آپؓ کی جان کو خطرہ لاحق ہوگیا۔

اسی لئے حضرت ابوسلیمان دارانیؒ نے فرمایا کہ اگر آدمی صرف اپنے گزشتہ زمانے کو یاد کر کے ہی روئے تو پوری عمر رو سکتا ہے۔ پس اگر کسی شخص کا مستقبل (یعنی آخرت) خطرے میں ہو تو وہ جتنا بھی روئے کم ہے اور اگر ساری زندگی خدانخواستہ گناہ میں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں صرف ہوگئی تو اس کا اندازہ تو قیامت میں ہی ہو سکے گا اس وقت تھوڑے سے وقت کی مہلت چاہے گا تاکہ توبہ کرے لیکن پھر مہلت کہاں ملے گی۔

اسی لئے حضرت سہل تستریؒ فرماتے ہیں کہ بندے کو ہر حال میں ضرورت اپنے مالک کی ہوتی ہے، تو اسی کے حق میں یہی بہتر ہے کہ ہر بات میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرے۔ مثلاً گناہ میں مبتلا ہو تو التجا کرے کہ الٰہی میرا پردہ فاش نہ کر اور گناہ کر بیٹھے ہیں تو دعا مانگے ہیں الٰہی میری توبہ قبول فرما۔ توبہ کے بعد عرض کرے کہ مجھے عصمت نصیب کر اور جب کوئی اچھا کام کرے تو التماس کرے کہ خداوند اس عمل کو مجھ سے قبول فرما۔

کسی شخص نے ان سے پوچھا کہ وہ استغفار کون سا ہے جو گناہوں کو مٹاتا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ ابتداء تو استجابت ہے۔ پھر انابت، پھر توبہ۔ استجابت سے اعضاء کے اعمال مراد ہیں مثلاً دوگانہ یا دعا۔ انابت سے اعمال قلوب مراد ہیں جیسے صدق ارادت، خلوص نیت وغیرہ اور توبہ سے غرض یہ ہے کہ خلق کو چھوڑ کر مالک کی طرف متوجہ ہو اور نعمت الٰہی کی ناواقفیت اور اس کے شکر گزار نہ ہونے کا جو قصور اس میں ہے، اس سے مغفرت کا خواہاں ہوتا کہ وہ قصور معاف ہو اور مالک کے پاس اس کا ٹھکانہ ہو۔ توبہ کے بعد تنہائی اختیار کرنی پھر توبہ پر قائم رہنا، پھر بیان، اس کے بعد فکر، پھر معفرت پھر مناجات، اس کے بعد مصافات اور پھر موالات اور آخر میں راز کی گفتگو جس کو خلعت کہتے ہیں یہ سب نتائج

استغفار پر بتدریج مرتب ہوتے ہیں۔ اور بقول امام غزالیؒ یہ بات اسی بندے کے دل میں ٹھہرتی ہے جس کی غذا علم ہو اور قوام ذکر الٰہی اور توشہ رضا اور اس کا رفیق توکل ہو۔ ایسے دل کی طرف خدائے تعالیٰ نظر عنایت سے دیکھ کر اس کو عرش پر اٹھا لیتا ہے۔ اور پھر اس کا مقام عرش کے اٹھانے والوں (یعنی فرشتوں) کا مقام ایک ہی ہو جاتا ہے۔

(بحوالہ: فضائل توبہ و استغفار)

توبہ کی پہچان اور علامتیں

کسی دانا کا قول ہے کہ آدمی کی توبہ چار باتوں میں پہنچانی جاتی ہے۔

ایک یہ کہ! اپنی زبان کو فضول گوئی، غیبت اور جھوٹ سے روک لے۔

دوسری یہ کہ! اپنے دل میں کسی کے لئے حسد اور عداوت نہ رکھے۔

تیسری یہ کہ! بدکار لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لے۔

چوتھی یہ کہ! موت کی تیاری میں لگا رہے۔ گزشتہ پر ندامت کے ساتھ استغفار کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر کمربستہ ہو جائے۔

کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ کون سی علامت ہے کہ جس سے معلوم ہو سکے کہ توبہ قبول ہوگئی ہے فرمایا چار علامتیں ہیں۔

پہلی یہ کہ! بُرے لوگوں سے ہٹ کر اچھے لوگوں سے میل جول اختیار کرے۔

دوسری یہ کہ! سب گناہ چھوڑ کر تمام اطاعتوں پر کمربستہ ہو جائے۔

تیسری یہ کہ! اس کے دل سے دنیا کی لذتیں اور فرحتیں سب جاتی رہیں اور آخرت کا غم ہمیشہ کے لئے اس کے دل میں گھر کر جائے۔

چوتھی یہ کہ! رزق وغیرہ اشیاء سے جس کی اللہ تعالیٰ نے ضمانت اور ذمہ داری لے رکھی ہے اپنے آپ کو فارغ کر کے ان کاموں میں لگے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا ہے۔

یہ علامتیں موجود ہوں تو وہ ان لوگوں میں سے ہو جائے گا۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ!

یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں پاک صاف رہنے والوں سے۔ (سورہ آل عمران آیت نمبر ۲۲۲)

اور لوگوں پر اس کے حق میں چار چیزیں واجب ہو جائیں گی۔

پہلی یہ کہ! اس سے محبت کرنے لگیں اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔

دوسری یہ کہ! اس کے لئے توبہ پر دوام وثابت قدمی کی دعا کرتے رہیں۔

تیسری یہ کہ! گزشتہ گناہوں پر اسے شرمندہ نہ کیا کریں۔

چوتھی یہ کہ! اس کے پاس بیٹھا کریں، اس کے ساتھ بھلائی میں تعاون اور اچھی گفتگو کیا کریں اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو چار کرامات سے نوازیں گے۔

ایک یہ کہ! اسے گناہوں سے یوں پاک کر دیں گے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

دوسری یہ کہ! اس سے محبت رکھیں گے۔

تیسری یہ کہ! شیطان لعین کو اس پر مسلط نہیں ہونے دیں گے۔

چوتھی یہ کہ! دنیا سے جانے سے پہلے اسے خوف سے امن کی نوید عطا فرمائیں گے۔

توبہ واستغفار میں فرق

توبہ اور استغفار میں فرق یہ ہے کہ استغفار توبہ کی طرف لے جانے والا راستہ ہے اور استغفار توبہ کے مقابلے میں عام ہے استغفار کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا مانگنا، اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگنا۔ اور توبہ تین چیزوں کے مجموعے کا نام ہے جب تک یہ تین چیزیں جمع نہ ہوں، اس وقت تک توبہ کامل نہیں ہوتی۔

- ایک یہ کہ! جو غلطی اور گناہ سرزد ہوا ہے اس پر ندامت اور شرمندگی ہو۔
- دوسرا یہ کہ! جو گناہ ہوا اس کو فوراً ترک کر دے۔

● تیسرا یہ کہ! آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کامل ہو۔

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ توبہ اور استغفار میں فرق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ استغفار کے اندر یہ تین چیزیں شرط نہیں بلکہ استغفار ہر انسان، ہر حالت میں کرسکتا ہے جب کوئی غلطی ہوجائے یا دل میں کوئی وسوسہ پیدا ہوجائے، یا عبادت میں کوتاہی ہوجائے یا کسی بھی طرح کی کوئی غلطی سرزد ہوجائے تو فوراً استغفار کرے۔ استغفار کے مختصر لفظ یہ ہیں۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ.

توبہ کرنے کا طریقہ

گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان ہیں اور ایک وہ جو ایک بندہ اور دوسرے بندوں کے درمیان ہیں۔ یعنی ایک قسم کے گناہ حقوق اللہ سے تعلق رکھتے ہیں اور دوسرے حقوق العباد سے۔

پہلی قسم کے گناہ کی توبہ ہے زبان سے استغفار کرنا اور دلی ندامت کا اظہار کرنا آئندہ کے لئے اس گناہ کے نہ کرنے کا عزم کرنا۔ اس طرح توبہ کرے کہ اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ اسے معاف کردیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب گڑگڑا کر ندامت کا اظہار کرے، رورو کر معافی مانگے، اپنے آنسو بہائے اور اپنے رب سے آئندہ گناہ نہ کرنے کا سچا پکا وعدہ کرے۔

اس طرح انشاء اللہ یہ پہلی قسم کے گناہ معاف ہوجائیں گے البتہ اگر فرائض چھوٹے ہوئے ہوں تو اتنی ہی توبہ کافی نہیں جب تک کہ ان کی قضا نہ کرے۔

اور دوسری قسم کے گناہ کی توبہ تب مفید ہے جب صاحب حق کا حق ادا کیا جائے۔ پھر اسے راضی کرلیا جائے کہ وہ اپنے حقوق معاف کردے۔

نیکی نہ کرنے سے توبہ

توبہ کا معنی ہے ''لوٹنا'' رجوع کرنا اور شریعت کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی طرف

لوٹنے کو توبہ کہا جاتا ہے۔ یعنی جس کام کے عمل کا اللہ تعالیٰ نے کرنے کا حکم دیا ہے ان کے کرنے کی طرف لوٹنا۔ ہمارے ہاں عمومی تصور یہ پایا جاتا ہے کہ فقط گناہوں سے رُک جانا اور آئندہ گناہ نہ کرنا ہی توبہ ہے۔ یہ بات تو درست ہے، لیکن اوامر کے ترک کو چھوڑ دینا اور فرائض کی ادائیگی اور حسنات کا اہتمام کرنا بھی توبہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگ گناہوں سے توبہ تو کر لیتے ہیں لیکن ایسے کئی احکام جن کا اللہ جل شانہٗ نے حکم دیا ہے، ان کا اہتمام نہیں کرتے کبھی تو انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم مجھ پر واجب ہے۔ چنانچہ عدم علم کی وجہ سے عمل نہیں کرتے اور اس طرح گمراہوں میں شامل ہو جاتے ہیں اور کبھی حکم کے وجوب کا علم ہوتے ہوئے بھی عمل نہیں کرتے، جس کی وجہ سے وہ "مغضوب علیھم" میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ دیدہ دلیری سے اللہ تعالیٰ "احکم الحاکمین" کی بات پر عمل نہیں کر رہے ہوتے ہیں۔ ان دونوں قسم کے لوگوں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ الفاتحہ میں کیا ہے اور اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ ہر نماز میں اس سورت کو بار بار پڑھا کرو اور ان دونوں قسم کے لوگوں سے پناہ مانگا کرو چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

"بتلا ہم کو راہ سیدھی، راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا، جن پر نہ تیرا غصہ ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔" (سورۃ الفاتحہ: آیت نمبر ۵، ۶ اور ۷)

سچی توبہ کی شرائط

اقرار گناہ

اقرار گناہ توبہ کی بنیادی شرط ہے۔ کیونکہ جو شخص کسی گناہ کا اقرار نہیں کرے گا وہ توبہ کیوں کر کرے گا۔ اس اقرار کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث حسب ذیل ہے۔

وعن عاشة رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ان العبدَ اذا عترَفَ ثم تابَ تابَ اللہُ علیهِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک بندہ گناہ کا اقرار کرے پھر توبہ کرے تو اللہ عز وجل شانہ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔ (بحوالہ بخاری و مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعتراف گناہ بڑی چیز ہے اور درحقیقت اعتراف ہی کے بعد توبہ کی توفیق ہوتی ہے۔ جو لوگ گناہ کو گناہ نہیں سمجھتے یا گناہ کر کے یہ نہیں مانتے کہ ہم نے گناہ کیا ہے وہ توبہ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ بہت سے لوگ جن پر شیطان غالب ہے، گناہ کرتے ہیں مگر یہ نہیں مانتے کہ ہم نے گناہ کیا ہے۔ بعض تو ایسی مجبوری کا عذر کرتے ہیں جو شرعاً معتبر نہیں ہوتی۔ اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اللہ کے احکام کو ہی خلاف عقل قرار دیتے ہیں اور بعض لوگ طرح طرح کی علتیں ڈھونڈ کر گناہ کو حد جواز میں لانے کی بیجا کوشش کرتے ہیں۔ ایسے لوگ بھلا گناہ کے اسراری کیسے ہو سکتے ہیں۔ جب گناہ کا اقرار نہیں تو توبہ کیسے نصیب ہوگی۔ یہ شیطان کی بہت بڑی کامیابی ہے کہ گناہ کرائے اور گناہ کا اقرار نہ کرنے دے اور حیلے بہانے بنا کر توبہ سے باز رکھے۔ جب توبہ کے بغیر کسی کو موت آجاتی ہے تو شیطان خوشی سے پھولا نہیں سماتا کہ چلو اس آدمی کی تو عاقبت خراب کر دی۔ بنی آدم کا عذاب میں مبتلا ہونا شیطان کے لئے بہت بڑی خوشی کا ذریعہ ہے

انسان گناہ کرے اور گناہ کا اقرار ہو تو توبہ کی توفیق بھی ہو سکتی ہے لیکن جو منہ زوری کرتا ہو اور گناہ کو حلال سمجھتا ہو اور گناہ سے روکنے والوں پر پھبتیاں کستا ہو، ان کو بے وقوف بناتا ہو، وہ بھلا توبہ کے قریب کیسے بھٹک سکتا ہے۔ سچے مومن وہ ہیں جو گناہ سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور گناہ ہو جائے تو بارگاہ الٰہی میں گناہ کا اقرار کر لیتے ہیں اور توبہ واستغفار میں مشغول ہو جاتے ہیں اور یہی صالحین کا راستہ ہے۔

گناہ سے باز آنا

دوسری شرط یہ ہے کہ گناہوں سے بالکل باز آ جائے اور ان کو ترک کر دے اور بالکل

چھوڑ دے۔ پھر ہر گھڑی اور ہر آن گناہوں سے بچے۔

گناہ نہ کرنے کا ارادہ

تیسری شرط یہ ہے کہ زمانہ مستقبل میں گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوبارہ گناہ نہ کرنے کا وعدہ کرے اور توفیق مانگے۔ اور یہ بھی ارادہ کرے کہ گناہ کے بارے میں سوچے گا بھی نہیں اور گناہوں کو ترک کر کے زمانہ مستقبل میں ہمہ گوش اللہ کی اطاعت میں مشغول ہو جائے۔ نیکی کے کاموں کی طرف سستی کاہلی سے کام نہ لے اور نیکی پر کاربند ہو جائے، خواہ اس کے گناہ کی لذت اس کو بار بار تنگ کرے۔

گناہوں کا تدراک

توبہ کی چوتھی شرط یہ ہے کہ جو گناہ اس سے سرزد ہو چکے، ان کا تدارک کرے۔ اللہ کے حضور میں ان کے لئے معافی طلب کرے اور اس کے حضور میں اپنے کئے ہوئے پر نادم اور شرمندہ ہو۔ انسان سے گناہ دو طرح کے سرزد ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ گناہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں، وہ فرائض میں شمار کئے جاتے ہیں اور وہ فرائض جو اس کے ذمہ تھے ان کا اندازہ کر کے اگر وہ پورے ہو سکتے ہیں تو ان کو پورا کرے، دوسرے وہ گناہ جو حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہوں ان کو ادا کرے۔

پانچواں باب

توبہ واستغفار کے خاص خاص وظائف
قرآن وحدیث کی روشنی میں

توبہ واستغفار کے الفاظ

قرآن مجید اور احادیث طیبہ میں توبہ واستغفار کے جو الفاظ آئے ہیں ان کا مختصر سا تذکرہ یہاں پیش خدمت ہے تاکہ ہماری توبہ واستغفار اپنے اسلاف انبیاء کرام وصالحین کے طرز پر ہوجائے۔

حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے الفاظ

۱. وارنا مناسكنا وتب علينا انك انت التوّاب الرحيم.

(سورۃ البقرہ: آیت نمبر ۱۲۷)

''اور ہمیں ہمارے حج کے احکام سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما، بیشک تو ہی بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا اور بہت مہربانی کرنے والا ہے۔''

۲. سمعنا واطعنا غفرانك ربنا واليك المصير

''ہم نے سن لیا اور مان لیا ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں، اے ہمارے پروردگار اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔''

۳. ربنا ولا تحملنا مالاطاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولٰنافانصرنا على القوم الكٰفرين. (سورۃ البقرہ: آیت نمبر ۲۸۶)

''اے ہمارے رب ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جسے سہنے کی ہم میں طاقت نہیں اور ہم سے

درگزر فرما، اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا کارساز ہے، لہٰذا کافر قوم کے خلاف ہماری مدد فرما۔"

۴. ربنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکٰفرین (سورۃ آل عمران، رکوع ۵: آیت نمبر ۱۴۷)

"اے ہمارے رب ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہمارے حد سے بڑھنے کو ہمارے کاموں میں اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔"

۵. ربنا اننا اٰمنا فاغفرلنا ذنوبنا وقناعذاب النار. (سورۃ آل عمران)

"اے ہمارے رب بیشک ہم ایمان لائے سو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ فرما۔"

۶. ربنا فاغفرلنا ذنوبنا وکفر عنا سیاٰتنا وتوفنا مع الابرار.

(سورۃ آل عمران: آیت نمبر ۱۹۳)

"اے ہمارے رب ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور ہماری برائیوں کا کفارہ فرما دے اور ہم کو نیک بندوں میں شامل فرما کر موت دینا۔"

حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہ السلام کے الفاظ

۷. ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخٰسرین

(سورۃ اعراف: آیت نمبر ۲۳)

"اے ہمارے رب ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے، اگر تو ہماری مغفرت نہیں کرے گا تو ہم خسارہ پانے والوں میں ہو جائیں گے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے الفاظ

۸. انت ولینا فاغفرلنا وارحمنا وانت خیر الغٰفرین

(سورۃ اعراف، ع ۹: آیت نمبر ۱۵۵)

''تو ہی ہمارا کارساز ہے پس ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب بخشنے والوں سے بہتر بخشنے والا ہے۔''

۹. رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی. (سورۃ القصص: آیت ۱۶)

''اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا پس تو مجھے بخش دے۔''

حضرت یوسف علیہ السلام کے الفاظ

۱۰. رب اغفر وارحم وانت خیرالرٰحمین. (سورۃ المومنون: آیت ۱۱۸)

''اے میرے رب مغفرت فرما اور رحم فرما بیشک تو رحم کرنے والوں میں سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔''

۱۱. یغفر اللّٰہ لکم وھوارحم الرٰحمین. (سورۃ یوسف: آیت ۹۲)

''اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ بہت رحم کرنے والا ہے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور الفاظ

۱۲. رب اغفرلی ولاخی وادخلنا فی رحمتک وانت ارحم الرٰحمین. (سورۃ الاعراف: آیت ۱۵۱)

''اے میرے رب میری اور میرے بھائی کی مغفرت فرما اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرما اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔''

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا

۱۳. رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمومنین والمومنٰت ولا تزد الظٰلمین الا تبارا. (سورۃ نوح: آیت ۲۸)

''اے میرے رب مجھے، میرے والدین اور اس شخص کو جو میرے گھر میں ایمان کی حالت میں داخل ہو جائے اس کو اور تمام مومنین اور مومنات کو بخش دے اور ظالموں کے لئے فقط اور زیادہ تباہی بڑھا۔''

۱۴. رب انی اعوذبک ان اسئلک ما لیس لی به علم والا تغفرلی وترحمنی اکن من الخسرین. (سورۃ ہود: آیت ۴۷)

''اے میرے رب میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں، اس سے کہ میں وہ سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر تو مجھے معاف نہیں کرے گا اور مجھ پر رحم نہیں کرے گا تو میں خسارہ والوں میں سے ہو جاؤں گا۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام کے الفاظ

۱۵. رب اغفرلی وهب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی انک انت الوهاب. (سورۃ ص: آیت ۳۵)

''اے میرے رب میری مغفرت فرما اور مجھے ایسی حکومت عطا کر جو میرے بعد کسی اور کے سزاوار نہ ہو۔ بیشک تو بہت زیادہ دینے والا ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا

۱۶. واغفر لابی انه کان من الضالین. (سورۃ الشعراء: آیت ۸۶)

''اور میرے والد کو بخش دے، بیشک وہ گمراہوں میں سے ہے۔''

۱۷. ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔

(سورۃ ابراہیم: آیت ۴۱)

''اے میرے رب میری، میرے والدین کی اور جملہ مومنین کی حساب قائم ہونے کے دن مغفرت فرما۔''

۱۸. ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاللذین امنوا ربنا انک رءوف رحیم. (سورۃ حشر: آیت ۱۰)

''اے میرے رب ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان والوں کی طرف ہمارے دلوں میں کدورت مت کر۔ اے ہمارے

رب بیشک تو بہت مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔"

۱۹. ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا. (سورۃ التحریم: آیت ۸)

"اے میرے رب ہمارے لئے ہمارا نور کامل کردے اور ہماری مغفرت فرما۔"

احادیث طیبہ میں وارد ہونے والے الفاظ

۱. حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر مجلس میں سو بار یہ کلمات پڑھتے تھے۔

رب اغفرلی وتب علی انک انت التواب الغفور.

(بحوالہ ترمذی، ابوداؤد)

"اے میرے رب میری مغفرت فرما اور میری توبہ قبول کرلے، بے شک تو بہت توبہ قبول کرنے والا معاف کرنے والا ہے۔"

۲. نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ سید الاستغفار یوں ہے۔

اللّٰھم انت ربی لاالٰہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھد ووعدک ما استطعت.

"اے اللہ تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو نے مجھے پیدا فرمایا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں، تیرے عہد اور تیرے وعدے پر قائم ہوں جہاں تک میری استطاعت ہے۔"

اعوذ بک من شر ماصنعت، ابوءُ لک بنعمتک علی وابوء بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الانت.

"میں نے جو گناہ کیے ہیں ان کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں میں تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں، لہٰذا مجھے بخش دے، کیونکہ تیرے علاوہ کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔"

اس استغفار کو سید الاستغفار کہتے ہیں اور نبی کریم ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ، جس شخص نے سچے دل سے دن میں اس کو پڑھا اور پھر اسی دن شام ہونے سے پہلے مر گیا تو وہ اہلِ جنت میں سے ہوگا اور جس نے سچے دل سے رات میں اسے پڑھا اور صبح ہونے سے پہلے مر گیا تو اہلِ جنت میں سے ہوگا۔ (بحوالہ بخاری کتاب الاستغفار)

۳۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایک استغفار نبی کریم ﷺ سے یوں روایت کرتے ہیں۔

اللّٰهم انی استغفرک لما قدمت وما اخرت وما أعلنت وما أسررت انت المقدم وانت المؤخر وانت علی کل شئی قدیر. (بحوالہ مستدرک حاکم)

''اے اللہ میں تجھ سے ان سب گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں جو میں نے پہلے کیے اور بعد میں کیے جو بظاہر میں کیے اور پوشیدہ طریقے پر کیے، تو ہی آگے بڑھانے والا اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے اور تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔''

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے (یہ استغفار) یوں کہا۔

استغفر اللّٰه الذی لاالٰه الاهو الحی القیوم واتوب الیه.

(بحوالہ ترمذی وابوداؤد)

''میں اللہ (تعالیٰ) سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ زندہ اور قائم رکھنے والا ہے اور میں اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔''

اس شخص کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ میدان جہاد سے ہی کیوں نہ بھاگا ہو۔

۵۔ مستدرک حاکم) پر ایک اور استغفار یوں مروی ہے۔

اللّٰهم مغفرتک اوسع من ذنوبی ورحمتک ارجی عندی من عملی.

''اے اللہ تیری مغفرت میرے گناہوں سے بہت زیادہ وسیع ہے اور تیری رحمت کی میرے نزدیک میرے عمل سے زیادہ امید ہے۔(امید کرنے کے لائق ہے)

مختلف روایات میں یہ استغفار پڑھنے کی فضیلت وارد ہوتی ہے۔بعض ہر نماز کے بعد تین مرتبہ،سوتے وقت تین مرتبہ، عام اوقات میں تین مرتبہ۔

۶. مستدرک حاکم ص۵۴۴ پر ایک استغفار یوں مروی ہے۔

اللّٰھم اغفرلی جدی وھزلی و خطیئتی وعمدی و کل ذلک عندی.

''اے اللہ جو گناہ مجھ سے میرے ارادے سے جان بوجھ کر ہوئے ، جو مذاق اور دل لگی میں ہوئے ، جو غلطی سے یا دانستہ ہوئے سب کو بخش دے اور یہ سب گناہ مجھ سے ہی ہوئے ہیں۔

۷. ایک مشہور و معروف دعائے مغفرت جو بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہے۔

اللّٰھم اغسل عنی خطایای بماء الثلج والبرد ونق قلبی من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الانس وبا عدبینی وبین خطایایَ کما باعدت بین المشرق والمغرب.

''اے اللہ میرے گناہوں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو دے اور میرے دل کو گناہوں سے ایسا صاف کر دے جیسے تو نے سفید کپڑے کو میل سے صاف کیا اور میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنا فاصلہ کر دے جتنا فاصلہ تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان رکھا ہے۔''

۸. حصن حصین میں ایک استغفار جو ابن ماجہ اور ابوداؤد کے حوالے سے موجود ہے۔

اللّٰھم اغفرلنا وارحمنا وارض عنا وتقبل منا وادخلنا الجنة ونجنا من النار واصلح لنا شأننا کله.

''اے اللہ ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما اور ہم سے راضی ہو جا۔ ہماری (عبادت وغیرہ) قبول فرما اور ہم کو جنت میں داخل فرما اور آگ سے نجات عطا کر اور ہمارا

سارا حال درست فرما۔

۹. سنن اربعہ میں ایک استغفار یوں مروی ہے۔

رب تقبل توبتی واغسل حوبتی واجب دعوتی.

''اے میرے رب میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہوں کو دھو دے اور میری دعا قبول فرما۔''

۱۰. مسلم شریف میں استغفار کی ایک دعا یوں آئی ہے جو عموماً سجدوں کے درمیان جلسہ میں پڑھی جاتی ہے۔

اللّٰھم اغفرلی وارحمنی وعافنی وارزقنی واھدنی.

''اے اللہ میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم کر، مجھے عافیت عطا کر، مجھے رزق عطا فرما اور ہدایت پر قائم رکھ۔''

بعض دوسری روایت میں اسی دعا میں **واجبرنی** اور **وارفعنی** کے الفاظ کا اضافہ بھی مروی ہے۔

۱۱. عمل الیوم اللیلۃ میں ایک استغفار یوں وارد ہوا ہے۔

اللّٰھم اغفرلی ذنبی ووسع لی فی داری وبارک لی فی رزقی.

''اے اللہ میرے گناہ بخش دے، میرے گھر (قبر) کو وسیع بنا دے اور میرے رزق میں برکت عطا کر۔''

۱۲. مسند احمد کے حوالے سے حصن حصین میں یہ استغفار ذکر کیا گیا ہے۔

اللّٰھم رب النبی محمدن اغفرلی ذنبی وأذھب غیظ قلبی واجرنی من مضلات الفتن ما احییتنا.

''اے اللہ! اے محمد مصطفیٰ ﷺ کے رب، مجھے بخش دے، میرے دل سے غصہ نکال کر ختم کر دے اور جب تو مجھے زندہ رکھے گمراہ کرنے والوں فتنوں سے محفوظ فرما۔''

قرآن مجید میں توبہ واستغفار کی دعائیں

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونا من الخسرین

''دونوں (حضرت آدم اور بی بی حوا) نے کہا کہ ہمارے رب! ہم نے ظلم کیا اپنی جان پر اور اگر تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور برباد ہوجائیں گے۔''

وان لاتغفرلی وترحمنی اکن من الخسرین (سورہ ھود ع: ۴)

''اور اگر آپ نہ بخشیں گے مجھ کو اور نہ رحم فرمائیں گے مجھ پر تو میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوجاؤں گا۔''

ارنا منا سکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم. (البقرہ: ع۲)

''اے اللہ! ہم کو دکھا دیئے ہماری عبادت کے طریقے اور ہم کو معاف فرمادیجئے۔ بیشک آپ بڑے معاف فرمانے والے ہیں۔''

ربنا اغفرلی ولوالدیَّ وللمومنین یوم یقوم الحساب.

(سورہ ابراھیم: ع۲)

''اے ہمارے پروردگار! مجھ کو بخش دے اور میرے ماں باپ کو بھی اور سب مومنوں کو جب دن حساب کا قائم ہو۔''

سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر (البقرہ: ع ۴۰)

''ہم نے سن لیا اور مان لیا۔ ہم آپ سے بخشش مانگتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

ربنا لاتؤاخذنا ان نسینا اواخطأنا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتهٗ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنابه واعف عنا اغفرلنا وارحمنا انت مولنا. (البقرہ: ع ۴۰)

''اے پروردگار! نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں۔ اے ہمارے رب

نہ رکھ ہم پر بھاری بوجھ جیسا کہ رکھا تو نے ان پر جو ہم سے پہلے ہوئے ۔ اے ہمارے رب اور نہ اٹھوا ہم سے وہ چیز کہ نہیں طاقت ہم کو اس کے اٹھانے کی ۔ اور درگزر فرما ہم سے اور بخش دیجئے ہم کو اور رحم فرما ہم پر ۔ تو ہی ہمارا مالک ہے ۔''

رب اغفر وارحم وانت خیر الرّاحمین (مومنون : ع ٦)

''اے میرے پروردگار ! بخش دیجئے اور رحم فرمایئے اور آپ سب سے بہتر رحم فرمانے والے ہیں ۔''

رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی. (قصص : ع ۲)

''اے میرے پروردگار ! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ۔ آپ مجھ کو بخش دیجئے ۔''

رب اغفرلی ولا خی وادخلنا فی رحمتک وانت ارحم الراحمین

(اعراف : ع ۱۸)

''اے میرے پروردگار مجھے معاف فرما دیجئے اور میرے بھائی کو بھی ۔ اور ہم کو اپنی رحمت میں دخل فرمالیجئے اور آپ سب سے زیادہ رحم فرمانے والے ہیں ۔''

لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین (انبیاء : ع ٦)

''نہیں کوئی معبود آپ کے سوا ۔ آپ پاک ہیں ۔ بیشک میں ہی ظلم کرنے والوں میں سے ہوں ۔

ان تعذبھم فانھم عباذک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم

(المائدہ : ع ١٦)

''اگر آپ ان کو آواز دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ معاف فرمادیں گے بیشک آپ زبردست حکم والے ہیں ۔''

سبحان ربنا انا کنا ظلمین. (القلم : ع ۱)

''پاک ہیں ہمارے پروردگار ! بیشک ہم ہی خطاوار ہیں'' ۔

ربنا اغفرلناذنوبنا واسرافنا فی امرنا . (آل عمران : ع ۱۵)

"اے ہمارے پروردگار! معاف فرمایئے ہمارے گناہ اور ہمارے کاموں میں ہماری زیادتیاں۔"

ربنا وسعت کل شی رحمۃ وعلما فا غفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقھم عذاب الجحیم . (مومن : ع ۱)

"اے ہمارے پروردگار آپ نے گھیر لیا ہے ہر شے کو آپ کی رحمت اور علم نے۔ پس آپ بخشش دیجئے ان لوگوں کو جو توبہ کریں اور چلیں آپ کی راہ پر اور بچایئے ان کو دوزخ کے عذاب سے۔"

ربنا اغفرلنا ولا خوا ننا الذین سبقونا بالا یمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاللذین امنو ا ربنا انک رء وف رحیم . (الحشر : ع ۱)

"اے ہمارے پروردگار! بخشش دیجئے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور نہ پیدا کیجئے ہمارے دلوں میں کینہ ایمان والوں کی بابت۔ اے ہمارے پروردگار! آپ ہی شفیق مہربان ہیں۔"

ربنا فاغفر لنا ذنوبنا و کفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الا برار .

(آل عمران : ع ۲۰)

"اے ہمارے رب ہم کو ہمارے گناہ معاف فرمایئے اور ہم سے ہمارے گناہوں کا کفارہ کیجئے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کیجئے۔"

ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا . (سورہ التحریم : ع ۲)

"آپ پاک ہیں (ہر نقص سے) میں آپ کے جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں۔"

انا امنابربنالیغفر لنا خطایانا . (طہ : ع ۳)

"بیشک ہم ایمان لائے ہیں اپنے رب پر کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے۔"

لئن لم یرحمنا ربنا ویغفرلنا لنکونن من الخسرین. (الاعراف : ع ۱۸)

''اگر ہم پر ہمارا رب رحم نہ فرمائے اور نہ بخشے ہم کو تو بیشک ہم تباہ ہو جائیں۔''

انت ولینا فاغفرلنا وارحمنا وانت خیر الغافرین. (الاعراف : ع ۱۹)

''آپ ہی ہمارے مددگار ہیں۔ بخش دیجئے ہم کو اور رحم فرمایئے ہم پر اور آپ سب سے بہتر بخشنے والے ہیں۔'' (بحوالہ فضائل توبہ واستغفار)

خاص وقتوں کا استغفار

وضو سے پہلے

اللھم اغفرلی ذنبی ووسّع لی فی داری وبارک لی فی رزقی.

(بحوالہ مشکوٰۃ)

''اے اللہ میرے گناہ بخش دیجئے اور میرے گھر میں وسعت دیجئے اور میرے رزق میں برکت عطا فرمایئے۔''

وضو کے بعد

سبحانک اللھم وبحمدک استغفرک واتوب الیک (بحوالہ مشکوٰۃ)

''اے اللہ میں آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں آپ کی حمد کے ساتھ اور آپ سے بخشش چاہتا ہوں اور آپ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں''۔

نماز تہجد کو اٹھتے وقت

انت ربنا والیک المصیر فاغفرلی ماقدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت ومانت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر انت الٰھی لا الہ الا انت. (مشکوٰۃ)

''اے اللہ! آپ ہمارے پروردگار ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ پس بخش دیجئے میرے پچھلے اور اگلے اور پوشیدہ اور کھلے گناہ اور وہ گناہ جن کا مجھ سے زیادہ آپ کو علم

ہے۔آپ ہی آگے بڑھانے والے ہیں اور آپ ہی پیچھے ہٹانے والے ہیں اور آپ ہی میرے معبود ہیں۔آپ کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے۔"

بیت الخلاء سے نکلتے وقت

غفرانک

"اے اللہ میں آپ سے آپ کی بخشش مانگتا ہوں۔"

مسجد میں داخل ہوتے وقت

اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک

"اے اللہ بخش دیجئے میرے گناہ اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے۔"

مسجد سے باہر نکلتے وقت

اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلک

"اے اللہ! میرے گناہ بخش دیجئے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دیجئے۔"

ہر نماز کے بعد

استغفر اللہ (تین بار) "میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں"۔

کسی مجلس سے اٹھنے پر

سبحنک اللھم وبحمدک اشھدان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک.

"اے اللہ! میں آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں۔آپ کی حمد کے ساتھ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود آپ کے سوا نہیں ہے۔میں آپ سے بخشش چاہتا ہوں اور آپ کی طرف

رجوع کرتا ہوں۔''

دیگر اوقات میں استغفار

استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتو ب الیہ

''میں اللہ سے مغفرت کا خواستگار ہوں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ زندہ ہے۔ وہ قائم رہنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔''

رب اغفرلی وتب علی انک انت التواب الرحیم

''اے میرے پروردگار بخش دیجئے مجھ کو اور مجھ پر توجہ فرمائیے۔ بیشک آپ بہت توبہ قبول کرنے والے رحم والے ہیں۔''

سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ استغفر اللہ

''اللہ پاک ہے اور وہی حمد کے لائق ہے۔ بڑی عظمت والا اللہ پاک ہے اور وہی حمد کے لائق ہے۔ میں اللہ سے بخشش کا طلب گار ہوں۔''

استغفر اللہ

''میں اللہ سے بخشش کا طلب گار ہوں۔'' (بحوالہ فضائل توبہ واستغفار)

استغفار کی فضیلت واہمیت

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں۔

والذین اذا فعلو افاحشۃ اوظلمو اانفسھم ذکرو االلہ فاستغفرو الذنو بھم : (آل عمران : ۱۳۵)

''اور وہ لوگ جب برے کام کرتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں اللہ کو یاد کرتے ہیں پس وہ فوراً اپنے گناہ کی معافی مانگتے ہیں۔

حضرت علقمہ اور اسودؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا'' قرآن پاک میں دو آیتیں ایسی ہیں کہ جو بندہ گناہ کرے اور ان کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہ

بخش دیتا ہے۔'' ایک آیت جو اوپر گزری ہے اور دوسری حسب ذیل ہے۔

من يعمل سوء او يظلم نفسه ثم يستغفر الله يجد الله غفور الرحيما.

(النساء : ۱۱۰)

''اور جو کوئی برا کام کرے یا ظلم کرے اپنی نفس پر، پھر اللہ سے مغفرت مانگے، پائے گا اللہ کو رحم کرنے والا بخشنے والا۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فسبح بحمده ربك واستغفره انه كان توابا . (النصر : ۳)

''پس تسبیح بیان کر اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور اسی سے مغفرت طلب کر۔ بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

اور آنحضور اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے۔

سبحانك اللهم وبحمدك اللهم اغفرلي انك انت التواب الرحيم۔

اور رسالتمآب ﷺ فرماتے ہیں ''جو شخص استغفار کی کثرت کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر رنج سے کشادگی اور ہر تنگی سے نکاسی کی صورت کر دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے کہ اس کو خیال بھی نہ ہو'' اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''میں دن میں ستر بار استغفار کرتا ہوں اور اللہ کے سامنے توبہ کرتا ہوں'' اگر چہ حضور اکرم ﷺ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف ہو گئے تھے۔ اس کے باوجود بھی حضور اکرم ﷺ توبہ استغفار کرتے تھے۔

ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''میرے دل میں میل آجاتا ہے یہاں تک کہ میں اللہ تعالیٰ سے دن میں سو مرتبہ مغفرت چاہتا ہوں۔''

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''جو شخص اپنے بستر پر لیٹے ہوئے تین بار یوں کہے استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ'' تو اللہ تعالیٰ اس کے

گناہ معاف فرمادے گا اور وہ سمندر کے جھاگ کے مثل ہوں یا عالج کی ریت کے برابر ہوں یا درختوں کے پتوں کے موافق یا دنیا کے دنوں کے عدد کے مطابق ہوں۔

ایک دوسری حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا" جوشخص یہ کہے گا اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے اگر چہ وہ صف جنگ سے بھاگنے والا ہو۔"

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ" میں اپنے گھر والوں پر سخت زبان تھا۔ میں نے آنحضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں میری زبان مجھے دوزخ میں نہ داخل کردے۔" آپ ﷺ نے فرمایا" تم استغفار سے غافل کیوں ہو؟ دن میں سومرتبہ استغفار پڑھتا ہوں۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ قصہ بہتان میں مجھ سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا" اگر تو کسی گناہ کی مرتکب ہوتو اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست کر وا ور توبہ کر کیونکہ گناہ سے توبہ ندامت اور استغفار ہی ہے۔"

حضور اکرم ﷺ استغفار میں یہ فرمایا کرتے تھے۔

اللھم اغفرلی خطیئتی وجھلی واسرافی فی امری ماانت اعلم بہ منی اللھم اغفرلی جدی وھزلی وخطائی وعمدی وکل ذالک عندی اللھم اغفرلی ماقدمت وماتاخرت وما اسررت وما اعلمت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت الموخر وانت علیٰ کل شیء قدیر .

(شرح السنہ ۵: ۱۷۲)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ" میں ایسا آدمی تھا کہ جب حضور اکرم ﷺ سے کوئی حدیث سنتا تو اللہ تعالیٰ کو جس قدر اس سے مجھ کو فائدہ دینا ہوتا اس قدر نفع پہنچاتا تھا اور جب کوئی آپ ﷺ کے اصحاب میں سے مجھ سے حدیث بیان کرتا تو میں اس کو قسم کھلا لیتا تھا، جب وہ قسم کھالیتا تو میں یقین کر لیتا تھا۔"

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ایماندار جب گناہ کرتا

ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے پھر اگر وہ توبہ کرے اور اپنی حرکت سے باز آئے اور استغفار پڑھے تب اس کا دل سیاہ نقطہ سے صاف ہو جاتا ہے ورنہ اگر گناہ زیادہ کرے تو وہ نقطہ بڑھتے بڑھتے اس کے دل پر چھا جاتا ہے اور اسی سیاہی کے چھا جانے کا نام رات ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

کلا بل ران علی قلوبھم ماکونو ایکسبون اور یہ بھی انہی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللھم اجعلنی من الذین اذا احسنوا استبشر وا وانا اسائو استغفر و

اور فرمایا کہ "جب کوئی گناہ کرے اور کہے **اللھم اغفرلی** تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے گناہ کیا پھر معلوم ہوا کہ میرا کوئی رب ہے جو گناہ پر مواخذہ کرتا ہے اور خطا کو معاف کرتا ہے۔ اے بندے جو چاہے سو کر میں نے تجھے بخش دیا" ایک اور حدیث میں فرمایا کہ "جو استغفار کرتا رہتا ہے وہ گناہ پر مصر نہیں کہلاتا اگرچہ ایک دن میں ستر بار اس گناہ کو کرے" اور فرمایا "اے آدمی نے کبھی گناہ کیا تھا آسمان کی طرف نگاہ کر کے کہا میرا ایک رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اے میرے رب مجھے بخش دے" اللہ نے فرمایا "میں نے بخش دیا اور فرمایا کہ جس شخص نے گناہ کیا پھر جان لیا کہ اللہ تعالیٰ میرے حال پر مطلع ہے تو اس کا گناہ بخشا جائے گا گویا وہ مغفرت کی درخواست نہ کرے۔

استغفار کے منقول کلمات

اور مروی ہے کہ افضل استغفاروں میں سے یہ کلمات ہیں۔

اللھم انت ربی وانا عبدک خلقتنی وانا علی عھدک وعدک مااستطعت اعوذبک من شرما صنعت ابو ء لک بنعمتک علی ابوء علی نفسی بذنبی فقد ظلمت نفسی واعترفت بذنبی واغفر لی ذنوبی ماقدمت منھا وما اخرت لا یغفر الذنوب جمیعاً. (مسند احمد بن حنبل)

آثار خالد بن معداد کہتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندوں میں سے مجھ کو زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو میری محبت کے باعث آپس میں محبت رکھتے ہیں اور ان کے دل مسجدوں سے وابستہ ہیں اور استغفار کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جب میں زمین والوں کو سزا دینا چاہتا ہوں تو وہ یاد آجاتے ہیں اس لئے ان کے طفیل میں زمین والوں کو جانے دیتا ہوں اور عذاب کو ان پر سے ہٹا دیتا ہوں۔

اور وقتادہؒ فرماتے ہیں کہ ''قرآن مجید تم کو تمہارا مرض اور دوا دونوں بتاتا ہے تمہارا روگ تو گناہ اور دوا استغفار ہے۔''

اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ''جو شخص تباہ ہوتا ہے تعجب ہے کہ نجات اس کے ساتھ ہے اور پھر وہ ہلاک ہوجاتا ہے۔'' لوگوں نے پوچھا کہ ''نجات کیا ہے تو آپؓ نے فرمایا کہ استغفار ہے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کے دل میں استغفار نہیں ڈالا کہ اس کو عذاب دینا چاہتا ہو یعنی جس کو عذاب دینا منظور نہیں اس کو استغفار کا الہام کر دیتا ہے۔''

اور فضیلؒ کا قول ہے کہ ''بندے کی طرف استغفر اللہ کہنے کا معنی ہے کہ مجھ کو معاف کردے۔''

اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ ''بندہ گناہ اور نعمت کے درمیان ہے ان دونوں چیزوں کی اصلاح بجز استغفار اور شکر کے نہیں۔''

اور ربیع بن خشیم کہتے ہیں کہ ''تم میں سے کوئی یوں مت کہے'' استغفر الله اتوب الیه '' کہ یہ گناہ اور جھوٹ ہوگا بلکہ یوں کہا کرو ''اللھم اغفرلی وتب علی ''، فضیل فرماتے ہیں کہ ''استغفار بغیر گناہ ترک کرنے کے جھوٹوں کی توبہ ہے۔''

اور رابعہ عدویہؒ نے کہا کہ ''ہم لوگوں کو ستغفار کے لئے بہت سا استغفار چاہئے یعنی دل غافل سے بھی استغفار کرنا ایک گناہ ہے اور ہنسی ہے اس کے لئے اور استغفار کرنا چاہئے۔'' اور بعض حکماء نے فرمایا ہے کہ ''جو کوئی ندامت سے بیشتر استغفار کرے تو وہ

اللہ تعالیٰ سے ہنسی کرتا ہے اور اس کو اس بات کا علم نہیں۔"

ایک اعرابی کو کسی نے سنا کہ " کعبہ کے پردہ سے لپٹا ہوا کہہ رہا تھا الہٰی گناہ پر اصرار کرنے کے باوجود میرا استغفار کہنا ملامت ہے اور تیرے عفو کی وسعت کو معلوم کر کے میرا استغفار سے چپ رہنا بھی عاجزی ہے۔ تجھ کو ہر چند میری پرواہ نہیں مگر تو مجھ پر نعمتیں اور احسان کر کے میرا دوست بنتا ہے اور میری یہ شامت ہے کہ باوجود تیری طرف محتاج ہونے کے گناہ کر کے تیرا دشمن بنتا ہوں۔ تو معاف فرمانے والا ہے تو میرے بڑے گناہ کو اپنی بڑی عفو میں داخل کر دے۔"

اور ابوعبداللہ وراقؒ کہتے ہیں کہ اگر تیرے سمندروں کے جھاگ کے برابر گناہ ہوں اور جب تو اپنے رب سے یہ دعا اخلاص کے ساتھ مانگے گا انشاءاللہ تعالیٰ وہ گناہ تجھ سے دور ہو جائیں گے۔" دعا یہ ہے۔

استغفرک من کل ذنب تبت الیک منه ثم عدت فیه استغفرک لک من کل امرو عدتا مبین نفسه ثم لم افلک به و استغفرک من کل عمل اردت به وجهک فغالطه غیرک استغفر من کل نعمة انعمت بماعلی فاستعنت بها علی معصیتک واستغفرک یاعالم الغیب والشهادة من کل ذنب اتیت فی فیاء النهار رو سوا اللیل فی بلد فلاوسرو علانیة۔

کہتے ہیں کہ یہ استغفار حضرت خضر علیہ السلام کا ہے۔ (بحوالہ حسن اعمال)

حضرت ابوذرؓ سے وایت ہے کہ آنخضور اکرم ﷺ نے فرمایا ان روایتوں میں سے جو آپ اللہ تعالیٰ سے روایت فرماتے ہیں کہ:

اے میرے بندوں! تم دن رات کے خطا کار ہو اور میں سارے گناہ بخشا رہتا ہوں، مجھ سے مغفرت مانگو میں تمہیں بخش دوں گا۔ میرے بندوں میں تمہارے اعمال شمار میں رکھ رہا ہوں۔ پھر ان کا بدلہ تمہیں پورا پورا دوں گا۔ لہٰذا جو نیکی پائے وہ اللہ کی حمد کرے، اور

جواس کے علاوہ پائے وہ صرف اپنے کو ہی ملامت کرے۔"(مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ داغ لگ جاتا ہے اگر توبہ کرے اور معافی مانگ لے تو اس کا دل روشن ہو جاتا ہے اور اگر گناہ زیادہ کرے تو سیاہی زیادہ ہو جاتی ہے۔حتیٰ کہ دل پر چھا جاتی ہے۔ یہ وہی زنگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ ان کے اعمال نے ان کے دلوں پر زنگ لگا دی۔'' (بحوالہ مشکوۃ شریف)

توبہ پر ابھارنے والے کام

سچی توبہ کرنے پر مسلمان کو چند چیزیں ابھارتی اور آمادہ کرتی ہیں جس وجہ سے مسلمان سچی توبہ کرنے پر تیار ہو جاتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ انہی وجوہات کی بناء پر مسلمان توبہ بھی کرتا ہے، چنانچہ وہ چند چیزیں یہ ہیں۔

ا......قرآنی آیات پر غور وفکر

سچی توبہ کرنے میں قرآنی آیات کی تلاوت اور ان پر غور وفکر کرنا توبہ کرنے پر سب سے ''پہلا معاون'' ثابت ہوتی ہے۔مثلاً

''اے مومنوں سب کے سب اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرلو۔'' (سورۃ النور: آیت ۳۱)

اور جہاں توبہ اور رجوع الی اللہ کو، اللہ کے مقرب بندوں کی صفت قرار دیا گیا ہے۔

''اور وہ آئے رجوع ہونے والے دل کے ساتھ۔'' (سورۃ ق: آیت ۳۳)

''اور جو شخص توبہ کرلے اور ایمان لائے اور عملِ صالح کرے تو یقیناً وہ کامیاب لوگوں میں سے ہو جائے گا۔'' (سورۃ القصص: آیت ۶۷)

''وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے۔''

(سورۃ الشوریٰ: آیت ۲۵)

اس کے علاوہ بے شمار آیات کتاب کے شروع میں گزر چکی ہیں۔

۲......احادیث طیبہ کو پڑھنا اور سننا

کچھ احادیث توبہ کی ترغیب پر ملتی ہیں۔ جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں دن میں ستر مرتبہ توبہ کرتا ہوں، اے لوگو! اللہ سے توبہ واستغفار کرو۔

اللہ تعالیٰ رات میں اور دن میں ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ کوئی توبہ کر لے۔ (الخ)

اسی طرح گناہ گاروں کو توبہ کرنے پر معافی کا یقین دلانے والی یہ حدیث قدسی ملاحظہ کیجئے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

''اے ابن آدم! جب تو مجھ سے مغفرت طلب کرے گا اور میری امید کرے گا، تو میں تجھے معاف کردوں گا اور تیرے گناہوں کی پروانہیں کروں گا۔

اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ تجھے آسمان تک پہنچا دیں اور پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں تجھے معاف کردوں گا اور تیرے گناہوں کی پروانہیں کروں گا۔

اے ابن آدم! اگر تو زمین سے آسمان تک جتنے مشکیزے میں گناہ بھر لائے، پھر تو مجھ سے اس حال میں ملے کہ تو نے شرک نہ کیا ہو، تو میں اس بڑے مشکیزے کے بدلے مغفرت لے آؤں گا۔ بحوالہ (ترمذی حدیث نمبر ۳۵۴)

۳......مصائب وآفات

انسان کسی وقت سخت مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو اسے رب تعالیٰ یاد آجاتے ہیں اور وہ ان سے مغفرت مانگتا اور توبہ کرتا ہے اور کبھی کبھار یہ توبہ سچی توبہ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

یا کسی دوسرے شخص کو کسی مصیبت میں دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آجاتے ہیں تو وہ اسی وقت توبہ کر لیتا ہے اور یوں سچی توبہ کے راستے پر چل پڑتا ہے۔

۴......دل پر چوٹ لگنا

بس کسی وقت کسی بات سے دل پر چوٹ لگنے کی دیر ہوتی ہے اور فوراً مسلمان سچی

توبہ کرتا ہے، کبھی دل ٹوٹ جاتا ہے دنیا والوں سے آس ٹوٹ جاتی ہے۔ یا دنیا کی طرف سے آلام اور پریشانیاں ختم نہیں ہو پاتیں اور جب کوئی پالن ہار نظر نہیں آتا تو خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی طرف توجہ ہو جاتی ہے اور یوں سچی توبہ کا راستہ کھل جاتا ہے۔

۵......توبہ کرنے والوں کے واقعات پڑھنا سننا

اسی طرح زمانہ سابقہ میں یا موجودہ دور میں جب سچی توبہ کرنے والوں کے واقعات سنتا اور پڑھتا ہے تو سچی توبہ کرنے پر بہت ہی زیادہ ترغیب ہوتی ہے۔

چھٹا باب

توبہ سے متعلق کچھ مفید مضامین

مضمون نمبر......۱

توبہ کے آداب وشرائط

توبہ کے لئے یہی کافی نہیں کہ زبان سے کہہ دیا ''معافی'' تو معافی ہوگئی بلکہ توبہ قبولیت کے لئے درج ذیل آداب وشرائط کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱)......سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان اپنے کئے ہوئے گناہوں پر نادم ہو، پشیمان ہو۔ ''ان یَّنـدُمَ علیھا'' اسے واقعی شرمندگی ہو کہ میں نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کر کے بہت برا کیا ہے۔ مجھ سے زیادہ نمک حرام اور ناشکرا کون ہے؟...... مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔

(۲)......جن گناہوں سے توبہ کر رہا ہے، انہیں فی الفور چھوڑ دے۔ اگر ابھی تک معصیت میں گرفتار ہے تو پھر توبہ کس بات کی؟...... گناہوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا ضروری ہے۔

(۳)......دل میں آئندہ سے نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو کہ آئندہ میں اس گناہ کے پاس بھی نہیں پھٹکوں گا۔

توبہ کی شرائط پوری کرنے کی بعد درج ذیل کام کرنے ضروری ہیں۔

(۱) حقوق العباد کی معافی

یہ بات ذہن میں رکھیئے کہ: جو حقوق العباد ہوتے ہیں، وہ فقط زبان کی توبہ سے معاف نہیں ہوجاتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو معاف فرمادیتے ہیں۔ لیکن بندوں کے حقوق بندوں کو ادا کرنے پڑتے ہیں۔ جس پر ظلم کیا تھا، اس سے معافی مانگے، جو مال چھینا تھا، وہ واپس کردے۔ کسی کی غیبت کی تھی، اس سے معافی مانگے، یا اگر کوئی بندہ ان میں سے فوت ہوگیا، اور اس نے اس کے ساتھ ظلم کیا تھا، تو اس کی طرف سے صدقہ وخیرات کردے۔ تاکہ اس کا اجر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حق والے کو دے دیں۔ اور اسے معاف فرمادیں۔ تو حقوق العباد کی معافی کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کرنا پڑتا ہے۔ یہ نہیں کہ بس جی ہم حج پر چلے گئے، اور واپسی پر ہر چیز ہوگئی...... چاہے جاتے اور آتے ہم جو مرضی کرتے پھریں۔

(۲) دل کو منفی جذبات سے خالی کرے

پھر دوسرا کام یہ کرے کہ وہ اپنے دل کو حسد اور کینہ سے خالی کرے، کیونکہ جب گناہ سے توبہ کررہا ہو اور سینہ کینے سے بھرا ہوا ہو تو وہ توبہ بھلا کیا فائدہ دے گی۔ لہٰذا اس کے دل میں مومن کے بارے میں انتقام، نفرت اور دشمنی نہ رہے، وہ سب کو اللہ کے لئے معاف کردے۔ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ایک صحابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو آتے دیکھا تو فرمایا کہ وہ جنتی آرہا ہے، سننے والے بہت حیران ہوئے۔ حتیٰ کہ ایک صاحب کے دل میں خیال آیا کہ میں پتہ تو کروں کہ اس کا کون سا خاص عمل ہے کہ اس کے لئے جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ چنانچہ وہ اسے کہنے لگے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں تین دن آپ کے گھر مہمان بنوں۔ انہوں نے کہا: جی ضرور تشریف لائیے۔ وہ ان کے گھر پہنچ گئے۔ انہوں نے تین دن تک اس کو دیکھا، مگر ان کو کوئی خاص عمل نظر نہ آیا۔ جس طرح باقی لوگ تہجد اور دیگر نوافل پڑھتے تھے اسی طرح وہ بھی پڑھتے۔ ان کی کوئی انوکھی بات نظر نہ آئی۔ تین دن کے بعد

انہوں نے پوچھا، بھئی! بھی میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے آپ کے بارے میں یہ الفاظ سنے تھے اور اسی لئے میں آپ کے ہاں مہمان بنا، کہ مجھے آپ کے اندر وہ خاص عمل نظر آئے جس کی وجہ سے آپ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ لیکن مجھے تو آپ میں کوئی ایسا عمل نظر نہیں آیا، اگر کوئی ہے تو آپ خود ہی بتا دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرا اور تو کوئی خاص عمل نہیں ہے البتہ یہ ہے کہ جب میں رات کو بستر پر سونے کے لئے لیٹتا ہوں تو میں اپنے دل میں ایمان والوں کے بارے میں پائے جانے والے غصہ اور کینہ کو اللہ تعالیٰ کے لئے ختم کر دیتا ہوں۔

(۳) فساق و فجار سے علیحدگی اختیار کرے

اس کے بعد تیسرا کام یہ کرے کہ وہ فاسق و فاجر لوگوں سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہو جائے۔ ہم روزانہ وتر میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں:

﴿و نخلع و نترک من یفجرک﴾

''اور (اے پروردگار) ہم جدا ہوتے ہیں اور چھوڑتے ہیں ہر اس بندے کو جو فاسق و فاجر ہے۔''

ہم روزانہ رات کو عشاء کے وقت کھڑے ہو کر نماز میں اللہ تعالیٰ سے ہاتھ باندھ کر وعدہ کرتے ہیں، اور دن پھر انہی لوگوں کے ساتھ گزار رہے ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب اس سے کوئی تعلق ہی نہیں رہے گا چاہے رشتہ داری ہی ہو، نہیں، بلکہ اس کے ساتھ دوستی ختم کر دے۔ لین دین کا معاملہ تو ہر ایک کے ساتھ کرنا ہی ہوتا ہے، وہ تو کافروں کے ساتھ بھی کرتے ہیں۔ مگر ایک ہوتا ہے دوستی کا تعلق، قلب کا تعلق، وہ توڑ لے۔ اور یہ مطلب بھی نہیں کہ اب اس کو سلام بھی کبھی نہیں کرنا، نہیں بلکہ جو اصول شریعت نے بنا دیئے ہیں ان کی حدود میں رہیں اور دل کی محبت کا جو تعلق تھا اس کو ختم کر لیں اور پرہیزگار لوگوں سے دوستی رکھیں۔ اگر پھر بھی بدکار لوگوں کے ساتھ صحبت رہے گی تو پھر توبہ قبول نہیں ہوگی

اور وہ لوگ پھر گناہ میں ملوث کر دیں گے، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی گندی نالی میں پڑا ہو تو اس کے اوپر وہی پانی ڈالنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس کو نالی سے نکال کر پاک پانی میں ڈالیں تو پھر وہ صاف ہوگا۔ اسی طرح سے ہم اگر اپنے دل کو پاک کرنا چاہتے ہیں تو فاسق وفاجر لوگوں کی گندی نالی سے اپنے آپ کو بچانا پڑے گا۔ پھر اس پر اللہ کے ذکر کے چند قطرے پڑ جائیں گے تو یہ دل پاک اور صاف ہو جائے گا۔

ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے قول کا پاس کریں جو ہم روزانہ اپنے پروردگار کے سامنے کہہ رہے ہوتے ہیں۔

(۴) مکافاتِ عمل

جب انسان گناہوں سے معافی مانگ لے تو ایک کام اور کرنا پڑے گا۔ وہ یہ کہ ان گناہوں کی مکافات کرے۔ یعنی جو گناہ کر بیٹھا تھا اب اس کی کمی کو پورا کرے۔ اس کے بدلے نیک اعمال کرے۔ مثال کے طور پر اگر یہ آدمی غیر محرم پر نظر ڈالتا تھا اور سچی پکی توبہ کر چکا ہے تو اب وہ قرآن پر نظر ڈالے تاکہ وہ نگاہ جو غلط استعمال ہوتی تھی اب وہ نگاہ ٹھیک جگہ پر استعمال ہو رہی ہو۔ ماں باپ کے چہرے کو دیکھے تو محبت وعقیدت کے ساتھ دیکھے تاکہ غیر محرم کی طرف دیکھنے کی نحوست ختم ہو جائے۔ اسی طرح اگر فرض کریں کہ کسی وقت مسجد میں جنب (ناپاکی) کی حالت میں داخل ہو گیا تھا تو اب توبہ بھی کرے اور اعتکاف کی نیت سے مسجد میں بھی بیٹھے تاکہ وہ جو ناپاکی کی حالت میں داخل ہوا تھا اب اس کمی کو زیادہ عبادت کے ذریعے پورا کرے۔ یا فرض کریں کہ ایک آدمی شراب سے توبہ کر لیتا ہے تو اسے چاہئے کہ اب پیاسوں کو پانی پلایا کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیں۔ غرضیکہ جو گناہ کیا کرتا تھا اس کے مناسب کوئی اور کام زیادہ کرے تاکہ اس گناہ کا وبال اور ظلمت بالکل ختم ہو جائے۔ اگر اس نے مسلمانوں کو تنگ کیا تھا اور توبہ کر لی تو اب ان مسلمانوں پر احسان کرے۔ اس صورت میں یہ توبہ توبہ کہلائے گی۔ یہ نہیں کہ زبان سے تو

توبہ کرلی اور عمل میں کوئی تبدیلی بھی نہ آئی۔ اگر نمازیں اور روزے قضا کئے تو ایک تو ان کو ادا کرے اور جب ادا کر لئے اور صاحب ترتیب بن جائے تو پھر نوافل کی کثرت کرے اور دعا کرے کہ یا اللہ وقت پر عبادت نہیں کی اب میں نفلی عبادات بھی کر رہا ہوں کیونکہ میں توبہ تائب ہو چکا ہوں۔ جب انسان ان گناہوں کے مقابلے میں نیکیوں کی کوشش کرتا ہے تو پروردگار پھر اس کی توبہ سے خوش ہو کر اس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیتے ہیں۔ سبحان اللہ۔

جب بندہ توبۃ نصوح کر لیتا ہے، تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ بھی چار کام کر دیتے ہیں:.......

(۱)......اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا:

﴿التائب حبیب اللہ﴾

''گناہوں سے توبہ کرنے والا اللہ کا دوست بن جاتا ہے۔''

(۲)......اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو اس طرح مٹاتے ہیں کہ جیسے اس نے کبھی گناہ کئے ہی نہیں تھے۔

﴿التائب من الذنب کمن لاذنب لہٗ﴾

''گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے، کہ جیسے اس نے کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔''

چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی توبہ کر لیتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت اس کے ساتھ شامل ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندے کو آئندہ شیطان کے فریب اور ہتھکنڈوں سے بچا لیتے ہیں۔

﴿ان عبادی لیس لک علیھم سلطٰنٌ﴾ (سورۃالحجر: ۴۲)

''اے مردود! جو میرے بندے ہوں گے ان پر تیرا کوئی بس نہیں چل سکتا۔''

اس کا کیا مطلب؟...... کیا وہ فرشتہ بن گیا؟...... کیا اس سے کوئی گناہ صادر ہی نہیں ہوسکتا؟...... نہیں، نہیں...... اس کا مطلب یہ ہے کہ اب بھی اس سے کوئی ایسا گناہ تو ہوسکتا ہے، کہ جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہوں سے گر جائے، یا اسے اللہ کے دربار سے دھتکار دیا جائے۔ لیکن اگر اس سے کوئی چھوٹی موٹی خطا ہو بھی گئی، تو وہ فوراً اس سے توبہ کر کے معافی مانگ لے گا۔

(۴)...... ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ اس کی موت سے پہلے فرشتوں کو بھیج کر اس کے اچھے انجام کی خوشخبری سنا دیتے ہیں۔

﴿تتنزل علیهم الملٰئکة، الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون﴾ (حٰم السجدہ: ۳۰)

''ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشخبری سنو اس بہشت کی جس کا تم سے وعدہ تھا۔''

اللہ رب العزت ہمیں بھی یہ نعمت عطا فرما دے۔

محترم قارئین! توبہ کرتے رہئے کرتے رہئے۔ حتیٰ کہ اتنی بار توبہ کیجئے کہ شیطان تھک جائے اور کہے کہ یہ کیسا بندہ ہے کہ میں بار بار محنت کر کے گناہ کرواتا ہوں اور یہ توبہ کر کے سب پر پانی پھیر دیتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ انسان اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کرے۔

مضمون نمبر ۲

استغفار کا مطلب اور معنی

استغفار کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا، بخشش مانگنا، اللہ تعالیٰ غفار ہے اور بندہ گناہ گار ہے، اس دنیا میں انبیاء کے علاوہ کوئی معصوم نہیں، انبیاء کرام کے علاوہ ہر کسی سے گناہ ہوسکتا ہے، اس لئے کریم ورحیم رب نے ہر شخص کے لئے موت کی علامات ظاہر ہونے تک توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے، وہ ایک بات نہیں بلکہ بار بار معاف کرتا ہے، اگر بندہ سو بار بھی توبہ توڑ کر نادم اور شرمندہ ہوکر اس کے دروازے پر آجائے تو بھی وہ معاف کردیتا ہے، اس کی رحمت کا دروازہ صرف مسجد میں نہیں کھلتا بلکہ ہر جگہ کھلتا ہے، صحراء ہو یا آبادی، دن ہو یا رات، جہاں کہیں اور جس وقت بھی مغفرت کا کوئی سچا طلبگار روتے ہوئے اپنے گناہ آلود ہاتھ اٹھاتا ہے وہیں اپنی رحمت کا دروازہ کھول دیتا ہے، اپنی کتابِ مبین میں نہ جانے کتنی بار اس نے مغفرت اور رحمت کا ذکر کیا ہے، نامعلوم کتنی ہی آیات ہیں جن کا اختتام اس کی صفات میں سے ''غفور رحیم'' پر ہوا ہے، اس نے براہِ راست اپنے گناہ گار بندوں کو خطاب فرما کر یہ یقین دلایا ہے کہ تم کتنے ہی گنہگار کیوں نہ سہی، تمہیں کسی حال میں بھی میری رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، سورۂ زمر میں ہے:

''آپ فرمادیجئے اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر (گناہوں کی صورت میں) زیادتیاں کی ہیں تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوجاؤ، بے شک اللہ سارے گناہوں کو معاف کردیتا ہے، یقیناً وہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے۔''

ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ سورۂ مائدہ میں بندوں کو توبہ اور استغفار کی اس نے کیسے دعوت دی ہے ''وہ کیوں اللہ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے مغفرت طلب نہیں کرتے، اور

اللہ بہت بخشنے والا بے حد مہربان ہے۔"

سورۂ نوح میں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض انعامات کا ذکر کیا ہے جن کا وعدہ حضرت نوح علیہ السلام نے استغفار کی صورت میں اپنی قوم کے ساتھ کیا تھا، ظاہر ہے کہ یہ وعدہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کیونکہ اللہ کے نبی اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی بات نہیں کرتے، ارشاد ہوتا ہے:

"اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے مغفرت طلب کرو وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے، وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لئے نہریں نکال دے گا۔"

سورۂ نوح کی انہی آیات کی بناء پر بعض حضرات استغفار کو سارے مصائب پریشانیوں مشکلات اور بیماریوں کا علاج بتاتے ہیں خواہ فقر وفاقہ اور اولاد سے محرومی ہی کیوں نہ ہو خود نبی کریم ﷺ نے بھی استغفار کو تمام مشکلات کا حل بتلایا ہے، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص استغفار کو لازمی پکڑ لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا کوئی راستہ اور ہر غم اور پریشانی سے بچاؤ کی صورت نکالتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کے ملنے کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔"

ایک حدیث میں عجیب انداز میں رسول اللہ ﷺ نے استغفار کی تلقین کی ہے، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ختم کر دیتا، اور ایسے لوگوں کو لے آتا جو گناہ کرتے، پھر اللہ سے معافی مانگتے چنانچہ انہیں معاف کر دیا جاتا۔"

معاذ اللہ! اس حدیث کا مقصد انسانوں کو گناہ کی ترغیب دینا نہیں ہے بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ اس دنیائے رنگ وبو اور جہانِ لذت وشہوت میں ہر کسی سے گناہ ہو سکتا ہے،

جس سے گناہ ہو جائے اسے چاہئے کہ وہ مایوس نہ بیٹھ جائے بلکہ توبہ اور استغفار کے ذریعے اس گناہ کی نجاست سے اپنے آپ کو پاک کر لے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ: استغفار کے لئے گناہ کا ارتکاب ضروری نہیں ہے، بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ یونہی استغفار کرتا رہے۔ دیکھا جائے تو ہمیں عبادت پر بھی استغفار کرنا چاہئے، کیونکہ ہم سے عبادت کا حق ادا نہیں ہوتا، نماز ہی کو لے لیجئے، کتنے لوگ ہیں، جو نماز کے سارے ارکان و واجبات اور خشوع و خضوع کا اہتمام کرتے ہوئے نماز پڑھتے ہیں؟...... بھری مسجد میں کوئی ایک نمازی بھی ایسا نظر آ جائے تو غنیمت محسوس ہوتا ہے۔ جبکہ ہمیں اس کے صرف ظاہری ارکان دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے باطن کا حال اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے زیادہ معصوم اور اللہ کا زیادہ مقرب کون ہوسکتا ہے، اس کے باوجود آپ ﷺ کثرت سے استغفار فرمایا کرتے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے ایک ہی مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سومرتبہ یہ کلمات کہتے ہوئے سنا:

﴿رب اغفر لی وتب علی انک انت التواب الرحیم.﴾

''میرے پروردگار! مجھے معاف فرمادے، میری توبہ قبول فرما، یقیناً تو بہت توبہ قبول فرمانے والا اور بے حد مہربان ہے۔''

استغفار میں دنیا وآخرت کے بے شمار فوائد پوشیدہ ہیں۔ اگر ہمیں فوائد معلوم ہو جائیں تو ہم میں سے کوئی بھی استغفار سے محروم نہ رہے ہم ذیل کی سطور میں ان میں سے چند فوائد بیان کرتے ہیں:۔

(۱)......استغفار کرنے والوں پر موسلا دھار بارش برستی ہے۔

(۲)......استغفار کرنے والوں کے اموال اور اولاد میں برکت ہوتی ہے۔

(۳)...... استغفار کرنے سے وہ وحشت ختم ہوجاتی ہے جو بندے اور اللہ کے

درمیان ہوتی ہے۔

(۴)......ایسے شخص سے جن اور انسانی شیاطین دور رہتے ہیں۔

(۵)......اسے ایمان اور عبادت وطاعت کی حلاوت اور لذت محسوس ہوتی ہے۔

(۶)......صاحبِ استغفار کو اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔

(۷)......اس کے دل میں دنیا بہت حقیر اور ذلیل ہو جاتی ہے۔

(۸)......عقل اور ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۹)......اللہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کی توبہ سے خوش ہوتا ہے۔

(۱۰)......جب اس کا انتقال ہوتا ہے فرشتے رب تعالیٰ کی طرف سے اس کا بشارت کے ساتھ استقبال کرتے ہیں۔

(۱۱)......قیامت کے دن جب لوگ گرمی اور پسینے میں ہوں گے، صاحبِ استغفار عرش کے سائے تلے ہوگا۔

(۱۲)......جب لوگ حشر سے واپس پلٹیں گے تو یہ خوش نصیب اللہ کے اولیاء اور متقین کے ساتھ ہوگا۔

(بحوالہ چیدہ چیدہ از خواتین الاسلام)

مضمون نمبر.....۳

توبہ کا معنی اور اہمیت

''توبہ'' عربی زبان کا (مونث) لفظ ہے اس کے ایک معنی تو رجوع کرنے اور پلٹنے کے ہیں اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ انسان سے جو غلطی سرزد ہوئی ہو وہ اس پر نادم ہو اور جس برائی کا وہ مرتکب ہوا ہے یا ہوتا رہا ہے اس سے باز آجائے اور آئندہ اس کا ارتکاب نہ کرنے کا عہد کرے گناہ کا ارتکاب کرنے والے کسی بندے مسلمان کے توبہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی یا سرکشی سے باز آ گیا اور طریق بندگی کی طرف پلٹ گیا جب اللہ جل شانہ اپنے آپ کو توّاب کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے شرمسار بندے پر رحمت کی نظر کرنے والا بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے توبہ کن لوگوں کی قبول ہوتی ہے اور کن لوگوں کی نہیں ہوتی ؟ اس کا جواب **سورۃ النساء** میں یوں دیا گیا ہے:

ترجمہ: یہ جان لو کہ اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق انہی لوگوں کے لئے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی برا فعل کر بیٹھتے ہیں اور اس کے بعد جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظر عنایت سے پھر متوجہ ہو جاتا ہے اور ساری باتوں کی خبر رکھنے والا حکیم و دانا ہے مگر توبہ ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو برے کام کئے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے توبہ کی اور اسی طرح توبہ کرنے کے لئے بھی نہیں مرتے دم تک کافر ہیں۔ (آیت ۱۷۔۱۸)

اسی طرح سورۃ الانعام میں ارشاد ہوا ہے:

جب تمھارے پاس وہ لوگ آئیں جو آیات پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہو تم پر

سلامتی ہو تمہارے رب نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کرلیا ہے یہ اس کا رحم و کرم ہی ہے کہ اگر تم میں کوئی نادانی سے کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے۔ (آیت ۵۴)

ان ارشاد ربانی سے صاف ظاہر ہے کہ توبہ صرف اہل ایمان کی قبول ہوتی ہے اور صرف اُن اہل ایمان کی جو قصداً نہیں بلکہ نادانی کی بنا پر قصور کرتے ہیں اور جب ان کی آنکھوں سے جہالت کا پردہ ہٹتا ہے تو شرمندہ ہو کر توبہ کر لیتے ہیں ایسے بندے جب بھی اپنے قصور پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں گے اس کا دروازہ کھلا پائیں گے مگر ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو اللہ کے خوف سے بے نیاز ہو کر تمام عمر گناہ پر گناہ کئے چلے جائیں اور پھر جب موت سر پر آ کھڑی ہو اس وقت اللہ سے معافی مانگنے لگیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ بندے کی توبہ بد اسی وقت قبول کرتا ہے جب تک آثار موت شروع نہ ہو جائیں اس ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق موت کے وقت انسان کے امتحان یا آزمائش کی مہلت پوری ہو جاتی ہے چونکہ وہ امتحان میں پورا نہیں اترتا اس لئے اس کی توبہ کا وقت بھی گزر گیا اسی طرح جب کوئی شخص دولت ایمان سے محروم رہا اور کفر کی حالت میں مرا موت کے وقت اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی یہاں یہ امر بھی پیش نظر رہنا چاہئے کہ اگر کوئی مسلمان توبہ کرتا ہے تو اس توبہ کا تقاضہ یہ ہے کہ توبہ کرنے والے سے جو گناہ پہلے سرزد ہو چکے ہوں وہ ان کی تلافی کرنے کی پوری کوشش کرے اور جہاں تلافی کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو اللہ سے بار بار معافی مانگے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کر کے اس داغ کو دھوتا رہے جو اس کے دامن پر لگ چکا ہے لیکن کوئی توبہ اس وقت تک سچی توبہ نہیں ہوتی جب تک کہ یہ اللہ اور صرف اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے نہ ہو کسی دوسری وجہ یا غرض یا مجبوری کی بناء پر کسی برے فعل کو چھوڑ دینا توبہ کی تعریف ہی میں نہیں آتا سورۂ ہود میں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

واستغفرُ وا ربکم ثُم تو بُوا لیه ، انَ ربی رحیم وَدُ و د :

(آیت:۹۰)

یعنی اپنے رب سے معافی مانگواور اس کی طرف پلٹ آو، بے شک میرا رب رحیم ہے اور اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ کو اپنے بندوں کا توبہ کرنا بہت محبوب ہے وہ بڑا رحم کرنے والا ہے اور اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق سے بے پناہ محبت رکھتا ہے یہی بات رسول اللہ ﷺ نے یہ مثال دے کر واضح فرمائی کہ اگر تم میں سے کسی شخص کا اونٹ ایک لق ودق صحرا میں گم ہو گیا ہو اور اس کے کھانے پینے کا سامان بھی اونٹ پر لدا ہوا ور وہ شخص اس کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مایوس ہو چکا ہو یہاں تک کہ زندگی سے ناامید ہو کر ایک درخت کے نیچے لیٹ گیا ہو اور عین اس حالت میں وہ یکا یک دیکھے کہ اس کا اونٹ اس کے سامنے کھڑا ہے تو اس وقت جیسی خوشی اس کو ہوگی اس سے بہت زیادہ خوشی اللہ تعالیٰ کو اپنے بھٹکے ہوئے بندے کے توبہ کرنے سے ہوگی ایک اور حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ کی خدمت میں کچھ قیدی گرفتار ہو کر آئے ان میں ایک عورت بھی تھی جس کا شیر خوار بچہ بچھڑ گیا تھا وہ مامتا کی ماری ایسی بے چین تھی کہ جس بچے کو پا لیتی اسے چھاتی سے چمٹا کر دودھ پلانے لگتی تھی، نبی ﷺ نے اس کا حال دیکھ کر ہم لوگوں سے پوچھا کیا تم لوگ یہ توقع کر سکتے ہو کہ یہ ماں اپنے بچے کو خود اپنے ہاتھوں سے آگ میں پھینک دے گی؟ ہم نے کہا ہرگز نہیں خود پھینکنا تو کجا اگر بچہ خود گرتا ہو تو وہ اپنی حد تک اسے بچانے کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دے گی۔حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کا رحم اپنے بندوں پر اس سے بہت زیادہ ہے جو یہ عورت اپنے بچے کے لئے رکھتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی شان رحیمی ہے کہ اس کے بندے بار بار گناہ کرتے ہیں اور بار بار توبہ کرتے ہیں لیکن وہ اس کی لغزشوں سے ہر بار درگزر کر کے ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے کیونکہ اس کو اپنی مخلوق سے بے انتہا محبت ہے اور اس کی رحمت کی بھی کوئی حد نہیں فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمت

اس قدر وسیع ہے کہ اس کو احاطہ بیاں میں لانا ناممکن ہے اسی لئے اس ذات رحیم وکریم نے ارشاد فرمایا ہے:

لا تقنطو امن رّ حمة الله انّ الله یغفرُ الذُّنوب جمیعاً ، انّهُ هو الغفوُر اُلر حیم ، (الزُّمر آیت:۵۳)

یعنی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے وہ تو غفورُ الرّحیم ہے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ صرف اہل ایمان کی توبہ قبول کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم کفر وشرک سے تائب ہو کر اسلام قبول کرلے تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی عہد رسالت میں بے شمار ایسے واقعات ملتے ہیں کہ جو لوگ زمانہ جاہلیت میں نہایت گھناؤنے جرائم (ڈاکازنی، دختر کشی، قتل وغارت وغیرہ) کے مرتکب ہوئے تھے انھوں نے جب اسلام قبول کیا رحمت عالم ﷺ نے ان کو کھلے لفظوں میں بشارت دی کہ اسلام سے پہلے کہ ان کے تمام گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیئے گویا رحمت الٰہی کی وسعت ان لوگوں پر بھی محیط ہے جو کفر وشرک ترک کر کے دین حق قبول کرتے ہیں دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بچنے اور ان سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(بحوالہ صالحین کی توبہ)

مضمون نمبر......۴

توبہ سے پہلے ایمان کامل کا ہونا از حد ضروری ہے

بزرگان دین میں سے بعض تو بچپن ہی سے تائب ہو گئے جو صالح تربیت کا نتیجہ تھا۔ جوان کے والدین نے کی۔ بعض اولیاء اکرام نے جوانی میں توبہ کی اور بعض نے جوانی کے بعد توبہ کی۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ جو کوئی جتنی جلدی توبہ کرے گا اور گناہ کو ترک کر کے اللہ کی اطاعت کی طرف راغب ہو گا اتنا جلدی ہی منزل کو پائے گا۔ اس کے لئے منزل کا حصول قدر آسان ہو جاتا ہے۔ لیکن منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے مختلف مقامات سے گزرنا پڑتا ہے۔ اور ان مقامات کو عبور کرنے کے لئے ایک عرصہ درکار ہوتا ہے۔ جسے کیفیت یا حال کہا جاتا ہے اور اس کی اصل بنیاد توبہ ہے اور جس سے حال قائم رہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ توبہ ہی تو وہ ابتداء ہے جس سے روحانی مقامات کا آغاز ہوتا ہے اور توبہ ہی وہ بنیاد ہے جس کی بناء پر اللہ کے خاص بندے ولایت اور روحانیت کے درجات طے کرتے ہوئے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج پاتے ہیں۔

توبہ سے پہلے ایمان کامل کا ہونا از حد ضروری ہے۔ ایمان کامل انسانی ضمیر کو زندہ رکھتا ہے۔ انسان جب برائیوں کی طرف بڑھنے لگتا ہے تو سب سے پہلے اس کا ضمیر اس کی ملامت کرتا ہے کہ وہ برائی اور گناہ کیوں کرنے لگا ہے اور ایسے ضمیر کو ملامت کرنے والا ضمیر کہتے ہیں۔ ضمیر کی یہ کیفیت کسی نیک بزرگ کی صحبت میں بیٹھنے کے بہت جلد پیدا ہوتی ہے یا نیک والدین یا رزق حلال کھانے والے والدین کی دعاؤں سے فطری طور پر اولاد میں موجود ہوتی ہے یا قدرتی طور پر ایسا ماحول مل جائے جس کے زیر اثر انسان نیکی کی طرف راغب ہو جائے تو جب برائی کرنے پر انسان کا ضمیر انسان کو ملامت کرنے لگتا ہے تو اس کا

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان غمگین رہنے لگتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اس سے برائی اور گناہ کیوں سرزد ہوئے ہیں۔ چنانچہ جب یہ کیفیت ہوتی ہے تو طلب حق کا احساس بیدار ہوتا ہے اور وہ بیداری انسان کو اللہ کی طرف لیجانا چاہتی ہے اور یہی بیداری انسان کو نیکی کے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ جب بھی کوئی غافل غفلت کی نیند سے بیدار ہوتا ہے تو یہی بیداری اسے راہ ہدایت کی تلاش کی طرف ڈال دیتی ہے۔ اور جب تلاش کی طرف آتا ہے تو اللہ کے راستے کی ضرورت پیش آتی ہے اور اس راستے پر گامزن ہونے کے لئے توبہ کی طرف لوٹنا پڑتا ہے۔ کیونکہ توبہ کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں ہوتا کہ منزل حق کا راستہ نصیب ہو اور بیدار انسان ہی راہ توبہ کے آغاز میں پہنچتا ہے۔

بیداری مرد مومن کے دل میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے جو انسان کو توبہ کا راستہ بتاتی ہے۔ توبہ کر لینے کے بعد توبہ پر قائم رہنا بہت ضرور ہے چنانچہ توبہ کی برقراری کے لئے نفس کا محاسبہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جب تک نفس کا محاسبہ نہ کیا جائے گا اس وقت تک استقامت توبہ نصیت نہیں ہوتی۔ انسان کو سوچنا چاہئے کہ اس دن سے قبل اپنے اعمال کا محاسبہ خود کر لینا چاہئے جس دن اللہ کے حضور ہمارے اعمال کا محاسبہ ہوگا اور اس وقت انسان بالکل بے بس ہوگا۔

اسلامی عبادات نماز، روزہ حج، زکوٰۃ، کی انجام دہی سے انسانی اعمال کا محاسبہ ہوتا ہے۔ اور جوں جوں انسان عبادت کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو اسے استقامت توبہ نصیب ہوتی ہے اور یہ عبادات انسان کو نفسانی خواہشات اور دنیا کی غلامی سے بچانے کے لئے اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اعمال کے محاسبے کے بعد اعمال کی نگرانی کی ضرورت پیش آتی ہے کیونکہ اعمال کی نگرانی توبہ میں استقامت پیدا کرتی ہے۔ چنانچہ بزرگان دین نے فرمایا کہ جو اللہ کا بندہ اپنی نگرانی پر سخت نگاہ رکھتا ہو اس کی ولایت قائم رہتی ہے۔ کیونکہ ظاہری اعمال کے محاسبہ اور مراقبہ کے ذریعہ باطن کی پاکیزگی دو ایسی چیزیں ہیں جن سے توبہ قائم رہتی ہے۔

حضرت شیخ عمر فرماتے ہیں کہ مراقبہ علم قیامت ہے اور اسی کے ذریعے علم حال کی تکمیل ہوئی اور اس کی کمی بیشی کا علم ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ اپنے تعلقات کا معیار معلوم کرے۔ یہ تمام چیزیں صحیح توبہ کے لئے ضروری ہیں۔ کیونکہ تصور عزائم کا پیش خیمہ ہوتا ہے اور عزائم اعمال کا پیشہ خیمہ ہوتے ہیں۔ تصورات سے قلب کے ارادہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ چنانچہ قلب اعضاء وجوارح کا حاکم ہے۔ اس لئے جب تک قلب کوئی ارادہ نہ کرے اس وقت تک اعضاء حرکت میں نہیں آتے۔ لہٰذا مراقبہ ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ برے تصورات کے مواد کا قلع قمع ہوتا ہے۔ مراقبہ کی تکمیل سے توبہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور جو تصورات کو ضبط کرلے وہ اعضاء وجوارح کی ضروریات کو فراہم کرلیتا ہے۔ بہر حال مراقبہ کنذ زریعے قلب سے برے ارادوں کی جڑوں کا قلع قمع ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد مراقبہ سے جو بات چھوٹ جائے اس کی تلافی محاسبہ کرلیتا ہے۔

صالحین کو صحیح توبہ کرنے کے بعد اللہ کی طرف توجہ رکھنا ضروری ہے کیونکہ توبہ کے بعد اگر توجہ کو اللہ کی طرف سے ہٹا کر اگر دنیا کی طرف لگایا جائے تو روحانی منازل رک جائیں گی۔ بلکہ ہوسکتا ہے کہ اللہ سے توجہ ہٹانے سے وہ مقام جو اسے توبہ کے ذریعے حاصل ہوا ہو وہ بھی ضائع ہوجائے۔ سچی اور صحیح توبہ اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک اعمال کے نقائص کو دور کیا جائے گا اور نقائص کو دور کرنے کے لئے سچے دل سے مجاہدہ کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ غربت فقر وفاقہ، تکالیف، رنج والم اور صدمات میں صبر کرنا چاہئے۔ لیکن صبر خدا کے لئے اور اس کے راستے میں ہونا چاہئے۔ حقیقی صبر میں تنگی محسوس نہیں کرنی چاہئے اور حقیقی صبر توبہ پر قائم رہنے سے حاصل ہوتا ہے۔

صبر انسانی نفس کو مطمئن کرتا ہے اور سکون قلب کے لئے تزکیہ نفس ضروری ہے اور تزکیہ نفس توبہ سے حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ سچی توبہ سے نفس پاک ہوجاتا ہے اور نفس میں نرمی عاجزی اور انکساری پیدا ہوجاتی ہے اور عاجزی انسان کو رضا کے مقام تک لے جاتی ہے اور رضائے الٰہی کا حصول ہی ولایت کی انتہائی ہے۔ اس لئے اللہ کی رضا کا حاصل ہونا

سچی توبہ کا پھل ہے۔

توبہ کرنے والا اپنے اعضاء کو برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے اور اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر اس کی اطاعت کرتا ہے۔ اس طرح وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالاتا ہے۔ کیونکہ انسان کے جسم کے تمام اعضاء اللہ کی نعمت ہیں۔ انہیں گناہوں سے بچا کر خدا کی اطاعت میں مصروف رکھنا اصل شکرگزاری ہے۔ لہٰذا سچی توبہ سے بڑھ کر اور کونسی شکرگزاری ہوسکتی ہے۔

القصہ خلاصہ یہ نکلا کہ ولایت کے حصول اور پھر ولایت میں مقام بندگی تک پہنچنے کے جتنے بھی مدارج طے کرنے پڑتے ہیں ان سب میں سچی توبہ پر قائم رہنا ضروری ہے۔ اور آخر کار انسان توبہ واستغفار کی معاونت اور مدد سے اپنی منزل مقصود کو پہنچ جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اولین دور کے صوفیا اور بزرگان دین نے توبہ پر قائم رہنے پر بہت زور دیا ہے اور توبہ ہی کو کامیابی کے زینے کی کنجی قرار دیا ہے۔

مضمون نمبر......۵

مومنین کو توبۃ النصوح کرنے کا حکم خداوندی

تو بو االی اللہ تو بۃ نصوحا ''اللہ کی طرف سچی توبہ کرو۔''

مومنین کو توبۃ النصوح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نصوح، خلوص اور سچائی کی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ توبۃ النصوح کے بارے میں حضرت کعب سے ایک حدیث مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے توبۃ النصوح کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب تم سے کوئی قصور ہو جائے تو اپنے گناہ پر نادم ہو پھر شرمندگی کے ساتھ اس پر استغفار کر اور پھر آئندہ اس فعل کا کبھی ارتکاب نہ کر۔ حضرت عمرؓ نے توبۃ النصوح کے بارے میں بیان کیا کہ توبۃ النصوح کے بعد آدمی گناہ کا اعادہ تو درکنار بلکہ اس کے ارتکاب کا ارادہ بھی نہ کرے۔

سچی توبہ کے بارے میں حضرت علیؓ نے ایک بدو کو جلدی جلدی توبہ استغفار کے الفاظ دہراتے دیکھا تو فرمایا کہ یہ جھوٹی توبہ ہے۔ اس نے پوچھا پھر سچی توبہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کے لئے چھ چیزیں ضروری ہیں۔

(۱) جو کچھ ہو چکا اس پر نادم ہو۔

(۲) اپنے جن فرائض سے غفلت برتی ہو ان کو ادا کرو۔

(۳) جس کا حق مارا ہو اس کو ادا کرو۔

(۴) جس کو تکلیف پہنچائی ہو اس سے معافی مانگو۔

(۵) آئندہ اعادہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلو۔

(۶) اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت میں اتنا محو کردو جس طرح کہ تم اب تک اسے معصیت کا

خوگر بنائے رکھا ہے اور اس کو اطاعت کی تلخی کا مزا چکھاؤ جس طرح اب تک تم اسے معصیتوں کی حلاوت کا مزا چکھاتے رہے ہو۔

سچی توبہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے گناہوں پر معافی طلب کر کے اپنے روح اور جسم کو گناہوں سے پاک کرے اور سچی توبہ کی اصل بنیاد اپنے کئے پر پشیمانی ہے جو احکامات الٰہیہ کے خلاف عمل کرنے پر ہوتی ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پشیمانی اور ندامت توبہ ہے۔ پشیمانی اور ندامت اس وقت دل میں پیدا ہوتی ہے جب انسان کا ضمیر بیدار ہوتا ہے اور احساس پیدا ہوتا ہے کہ اللہ اور بندے کے درمیاں گناہوں کی بناء پر ایک پردہ حائل ہو گیا ہے اور محبوب حقیقی گناہوں کی بنا پر خفا ہو گیا تو اس وقت دل میں ایک خاص دکھ کی لہر اُٹھتی ہے۔ بندہ غمزدہ ہوتا ہے۔ حزن وملال بڑھتا ہے۔ حسرت میں اضافہ ہوتا ہے اور یہی خوف اور ملال انسان کو گریہ تک لے جاتا ہے۔ گریہ وزاری سے ایسی رقت پیدا ہوتی ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان حجاب کو کھول دیتی ہے اور بندہ پختہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ پھر ایسا فعل نہیں کرے گا جو بندے کو محبوب حقیقی سے جدا کر دے۔

حضرت ابوبکر واسطی توبۃ النصوح کے بارے میں فرماتے ہیں کہ گنہار پر گناہ کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ جس کی توبہ خالص ہوتی ہے وہ پرواہ نہیں کرتا کہ کس طرح شام ہوتی ہے اور کس طرح صبح ہوتی ہے اور پشیمانی پختہ ارادہ پیدا کر دیتی ہے۔

سچی توبہ کے بارے میں امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ کی بنیاد پشیمانی پر ہوتی ہے اور توبہ کا نتیجہ وہ ارادت ہوتی ہے جو تائب کی طرف سے ظاہر ہوتی ہے۔ پشیمانی یہ ہوتی ہے کہ تائب ہمیشہ پُر درد اور پُر حسرت نظر آتا ہے۔ اس کا کام ہی گریہ وزاری اور آہ وفغاں ہے۔ کیونکہ جو شخص اپنے آپ کو ہلاکت کے طوفان میں مبتلا پائے اور اسے معلوم ہو کہ اب مرا تو وہ حسرت اور پشیمانی سے کیسے خالی ہو سکتا ہے۔ اگر کسی کا بچہ بیمار پڑا ہو اور طبیب یہ کہہ دے کہ بیماری خطرناک ہے اور جان کو خطرہ ہے تو خیال کیجئے کہ اس کے والدین کے دل پر کیا

گزرے گی۔ رنج وغم کس طرح ان کے لئے نا قابل برداشت ہوجائے گا۔ اور یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ماں باپ کو اولاد جان سے پیاری ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ باپ کو اپنی جان عزیز تر ہے اور اس کے طبیب خدا ور رسول ﷺ اس دنیاوی طبیب سے بھی زیادہ صادق ہیں جب وہ اسے کہیں کہ آخرت کی ہلاکت موت کے خطرے سے بھی زیادہ زبردست اور عظیم ہے اور زیادہ گناہ حق تعالیٰ کے زیادہ غصے کے باعث ہونگے۔ یہاں تک کہ بیماری سے موت کا خطرہ اتنا یقینی نہیں ہوگا جتنا کہ گناہ سے ہلاکت کا ہوتا ہے اگر یہ حقیقت بھی اس کے دل میں خوف وحسرت نہ پیدا کر سکے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ گناہ کی آفت اور ہلاکت خیزی پر ابھی وہ دل سے ایمان نہیں لایا۔ اس ندامت اور پشیمانی کی آگ جس قدر تیز ہوگی اتنی ہی قدر تیز گناہوں کو جلا کر خاکستر کردے گی کہ گناہ کے باعث جو زنگ آدمی کے دل کو لگ جاتا ہے اسے حسرت اور ندامت کی آگ کے علاوہ اور کونسی چیز دور کرسکتی ہے اور اس کے سوا اور کونسی حرارت ہے جو دل کو صاف اور رقیق بنا سکے۔ حدیث شریف کی رو سے تو اہل توبہ کے ساتھ محبت رکھنے کا حکم دیا گیا ہے تو اسی لئے کہ ان کا دل رقت سے بھرپور ہوتا ہے اور آئینہ کی طرح صاف دل جس قدر صاف ہوا اتنا ہی گناہوں سے پاک ہوتا ہے، ایسے دل کو گناہ میں حلاوت نہیں بلکہ تلخی محسوس ہوتی ہے۔

بنی اسرائیل کے پیغمبر نے ایک دفعہ حق تعالیٰ سے سفارش کی کہ خدایا فلاں شخص کی توبہ قبول فرمالے۔ حق تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ مجھے اپنی عزت کی قسم! اگر آسمان کے تمام فرشتے بھی اس کی سفارش کریں تو بھی اس کی توبہ قبول نہ کروں گا کیونکہ اس کے دل میں ابھی تک گناہ کی حلاوت موجود ہے۔

اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ گناہ ہر چند کو مرغوب ہوتا ہے۔ لیکن توبہ کرنے والے کے حق میں اس کی مثال زہریلے شہد جیسی ہے جو یہ ایک بار کھائے گا وہ رنج اور صدمہ اٹھائے گا اور جب دوبارہ اس کا نام نہیں لے گا۔ بلکہ اس کے تصور سے ہی سارے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجائیں گے۔ اور اس سے محفوظ اور لطف اندوز ہونے کا

خیال اس کے خوف کے نیچے دب کر رہ جائے گا جو اس کے نقصان کے تصور سے پیدا ہوتا ہے اور اس تلخی کا احساس کسی ایک گناہ تک محدود نہیں بلکہ ہر گناہ میں یہی تلخی کارفرما رہے گی۔ کیونکہ وہ گناہ جو اس نے کیا کوئی واحد گناہ تو تھا نہیں کہ حق تعالیٰ کی رضامندی سے خالی تھا کہ یہ حالت تو سبھی گناہوں کی ہوتی ہے۔

توبہ دراصل گناہ نہ کرنے کا ایک میثاق ہے جو انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے۔ اور سابقہ گناہوں کو چھوڑنے کا وعدہ کرتا ہے اور آئندہ گناہ ترک کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ یہ وعدہ انسان اللہ سے کسی وقت بھی کر سکتا ہے۔ عمر کے کسی بھی حصے میں جس وقت انسان کے دل میں گناہ چھوڑنے کا احساس پیدا ہو جائے تو انسان اللہ سے اپنے کئے ہوئے گناہوں پر معافی مانگنے کے لئے توبہ کی طرف متوجہ ہوگا اور گناہوں سے بچنے کے لئے انسان اللہ سے جو وعدہ کرے گا وہ وعدہ توبہ کہلائے گا۔

میرے خیال کے مطابق توبہ یہ ہے کہ انسان اپنی کی ہوئی خطاؤں پر نادم ہو اور جو برائی وہ کر رہا ہے اسے چھوڑ دے اور آئندہ اس کا ارتکاب نہ کرے اور جو برائی وہ کر چکا ہو اس کی تلافی کی کوشش کرے اور اگر تلافی کی کوئی صورت نہ ہو تو اللہ سے معافی مانگے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرے تاکہ وہ اپنی برائی کے داغوں کو دھو ڈالے۔ لیکن توبہ اس وقت تک حقیقی نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اللہ کی رضا کی خاطر نہ ہو۔ کسی دوسری وجہ سے کسی برے فعل کو ترک کر دینا توبہ نہیں کہلاتا۔

توبہ وہ دروازہ ہے جس میں داخل ہونے سے انسان اللہ کی بارگاہ میں مردود کے بجائے محبوب، دشمن کے بجائے جنت کا حقدار بن جاتا ہے۔ توبہ گناہوں کا ایسا تریاق ہے جو انسان کو اس طرح معصوم اور پاک کر دیتا ہے۔ جیسا کہ ماں کے پیٹ سے اس نے ابھی جنم لیا ہے۔ دنیاوی شاہوں کے درباروں میں صدارت اور وزارت کے ایوانوں میں مکتب اور درس گاہوں میں امراء کے دیوان خانوں میں رؤسا کے رنگ برنگ بازاروں میں دفتری اور کاروباری امور میں اس شخص کو دنیا والے اچھا ہی سمجھ لیتے ہیں جو کوئی خطا کرے لیکن

جلدی ہی احساس ندامت کے تحت وہ اپنے شاہ سے، مالک سے، آقا سے دوست سے ، دوشمن سے اپنی خطا کی معافی کا طلبگار بنے تو اس کا قصور اکثر معاف کر دیا جاتا ہے۔ مگر دنیا والے پھر بھی تنگ نظر ہوتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ خطا معاف نہ کریں مگر بارگاہ رب العزت کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ وہاں بڑے سے بڑے مجرم کو بھی توبہ سے پناہ مل سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رحم کرم کی یہ کتنی بے نیازی ہے کہ خواہ کتنا ہی کوئی خطا کار، سیاہ کار، بدکار یا گنہگار ہی کیوں نہ ہو اگر اللہ کے حضور میں مل جائے تو معافی ضرور مل جاتی ہے۔ مگر یہ نادان انسان توبہ کی طرف نہیں لوٹتا۔ حتی کہ موت کا بلاوا آ جاتا ہے۔

توبہ کے لفظی معنی لوٹنے اور توبہ کرنے کے ہیں۔ لیکن شرعی اصطلاح میں توبہ کا یہ مفہوم ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ترک کر کے اطاعت کی طرف لوٹے اور اطاعت یہ ہے کہ انسان اپنی عملی زندگی میں احکامات الٰہیہ جو ہمارے سامنے شریعت اسلامیہ کی صورت میں موجود ہیں کہ تعمیل کرے اور نافرمانی کو ترک کر دے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الا من تا ب و امن وعمل عملا صالحا فا ولئک یبدل الله سیاتهم حسنٰت و کا ن الله غفورا رحیما ومن تا ب وعمل صالحا فانه یتو بُ الی الله متا با. (فرقان : ۷۰، ۷۱)

"مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کئے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ تو بخشنے والا مہربان ہے اور جو توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو بیشک وہ خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔" (بحوالہ اللہ سے دوستی)

مضمون نمبر......٦

توبۃ النصوح کا معنی اور مطلب

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں یا ایھا الذین امنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحاً

حسن بصریؒ نے کہا ہے کہ توبہ نصوح دلی ندامت اور زبان سے استغفار اور ہاتھ پیروں سے اس فعل کے ترک کر دینے اور بار دیگر اس فعل کے نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لینے کا نام ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ جتنا پیاسے کو ٹھنڈے پانی کا پی لینا آسان ہے، اس سے بھی زیادہ توبہ کرنے والے کے نزدیک مرجانا آسان ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے جب بندہ گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ اس کے محافظ فرشتوں سے اس کے گناہ فراموش کرا دیتا ہے۔ تاکہ قیامت میں اللہ تعالیٰ سے وہ اس حالت میں ملے کہ اس کے گناہ کا کوئی شاہد نہ رہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے خدا کو جس بندہ کا گناہ پر نادم ہونا معلوم ہوتا ہے، اس سے کہ مغفرت مانگے بخش دیتا ہے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے۔ یہ صحیح الاسناد ہے۔ اگر کہا جائے اللہ تعالیٰ نے موت قیامت اور وقت توبہ کو کیوں مخفی رکھا ہے؟ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کے قبول ہونے کا بیان کر دیا ہے۔ اگر اس کا بیان بھی کر دیا جاتا تو لوگ اس وقت تک گناہ میں مبتلا رہتے۔ اس طرح گویا ان کو گناہ کرنے کی ترغیب ہوتی اور یہ جائز نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ کے نزدیک بندہ گنہگار کی آواز سے جو اے رب کہتا ہو زیادہ محبوب کوئی آواز نہیں۔ اللہ اس کے جواب میں فرماتا ہے لبیک اے میرے بندے! اے میرے فرشتو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے بخش دیا ہے اور حضور اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آدمؑ کی پیدائش کے چار برس پہلے عرش کے گرد یہ لکھا

تھا کہ یقیناً میں بہت بڑا بخشنے والا ہوں۔اس کو جو توبہ کرے ایمان لائے اور نیک عمل کرے پھر ہدایت پر رہے۔

حضرت سہیلؒ نے فرمایا ہے کہ جب بندہ نیکی کر کے کہتا ہے اے رب! آپ ہی نے مجھے توفیق دی اور آپ ہی نے میری مدد کی تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں تو فرماں بردار رہے تو نے قرب حاصل کرلیا۔اور اگر کہتا ہے میں نے فعل کیا تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے ہی تو قدرت دی ہے۔ پھر اس سے اعراض کر لیتا ہے اور جب کوئی برا کام کرتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب! آپ ہی نے مقدر کیا تھا تو اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے اور فرماتا ہے تو ہی نے نافرمانی کی ہے اور تو ہی نے برا کیا ہے۔اور اگر کہتا ہے اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا برا کیا قصور کیا تو ارشاد ہوتا ہے میں نے مقدر کیا تھا اور میں نے حکم کیا اور میں نے بخش دیا اور پردہ پوشی کی۔

ابن ملقنؒ نے کتاب الحدائق میں اور زیادہ بیان کیا ہے کہ بندے نے کہا اے اللہ! آپ ہی نے امر فرمایا آپ ہی نے حکم کیا۔ہاتف نے آواز دی یہ شرط الوہیت ہے۔ عبودیت کے اعتراف کرنے کی شرط کہاں گئی۔اس نے کہا اے اللہ میں نے نافرمانی کی میں نے گناہ کیا۔ہاتف نے آواز دی میں نے بخش دیا۔میں نے پردہ پوشی کی۔میں صاحب تقویٰ اور صاحب مغفرت ہوں۔حضرت موسیٰ نے کہا اے رب! جب آپ کو کوئی فرمانبردار بلاتا ہے تو آپ اس سے کیا کہتے ہیں؟ ارشاد ہوا میں کہتا ہوں لبیک۔پھر انہوں نے پوچھا جب زاہد کہتا ہے تب کیا فرماتے ہیں؟ ارشاد ہوا میں لبیک کہتا ہوں انہوں نے پوچھا جب روزہ دار کہتا ہے تب؟ انہوں نے کہا میں لبیک کہتا ہوں۔ارشاد ہوا جب گنہگار کہتا ہے تب؟ ارشاد ہوا میں کہتا ہوں لبیک لبیک لبیک! اے موسیٰ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے عمل پر بھروسہ کرتا ہے۔اور گنہگار میری رحمت پر بھروسہ کرتا ہے اور میں اس بندے کو نامراد نہیں رکھتا جو مجھ پر بھروسہ کرتا ہے کیونکہ میں نے کہا ہے جو خدا پر بھروسہ کرتا ہے وہ اسے کافی ہوتا ہے۔

حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے بیشک اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر رحمت بھیجتے ہیں جو اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے رب! آپ پروردگار باعظمت ہیں۔ اگر آپ چاہتے تو آپ کی بخوبی اطاعت ہوتی اور اگر آپ چاہتے کہ آپ کی نافرمانی نہ کی جائے تو نہ کی جاتی۔ اور آپ اس کو پسند کرتے ہیں کہ آپ کی اطاعت کی جائے اور باوجود اس کے آپ کی نافرمانی ہوتی ہے۔ اے رب یہ کیا بات ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ جو کچھ میں کرتا ہوں مجھ سے اس کی نسبت باز پرس نہیں ہو سکتی اور ان سب سے باز پرس ہوگی۔ اس کو قرطبیؒ نے سورۂ انبیاء کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ پھر سورۂ اقتربت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ ایک قوم کے لوگ حضورِ اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے اعمال ہمارے سپرد ہیں اور اجلیں دوسرے کے ہاتھ میں ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے وہ نازل فرمایا جس کا مضمون یہ ہے کہ ''یقیناً ہم نے ہر شے کو ایک انداز پر پیدا کیا ہے تب وہ کہنے لگے اے! حضرت محمد ﷺ اس نے خود ہی ہم پر گناہ مقدر کئے ہیں اور ہم کو عذاب بھی دے گا۔ آپ نے فرمایا تم لوگ خدا سے قیامت میں جھگڑنے والے لوگوں میں سے ہو گے

ابن ماجہ کی روایت ہے خدا تعالیٰ کی تقدیرات کو جھٹلانے والے اس امت کے مجوس ہیں۔ اگر وہ بیمار پڑیں ان کی عیادت مت کرو۔ اگر وہ مر جائیں تو مت جاؤ۔ اگر تم ان سے ملو تو انہیں سلام مت کرو۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تقدیر پر ایمان لانا رنج و غم کو دور کر دیتا ہے اور میں نے سورۂ انعام کی تفسیر رازی میں عبداللہ بن عمرؓ کی روایت دیکھی ہے۔ انہوں نے بیان فرمایا ہے کہ قدریوں پر ستر نبیوں کی زبان سے لعنت پڑی ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا ایک منادی ندا کرے گا کہ اللہ سے جھگڑا کرنے والے معتزلہ لوگ ہیں۔ جو اللہ کے ذمہ فرماں بردار کو ثواب عنایت کرنا اور نافرمان کو سزا دینا واجب قرار دیتے ہیں۔ پھر ایک حکایت بیان کی کہ ابوالحسن اشعری ابو علی جبائی معتزلی کے شاگرد تھے۔ اپنے استاد کو ترک کر دیا اور ان کے مذہب کو بھی خیر باد کہہ دیا بلکہ ان کے مذہب پر اعتراض کیا کرتے

تھے۔ اس طرح سے باہم نفرت بہت بڑھ گئی۔ الحاصل ابوعلی نے ایک روز وعظ کیا اور ابو الحسن اشعری کنارے پر چھپ کر بیٹھ گئے اور ایک عورت کو سکھایا کہ ابوعلی سے یہ سوال کرے کہ ایک شخص کے تین لڑکے تھے۔ ایک صالح، دوسرا فاسق اور تیسرا نابالغ۔ پھر سب کے سب مر گئے۔ اے واعظ! بتلایئے کہ ان کی کیا حالت ہوگی؟ جواب دیا کہ صالح جنت میں اور فاسق دوزخ میں ہوگا اور نابالغ اہل اسلام میں شامل ہوگا۔ اشعری نے کہا اس سے پوچھ اگر نابالغ اپنے صالح بھائی کے پاس جانا چاہے تو جا سکے گا؟ چنانچہ اس نے پوچھا ابوعلی نے جواب نہیں دیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تیرا بھائی تو اطاعت کر کے جنت میں گیا ہے۔ پھر اشعری نے سکھایا کہ اگر وہ نابالغ کہے کہ اے رب میرا کوئی گناہ نہیں مجھے تو آپ نے قبل بلوغت ہی موت دے دی تھی۔ اگر آپ مجھے زندہ رکھتے تو میں بھی اپنے بھائی کی طرح اطاعت بجالاتا۔ اس عورت نے پوچھا۔ ابوعلی نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نابالغ لڑکے سے فرمائے گا کہ اگر میں تیری نسبت ایسا جانتا تو تجھ کو ضرور زندہ رکھتا لیکن مجھے تو یہ معلوم تھا کہ اگر تو زندہ رہتا تو کفر کرتا اور مستحق نار ہو جاتا۔ اس لئے میں نے تیری مصلحت کی رعایت کی۔ اشعری نے کہا کہ ان سے پوچھ کہ اس کا فاسق بھائی جہنم سے سر اٹھا کر کہہ اٹھے اے رب! آپ نے میرے چھوٹے بھائی کی مصلحت کی تو رعایت فرمائی اور میری مصلحت کی رعایت نہ کی کہ آپ مجھے بھی صغر سنی میں قبل بلوغ کے موت دے دیتے اور میں دوزخ کا مستحق نہ ہوتا۔ ابوعلی سے اس کا جواب نہ بن پڑا پھر حاضرین کی طرف گھور کر دیکھا تو اشعری کو پہچان لیا اور معلوم ہو گیا کہ یہ انہی کے سوالات تھے۔ پھر اس کے تھوڑی مدت کے بعد وفات پائی۔ امام رازی نے بیان کیا ہے کہ اشعری کے سوالات کا معتزلہ کے پاس کچھ جواب نہیں ہے۔ لیکن اہل سنت کہہ سکتے ہیں کہ بندے کی مجال نہیں کہ خدا سے یہ پوچھ سکے۔ اے رب! آپ نے ایسا کیوں کیا کیونکہ خدا سب کا مالک ہے اور مالک اپنے ملک میں جو کچھ تصرف کرتا ہے اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا اور بندوں سے جو مملوک ہیں باز پرس ہوگی۔

فائدہ...... میں نے تفسیر نیشا پوری میں حضرت عائشہؓ کی روایت دیکھی ہے انہوں نے بیان کیا کہ جب خدا کو منظور ہوا کہ آدمؑ کی توبہ قبول فرمائے تو آدمؑ نے خانہ کعبہ کا سات بار طواف کیا اور اس وقت وہ ایک سرخ رنگ کا ٹیلہ ہو رہا تھا۔ پھر دو رکعت نماز ادا کی اور کہنے لگے اے اللہ! آپ میری مخفی اور ظاہری باتوں کو جانتے ہیں۔ میری معذرت قبول فرمالیجئے۔ آپ میری حاجت سے واقف ہیں میری درخواست پوری کیجئے اور جو کچھ میری نفس میں ہے اسے آپ جانتے ہیں۔ میرے گناہوں کو بخش دیجئے۔ اے اللہ! میں آپ سے ایسا ایمان جو میرے دل سے جا ملے اور یقیں صادق مانگتا ہوں تا کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ سوائے اس چیز کے جو آپ نے میرے لئے لکھ دی ہے کچھ اور مجھے نہ پہنچے گا اور جو کچھ آپ نے میری قسمت میں لکھا ہے اس سے مجھے راضی کر دیجئے۔ خدائے تعالیٰ نے ان کہ پاس وحی بھیجی اے آدم! میں نے تمہارے گناہ بخش دیئے جو کوئی تمہاری اولاد میں سے میرے پاس تمہاری طرح دعا کرتا ہوا آئے گا میں اس کے گناہ بخش دوں گا اور اس کے غم کو دور کر دوں گا اور اس کی آنکھوں کے سامنے سے فقر کو علیحدہ کر دوں گا اور دنیا اس کے پاس آئے گی اور وہ نہ چاہتا ہوگا۔ نیشا پوری نے بیان کیا ہے کہ اس کا مقتضیٰ تو یہ ہے کہ توبہ بعد زمین پر اتر آنے کے قبول ہوئی اور حالانکہ صحیح یہ ہے کہ توبہ پہلے قبول ہوئی ہے چنانچہ اسی واسطے خدا تعالیٰ نے اپنے قول **قلنا اهبطو منها جميعا** میں دوبارہ اترنے کا حکم فرمایا ہے۔ اس لئے کہ آدم وحوا علیہما السلام نے جب درخت میں سے کھالیا تو خدائے تعالیٰ کا دونوں سے ارشاد ہوا **اهبطوا بعضكم لبعض عدو** جب دونوں نے توبہ کی تو ان کے دل میں آیا کہ اتر جانے کا حکم توبہ سے اٹھ گیا ان دونوں کو ارشاد ہوا اتر جاؤ تا کہ وہ جان لیں کہ خدا کا وہ حکم باقی ہے اور نیز اس لئے کہ وہ وعدہ پورا ہو جو خدائے تعالیٰ نے اپنے قول **انی جاعل فی الارض خلیفة** میں کیا ہے۔

فائدہ...... مومن سے گناہ اس لئے سرزد ہوتا ہے کہ اس کی روح کافر کی روح کے قریب پشت آدم علیہ السلام میں رہی ہے۔ اسی طرح کافر سے نیکی ہو جایا کرتی ہے کیوں

کہ اس کی روح بھی مومن کی روح کے پاس رہ چکی ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا خدائے تعالیٰ بساط حکمت بچھائیگا اور اس پر اعمال بنی آدم رکھے گا۔ پھر ہوا چلے گی تو ہر عمل اپنی اپنی جنس کی طرف اڑ جائے گا مومن کا گناہ کافر کے گناہ کی طرف اڑ جائے گا اور کافر کی نیکی مومن کی نیکی کی طرف اڑ جائے گی۔ مومن اور کافر میں ہر ایک دوسرے کے مقام کا مالک ہو جائے گا اور اس لئے کہ مومن اور کافر میں ہر ایک کے لئے جنت میں بھی اور دوزخ میں بھی ایک ایک مقام مقرر ہوتا ہے۔ پس جب مومن مرتا ہے تو جنت میں اپنے اور نیز کافر کے مقام کا وارث ہو جاتا ہے۔ اس طرح اس کو دو مقام مل جاتے ہیں۔ اسی طرح سے جب کافر مرتا ہے تو اپنے اور مومن کے مقام کا وارث ہو جاتا ہے۔ اس کو بھی دو مقام جہنم میں ملتے ہیں۔ اس کو نسفی نے بیان کیا ہے اور ابن عماد نے ذریعہ میں کہا ہے کہ کافر کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں۔ ایک نیکیوں کا فرشتہ اور دوسرا برائیوں کا فرشتہ پھر کہا ہے کہ اگر کہا جائے کہ کافر کی تو کوئی نیکی ہوتی نہیں۔ اسلئے داہنے فرشتے کے ہونے سے کیا فائدہ ہے جواب یہ ہے کہ شاید وہ مسلماں ہو جائے تو اس کی بھی نیکیاں شمار میں آجائیں اور دوسرا جواب یہ ہے کہ آخرت میں اس کی نیکیاں اس کے سامنے پیش کی جائیں گی۔ لیکن اس کو ان کا ثواب نہ ملے گا اور یہ اس کے لئے حسرت کا باعث ہوگا۔ اگر کہا جائے کہ محافظ فرشتے اسے بھی جانتے ہیں جو بندہ زمانے میں کرلے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے **یعلمون ماتعلمون** پس بندہ کا ان کے ساتھ رہنے کا کیا فائدہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ وہ گواہ ہیں اور گواہ کے لئے معائنہ کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ...... گناہ کبیرہ چار قلب کے متعلق ہیں۔ گناہ پر اصرار کرنا۔ خدا کے ساتھ شرک کرنا خدا کی رحمت سے ناامید ہونا اور خدا کی تدبیر خفی سے بےخوف ہو جانا اور تین پیٹ کے متعلق ہیں شراب پینا، مال یتیم کھانا، سود کھانا اور دو شرم گاہ کے متعلق ہیں زنا کرنا اور لواطت کرنا دو ہاتھ کے متعلق ہیں چوری کرنا اور قتل کرنا اور ایک سارے بدن کے متعلق ہے والدین کو ستانا اور ایک پیر کے متعلق ہے جہاد سے بھاگنا اور چار زبان کے متعلق ہیں

جھوٹی گواہی پارسا عورت پر تہمت لگانا ، جادو کرنا جھوٹی قسم کھانا یعنی جس قسم میں قصداً جھوٹ بولا گیا ہو اور جھوٹی قسم کو یمین غموس اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ قسم کھانے والے کو دوزخ میں ڈال دیتی ہے۔

روضہ میں امام نووی نے دو گناہ زیادہ کئے ہیں وہ جھوٹ جس سے ضرر پہنچے اور بلا عذر عورت کا اپنے خاوند سے بچتے پھرنا اور نہیں نہیں کرنا۔ یعنی خاوند کو صحبت نہ کرنے دینا ۔پھر کہا ہے کبیرہ کی تعریف میں کئی امور داخل ہیں ۔ایک تو یہ کہ وہ حد کو واجب کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کے کرنے والے کی نسبت تصریحاً کتاب میں یا سنت میں وعید آئی ہو اور وہ پہلے کی طرف زیادہ مائل ہے۔ پھر بیان کیا ہے منجملہ صغائر کے نماز میں ہنسنا یا حمام یا تنہائی میں بلاضرورت اپنے چھپانے کے قابل بدن کو کھول دینا یا قبلہ کی طرف منہ کر کے یا مسلمانوں کی راہ میں قضائے حاجت کو بیٹھنا یا کتا رکھنا ہے۔ جس کا رکھنا ممنوع ہے۔

فائدہ......نوح علیہ السلام نے حکم دیا تھا کہ کشتی پر کوئی نر مادہ کے پاس نہ جائے۔ اس کے کتے نے مخالفت کی۔ بلی نے اس کی اطلاع کر دی۔ آپ نے بلایا تو وہ قسم کھا گیا۔ پھر دوبارہ کتے نے یہی حرکت کی بلی نے دعا مانگی کہ کتا اسی حالت میں پھنسا رہے یہاں تک کہ نوح اسے دیکھ لیں۔ چنانچہ یہ سزا قیامت تک کے لئے رہے گی اور وہ مسخ ہو گیا ہے اور اس کے مسخ ہونے کا سبب جھوٹی گواہی دینا ہے۔ مولف کہتا ہے کہ میرے نزدیک کتے کا مسخ ہو جانا محل اعتراض ہے کیوں کہ قرطبی نے نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے اترے تھے تو درندے ان کے درپے ہوئے اور ان کے ساتھ کتا تھا اور قرطبی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ دنبہ کشتی میں داخل ہونے سے بچتا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام اس کے دم پکڑے رہے۔ پس اس کے دم میں گانٹھ پڑ کر رہ گئی اور یہ مخالفت کا باعث ہے۔

فائدہ......کعب احبارؓ نے بیان کیا ہے کہ اگر یہ کلمات نہ ہوتے تو یہود مجھے گدھا بنا دیتے۔ یعنی اپنے جادو سے **اعوذ بوجه الله الكريم الذی ليس شيی اعظم منه**

و بکلمات الله التامات التی لایجاوز من برو لا فاجر و باسماء الله الحسنی ما علمت منها وما اعلم من شرما خلق و ذرا بر اُ (میں اللہ کی وجہ کریم کی پناہ مانگتا ہوں جس سے بڑی کوئی شی نہیں اور خدا کے کامل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں جن سے کوئی نیک و بد نہیں بچ سکتا اور خدا کے اسماء حسنہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ان میں سے میں جانتا ہوں یا نہ جانتا ہوں۔ہر شی کی برائی سے جو اس نے پیدا کی بنائی تیار کی) علائی نے بروایت ابن عباس نقل کیا ہے کہ جو سوتے وقت پڑھے قال موسی ما جئتم به السحر ان الله سیبطله ان الله لا یصلح عمل المفسدین (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جو کچھ تم لائے ہو سب جادو ہے یقیناً خدا بھی اسے باطل کردے گا اس میں شک نہیں کہ خدا فسادیوں کا کام درست نہیں آنے دیتا) تو اس کو کسی ساحر کا مکر ضرر نہ پہنچائے اور جس کسی کو جادو کیا گیا ہو، اگر لکھ کر دیا جائے تو خدا اس کا جادو دور کردے۔برمادی نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے جو شخص اپنی اہلیہ کے ساتھ جماع کرنے سے بستہ کردیا گیا ہو اس کے لئے یہ ترکیب نہایت نافع ہے۔سات عدد بیری کے سبز پتے لے کر دو پتھروں کے بیچ میں رکھ کر کچلے اور پانی میں ملا کر اس پر آیت الکرسی اور چاروں قل پڑھ کر دم کردے۔بعدہ اس میں سے تین گھونٹ پی کر باقی سے نہا ڈالے۔

مؤلف کا بیان ہے کہ بعض مشائخ سے یہ عمل منقول ہے کہ شیشہ کے گلاس میں جیسے کہ دمشق کے حماموں میں ہوتے ہیں شہد سے وترکنا بعضهم یومئذٍ یموج فی بعض لکھ کر ایسا شخص جو اپنی اہلیہ کے پاس جانے سے بستہ کردیا گیا ہو پی لے تو فضل خدا سے اسے شفا ہو جائے اور سحر کی طرف علم رمل بھی حرام ہے۔صحیح مسلم میں ہے جو شگون بتانے والے کے پاس جائے اور اس کو سچا جانے تو اس کی چالیس دن کی نماز نہیں مقبول ہوتی ہے اور دوسری کتاب میں ہے جب منکر و نکیر کسی مردہ کے پاس آتے ہیں جو کاہن کے پاس گیا ہو تو آپس میں ایک دوسرے سے کہتا ہے مجھے اس سے کاہن کی بو معلوم ہوتی ہے۔وہ اس پر ایسے زور سے ایک پھونک مارتا ہے کہ وہ آگ کی طرح بھڑک اٹھتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کو اپنے صاحبزادے اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم اس لیے ہوا تھا کہ انہوں نے کسی گنہگار کو دیکھا تھا اور اس پر بددعا کی تھی۔ پھر وہ تین بار ایسا ہی پیش آیا اور انہوں نے بددعا کی۔ اس پر خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہوا بس کیجئے میرے بندوں پر بددعا نہ کیجئے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میں ان پر سارے مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہوں۔ اگر وہ توبہ کریں گے تو میں ان کی توبہ قبول کرلوں گا یا یہی ہوگا کہ ان کی پشت سے میری عبادت کرنے والے بندے پیدا ہوں گے۔ پس جو میں نے چاہا ہے چاہا ہے۔ آپ جب میرے بندوں کی ہلاکت چاہتے ہیں تو میں بھی آپ سے چاہتا ہوں کہ ایک ایک کر کے آپ بھی اپنے لڑکوں کو ذبح کر ڈالئے۔ اس کو شرح حکم میں ابن عطاء اللہ نے بیان کیا ہے۔

فائدہ...... جب یوسف علیہ السلام چاہ سے نکلے تو ان کا نور کنعان کے پہاڑوں پر تاباں ہوا۔ اس سے ان کے بھائیوں کو ان کا نکل آنا معلوم ہوگیا۔ چنانچہ وہ ان کے پاس پہنچے اور انہیں لیجا کر فروخت کر ڈالا۔ عکرمہؒ کا قول ہے کہ چالیس درہم میں اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بیس درہم میں۔

اسی طرح جب گنہگار پشیمانی سے روتا ہے تو اس کے نور کی تابش عرش کے نیچے تک پہنچتی ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں یہ کیسا نور ہے ان کو جواب ملتا ہے کہ بندہ چاہ معصیت سے فضاء اطاعت کی طرف نکل کر آیا ہے حوا کے آنسو جوہر بن گئے تھے۔ چنانچہ اسی طرح بازار جواہر میں گنہگار کے آنسو بھی جا کر قائم ہوتے ہیں۔ جب وہ خوف خدا سے گریہ کرتا ہے خدا تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے اے میرے فرشتو! میرے بندوں کے آنسو کی قیمت لگاؤ۔ وہ عرض کرتے ہیں اس کی قیمت یہ ہے کہ اس کی نیکیاں مقبول ہو جائیں۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے کہ اس کی قیمت اس سے بھی زیادہ ہے۔ پھر وہ عرض کرتے ہیں کہ اس کی قیمت یہ ہے کہ آپ اسے جنت عطا فرمائیں۔ پھر ارشاد خداوندی ہوتا ہے کہ اس کی قیمت اس سے بھی زیادہ ہے۔ وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم اس کی قیمت سے عاجز ہیں۔ اس وقت خدا

ئے تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اس کی قیمت میرے وجہ کریم کا دیدار ہے۔

فائدہ...... جب آدم اترے تو اپنے گناہ پر بہت روئے اور کہنے لگے اے میرے رب اگر میں آپ کے سامنے توبہ کروں اور اصلاح کار بن جاؤں تو کیا قبول کر لیں گے۔ خدا تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی اے آدم! میں نے زمین اور آسمان پیدا کرنے سے پہلے ہی اپنے عرش پر لکھ رکھا ہے کہ یقیناً جو توبہ کرے میں اس کو بہت بخشنے والا ہوں۔اے آدم! میں توبہ کرنے والوں کو خوش وخرم اور ہنستا ہوا اٹھاؤں گا اور ان کی دعا قبول ہوگی اور امام غزالیؒ نے ذکر کیا ہے جب بندہ گنہگار ہوتا ہے اور ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے اے میرے رب! تو تین مرتبہ تک تو فرشتے اس کی آواز کو روک لیتے ہیں چوتھی بار خدا تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کی آواز تم کب تک مجھ سے روکتے رہو گے۔اسے یقین آگیا ہے کہ سوائے میرے اس کا کوئی رب نہیں ہے جو گناہوں کو بخش دے۔میں تمہیں شاہد بناتا ہوں کہ میں نے اسے بخش دیا۔حضرت نبی ﷺ نے فرمایا ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضے قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے یقیناً قیامت میں خدا تعالیٰ اتنی بخششیں فرمائے گا ۔کہ ابلیس لعنۃ اللہ بھی اس امید میں کہ شاید اس کی بخشش ہو جائے فخر کر کے اٹھے گا۔

مسئلہ...... شیطان کے مسلط کر دینے میں کیا حکمت ہے؟

علامہ علائی نے سورۂ یوسف کی تفسیر میں اس کا جواب دیا ہے کہ اس میں لطف عظیم ہے کیونکہ خدا تعالیٰ ہمارے گناہوں کو اس پر حوالہ کر دے گا۔چنانچہ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔فاز لهما الشيطان وما اانسانيه الا الشيطان :

اور هذا من عمل الشيطن بعد ان نزغ الشيطان بيني وبين اخوتي :

نیشاپوریؒ نے مومن پر شیطان کے مسلط کرنے کی یہ صفت بیان کی ہے کیونکہ جب وہ کسی سے گناہ کرا دے گا اور وہ توبہ کر لے گا تو یہ کام شیطان پر زیادہ گراں ہوگا۔اس لیے کہ گناہ کرنے پر نہ بہکاتا جیسے صیاد کے جال میں کوئی شکار پھنس کر نکل جائے تو زیادہ گراں گزرتا ہے۔بنسبت اس کے کہ جال میں پھنسا ہی نہ ہو۔نیز یہ بیان کیا کہ مومن کی حالت

شیطان کے ساتھ ایسی ہے جیسے درخت کی ۔ انسان کا گزر ہواور وہ اس میں سے ایک مسواک لے لے ۔تو اس درخت کا مالک اس سے جھگڑا نہ کرے گا۔ کیونکہ ہری شاخ پھر نکل آئے گی ۔لیکن اگر کلھاڑا لیکر اسے کاٹنا شروع کر دیگا تو وہ اسے ضرور روکے گا اس سے جھگڑا کرے گا۔ پس گناہ مسواک کی مانند ہے جس کے بعد اور نیکی آ جائے گی اور کفر کلھاڑی کے مانند ہے۔ پس جب شیطان انسان کو کفر پر امادہ کرنا چاہتا ہے تو خدا اسے روک دیتا ہے

دوسرا مسئلہ...... شیطان کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے؟

اس کے مختلف جواب ہیں ۔ بعض نے کہا ہے کہ خدا نے چاہا کہ ہمارے گناہوں کو بخش دے اور شیطان پر اس کا وبال ڈالے ۔ پھر اس کو دو چند عذاب دے نیز یہ کہ اگر آگ نہ ہوتی تو عود کی خوشبو نہ ظاہر ہوتی ۔ ایسے ہی اگر شیطان نہ ہوتا تو مومن کی فضیلت نہ ظاہر ہوتی یا یہ کہ اس طرح سے کہ سرے سے اس کی مخالفت کی جائے اور یہ توفیق خداوندی سے میسر ہوتا ہے یا یہ کہ شیطانی وسوسہ سے باوجود موافقت تقدیر کے جو کچھ سرزد ہو گیا ہے اسے تو بہ کر لینے سے نیز یہ کہ شہر کے لئے کوئی خاکروب بھی ہونا ضروری ہے۔ جو کوڑا کرکٹ دور کیا کرے حتیٰ کہ جس کے پاس مشک ہوتا ہے وہ بھی اس سے مستغنی نہیں۔ پس قلب ایک شہر ہے اور نفس بدبودار شے ہے ۔اس لئے خدا تعالیٰ نے ابلیس کو خاکروب بنایا۔ نیز یہ کہ خدائے تعالیٰ باوجود یہ کہ مسلمانوں کی مدد پر قادر ہے کبھی ان کو شکست دیتا ہے تا کہ انہیں شہادت نصیب ہو اور کبھی فتح عنایت کرتا ہے تا کہ غنیمت ہاتھ آئے ۔ اسی طرح کبھی خدا شیطان پر انہیں غالب کرتا ہے تا کہ انہیں جنت دستیاب ہو۔ اور کبھی شیطان کو ان پر غالب کرتا ہے۔ وہ ان کو شہوات میں مبتلا کرتا ہے۔ پھر جب وہ تائب ہو جاتے ہیں تو اس طرح ان کو دنیا اور آخرت دونوں کی لذت حاصل ہو جاتی ہے۔

ابن معاذؒ نے کشف الاسرار میں بیان کیا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے ابلیس کو تاریکی سے پیدا کیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ لعنت سے ۔ جب لوگوں نے ابلیس کو فرشتوں میں سے شمار کیا ہے ۔ امام رازیؒ نے ان کے رد کرنے کے لئے یہ کہا ہے کہ فرشتے نور سے پیدا

ہوئے ہیں۔ اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور امام نوویؒ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ وہ فرشتوں میں سے تھا۔ قاضی عیاضؒ کا قول ہے وہ ابوالجن ہے۔ جیسے کہ آدمؑ ابو البشر ہیں اور حدیث میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جب ابلیس کی زوجہ کو پیدا کرنا چاہا تو اس پر غضب ڈال دیا۔ اس سے ایک شعلہ نکلا پس خدا تعالیٰ نے اس سے اس کی زوجہ رسل کو پیدا کیا اور ابن عماد کا بیان ہے کہ ابلیس کی داہنی ران میں ذکر اور بائیں میں فرج ہے۔ جن کو اس کی اصلی صورت پر دیکھنا ممتنع ہے۔

تیسرا مسئلہ...... اور اسماء کو چھوڑ کر اعوذ باللہ کہنے میں کیا حکمت ہے؟

علامہ نیشاپوریؒ نے کہا ہے کہ جب عدو سخت ہوتا ہے تو تعداد کثیر کی حاجت پڑتی ہے اور یہ اسم تمام صفات کمال کا جامع ہے۔

چوتھا مسئلہ...... اس مسئلے میں کیا حکمت ہے کہ جبرائیلؑ وغیرہ فرشتوں کو چھوڑ کر شیطان سے بچنے کے لئے خدا کی پناہ مانگی جاتی ہے یا باوجود یہ کہ چھوٹے سے چھوٹا فرشتہ بھی اس کے شر کے دفع کرنے کے لئے کافی ہے اور وہ اس سے نہایت ذلیل ہے کہ خدائے عظیم کے اسم مبارک کی پناہ نہ مانگی جائے؟

علامہ نیشاپوریؒ نے کہا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ اے بندے! میں نے تیری حفاظت کسی دوسرے کے سپرد نہیں کی بلکہ میں خود اس کا ذمہ دار ہوں۔

پانچواں مسئلہ...... اعوذ کو بسم اللہ کے ساتھ قرین کرنے میں کیا حکمت ہے؟

علامہ نیشاپوریؒ نے کہا ہے کہ اس لئے کہ بسم اللہ میں مومن کی شفاء ہے اور استعاذہ میں شیطان کا اسم ہے۔ حدیث میں آیا ہے ابواب معاصی کو استعاذہ سے بند کر لیا کرو اور ابواب طاعت کو بسم اللہ سے کھولا کرو۔

چھٹا مسئلہ...... حضرت حبیب ﷺ کو موت دینے اور دشمن کو زندہ رکھنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب یہ ہے کہ دشمن خصومت کرنے والا ہے اور حبیب ﷺ شافع ہیں اور اللہ تعالیٰ

قاضی ہے۔اس لیے شفیع کو خصومت کرنے والے سے پہلے بھیج دیا تا کہ ہماری طرف سے دفع خصومت میں نائب بن جائیں۔امام نوویؒ نے تہذیب الاسماء واللغات میں بیان کیا ہے کہ شیطان کو قیامت تک کی مہلت دینے میں اس کی عقوبت کی زیادتی اور اس کی معاصی کی کثرت مدنظر ہے۔

کتاب روضہ میں بیان کیا ہے قاضی کو جن دو آدمیوں میں خصومت ہو ان میں سے ایک سے دوسرے کی سفارش کرنا جائز ہے نیشاپوری نے کہا ہے جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس لعنہ اللہ کو مہلت دی تو کہنے لگا آپ کی عزت کی قسم جب تک بنی آدم کے جسم میں روح رہے گی میں ان کے دل میں سے ہرگز نہ نکلوں گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تک ان کے بدن میں روح رہے گی میں ان سے توبہ کو نہ روکوں گا۔وہ بولا میں ان سب کو ضرور بہکاؤں گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں ان کے گناہ دور کرتا رہوں گا۔وہ بولا میں ان کے سامنے سے آؤں گا۔علائی نے کہا ہے یعنی ان کو آخر بھلا دوں گا اور ان کے پیچھے سے آؤں گا یعنی ان کے لئے دنیا کو آراستہ کر دکھاؤں گا اور ان کی داہنی طرف سے آؤں گا یعنی حق سے انہیں باز رکھوں گا اور ان کے بائیں جانب سے آؤں گا یعنی باطل چیزیں ان کو آراستہ کر کے دکھاؤں گا۔امام رازیؒ نے بیان کیا ہے جب اس نے یہ باتیں کہیں تو بنی آدم پر فرشتوں کے دل کڑھنے لگے۔خدا نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ انسان کے لئے اوپر اور نیچے کا سمت باقی ہے۔جب پستی کے ساتھ دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے گا یا عاجزی کے ساتھ اپنا چہرہ زمین پر رکھے گا تو میں اس کے ستر برس کے گناہ بخش دوں گا۔

قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ ابن عباسؓ کا قول ہے جب تم میں سے کوئی ایک انگلی کا اشارہ کرتا ہے تو یہ دعا میں اخلاص کہلاتا ہے اور جب اپنے دونوں ہاتھ سینہ کے برابر اٹھاتا ہے تو یہ دعا ہوتی ہے اور جب ان کو بلند کر دیتا ہے یہاں تک کہ سر سے بھی اونچے ہو جاتے ہیں اور ہاتھوں کی پشت اس کے چہرے کی طرف رہتی ہے تو یہ ابتہال یعنی زاری کرنا کہلاتا ہے۔تاتارخانیہ میں بروایت محمد بن حنیفہؒ مذکور ہے رغبت کے ساتھ دعا یہ ہے کہ اپنی

ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف بلند کرے اور خوف کے ساتھ دعا کرنا یہ ہے کہ ہتھیلیوں کی پشت چہرے کی طرف کرے اور تضرع کی دعا یہ ہے کہ خنصر (یعنی چھنگلیا) اور بنصر (یعنی اس کے پاس کی انگلی) کو بند کر لے اور ابہام (یعنی انگوٹھے) اور وسطیٰ (یعنی بیچ کی انگلی) اسے حلقہ بنائے اور سبابہ (یعنی کلمہ کی انگلی) سے اشارہ کرے۔

احیاء العلوم میں ہے اپنے دونوں ہاتھوں کو بائیں جانب مائل رکھے کیونکہ قلب بائیں طرف ہوتا ہے۔ جیسا کہ بیت اللہ شریف کا طواف کرنے والا اس کو بائیں جانب کر کے طواف کرتا ہے۔ اگر کہا جائے اس ملعون کو یہ کہاں سے معلوم ہو گیا کہ اکثر لوگ ناشکر بے ہوں گے؟ کیونکہ اس نے کہا تھا **لا تجدا کثر ھم شاکرین** جواب یہ ہے کہ اس نے لوح محفوظ میں دیکھ لیا تھا اور بعض کا قول ہے اس نے ایسا گمان کیا تھا اور وہ اتر آیا۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے **ولقد صدق علیھم ابلیس ظنہ فاتبعوہ** جب اس نے یہ کہا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں ان کے لئے توبہ کا دروازہ کھول دوں گا ابلیس لعنۃ اللہ نے کہا میں طول سے اس کو بند رکھوں گا۔ خدائے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کیا تو میری مغفرت کو ان سے روک سکتا ہے۔ سفیان ثوریؒ نے خدا تعالیٰ کے قول **ان عبادی لیس لک علیھم سلطان** کے متعلق بیان کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تجھے اس کی قدرت نہیں کہ تو ان سے گناہ سرزد کرادے جس کے معاف کرنے سے میں عاجز ہو جاؤں۔

ساتواں مسئلہ...... اس کی کیا وجہ ہے کہ شیطان کی عداوت خاص کر انسان کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔ حالانکہ وہ خدا اور فرشتوں اور جنوں کا دشمن ہے جواب یہ ہے کہ اصل میں وہ بنی آدم کا دشمن ہے کیونکہ جب اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تھا تو سمجھا کہ آدم ہی اس کے ملعون بننے کا سبب واقع ہوئے ہیں اور اس کا گمان یہ ہے کہ وہ خدا سے عداوت نہیں رکھتا اور دلیل اس کی حضرت عمر بن خطابؓ کا قول ہے کہ میں نے شیطان کو کمزور دیکھ کر اس سے اس کا سبب پوچھا تو کہنے لگا خدا کے فراق کے خوف سے رہا۔ اس کا جنوں سے عداوت کرنا تو صرف اس لئے ہے کہ وہ بنی آدم میں سے جو رسول ہوئے ہیں ان پر ایمان

لائے ہیں ۔سورہ نحل کی تفسیر میں علائی نے بیان کیا ہے شیطان نے کہا اے میرے رب سیدنا محمد ﷺ کی امت کے لوگ کہتے ہیں کہ ہم خدا سے محبت اور شیطان سے دشمنی رکھتے ہیں لیکن پھر بھی وہ آپ کی نافرمانی کر کے میری اطاعت کرتے ہیں ۔خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ان کے دعویٰ محبت کے باعث میں انہیں بخش دوں گا ۔اگر چہ میری خدمت کی بجا آوری میں وہ قصور وار ہوں اور ان کے اس دعوے کی وجہ سے کہ وہ تجھ سے عداوت رکھتے ہیں ۔میں انہیں بخش دوں گا ۔چاہے جب تک وہ تیرے حکم پر عمل کرتے رہیں ۔

امام رازیؒ نے خدائے تعالیٰ کے قول **قالت الیھود عزیز بن الله و قالت النصاری المسیح ابن الله ذلک قولھم بافو اھھم یضاھئون قول اللذین کفرو امن قبل** کے متعلق بیان کیا ہے کہ **الذین کفرو امن قبل** یعنی جو پہلے کافر بنے ان سے مراد کفار عرب ہیں جنہوں نے کہا تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ یہی نصاریٰ نے بھی ویسی ہی بات جیسے یہود نے کہی تھی ۔کیوں کہ وہ کفر میں ان سے پہلے ہوئے ہیں ۔انہوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو خدا کو چھوڑ کر رب بنا رکھا تھا ۔یعنی ان کی بات مانتے تھے اور خدا کے قول کو انہوں نے چھوڑ رکھا تھا ۔عدی بن حاتم طائی نصرانی تھے جب مسلمان ہو گئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ اپنے راہبوں اور عالموں کی عبادت تو نہ کرتے تھے ۔آپ نے فرمایا کیا جو کچھ خدائے تعالیٰ نے حلال کیا تھا اس کو حرام اور جو حرام کیا تھا اس کو حلال نہ کرتے تھے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں ایسا تو کرتے تھے ۔آپ ﷺ نے فرمایا یہ ان کی عبادت ہے ۔احبار سے مراد علماء یہود اور رہبان سے علماء نصاریٰ مراد ہیں ۔پس یہ لوگ اپنے علماء کی اطاعت کر کے کافر ہو گئے تھے اور فاسق شیطان کا مطیع ہوتا ہے ۔پس اس کی تکفیر ازلی تھی ۔لیکن چونکہ فاسق شیطان کی تعظیم نہیں کرتا بلکہ اس پر لعنت کرتا ہے اس لئے اس سے کفر منتفی ہو گیا ۔اگر کہا جاوے یہ کیوں کہا کہ یہ ان کے منہ کی بات ہے حالانکہ سب ہی منہ سے کہتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ وہ ایسی بات ہے جس کی تائید کسی دلیل سے نہیں ہوتی بلکہ انہوں نے بے معنیٰ طور پر ایک بات بک دی اور بعض نے

کہا ہے کہ انسان کبھی کسی شئے کو اختیار کرتا ہے اور زبان سے نہیں نکالتا اور یہود و نصاریٰ نے اس بات سے اختیار کیا اور زبان سے بھی کہہ ڈالا خدا بی بی اور بچہ سے منزہ اور پاک ہے۔

موعظت ...... جب آدم علیہ السلام کو درخت کی ممانعت کی گئی تو انہوں نے اسے اپنے تخت کے قریب ہی پایا۔ انہوں نے تخت کو اڑانے کا حکم دیا چنانچہ ان کا تخت ہزار برس تک جنت میں اڑتا رہا۔ پھر جب اترا تب بھی وہ درخت قریب ہی پایا۔ انہوں نے عرض کیا اے رب آپ نے اس درخت سے مجھے منع فرمایا ہے اور اس کو میرے قریب کردیا ہے ۔ارشاد ہوا کہ میں گناہ کے قریب رحمت کو نہ رکھتا تو درخت کے نیچے تخت کو بھی نہ رکھتا۔ جب آدم علیہ السلام اتر آئے تو جبرائیلؑ ان کے پاس دو سرخ رنگ کے بیل لائے ۔انہوں نے ان سے کھیتی کی اور ان کو مارا۔ بیلوں نے کہا آپ ہمیں مارتے کیوں ہیں؟ آدمؑ نے فرمایا چونکہ تم نے میری نافرمانی کی ۔انہوں نے کہا آپ کا رب آپ کو کیوں کر سزا نہ دے جب آپ نے درخت میں سے کچھ کھالیا۔ اس پر آدم علیہ السلام رو دئے اور کہنے لگے اے رب میرے مجھے ہر شے شرمندہ کرتی ہے۔ یہاں تک کہ بیل بھی ۔پس خدائے تعالیٰ نے ان کو قیامت تک کے لئے گونگا بنا دیا۔

بشارت ...... آدم علیہ السلام نے کہا اے رب! آپ نے مجھے جنت ہی میں کیوں نہ بخش دیا؟ ارشاد ہوا اگر میں آپ کو جنت میں بخش دیتا تو ایک آدمی کے بخشنے سے میرا کرم ظاہر نہ ہوتا۔ میں نے چاہا کہ آپ دنیا میں جائیں اور ہزاروں گنہگار میرے پاس لائیں اور میں سب کو بخش دوں ۔ یہاں تک کہ میرے کرم کا وجود بہ خوبی ظاہر ہو۔

حکایت ...... دانیالؑ طب سے واقفیت رکھتے تھے ۔انہوں نے اپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہا ۔بادشاہ کے باورچی کو حکم دیا کہ کھانے میں ایک دانگ نمک زیادہ ڈال دیا کرے۔اس نے ایسا ہی کیا۔ اس بادشاہ کی نظر کمزور ہوگئی۔ بادشاہ نے دانیالؑ سے پوچھا تو اس نے فرمایا شاید باورچی نے کھانے میں نمک کی زیادتی کی ہوگی ۔باورچی سے پوچھا تو اس نے کہا ہاں میں نے ایسا ہی کیا ہے ۔اس سے وجہ پوچھی تو اس نے صاف کہہ دیا کہ

دانیال نے مجھے حکم دیا تھا۔ بادشاہ نے دانیال علیہ السلام سے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ اس لئے کہ آپ کو میرے علم کی حاجت نہ تھی۔ میں نے چاہا کہ آپ کو اس کی حاجت ہو چنانچہ اسی طرح مولا سبحان وتعالیٰ کی رحمت کے بہت خزانے ہیں۔ گناہ کو اس لئے مقدر کیا ہے تا کہ مخلوق کو خدا کی رحمت کی حاجت ہو۔

(بحوالہ تہذیب الاسماء واللغات، تفسیر قرطبی، کشف الاسرار، تفسیر نیشاپوریؒ)

توبہ سے متعلق چند مفید اور معلوماتی لطائف

پہلا لطیفہ...... خدا تعالیٰ نے قصہ ہدہد میں سلیمان علیہ السلام سے نقل کر کے فرمایا ہے کہ میں یقیناً اسے سخت عذاب دوں گا۔ بعض نے کہا ہے یعنی اس کو اس کے جوڑے سے الگ کر دوں گا اور بعض نے کہا ہے اس کے پر نوچ ڈالوں گا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا۔ ورنہ میرے پاس کوئی ظاہر دلیل لائے۔ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہنے لگے آپ کو خدا تعالیٰ نے سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ حصے چار ہیں۔ عذاب کافروں کے لئے، ذبح منافقوں کے لئے، برہان فرماں برداروں کے لئے اور معافی نافرمانوں کے لیے۔

دوسرا لطیفہ...... خبر میں آیا ہے کہ جب انسانوں کے گناہ بکثرت ہو جاتے ہیں تو حاملین عرش کو اس کا اٹھانا گراں ہو جاتا ہے۔ اس سے وہ جان لیتے ہیں پس پکارتے رہتے ہیں اے کریم العفو یہاں تک کہ پھر عرش انہیں ہلکا معلوم ہونے لگتا ہے اور جب بندہ یا کریم کہتا ہے تو خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے تو نے میرا کیا کرم دیکھا حالانکہ تو دنیا کے قید خانے میں ہے ذرا صبر کر جنت میں میرا کرم دیکھنا۔

تیسرا لطیفہ...... عیون المجالس میں بروایت حضرت انسؓ حضور اکرم ﷺ سے روایت آئی ہے کہ دنیا ہزار برس کی مسافت ہے۔ چھ سو برس سمندروں کی اور چار سو برس میدانوں کی۔ مخلوق ہزار طرح کی ہے چھ سو قسمیں سمندروں میں ہیں اور چار سو خشکی میں۔ ہر رات کو سمندر کہتے ہیں اے رب! ہمیں اجازت ہو تو ہم خطا کاروں کو غرق کر دیں

۔خدائے تعالٰی ارشاد فرماتا ہے ذرا ٹھہرو پس ٹھہر جاتے ہیں اور کہتے ہیں ۔سبحان الکریم الحلیم۔

چوتھا لطیفہ...... حناطیؒ نے براویت سہل بن عبداللہ حضور اکرم ﷺ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ مومن عرش سے بھی زیادہ خدا کے قریب ہے کیونکہ عرش اور خدا کے درمیان ایک حجاب ہے اور خدا اور مومن کے درمیان کوئی حجاب نہیں ۔حضرت شبلی کا قول ہے کہ میرا دل دنیا اور آخرت سے بہتر ہے کیونکہ دنیا تعجب کا مقام ہے اور آخرت میں جنت ہے اور میرا دل مقام معرفت خداوندی ہے نسفی نے بیان کیا ہے کہ سب سے بڑا عطیہ معرفت ہے اور سب سے چھوٹی شئے میں اس کی گنجائش ہے اور وہ قلب ہے اور رحمت سب سے زیادہ وسعت رکھنے والی شئے ہے۔ پھر اس میں نافرمانی کی گنجائش کیسے نہ ہوگی ۔حالانکہ نافرمانی نہایت چھوٹی چیز ہے۔

پانچواں لطیفہ:...... میں نے کتاب الحقائق میں دیکھا ہے کہ یوسفؑ نے مصر میں منادی کر دی تھی کہ مصر میں سوائے ہمارے کوئی غرباء کے ہاتھ گیہوں کی فروخت نہ کرے تاکہ ان کے کرم سے وہ لوگ مالا مال ہو جائیں ۔اسی طرح سے اللہ تعالٰی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں قیامت میں فرشتوں سے ارشاد فرمائیں گے کہ فرماں برداروں کا حساب کرلو لیکن تقصیرداروں کا حساب سوائے میرے کوئی نہ کرے گا۔ نیز اس میں ہے کہ جب کوئی گنہگار بندہ مرتا ہے اور قیامت میں خدا لوگوں کی صف جمع کرے گا تو گنہگاروں کو عالموں کی صف میں داخل کر دے گا۔ وہ اسے بھگائیں گے پھر نمازیوں کی صف میں داخل کرے گا پھر وہ بھی اسے بھگائیں گے وہ کہے گا وائے رسوائی میرے لئے سوائے دوزخ جانے کے کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ پس وہ خود دوزخ کی طرف چلے گا مالک دیکھ کر اس سے پوچھے گا کہاں چلا وہ کہے گا دوزخ کو۔ وہ پوچھے گا تو کس امت میں سے ہے وہ کہے گا محمد ﷺ کی امت میں سے۔ مالک کہے گا تو اسی امت میں جا مل۔ وہ کہے گا میں اس کا مقام نہیں جانتا وہ کہے گا وہ عرش کے نیچے ہے۔ وہ روتا فریا کرتا ہوا وہاں جائے گا حضور اکرم ﷺ

اپنی امت کی دیکھ بھال میں مشغول ہونگے اس وقت ندا ہوگی اے وہ جس کا کوئی شریک نہ ہو جس کا کوئی شفارشی نہ ہو میں اس پر رحم کروں ۔ پھر وہ جنت میں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشادفرمائیں گے جب اس کی امید لوگوں سے منقطع ہوگئی تو میری طرف رجوع ہوا اور اس نے مجھ پر اعتماد کیا میں جواد ہوں جو میرا قصد کرتا ہے مجھے پالیتا ہے۔

چھٹا لطیفہ...... سورۂ سبحان کے متعلق میں نے تفسیر قرطبی میں دیکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے بیان فرمایا ہے کہ میں نے کل قرآن پڑھا لیکن آیت **قل کل یعمل علی شاکلته** سے زیادہ امید دلانے والی اور عمدہ آیت میری نظر سے نہیں گزری کیونکہ بندہ کے مشابہ عصیان کے سوا کچھ نہیں اور مولیٰ کے مشابہ غفران کے سوا کچھ نہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے قرآن پڑھا لیکن آیت **حم تنزیل الکتاب من الله العزیز العلیم غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب** سے بڑھ کر کوئی زیادہ امید دلانے والی اور عمدہ آیت میں نے نہیں دیکھی ۔ کیونکہ پڑھا گنہگاروں کا بخشنا توبہ سے پہلے بیان کیا ہے ۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں نے تمام قرآن لیکن کوئی آیت خدا تعالیٰ کے قول **نبی عبادی انی انا الغفور الرحیم وان عذابی هو العذاب الا لیم** سے زیادہ امید دلانے والی آیت نہیں دیکھی ۔ مولف کہتا ہے کہ میں نے تمام قرآن پڑھا اور کوئی آیت خدائے تعالیٰ کے قول **والذین اجتنبوا الطاغوت ان یعبدوها وانا بو الی الله لهم البشری فبشر عبادتی** سے بڑھ کر عمدہ اور امید دلانے والی آیت میں نے نہیں دیکھی اور جس آیت کو قرطبی نے پڑھا ہے اس میں ظلم سے شرک مراد ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضور اکرم ﷺ سے روایت آئی ہے کہ مشرک کو اس کا عمل شرک سے نہیں نکالتا جیسے مومن کو اس کا گناہ ایمان سے نہیں نکالتا۔ اس کو رازی نے سورہ نساء میں نقل کیا ہے۔

ساتواں لطیفہ...... جب یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کی قمیص پر خون دیکھا تو رو دیئے لیکن جب قمیص درست نظر آئی تو ہنسے ۔ کیونکہ اس سے انہیں معلوم ہوگیا کہ یوسف علیہ السلام صحیح سالم ہیں ۔ اسی طرح فرشتے جب مومن کو گناہوں میں آلودہ دیکھتے

ہیں تو رونے لگتے ہیں لیکن جب اس کا دامن توحید اور معرفت کے ساتھ انہیں صحیح نظر آتا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں۔احیاء میں ابن شریح سے روایت آئی ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا گویا قیامت قائم ہے اور اللہ تعالیٰ کا علماء سے تین بار ارشاد ہوا کیا تم نے اپنے علم کے موافق عمل کیا ہے۔ان کا بیان ہے کہ میں بول اٹھا آپ نے تو یہ فرمایا تھا کہ خدا شرک کو نہیں بخشے گا اور اس کے سوا جس کو چاہے گا بخش دے گا اور ہمارے نامہ اعمال میں شرک نہیں۔اس پر ارشاد ہوا اچھا جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا۔حضور اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ قیامت میں میری امت کا ایک شخص لایا جائے گا جس کے گناہ ریگستان کے ریت کے برابر ہوں گے۔خدا کے سامنے اس کو کھڑا کر کے اس سے کہا جائے گا کہ اسے دوزخ میں لے جاؤ۔جب اسے لے چلیں گے تو پھر ادھر ادھر دیکھے گا۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اپنے عزت وجلال کی قسم میرے بندے کا یہ گمان نہ تھا لیکن میرے بندے کا یہ دعویٰ ہے اے فرشتوں میں تمہیں شاید بناتا ہوں کہ میں نے اس کا دعویٰ قبول کرلیا اور اس کی مغفرت کردی۔ (بحوالہ تہذیب الاسماء واللغات، تفسیر قرطبی، کشف الاسرار، تفسیر نیشاپوریؒ)

مسئلہ:......توبہ کے درست ہونے کی یہ شرط ہے کہ آدمی باز آجائے، پشیمان ہو اور عزم کرلے کہ آئندہ ایسا نہ ہوگا اور اگر ظلماً کسی کا مال لے لیا ہو تو اسے واپس کردے۔اگر ظلماً کسی کا مال لے لیا تھا اور مر گیا تو اس کے وارثوں کو دے دینا واجب ہے کیونکہ آخرت میں اس سے مواخذہ ہوگا حنفیہ کی تاتارخانیہ میں مذکور ہے اور ایسے لوگ بہت ہیں اگر کوئی مر گیا اور دین چھوڑ گیا اور ورثہ لینے والے تک نہ پہنچے تو آخرت میں ان کو ثواب ملے گا اور آخرت میں پہلے شخص کو بھی خصومت کا استحقاق نہ ہوگا۔اس کو اکثر مشائخ نے ذکر کیا ہے۔ اور صحت توبہ کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ گناہ پر قادر ہو کیونکہ مثلاً زنا سے اس لئے تائب بن گیا کہ بڑھاپے یا اور کسی وجہ سے قابل ہی نہ رہا تو اعتبار نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ خدا کے واسطے توبہ کی ہو چنانچہ اپنا مال نافرمانی میں اڑاتا تھا۔پھر نافرمانی کو بخل کی وجہ سے چھوڑ بیٹھا تو توبہ قبول نہیں اس کو اسنوی نے مہمات میں بیان کیا ہے اور صحت توبہ کے لئے یہ شرط نہیں

ہے کہ حاکم کے پاس جا کر اپنے کو رسوا ہی کرے بلکہ اس پر خدا کی پردہ پوشی سے اپنے کو چھپانا واجب ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ اپنے اوپر حد قائم کرے کیونکہ حقوق اللہ میں توبہ کرنے والوں سے معافی بہت قریب ہے۔ لیکن اگر حاکم تک مقدمہ پہنچایا جیسا ماعزؓ نے کیا تھا کہ حضرت نبی ﷺ کے پاس آ کر چار بار اپنی نسبت زنا کی شہادت دی تھی۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے ان کو سنگسار کر دیا تھا۔ یہ نہایت کمال کی بات ہے روضہ میں کہا ہے جو شخص زنا کا اقرار کر گزرے اس کے لئے مسنون یہ ہے کہ اپنے اقرار سے رجوع کر لے لیکن مظالم عباد میں اظہار اور مظلوم کو اپنا حق وصول کرنے دینا واجب ہے۔ اس کے سوا اور گناہوں میں جیسے غیر محرم عورت کو دیکھنا یا حالت جنابت میں مسجد میں بیٹھنا یا بے وضو قرآن چھونا یا شراب پینا یا باجے یا لہو کی باتیں سننا۔ پس مستحب ہے کہ ہر گناہ کے مناسب جو عمل نیک ہو بجالا کر اس کا کفارہ کر دے جس کی طرف نظر کرنا حرام تھا اس کا گناہ قرآن کی طرف نظر کرنے سے دور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح الات لہو کے سننے کا گناہ قرآن کے سننے سے، حالت جنابت میں مسجد میں بیٹھنے کا گناہ اعتکاف کرنے سے شراب خوری کا گناہ حلال پینے کی چیزیں خیرات دینے سے دور ہو سکتا ہے یا مسلمانوں کی ایذا رسانی کا کفارہ ان کے ساتھ احسان اور سلوک کرنے سے کرے۔ قتل کا کفارہ غلام آزاد کرنے سے ادا کرے احیاء میں کہا ہے کہ قتل کا کفارہ غلام آزاد کرنے سے واجب ہے مگر جب عاجز ہو تو دو ماہ تک پے در پے روزہ رکھے اگر مرض کی وجہ سے بھی کوئی روزہ چھوٹ جائے تو از سر نو روزے رکھنا واجب ہے۔ لیکن حیض یا نفاس یا تمام دن بے ہوشی کی وجہ سے افطار کر لینا تتابع کا قاطع نہیں ہے۔

(بحوالہ تہذیب الاسماء واللغات، تفسیر قرطبی، کشف الاسرار، تفسیر نیشا پوریؒ)

مضمون نمبر......۷

توبہ نہ کرنے کے اسباب

جو لوگ توبہ نہیں کرتے وہ یقیناً کسی روحانی بیماری میں مبتلا ہیں۔اس لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی بیماری کے اسباب کا خود تجزیہ کریں اور کسی نتیجہ پر پہنچیں کہ آخر وہ گناہوں پر اصرار کیوں کرتے ہیں۔علماء اکرام نے عام طور پر اس کے پانچ اسباب بیان فرمائے ہیں۔

۱......**یوم آخرت میں شک یا پھر عقیدہ آخرت کا مکمل فقدان** سب سے مہلک یہی ہے۔جس شخص کو یقین نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ پر مصر ہونے کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑے گا یا نیک کام کرنے اور اطاعت الٰہی کا کوئی اچھا ثمر بھی ملتا ہے، اس سے کسی بھلائی کی توقع رکھنا ہی عبث ہے۔

۲......**شہوات کا غلبہ:** کچھ لوگ دنیا داری کی رنگ رلیوں میں اس قدر محو اور مشغول ہو جاتے ہیں کہ ان سے لہو ولعب کو چھوڑنے کی صلاحیت ہی مفقود ہو جاتی ہے۔چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس قدر غافل ہو جاتے ہیں کہ ان کا توبہ کرنا محال ہو جاتا ہے۔غفلت سب برائیوں کی جڑ ہے۔

۳۔ یہ خیال کہ آخرت میں نیک اعمال پر انعام ملنا محض ایک وعدہ فردا ہے۔لیکن دنیوی زندگی میں فوری فائدہ نظر آتا ہے۔لہٰذا وہ اس فوری مفاد کو ترجیح دیتا ہے۔حالانکہ دنیوی فائدہ عارضی اور تھوڑے عرصے کے لئے ہے۔اس کے مقابلہ میں آخرت کا فائدہ زیادہ بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

۴......**توبہ کو کل پر ٹالتے رہنا:** آدمی یہ سوچتا ہے کہ ابھی کافی عمر باقی ہے۔آخر عمر میں

توبہ کرے گا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔ اس کے آنے کا ہر وقت امکان ہے۔ اگر اسی خام خیالی میں مبتلا رہا تو عین ممکن ہے کہ زندگی اسی طرح تمام ہو جائے گی اور توبہ کرنا نصیب ہی نہ ہوگا۔

۵...... یہ خوش فہمی کہ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے، وہ اس کو معاف فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ سے بخشش کی امید رکھنا تو بلاشبہ جائز ہے لیکن صرف اس کی رحمت کے بھروسے پر ہر قسم کے گناہوں پر دلیر ہو جانا انتہائی حماقت اور ناعاقبت اندیشی ہے۔ کیونکہ یہ امکان بھی تو موجود ہے کہ گناہوں اور نافرمانیوں کی پاداش میں وہ جہنم میں پھینک دیا جائے۔

علاوہ ازیں حب جاہ، عداوت، بغض، بخل، طمع، لوگوں کا خوف دنیوی جاہ وجلال پر فخر کرنا، بے سود کاموں میں مشغولیت، دوسروں کے عیب تلاش کرنا لیکن خود اپنی حالت سے بے خبری، اہل دنیا کی خوشامد، اپنی عقل و دانش پر غرور، علم دین سے غافل، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے چشم پوشی اور ناشکری۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر اعتراض، تقدیر پر ناراض، اللہ تعالیٰ کے وعدوں سے بدگمان، اس کی مقرر کردہ حد سے تجاوز، اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے والوں کی مخالفت اور فاسقوں کے ساتھ نشست و برخاست بھی اہم اسباب ہیں جو توبہ کرنے سے روکتے ہیں اور دنیا و آخرت میں ہلاکت کا باعث بنتے ہیں۔ بدن کے مرض کا انجام سب دیکھتے ہیں کہ موت واقع ہو جاتی ہے لیکن موت کے بعد کا حال کسی کو نہیں سوجھتا۔ گناہوں کا انجام دل کی موت ہے جو دنیا میں معلوم نہیں ہوتی۔ اسی لئے گناہوں سے نفرت کم ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ جب تک خدا کی نگرانی سے ہماری غفلت دور نہ ہو اور محاسبہ کا خوف دل میں پیدا نہ ہو اس وقت تک انسان گناہوں اور خطاؤں کے ارتکاب پر دلیر ہی رہے گا جو اس کے لئے انجام کار ذلت و خواری کا باعث ہوگا۔

بقول حضرت علی ہجویریؒ احکام الٰہی کی تعمیل میں جو چیزیں مانع ہوتی ہیں وہ دو قسم کی ہیں پہلی قسم ''دینی حجاب'' جو ایک مستقل رکاوٹ ہے۔ یہ حجاب ایسے لوگوں کے اپنے طرز عمل کی وجہ سے پڑتا ہے کیونکہ ایسا نہیں ہوتا کہ آدمی خود تو صحیح راہ کا متلاشی ہو مگر اللہ تعالیٰ

اسے ہدایت سے محروم کر دیں۔ جب وہ خود ہی کج روی اختیار کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیتا ہے۔ دوسری قسم "غینی حجاب" ہے یہ عارضی رکاوٹ ہے اور تھوڑی سی محنت اور رجوع الی اللہ سے دور ہوسکتی ہے۔ یہ حجاب کم وبیش ہر شخص کو لاحق ہوتا رہتا ہے۔ اگر بندہ سچے دل سے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا رویہ ترک کر دے اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کام کرنے لگے تو یہ حجاب دور ہوسکتا ہے۔ ان دونوں حجابوں کی مثال ایسی ہے کہ ایک تو درحقیقت پتھر ہے اور اس سے آئینہ بن ہی نہیں سکتا اور دوسرا ایک آئینہ ہے جو زنگ آلود ہو گیا ہے اور صقل کرنے سے صاف ہوسکتا ہے۔

توبہ کی حاجت ہر شخص کو ہے

کوئی شخص گناہ سے خالی نہیں سوائے انبیاء علیہم السلام کے۔ جو گناہوں سے معصوم ہیں۔ اعضاء کے گناہ سے کوئی محفوظ نہیں۔ اگر کوئی ان سے الگ رہ سکے تو دل سے ضرور گناہ سرزد ہو جاتا ہے۔ مثلاً گناہ کا قصد کرنا اور اس سے بھی بچ نکلے تو شیطانی وسوسہ سے نہیں بچ سکتا۔ شیطان ہر وقت اس کے پیچھے لگا ہوا ہے اور یاد الٰہی میں غفلت ڈالتا رہتا ہے۔ اگر کسی طرح شیطان وسوسوں سے بھی محفوظ رہے تو اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے افعال جاننے میں غفلت اور قصور ہو ہی جاتا ہے۔ لہٰذا ان سب سے نقصان کا اندیشہ ہے البتہ نقصان کی مقدار اور حالت میں فرق ہے۔ اس لئے ہر حال کے لئے عبادتیں اور شرائط ہیں۔

مثلاً عام لوگوں کی توبہ گناہ کرنے سے ہوتی ہے یعنی وہ اپنے اختیار کئے ہوئے غلط راستے سے ہٹ کر شریعت کے بتائے ہوئے سیدھے راستے کی طرف رجوع کرتا ہے کیونکہ رجوع الی اللہ ہی توبہ کی اصل غرض ہے۔ لیکن خواص کی توبہ غفلت سے ہوتی ہے اور مقربین کی توبہ اس مقصد کے لئے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور طرف ان کا دل مائل نہ ہو۔ اسی لئے پیغمبر بھی توبہ سے کبھی غافل نہ ہوئے۔ اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ آنحضرت سید عالم ﷺ نے فرمایا "بیشک میرے دل پر زنگ آ جاتا ہے یہاں تک کہ میں ستر بار

استغفار پڑھتا ہوں۔'' حدیث نبوی ﷺ ہے کہ'' آدمی سب خطا کار ہیں اور خطا کاروں میں سے بہتریں وہ ہیں جو توبہ کریں اور عفو کے خواہاں ہوں۔''

توبہ سب مومنوں پر واجب ہے

واجب سے مراد وہی چیز جو ذریعہ حصول سعادت ابدی کا ہے لہٰذا سب سے پہلے کفر سے توبہ کرنا واجب ہے جیسا کہ آنحضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی گناہ کرتے وقت مومن نہیں رہتا۔ یعنی وہ گناہ کرتے وقت یہ یقین نہیں رکھتا کہ یہ فعل اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنے گا۔ بعض لوگ مومن اس وجہ سے ہیں کہ وہ مسلمان گھرانہ میں پیدا ہوئے اور پرورش پائی۔ لہٰذا ایسے مسلمانوں کی اپنی غفلت سے توبہ ضروری ہے تا کہ وہ اسلام کی اصل حقیقت کو سمجھ کر تجدید ایمان کریں اور اپنے دل میں یقین راسخ پیدا کریں تا کہ پھر گناہ نہ کر بیٹھیں۔ اس کے بعد اگلے مرحلہ میں اپنے گناہوں پر توبہ کریں اس طرح جب ظاہر درست ہو جائے تو باطن کی درستی کی طرف توجہ کریں تا کہ گناہ سرزد نہ ہوں مثلاً حرص، حسد، ریاکاری وغیرہ سے توبہ ضروری ہے کیونکہ یہ سب گناہوں کی جڑ ہیں اسی طرح تمام وہموں سے بھی توبہ ضروری ہے۔

بقول امام غزالیؒ توبہ ہر شخص پر ہر دم واجب ہے خواہ عمر نوح اس کو ملے۔ اگر چہ اصل واجبات ادا کرنے سے نجات مل جاتی ہے لیکن یہ امر بھی واجب ہے کہ مقام محمود صدیقین اور قرب رب العلمین تک پہنچنے کے لئے اگر کوشش کرنا ضروری ہو تو یہ سعی بھی کرنا چاہئے کہ انہیں سعادتوں کے لئے انبیاءؑ، اولیاءؒ، اور علماء اکابر کوشش کرتے رہے اور انہوں نے انہی کے لئے لذائذ دنیا کو چھوڑ دیا۔ مثلاً حضور نبی کریم ﷺ نے چادر مخطط کو نماز میں مخل پا کر اتار ڈالا۔

توبہ کب تک کی جا سکتی ہے؟

حالت نزع کے وقت انسان کے عمل کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس وقت توبہ بے

سود ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ ''ان لوگوں کی توبہ معتبر نہیں ہے جو ساری عمر برے کام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب موت سامنے آجاتی ہے تو کہتے ہیں اب میں توبہ کرتا ہوں۔''

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بیشک اللہ عزوجل اپنے بندہ کی توبہ اس وقت تک بھی قبول فرمالیتے ہیں جب تک کہ وہ نزع کی حالت کو نہ پہنچا ہو۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے جسے حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے سورج کے (مشرق کے بجائے) مغرب سے نکلنے سے پہلے (یعنی قیامت آنے کی نشانی دیکھنے سے قبل) توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیں گے۔

توبہ کرنے میں جلدی کی جائے

اس لئے لازم ہے کہ انسان دنیا کی راحت اور نعمتوں پر متکبر نہ ہو بلکہ قبر کے عذاب اور قیامت کے دن کی سختیوں اور حساب کتاب کا خوف کرے۔ کیونکہ اس دنیائے فانی سے ایک دن ضرور رخصت ہوجانا ہے۔ کیسے کیسے جاہ وجلال والے انسان مثلاً فرعون، قارون، ہامان، نمرود، شداد قیصر وکسریٰ چنگیز، ہٹلر سب فنا ہوگئے۔ دنیا نے ان کو اپنے دام فریب میں پھنسایا اور شیطان نے ان کو اللہ تعالیٰ سے غافل کردیا۔ پھر ان کی آنکھوں پر ایسا غفلت کا پردہ پڑا کہ حق کے پہچاننے کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ ان کو اچانک موت نے اپنی آغوش میں لے لیا اور ان کا سب غرور وتکبر خاک میں مل گیا۔ کاش ہم ان سے بروقت نصیحت حاصل کریں اور عبرت پکڑیں اور فانی شہوات اور خواہشات کے مقابلے میں دائمی زندگی اور ابدی آسائش کی فکر کریں اور ہلاکت خیز گناہوں کی آندھیوں سے محفوظ رہنے کے لئے توبہ میں تاخیر نہ کریں حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ دوزخ میں ایسے لوگ زیادہ شور مچائیں گے جو توبہ کرنے میں تاخیر کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے میری امت میں قیامت کے دن کون مفلس ہوگا ؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم اسے مفلس کہتے ہیں جس کے پاس نقدی یا سامان وغیرہ نہ ہو۔ آپ ﷺ نے جواب دیا امت میں قیامت کے دن وہ شخص مفلس ہوگا جو نماز اور روزے کے ساتھ حاضر ہو مگر اس کے باوجود اس نے کسی کو زنا کرانے کی گالی دی ہوگی یا کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون کیا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، ایسے شخص کی نیکیاں دوسرے شخص یعنی مظلوم کو دے دی جائیں گی تو جس قدر مطالبہ باقی ہوگا، اس کے عوض مظلوموں کی بدیاں اس پر اور بڑھا دی جائیں گی پھر اسے دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

اس لئے گنہگاروں کو توبہ کرنی واجب ہے کہ جہاں تک ہو سکے اس میں جلدی کریں۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جو لوگ توبہ میں دیر کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابھی بہت وقت ہے توبہ کرلیں گے، وہ ہلاک ہوں گے۔

حکیم لقمان نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے ! توبہ میں کل کے دن کی بھی تاخیر نہ کر کیونکہ موت قریب ہے اور اچانک آجائے گی، تو غفلت میں پڑا رہ جائے گا۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص صبح کے وقت توبہ نہ کرے اور اسے رات آجائے تو وہ شخص ظالم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف جانے کے ارادے سے گھر کی طرف نکلے، پھر اس حالت میں اس کو موت آجائے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے۔ بخاری اور مسلم شریف کی ایک متفق علیہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے ننانوے قتل کئے۔ پھر ایک راہب سے پوچھا کہ کوئی طریقہ بتاؤ کہ میری توبہ قبول ہو جائے۔ اس نے جواب دیا کوئی طریقہ نہیں، اس نے راہب کو بھی قتل کر دیا سو کی تعداد پوری کر دی۔ پھر ایک عالم کا پتہ معلوم ہونے پر اس کی بستی کی طرف روانہ ہوا کہ راستے میں اس کی موت واقع ہوگئی چنانچہ جب پیائش کی گئی تو صالح لوگوں کی طرف ایک بالشت زمین قریب نکلی۔ چنانچہ اس کی بخشش ہوگئی۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ توبہ کی محض نیت کرنا اور اس ارادہ کو پورا کرنے کے خلوص کے ساتھ کوشش کرنا کس قدر فائدہ مند ہے۔ جب تک نیکیوں کا پلہ بھاری نہ ہو، نجات کا امکان نہیں۔ لہٰذا جہاں تک ممکن ہو توبہ کرنے میں جلدی کرے۔ کیونکہ اندیشہ ہے کہ زیادہ وقت گزر جانے پر گناہ کا زنگ دل پر اثر کر جائے اور مرض لا علاج ہو جائے۔ پھر نہ پرہیز اثر کرے گا اور نہ وعظ و نصیحت اور پھر تباہ کاروں میں ہو جائے گا۔

توبہ کرنے والوں کے مختلف گروہ

گناہ اور معاصی سے اجتناب اور توبہ پر استقامت کے اعتبار سے چار طرح کے گروہ پائے جاتے ہیں۔

(۱)......نفس امارہ والا گروہ

یہ ان اشخاص پر مشتمل ہے جو توبہ پر صرف تھوڑا عرصہ قائم رہتے ہیں، مگر پھر گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور غافل ہو کر برے افعال پر بضد ہوتے ہیں اور ماضی میں ہر وقت ڈوبے رہتے ہیں، ظاہر ہے کہ جو مغفرت والے کام نہ کرے مگر پھر بھی بخشش کی امید رکھے وہ ضرور بے عقل یا کسی شدید غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ یہ نفس امارہ والا گروہ ہے۔ یعنی ان کا نفس ان کو ہمیشہ بدی کا حکم دیتا ہے اور بھلائی سے روکتا ہے۔ اندیشہ ہے کہ ایسے لوگوں کا انجام بدبختی پر ہوگا۔ ہاں اگر وہ توحید پر مریں اور ایمان ساتھ لے جائیں تو یہ توقع ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ کے عذاب سے کچھ مدت بعد چھٹکارا نصیب فرمائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی کسی خفیہ نیکی کے سبب ان کی مغفرت فرما دی جائے۔ اگر ایسے اشخاص کا خاتمہ ایمان پر نہ ہو تو ان کی بدبختی کی کوئی انتہا نہیں۔

(۲) نفس مسولہ والا گروہ

اس گروہ میں وہ لوگ شامل ہیں جو توبہ پر کافی عرصہ تک جمے رہے، مگر کبھی کبھی گناہ کی خواہش ان پر غالب آجاتی ہے اور غلبہ سے عاجز ہو کر قصداً گناہ کر بیٹھتے ہیں۔ مگر اس

معصیت کو کرنے کے بعد نادم ہوتے ہیں اور اطاعت میں لگ جاتے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں کہ وہ ان معاصی کے مرتکب نہ ہوں یہ ''نفس مسولہ'' والی جماعت ہے یعنی وہ اپنے گناہ تسلیم کرتے ہیں اور اس کے ترک کرنے کے خواہش مند بھی ہیں۔ ایسے اشخاص کے متعلق یہ خطرہ ہے کہ جب ان سے گناہ و معاصی سرزد ہو جائیں تو ممکن ہے ان کو پھر توبہ کا موقع میسر ہی نہ آئے اور توبہ سے قبل ہی موت آ جائے۔ اس قسم کے لوگوں کے متعلق یہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ بندہ ستر برس تک عمل، اہل جنت کے سے کیا کرتا ہے یہاں تک کہ لوگ اس کو جنتی کہتے ہیں اور اس میں اور جنت میں ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے لیکن نوشتہ تقدیر غالب ہوتا ہے، تو وہ شخص پھر دوزخیوں سے کام کرتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو چاہئے کہ اپنی نفس کی ہر وقت حفاظت کریں ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دائمی بدبختی کا منہ دیکھنا پڑے۔

(۳) نفس لوامہ والا گروہ

یہ وہ اہل ایمان ہیں جو کبیرہ گناہوں سے مکمل اجتناب کرتے ہیں، مگر پھر بھی ان سے جب کچھ گناہ بلا ارادہ ہو جاتے ہیں تو وہ فوراً اپنے نفس پر ملامت کرتے ہیں کہ ان اسباب ہی سے دور رہیں جن کے باعث معصیت میں ملوث ہوئے۔ یہ انسان ''نفس لوامہ'' کے زمرے میں شامل ہیں۔ کیونکہ شر اور خیر انسان کی سرشت میں ہے اس لئے صغیرہ گناہوں سے مکمل محفوظ رہنا کچھ آسان نہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا'' اور وہ لوگ جب کھلا برائی یا گناہ کریں اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی۔ ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ'' جو بچتے ہیں کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے سوائے چھوٹے گناہوں کے''۔

یہ وہ لوگ ہیں جو گناہوں پر اصرار نہیں کرتے اور نیکیوں پر مداومت کرتے ہیں۔ اور جب ان کے ایمان میں کوئی ضعف آ جاتا ہے تو فوراً اس کی درستگی کر دیتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ وہ گناہوں کے سبب اپنے ایمان کو پھاڑتا ہے اور توبہ و ندامت سے پھر

پیوند لگاتا ہے۔ (طبرانی بیہقی)

لہٰذا جو پیوند لگا کر مرے وہی بہتر ہے۔ یہ لوگ تائبوں میں شامل ہیں بلا ارادہ معمولی قصور ہو جانے سے ان کی توبہ نہیں ٹوٹتی۔ ایسے ہی لوگ درجہ سعادت پر پہنچنے والے ہیں۔

(۴) نفس مطمئنہ والا گروہ

یہ وہ خوش نصیب انسان ہیں جن کی توبہ کامل ہے۔ یعنی یہ لوگ گناہوں سے توبہ کر کے زندگی کے آخری دم تک توبہ پر قائم رہتے ہیں اور گزشتہ زندگی میں جو گناہ کئے ان کی بھی پوری طرح تلافی کرتے ہیں۔ اور پھر گناہ کرنے کا دل میں کسی قسم کا خیال تک نہیں لاتے ماسوائے ان معمولی لعزشوں کے جن سے کوئی انسان بھی خالی نہیں، البتہ انبیاء معصوم ہیں۔ یہ نفس مطمئنہ والوں کا گروہ ہے۔

اس آخری گروہ کے لوگوں کی توبہ ہی ''توبۃ النصوح'' ہے۔ جیسا کہ ارشاد سبحان وتعالیٰ ہے۔

تو بوا الی اللہ تو بۃ النصوحاً توبہ کرو اللہ کی طرف خاص توبہ۔

حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے گناہوں کو نیکیوں میں بدل لیا اور نیکیوں میں آگے نکل گئے۔ ان کا بوجھ اتر گیا اور وہ قیامت میں ہلکے پھلکے پہنچیں گے۔ ان لوگوں کی توبہ سے غرض صرف اللہ جل شانہ کی رضا حاصل کرنا ہوتی ہے وہ گناہوں کی قدرت پا کر بھی ان سے محفوظ رہتے ہیں۔ وہ صرف نیکیوں میں مشغول رہتے ہیں اور نافرمانی اور گناہ کرنے کا انہیں خیال تک پیدا نہیں ہوتا۔ اسی گروہ کے لوگ سب سے اعلیٰ اور افضل ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسے جائیں گے کہ یہ اللہ سے راضی اور اللہ ان سے راضی۔

تائب کی پہچان

توبہ کرنے والوں کی شناخت ان باتوں سے ہوتی ہے۔

(۱) اپنی زبان کو قابو میں رکھتے ہیں۔یعنی جھوٹ، غیبت اور بے ہودہ گفتگو سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں اور زبان کو حمد وثناء باری تعالیٰ اور شکر میں مشغول رہتے ہیں۔

(۲) کسی کے متعلق دشمنی یا حسد اپنے دل میں نہیں رکھتے۔

(۳) برے آدمیوں سے الگ رہتے ہیں تاکہ وہ کہیں اس کو نیک ارادہ سے منحرف نہ کردیں۔

(۴) جن باتوں سے توبہ مستحکم ہوتی ہے انہیں ہمیشہ اختیار کرتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر توبہ قبول نہیں ہوتی اور جن امور سے توبہ کامل ہوتی ہے ان کو دل میں زیادہ جگہ دیتے ہیں مثلاً خوف، حیا اور امید، یہ چیزیں نیت کو مضبوط بناتی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کے کرنے سے منع فرمایا ہے ان سے اجتناب کرتے ہیں۔نفس امارہ اور خوہشات نفسانی کی پیروی نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کا خیال رکھتے ہیں۔

(۵) موت کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔گناہ پر نادم رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی پوری پوری فرماں برداری کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

قبولیت توبہ کی شناخت

اگر کوئی شخص پورے خلوص اور نیک نیتی سے توبہ کرے تو ضرور قبول ہوتی ہے۔لیکن یہ واضح رہے کہ خدا پر کوئی چیز واجب نہیں۔انسان کے گناہ ہی اللہ تعالیٰ سے دوری اور حجاب کا سبب بنتے ہیں لیکن توبہ ان تمام حجابات کو اٹھا دینے والی چیز ہے۔

مندرجہ ذیل باتوں سے پتہ چل جاتا ہے کہ توبہ قبول ہوگئی۔

(۱) توبہ کے بعد اس کا آئینہ دل صاف ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھ کر سکون ومسرت محسوس کرتا ہے۔

(۲) فاسق اور فاجر کی صحبت سے الگ رہتا ہے اور ان سے متعلق نہیں ڈرتا اور نیک لوگوں سے میل جول رکھتا ہے۔

(۳) ہر طرح کے گناہوں سے بچتا ہے اور عبادت کرتا ہے۔

(۴) دنیا کی خوشی اس کے دل سے مٹ گئی ہے اور آخرت کا غم دل میں گھر کر گیا ہے۔

(۵) جس گناہ اور برائی سے توبہ کی۔ اس کی تلخی ہمیشہ کے لئے دل میں جم جائے۔ کیونکہ تجربہ شاہد ہے کہ گناہ کا مزہ شہد کا ہے لیکن تاثیر اس کی زہر کی ہے۔ اس جیسے انسان کم پائے جاتے ہیں۔ اس لئے بقول امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ توبہ کا وجود اور توبہ کرنے والے بھی کمیاب ہیں۔

(۶) ترک معصیت کے لئے آئندہ مجاہدہ میں شدت اختیار کرتا ہے۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جس قدر سوزش ندامت زیادہ ہوگی اس قدر گناہوں سے دور ہونے کی توقع بھی زیادہ ہوگی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بعض لوگ اپنے گناہ کی وجہ سے بھی جنت میں جائیں گے اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے گناہوں پر عمر بھر شرمندہ رہیں۔ یہاں تک کہ موت آجائے۔ جس کو یہ وہم ہو کہ توبہ درست صحیح ہو کر بھی قبول نہیں ہوتی وہ ایسا ہے جیسے کوئی یہ وہم کرے کہ آفتاب کے نکلنے سے اندھیرا نہیں جاتا۔ البتہ کوئی گناہ پے در پے کرتا ہے تو پھر زبان سے توبہ توبہ کہتے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ توبہ کے قبول ہونے میں شک محض اس وجہ سے ہوتا ہے کہ جو شرائط توبہ کے لئے ضروری ہیں ان کے متعلق شک ہوتا ہے کہ پوری ہوئیں یا نہیں اور سب شرطیں اکثر پوری نہیں ہوتیں۔ (بحوالہ: فضائل توبہ واستغفار)

جو چیز گناہ کا باعث بنے، اس سے کنارہ کشی بھی توبہ کی تکمیل میں داخل ہے

حضرت کعب بن مالکؓ کی جب غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے کی لغزش سے توبہ قبول ہوئی تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں اپنے تمام اموال واملاک سے دست بردار ہو جاؤں اور اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی راہ میں صدقہ

کر دوں (کیونکہ یہی ان کے لئے وبال جان بنی تھی) چنانچہ کچھ مال اہل عیال کے لئے چھوڑ کر باقی صدقہ فرمادیا جو حضور اکرم ﷺ نے قبول فرمایا۔ اسی طرح محرکات گناہ سے جہاں تک ممکن ہو سکے بچنا توبہ کے قبول ہونے کے لئے ضروری ہے تا کہ آئندہ اس گناہ سے محفوظ رہے۔

توبہ کرنے کے بعد گناہ کا ارتکاب

کسی گناہ سے پختہ توبہ کرنے کے بعد، اگر توبہ میں فتور آ جائے اور پھر گناہ کی طرف رجوع ہو جائے تو اس کی پہلی توبہ کا ثواب ملے گا۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں ایک ایسے بزرگ کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے ستر بار توبہ کی اور پھر گناہ کی طرف رجوع کیا یہاں تک کہ اکہترویں بار استقامت نصیب ہوئی۔ ایک اور بزرگ نے توبہ کی اور کچھ مدت تک اپنی توبہ پر قائم رہے پھر دل میں گناہ کی خواہش پیدا ہوئی اور خواہش کو پورا کیا۔ لیکن اب ندامت کے مارے اپنے شیخ کے نزدیک نہ جاتے تھے۔ ایک دن ان کے پاس چلے گئے تو انہوں نے نصیحت فرمائی تو پھر توبہ درست ہوگئی۔ کسی شخص نے گناہ سے توبہ کر کے پھر معصیت کی طرف رجوع کیا، پھر پشیمان ہوا تو اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگر بارگاہ الہیٰ میں واپس جاؤں تو میرا کیا حال ہوگا۔ ہاتف غیبی نے آواز دی کہ تو نے ہماری فرماں برداری کی تو ہم نے تجھے قبول کیا۔ پھر تم نے ہمارے حکم کو چھوڑا تو ہم نے تجھے مہلت دی پس اگر تو ہماری طرف واپس آ جائے تو ہم تجھے قبول کریں گے۔

حضرت رابعہ بصریؒ کا قول ہے کہ اگر بندہ خود بخود توبہ کرے تو پھر دوسری توبہ کی حاجت نہ رہے اور خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ بار بار توبہ کرنے سے قربت الہیٰ بڑھتی ہے۔

حج بیت اللہ کے موقع پر لوگ ملتزم کے ساتھ چمٹ کر اور رو رو کر گناہوں کی معافیاں مانگتے ہیں۔ لیکن کیا کبھی یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اس طرح معافیاں مانگنے والوں سے

پھر ساری عمر گناہ کا ارتکاب نہیں ہوا ہے ایسی صورت مشکل ہی سے نظر آتی ہے۔ پھر کیا یہ معافیاں مانگنا بہروپ ہی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ انسان کا اصل روپ ہے۔ بھول جانا انسان کی فطرت ہے۔ بھلا صاف ستھرا لباس پہننے والے کے کپڑے دھلنے کے بعد کبھی میلے نہیں ہوئے۔ یقیناً ہوتے ہیں۔ مگر پھر دہلائے جاتے ہیں۔ ہاں یہ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا کہ صاف ستھرا لباس پہن کر آدمی بڑے شوق سے غلاظت میں چھلانگ لگا دے بلکہ غلاظت سے بچنے کی انتہائی کوشش کے باوجود داغ دھبے نہ سہی گرد و غبار سے تو کوئی بچ ہی نہیں سکتا۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو جسم کے پسینے اور اندرونی میل کا اثر تو لباس پر ظاہر ہو کے ہی رہتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ گناہ کی کھلی چھٹی ہے۔ یہ تو خطا کے پتلوں کو مایوسی کا شکار ہونے سے بچانے کے لئے غفور الرحیم کی عفو و کرم اور بندہ نوازی کے اظہار کا ایک انداز ہے۔

مضمون نمبر......۸

ندامت ہی توبہ کی جان ہے

صرف زباں سے توبہ کرنا اور استغفر اللہ عادتاً کہتے رہنا بھی توبہ کے لئے مفید ہے لیکن زبان کے ساتھ دل سے توبہ کرنا تو نہایت ہی فائدہ مند ہے۔ اپنے کیے ہوئے گناہ پر شرمندہ ہونا اور افسوس کرنا، اور صادق نیت سے اللہ کا طالب رہنا ہی سچی توبہ اور استغفار ہے۔ جس کے فضائل کتاب اللہ اور احادیث کی رو سے بیاں کردئے گئے ہیں۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں کہ یہ دولت بغیر عزت اور خاموشی اور اکل حلال کے میسر نہیں آتی۔ باعتبار فطرت، دل بے روگ پیدا ہوتا ہے اس کی سلامتی گناہوں کی تاریکی سے جاتی رہتی ہے اور آتش ندامت اس کدورت کو جلادیتی ہے۔

آنحضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''الندم توبة'' نادم ہونا ہی توبہ ہے۔

معلوم ہوا کے حزن وندامت ہی توبہ کی جان ہے، یہ ایک ایسا قول ہے جس میں توبہ کی تمام شرائط موجود ہیں۔ کیونکہ توبہ کی ایک شرط تو مخالفت احکام الہیٰ پر افسوس کرنا ہے دوسری شرط لغزش کو فوراً چھوڑ دینا ہے۔ تیسری شرط معصیت کی طرف نہ لوٹنے کا قصد کرنا ہے اور یہ تینوں شرتیں ندامت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ کیوں کہ جب دل میں کئے ہوئے افعال بد پر ندامت پیدا ہوتی ہے تو باقی دو شرطیں اس کے ساتھ خود بخود آجاتی ہیں۔

ندامت سے مراد یہ ہے کہ اس بات پر دلی صدمہ ہو کہ گزشتہ عمر اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشا کے خلاف اور اس کے احکام کی نافرمانی میں گزاری۔ مثلاً ایک حبشی کا واقعہ ہے کہ جب اسے بتایا گیا کہ جس وقت وہ گناہ کرتا تھا اس وقت اللہ تعالیٰ بھی دیکھتا تھا تو اس پر ندامت اور خشیت الہیٰ کا اس قدر غلبہ ہوا کہ اس نے ایک نعرہ مارا اور مرگیا۔ الغرض ندامت کی

پہچان یہی ہے کہ دل نرم اور آنسو کثرت سے نکلیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو کیونکہ ان کے دل نرم ہوتے ہیں۔

ندامت کے وجوہات

گناہوں پر پشیمانی کے تین اسباب ہیں۔

(۱)...... جب عذاب الٰہی کا خوف دل پر غلبہ پاتا ہے۔ اور برے افعال پر دل میں غم پیدا ہوتا ہے۔

(۲)...... نعمت الٰہی کی خواہش دل پر غالب آجائے اور پختہ یقین کہ برے فعل اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے وہ نعمت حاصل نہیں ہو سکے گی۔

(۳)...... قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور تمام مخلوق کے سامنے اپنی بداعمالیوں کے بے نقاب ہونے کے تصور سے خائف ہو۔

ان میں سے پہلے کو تائب یعنی توبہ کرنے والا دوسرے کو منیب یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف انابت یا رجوع کرنے والا اور تیسرے کو تواب یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والا کہتے ہیں۔ جب کوئی شخص حسرت وندامت کی وجہ سے اپنی معصیت کو یاد کرے تو تائب ہوتا ہے اور جب کوئی شخص ارادہ کر کے گناہ کو یاد کرتا ہے تو گنہگار ہوتا ہے کیوں کہ گناہ کے کرنے میں اتنی حیرانی نہیں ہوتی جتنی کہ اس کا ارادہ کرنے میں۔

ندامت قرب الٰہی اور رحمتوں کی ضامن ہے

انسان کا اپنے تصور پر نادم، ہونے کی بجائے سرکش اور دلیر ہونا اخلاق حسنہ کی بنیادی اصولوں کے منافی ہی نہیں بلکہ کھلی بددیانتی اور دیدہ دلیری ہے۔ ایسے روش سے تو منطقی طور پر مفسدانہ نتائج مرتب ہو سکتے ہیں جیسے ابلیس کو اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کرنے پر پیش آئے تھے۔ ایسا طرز عمل تو انسان کو بھی راندہ درگاہ کر کے چھوڑے گا۔ اس کے برعکس عجز وانکسار اور تذلل ایک دن بندہ کو مقرب بنا دے گا۔ معلوم ہوا کہ اگر یہ ندامت

اور خشیت الہٰی کی سعادت کسی گنہگار کو نصیب ہو جائے تو اس پر قرب الٰہی کے سب رحمتوں اور برکتوں کی موسلہ دھار بارش کا نزول ہونے لگتا ہے۔ایسا شخص پھر اپنے رب کا شکر گذار بندہ بن کر صرف اپنے ذاتی اخلاق ومحاسن کے حصول کی فکر نہیں کرتا بلکہ وہ اپنے اردگرد کے ماحول کو بھی متاثر کرتا ہے۔پھولوں کی خوشبو سارے گلستان کو معطر کر دیتی ہے۔وہ نیکیوں کو پھیلاتا ہے اور برائیوں کو روکتا ہے اور بالآخر یہ عمل صالح اس کو فلاح و کامیابی کے بلند ترین مقام سے ہمکنار کر دیتا ہے۔

مصائب کا سبب ہمارے گناہ ہیں

یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ہمیں جو تکالیف اور پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں ان کا اگر تجزیہ کیا جائے تو ہم ضرور اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ ان کا سبب ہماری ہی کوئی کجروی اور بدعملی ہے۔

قرآن کریم سے بھی اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے۔چنانچہ سورۃ روم میں ارشاد ربانی ہے کہ:

"خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں تاکہ تا اللہ تعالیٰ ان کے اعمال بد کا مزہ ان کو چکھا دے تاکہ وہ باز آ جائیں۔" (الروم:۴۱)

اس آیت سے یہ بھی اشارہ ہوتا ہے کہ اگر مصائب وبلیات سے نجات حاصل کرنا ہو تو اس کا علاج بداعمالیوں اور گناہوں سے باز آنا ہے۔یعنی معصیت سے توبہ واستغفار کا مئوثر اور یقینی علاج ہے۔

(بحوالہ جستہ جستہ از اللہ میری توبہ)

مضمون نمبر......۹

توبہ کی برقراری کے لئے محاسبہ کی ضرورت ہے

توبہ کی برقراری کے لئے محاسبہ نفس کی ضرورت ہے۔محاسبہ کے ذریعے توبہ کو استقامت نصیب ہوتی ہے۔چنانچہ حضرت علیؓ نے فرمایا اس سے پہلے کہ تمہارا حساب کیا جائے تم اپنا محاسبہ کرلو اور اس سے پہلے کہ تمہارے اعمال کا وزن کیا جائے تم اپنے اعمال کو تول لیا کرو تم اللہ تعالی کی بڑی پیشی کے لئے اپنے آپ کو آراستہ کرو جب تم اس دن پیش ہو گے تو کوئی پوشیدہ بات تم سے چھپی ہوئی نہ رہے گی۔

بندہ حق کو یہ بات ذہن نشین کرنی چاہئے کہ اللہ تعالی نے اپنی رحمت سے دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں وہ خوب جانتا ہے کہ اس کے بندے غفلت میں مبتلا رہتے ہیں اس لئے اس نے انہیں نفسانی خواہشات اور دنیا کی غلامی سے بچانے کے لئے مختلف اوقات میں نمازیں فرض کی ہیں پانچ وقت نماز ایک ایسا سلسلہ ہے جو بندوں کو حق ربوبیت ادا کرنے کے لئے بندگی اور عبودیت کے مقامات پر جکڑ دیتا ہے اس طرح ہر شخص ایک نماز سے دوسری نماز تک محاسبہ کرتا رہتا ہے اور اپنے عمدہ محاسبہ کی بدولت شیطان کی گذرگاہوں کا انسداد کرتا ہے۔وہ اس وقت نماز شروع کرتا ہے جب کہ وہ اچھی طرح توبہ واستغفار کے ذریعے دل کی گرہیں کھول لے کیونکہ خلاف شرع ہر کلمہ اور ہر حرکت اس کے قلب میں ایک سیاہ داغ ڈال دیتی ہے اور اس میں ایک گرہ لگا دیتی ہے مگر محاسبہ کرنے والا نماز کے لئے اپنے باطن کو ضبط اعضاء وجوارح کے ذریعے آمادہ کرتا ہے اور مقام محاسبہ کو مستحکم کرتا ہے۔ جب وہ نماز پڑھتا ہے تو اس کا نور دوسری نماز تک اس کے وقت کے تمام اجزاء کو روشن کرتا ہے،اس طرح اس کی نماز اس کے اوقات سے منور رہتی ہے اور اس کے اوقات نماز کے نور سے روشن اور معمور رہتے ہیں۔

مضمون نمبر......۱۰

موت سے قبل توبہ میں صلحاء کا عمل

جو کوئی اپنے محاسن وعیوب کو صدق واخلاص کے ترازو میں نہ تولے وہ کامل مردوں کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا لہٰذا اعمال کی خامیوں کو ملاحظہ کرنا صحیح توبہ کے لئے ضروری ہے اور توبہ اس وقت تک درست نہیں ہوسکتی جب تک سچے دل سے مجاہدہ نہ کیا جائے سچے دل سے مجاہدہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ اس میں صبر پایا جائے۔ چنانچہ فضالہ بن عبیدؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مجاہد وہ ہے جو اپنی نفس سے جہاد کرے''۔ یہ مجاہدۂ نفس اسی وقت مکمل ہوسکتا ہے جب کہ صبر کیا جائے۔ بہترین صبر وہ ہے جو خدائی راہ میں اختیار کیا جائے یعنی ہمہ تن اسی کو لگن ہو اور وہ سچے دل سے مراقبہ کر کے برے تصورات کو دل سے نکال دے۔

سلف صالحین کے اعمال میں سے ایک یہ ہے کہ ہر مرض میں ان کے دل اس خوف سے گھبراتے کہ ان کی اجل کا آخری وقت ہو اور وہ توبہ بھی نہ کرسکیں اور نہ حقوق کی ادائیگی ہوسکے۔ پس وہ آخرت کی طرف نافرمان بن کر جائیں جیسے کہ وہ غلام جس نے اپنے آقا کے حرم میں بدکاری کی ہو اور اسے آقا کی حالت غضب اس کے سامنے پکڑ کر لے آئے۔

ایک مرتبہ حسان بن منانؒ بیمار ہوئے، ان کے دوست عیادت کو آئے اور حال دریافت کرنے لگے۔ انہوں نے کہا ''اگر جہنم کی آگ سے بچ جاؤں تو اچھا ہوں''۔ پھر انہوں نے دریافت کیا'' آپ کیا چاہتے ہیں؟'' انہوں نے کہا'' مرنے سے پہلے ایک لمبی رات مل جائے جس کو نماز اور استغفار ہی میں تمام کردوں۔''

مضمون نمبر......۱۱

استغفار کی فضیلت اور بارہ فوائد

سورۂ نوح میں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض انعامات کا ذکر کیا ہے جن کا وعدہ حضرت نوح علیہ السلام نے استغفار کی صورت میں اپنی قوم کے ساتھ کیا تھا، ظاہر ہے کہ یہ وعدہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کیونکہ اللہ کے نبی اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی بات نہیں کرتے، ارشاد ہوتا ہے ''اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے مغفرت طلب کرو وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے، وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لئے نہریں نکال دے گا۔''

سورہ نوح کی انہی آیات کی بناء پر بعض حضرات استغفار کو سارے مصائب، پریشانیوں مشکلات اور بیماریوں کا علاج بتاتے ہیں خواہ فقر و فاقہ اور اولاد سے محرومی ہی کیوں نہ ہو، خود نبی کریم ﷺ نے بھی استغفار کو تمام مشکلات کا حل بتلایا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا کوئی راستہ ہر غم اور پریشانی سے بچاؤ کی کوئی صورت نکالتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کے ملنے کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا'' ایک حدیث میں عجیب انداز میں رسول اللہ ﷺ نے استغفار کی تلقین کی ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ''اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تمہیں ختم کر دیتا اور ایسے لوگوں کو لے آتا جو گناہ کرتے پھر اللہ سے معافی مانگتے چنانچہ انہیں معاف کر دیا

جاتا'' معاذ اللہ! اس حدیث کا مقصد انسانوں کو گناہوں کی ترغیب دینا نہیں ہے بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ اس دنیائے رنگ و بو اور جہان لذت وشہوت میں ہر کسی سے گناہ ہوسکتا ہے، جس سے گناہ ہوجائے اسے چاہئے کہ وہ مایوس ہوکر نہ بیٹھ جائے بلکہ توبہ اور استغفار کے ذریعے اس گناہ کی نجاست سے اپنے آپ کو پاک کرے۔

یہاں یہ بات بھی یادرکھنے کی ہے کہ استغفار کے لئے گناہ کا ارتکاب ضروری نہیں، بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ یونہی استغفار کرتا رہے، دیکھا جائے تو ہمیں عبادت پر بھی استغفار کرنا چاہئے کیونکہ ہم سے عبادت کا حق ادا نہیں ہوتا، نماز ہی کو لے لیجئے کتنے لوگ ہیں جو نماز کے سارے ارکان وواجبات اور خشوع وخضوع کا اہتمام کرتے ہوئے نماز پڑھتے ہیں۔ بھری مسجد میں کوئی ایک نمازی بھی ایسا نظر آجائے تو غنیمت محسوس ہوتا ہے جبکہ ہمیں اس کے صرف ظاہری ارکان دکھائی دیتے ہیں، اس کے باطن کا حال اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ سے زیادہ معصوم اور اللہ کا زیادہ مقرب کون ہوسکتا ہے، اس کے باوجود آپ کثرت سے استغفار فرمایا کرتے تھے، حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم نے ایک ہی مجلس میں رسول اللہ ﷺ کو سو مرتبہ یہ کلمات کہتے ہوئے سنا (رب اغفرلی وتب علی انک انت التواب الرحیم) ''میرے پروردگار! مجھے معاف فرمادے، میری توبہ قبول فرما، یقیناً تو بہت توبہ قبول فرمانے والا اور بے حد مہربان ہے)

استغفار میں دنیا اور آخرت کے بے شمار فوائد پوشیدہ ہیں، اگر ہمیں وہ فوائد معلوم ہوجائیں تو ہم میں سے کوئی بھی استغفار سے محروم نہ رہے، ہم ذیل کی سطور میں ان میں سے چند فوائد بیان کرتے ہیں۔

۱...... استغفار کرنے والوں پر موسلا دھار بارش برستی ہے۔

۲...... استغفار کرنے والوں کے اموال اور اولاد میں برکت ہوتی ہے۔

۳......استغفار کرنے سے وہ وحشت ختم ہوجاتی ہے جو بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوتی ہے۔

۴......ایسے شخص سے جن اور انسانی شیاطین دور رہتے ہیں۔

۵......اسے ایمان اور عبادت وطاعت کی حلاوت اور لذت محسوس ہوتی ہے۔

۶......صاحب استغفار کو اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔

۷......اس کے دل میں دنیا بہت حقیر اور ذلیل ہوجاتی ہے۔

۸......عقل اور ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔

۹......اللہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کی توبہ سے خوش ہوتا ہے۔

۱۰......جب اس کا انتقال ہوتا ہے تو فرشتے رب تعالیٰ کی طرف سے اس کا بشارت کے ساتھ استقبال کرتے ہیں۔

۱۱......قیامت کے دن جب لوگ گرمی اور پسینے میں ہوں گے، صاحب استغفار عرش کے سائے تلے ہوگا۔

۱۲......جب لوگ حشر سے واپس پلٹیں گے تو یہ خوش نصیب اللہ کے اولیاء اور متقین کے ساتھ ہوگا۔ (بحوالہ درس قرآن)

مضمون نمبر......۱۲

احساسِ گناہ اور توبہ

امام غزالیؒ کی کتاب ''مکاشفہ القلوب'' میں اللہ، شیطان اور آدم کا ایک مکالمہ درج ہے ابلیس نے اللہ کو آواز دی کہ اے رب تو نے آدم کے سبب مجھے جنت سے نکال دیا اب مجھے ان پر مسلط کر، ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ تو مسلط ہے اس کی اولاد پر سوائے انبیاء کے ،ابلیس بولا اور تسلط دیجئے ،فرمایا ان کے ہاں ایک بچہ ہوگا تو تیرے ہاں دو، بولا اور تسلط دیجئے ،فرمایا ان کے سینے میں میرا مسکن ہوگا اور تو خون کی طرح ان کے بدن میں پھرے گا ابلیس بولا مزید دیں اللہ نے فرمایا تو ان پر اپنے پیادوں، چیلوں اور سواروں کے ساتھ مسلط ہو جایا کرے گا اور انہیں ہر غلط کام ،حرام اور بدعملی پر آمادہ کرے گا۔اب آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے باری تعالیٰ تو نے ابلیس کو میری اولاد پر مسلط کر دیا اب تیری مدد کے بغیر اس سے کیسے بچا جائے ارشاد ہوا تیرا ہاں جو بھی اولاد ہوگی اس کے ساتھ محافظ فرشتہ بھی ہوگا عرض کیا مزید عطا کیجئے ،ارشاد ہوا جب تک بنی آدم کی ارواح بدن میں ہونگی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوگا ،عرض کیا مزید عطا کیجئے ،ارشاد ہوا میں انہیں معاف کرتا رہوں گا چاہے جس قدر گناہ ہوں۔حضرت آدم نے فرمایا ہاں اب کافی ہے۔

غلطی ،کوتاہی اور لرزشیں تو انسانی فطرت کا حصہ ہیں کوئی فرد ایسا نہیں ہے جس سے کوئی غلطی نہ ہوگئی ہو۔ہم اپنی خطاؤں، گناہوں اور لرزشوں سے واقف ہوتے ہیں گناہ کا ارتکاب ہو جانا بڑی بات نہیں لیکن اس پر فخر کرنا انتہائی قابل مذمت فعل ہے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہر انسان خطا کار ہے اور خطا کاروں میں سب سے بہتر توبہ کرنے والے ہیں ۔لیکن ساتھ ہی ساتھ اللہ نے توبہ کرنے کے بعد دوبارہ غلطی کا ارتکاب کرنے سے اجتناب کا حکم دیا ہے فرمایا کہ جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی اور اللہ کی رسی کو مضبوطی

سے پکڑا اور خالص اللہ کے فرماں بردار ہو گئے تو ایسے لوگ مؤمنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ عنقریب مومنوں کو بڑا ثواب دے گا۔ (سورۃ نساء)

غلطیوں پر پشیمان ہونا، ماضی سے سبق حاصل کرنا اور خامیوں کی بنا پر اپنا احتساب کرنا ایک انتہائی مثبت خوبی ہے جو ہمارے کردار کی تطہیر کرتی ہے لیکن ہم میں سے اکثر کسی غلطی کی بنا پر خود کو ملامت کا شکار بنا لیتے ہیں اس طرح ہم گناہ پر پشیمان نہیں بلکہ اس کے احساس کو اپنے اوپر مسلط کر لیتے ہیں۔ اس احساس میں مبتلا ہونے کے بعد ہم اپنے ماضی کی خطاؤں سے ناطہ جوڑ لیتے ہیں اس طرح احساس گناہ ماضی کے حوالے سے ہمارے موجودہ وقت اور مستقبل کی تباہی ہے یہ ایک مرضیاتی کیفیت ہے جو ہماری زندگی کے ہر پہلو کو متاثر اور ذہنی نشو نما کے عمل کو مفلوج کر دیتی ہے احساس گناہ کا اظہار بے شمار ندامتوں اور معذرتوں کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے جو ہمیں شاہراہ حیات پر خوشیوں کی جانب بڑھنے نہیں دیتا۔

احساس گناہ سے نہ تو ہمارا ماضی تبدیل ہو سکتا ہے اور نہ ہی خامیوں کو دور کر کے بہتر انسان بننے کے عمل میں مدد مل سکتی ہے۔ تبدیلی کے لئے تو عملی اقدامات کرنے ہوتے ہیں۔ اللہ کے فرمان کو ہر وقت اپنے سامنے رکھیں ارشاد باری تعالیٰ ہے: جنہوں نے برے کام کئے پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے، کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار معاف کر دے گا وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورۃ اعراف)

ہمارے مذہب میں توبہ کا عمل احساس گناہ کو ختم کرنے کا واحد اعلیٰ ترین طریقہ ہے، یہ تمام شکوک سے بالاتر ہے کہ اللہ ہماری تمام لغزشوں سے واقف ہے آپ اپنی غلطی کو اور کوتاہی کو تسلیم کریں ان پر ندامت کا اظہار کریں آئندہ نہ کرنے کا عہد کریں اور یقین کریں کہ آپ کی توبہ قبول ہو گئی۔ اس کے بعد اس احساس کو خود سے علیحدہ کر لیں۔ قرآن میں اللہ نے خود ہی فرمایا ہے اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً انہیں اللہ یاد آ جاتا ہے اور وہ اس سے اپنے قصور کی

معافی چاہتے ہیں کیونکہ اللہ کے سوا کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہے۔ (سورۂ آل عمران ۱۳۶)

کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا ڈاکو تھا جس نے ایک دو نہیں بلکہ پورے ننانوے قتل کئے تھے۔ مخلوق خدا اس کے نام سے کانپتی تھی حکومت نے اسے زندہ یا مردہ پکڑنے کی صورت میں لاکھوں روپے کے انعامات مقرر کئے تھے۔ ایک روز اس ڈاکو کے دل میں اللہ کا خوف جاگزیں ہوا۔ سوچا کہ مرنے کے بعد میرا کیا حشر ہوگا؟ کانپتا ہوا اپنے زمانے کے ایک عابد و زاہد کے پاس گیا اور اسے اپنے بارے میں ساری تفصیل بتائی۔

''تم نے ننانوے قتل کئے ہیں اور اس کے بعد بھی یہ سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دیں گے''

''کیا ایسی کوئی بھی صورت نہیں کہ اللہ تعالیٰ میری غلطیوں کو معاف کر دے؟''

''نہیں ایسی کوئی بھی صورت نہیں۔''

ڈاکو نے اپنی تلوار اٹھائی اور کہا کہ ''جب دوزخ میرا مقدر ہو چکی ہو تو کیوں نہ تمہیں بھی قتل کر کے سو کی تعداد پوری کر لوں'' اور یہ کہہ کر اس نے اس عابد و زاہد کو بھی قتل کر دیا۔ کچھ دنوں بعد پھر اس کے دل میں وہی تڑپ پیدا ہوئی ''اے خدا مرنے کے بعد میرا کیا حشر ہوگا؟ میرے گناہوں کو معاف کر دے میں سچے دل سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں۔'' آخرت کے خوف و دہشت کے باعث اس کا جسم سوکھ کر کانٹا ہو گیا ہر وقت یہی خیال رہنے لگا کہ مجھ جیسے سو آدمیوں کے قاتل کی بخشش نہیں ہو سکتی میں دنیا کی معمولی سی آگ تو برداشت نہیں کر سکتا آخرت کی آگ کیسے برداشت کروں گا۔ دوبارہ ایک عالم زاہد کے پاس گیا اور اپنا پورا قصہ سنا کر درخواست کی کہ آیا اس کی نجات و بخشش کی کوئی صورت ممکن ہے یا نہیں۔

زاہد نے ''کہا بیشک اللہ تعالیٰ سچے دل سے گناہوں کی معافی مانگنے والے کو پسند فرماتے ہیں اور گناہ معاف کر کے ان کے درجات بھی بلند کرتے ہیں، پیغمبروں کے علاوہ دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں ہے جس سے گناہ سرزد نہ ہوتے ہوں لیکن اس کا یہ مطلب تو

نہیں کہ ہم اپنے کرتوتوں کی بنا پر اللہ کی رحمت سے ناامید ہو جائیں۔ اگر تمہیں حقیقتاً اپنے کئے پر ندامت ہے تو اس کا ثبوت پیش کرنے کے لئے اس بستی کو چھوڑ کر دوسرے شہر چلے جاؤ اور اپنی زندگی اللہ سے توبہ واستغفار کر کے گزار دو۔"

"بیشک مجھے اپنی غلطیوں اور گناہوں پر بے حد ندامت ہے" ڈاکو نے کہا" آپ کے حکم کے مطابق میں اپنے گھر جانے کے بجائے یہیں سے دوسری بستی کی جانب روانہ ہو جاتا ہوں۔ آپ بھی دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرما دے" بیچارے کو کیا معلوم تھا کہ اس کا آخری وقت آ گیا ہے۔ دوسرے شہر کے لئے تھوڑا سا راستہ طے کیا تھا کہ موت آ گئی۔ مرتے ہی عذاب وثواب کے فرشتے اس کی جانب دوڑے۔

عذاب کے فرشتوں کا کہنا تھا کہ اس شخص نے تمام زندگی گناہ کئے۔ خلق خدا کو لوٹا اور قتل کئے۔ اسے دوزخ میں جانا چاہئے ثواب کے فرشتے کہہ رہے تھے کہ اس نے آخری وقت میں توبہ کر لی تھی اور اب تائب ہو کر دوسرے شہر جا رہا تھا۔ اگر اسے مہلت ملتی تو اپنی بقیہ زندگی عبادت گزار بن کر گزار دیتا۔ اللہ تعالیٰ کا آخر میں یہ فیصلہ ہوا کہ راستہ ناپ لیا جائے۔ اگر یہ شخص اپنی بستی کی حد سے نکل کر دوسرے شہر میں داخل ہو چکا تھا تب تو اسے جنت میں لے جایا جائے گا اور اگر ابھی اپنی بستی کی حد ہی میں تھا تو اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ ڈاکو نے بہت تھوڑا فاصلہ طے کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ توبہ اتنی پسند آئی کہ جوں ہی یہ طے ہوا کہ بستی اور شہر کے درمیان فاصلہ ناپ لیا جائے اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ بستی کی جانب پھیل جائے اور شہر کی جانب سکڑ جائے۔ فاصلہ ناپا گیا اور ثواب کے فرشتے جیت گئے۔ یہ جیت ثواب کے فرشتوں کی جیت نہیں بلکہ سچی دل سے توبہ کرنے والے ایک گنہگار کی جیت تھی۔

توبہ کی معنی رجوع کرنے اور پلٹنے کے ہیں۔ بندے کی طرف سے توبہ کی معنی یہ ہیں کہ وہ سرکشی سے باز آ گیا اور طریقہ بندگی کی طرف لوٹ آیا اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ اپنے شرم سار بندے کی طرف رحمت کے ساتھ متوجہ ہو گیا اور پھر سے نظر عنایت اس کی طرف

مائل ہوگئی۔توبہ نفس کے اندر عذاب سے نجات اور اللہ کی مغفرت اور رضا سے بہرا ور ہونے کی امید پیدا کرتی ہے صرف توبہ ہی کے زریعے انسان اپنے احساس گناہ سے رہائی پاتا ہے ۔جب کوئی شخص گناہ کی زندگی میں مبتلا ہوجائے لیکن اس کے دل میں یہ خیال بھی پوشیدہ ہو کہ اللہ اس کو دیکھ رہا ہے اور ایک دن اسے اپنے مالک کے سامنے اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے تو یہ احساس ایک دن اس کو اپنے رب کے حضور توبہ واستغفار کرنے پر مجبور کردے گا۔وہ اپنی غلطی پر نادم ہوگا اور اپنی غلطیوں کی تلافی کرنا چاہے گا اللہ غفورالرحیم ہے مومن کا شعار یہ ہے کہ جب اس سے گناہ سرزد ہوجائے تو وہ فوری طور پر اپنے رب سے رجوع کرتا ہے شرمندگی اور ندامت کے آنسو بہا کر غلطیوں کا اقرار کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے اور ہمارا مہربان رب سچی توبہ کرنے سے بہت خوش ہوتا ہے استغفار گناہوں اور غلطیوں کا کامیاب علاج اور بہترین دوا ہے اس لئے اللہ نے ہمیشہ استغفار کا حکم دیا ہے ۔اے لوگو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو اور اسی کی طرف رجوع کرو۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ جسمانی طور پر مضبوط، مصائب وآلام اور آفات وآلام حوادث، زمانہ اور آزمائش سے مامون رہیں اور آپ کو ذہنی سکون، شرح صدر، جسمانی راحت، اطمینان قلب اور متاع حسنہ حاصل ہو تو استغفار کو اپنا شعار بنالیجئے ۔جس نے استغفار کی پابندی کی اللہ تعالیٰ اس کو ہر مشکل سے نجات اور ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ عطا کردیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ جس کا وہ گمان نہیں کرسکتا ہے ۔اللہ نے فرمایا کہ ’’اور یہ کہ تم اپنے رب سے معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ ایک مدت خاص تک تم کو اچھا سامان زندگی دے گا۔‘‘ (سورۃ ھود:۱۱:۳)

ہمیشہ دعا مانگتے رہیں، اے میرے رب میں نے غلطیوں برائیوں اور گناہوں کا ارتکاب کیا ہے ۔تیرے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی اور حدود سے تجاوز کیا ہے، اپنے نفس پر ظلم کیا ہے مجھے شیطان نے اپنی چالوں میں جکڑ لیا، خواہشات نے مجھے مغلوب بنالیا اور نفس امارہ نے مجھے دھوکے میں ڈالا میں تیرے حلم، عفوودرگزر، بے پایاں رحمت پر اعتماد کرکے یہ

سب کچھ کرتا رہا ہوں اب میں تیرے حضور نہایت ہی شرمند ہو کر معافی کا طلب گار ہوں اے اللہ! مجھے معاف کر دے میری غلطیوں کو درگزر فرما اور میرے ساتھ نرمی کا معاملہ کر تیرے سوا میرا کوئی رب نہیں ہے اور میں تیری ہی بندگی کرتا ہوں۔

(بحوالہ کون دل کی زبان سمجھتا ہے)

سچی توبہ اور معافی

اللہ تعالیٰ ہماری سچی توبہ اور معافی کو قبول فرما لیتے ہیں۔توبہ کیا ہے؟ لوٹ کر جانا۔ کہاں سے؟ برائی کے راستے سے۔کس طرف لوٹنا؟ نیکی کے راستے کی طرف۔

یو۔ٹرن تو آپ کبھی بناتے ہوں گے جب غلط راستہ لے لیتے ہیں۔تو جناب یہ توبہ بھی ایک طرح سے یو۔ٹرن ہی ہے۔زندگی کے اس سفر کی نہ جانے کب شام ہو جائے نہ جانے کب اس کا اختتام ہو جائے ،اس لئے اس سفر کو زیادہ سے زیادہ خوشگوار بنانے کی کوشش کیجئے۔اور یہ اسی صورت میں مزید اور خوشگوار ہو گا جب جب آپ صراط مستقیم پر ہوں گے۔دلی سکون دلی راحت اور چین صرف اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے رحمانی راستے کی طرف چلنے سے ملتا ہے ورنہ شیطانی راستے تو دنیا میں بہت ہیں،ان پر خود چل کر دیکھ لیجئے ۔وقتی خوشی تو شاید مل جائے لیکن دلی سکون دلی خوشی نہ مل پائے گی۔یہ صرف صراط مستقیم ،رحمانی راستے پر چلنے سے ملتی ہے۔اس لئے پلیز یو۔ٹرن بنا لیجئے۔جو افراد بھی زندگی کے سفر میں غلط یوٹرن لے چکے ہیں وہ لوٹ جائیں توبہ کر لیں۔سچی توبہ کر کے اپنی زندگی کی گاڑی کو رحمانی راستے پر ڈال لیں اور اس راستے پر رفتار خوب تیز کر لیں چاہے اس راستے پر ایک دوسرے سے ریس بھی لگا لیں تو کوئی حرج نہیں۔یہاں کوئی پولیس آپ کو ٹکٹ دینے کی جرات نہ کر پائے گی بلکہ آپ اس نیکی کے راستے پر دوڑنا اور ریس لگانا سیکھئے کہ نیکی کے راستے کی دوڑ اور مسابقت اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

جب دنیا کے لئے بندے حرص و ہوس کی دوڑ لگاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو سخت نا

پسند ہوتے ہیں لیکن جب نیکیوں کے لئے ،اللہ کی خوشنودی کے لئے دوڑ لگاتے ہیں ،مقابلہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ محبوب بندے بن جاتے ہیں۔اور ہمارا محبوب ہمارا اللہ کس قدر غفور الرحیم ہے کہ ہماری توبہ کو قبول کر کے ہمارے گناہوں کا نام تک مٹا دیتا ہے ۔ہمارے رجسٹر کو ہمارے گناہوں سے پاک کر کے اس میں نیکیوں کا اندراج کر دیتا ہے جو ابھی ہم نے کی بھی نہیں ہیں۔ہم نے جن کا ارادہ کیا ہوتا ہے اور صرف توبہ کے صلے میں اللہ تعالیٰ ہماری برائیاں مٹا کر نیکیاں لکھوا دیتا ہے۔

اور ہم بندے کیا کرتے ہیں جب کوئی ہمارے ساتھ زیادتی کرتا ہے پھر شرمندہ ہو کر معافی مانگتا ہے۔ہم پہلے تو کسی طرح معاف کرنے پر تیار نہیں ہوتے کہ کیوں بھئی ہم اس بندے کو کیوں معاف کریں اس نے تو ہمارا دل دکھایا ،ہمیں ،ڈپریشن میں مبتلا کیا ،ہمارا B.P. کرایا ہے،ہمیں اس کی وجہ ایمرجنسی میں جانا پڑ گیا۔ہسپتالوں کے اتنے لمبے لمبے بل آ گئے ،ہم کس طرح اسے معاف کر دیں۔نہیں ،ہر گز نہیں !ہم اتنی آسانی سے معاف کرنے والے نہیں ،ہم ضرور ناراض رہ کر اسے سزا دیں گے اور اللہ تعالیٰ سے بھی ضرور سزائیں دلوائیں گے۔

پھر خود کو سمجھاتے ہیں۔آخرت سے اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہیں کہ دیکھو ہم بھی تو کتنے گناہ کرتے ہیں۔آخر اللہ تعالیٰ بھی تو ہمیں معاف کر دیتے ہیں پھر ہم کون ہوتے ہیں اللہ کے پیارے بندوں کو معاف نہ کرنے والے! پھر اس مکالمے کے بعد کچھ شرمندگی ہوتی ہے اور ہم نہ چاہتے ہوئے بھی معاف کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں لیکن فوراً اپنی ڈائری نکال کر سارے واقعات تحریر کر لیتے ہیں کہ شاید وقت آنے پر مجرم کو دکھانے پڑیں کہ اے میرے مجرم! فلاں فلاں وقت تم نے مجھے یہ کہا تھا اور میرے ساتھ یہ زیادتیاں کی تھیں۔

آپ خود اپنے انصاف سے بتایئے کہ آپ ایسا نہیں کرتے ؟ دوسروں کے قصور لکھ کر رکھ لیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی طرح اعمال نامے سے مٹاتے نہیں۔اور جو لوگ لکھنے کی زحمت گوارہ نہیں کرتے ،وہ اپنے ذہن ،اپنے دل پر سب کی زیادتیاں لکھ لیتے ہیں جو ڈائری

میں لکھ لینے سے زیادہ خطرناک ہے۔

خطائیں ڈائری میں لکھیں یا اپنے دل پر لکھیں؟

میرے خیال میں اگر بغیر لکھے آپ کو تسلی نہیں ہوتی تو بیشک سب کی خطائیں ڈائری میں لکھ ڈالیں لیکن پھر اس ڈائری کو دوبارہ کبھی نہ پڑھیں ورنہ

یاد ماضی

یاد ماضی عذاب بنے گا
سب کی زیادتیوں کا
سب کی جفاؤں کا دہرا عذاب ملے گا
سب کچھ پڑھنے سے ''بہت کچھ'' یاد آ جائے گا
حال میں رہ کر آپ
اپنے تلخ ماضی میں جا پہنچیں گے
ماضی کی تکلیف بھلا کر
آپ حال میں گم تھے
خوش تھے اور مگن تھے
دوبارہ افسردہ اور دل شکستہ ہو جائیں گے
اس آبلہ پائی سے نجات پائی تھی
بڑی مشکل سے
پھر کیوں ماضی میں جانا چاہیں گے
یاد ماضی عذاب ہے یارب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا
پھر یہ دعا مانگنا چاہیں گے

مصیبت تو یہ ہے کہ خواتین کا حافظہ بہت تیز ہوتا ہے۔ ویسے تو اکثر باتیں بھول جاتی

ہیں لیکن دوسروں کی زیادتیاں کبھی نہیں بھولتیں ۔ وہ سب خوب یاد رکھتی ہیں چاہے ڈائری میں لکھی ہوں یا نہ لکھی ہوں، دل پر جو لکھ کر رکھ لیتی ہیں ۔ اور معصوم انجام اور بے خبر خواتین یہ نہیں جانتی کہ اس طرح وہ اپنے دل کو روگ لگا رہی ہیں ۔ بہتر تو یہ ہے کہ سب کچھ بھول جائیں ۔ سب کو معاف کردیں اور اپنے دل کو صاف کرلیں ۔ ذہن کو پرسکون کرلیں اور خوش باش مطمئن ہوجائیں کہ رات گئی بات گئی ۔

(بحوالہ چیدہ چیدہ از خوشیوں کا سفر ڈپریشن کے بعد)

ساتواں باب

توبہ سے متعلق اکابرینِ اسلام کے زرّیں اقوال

اکابر بزگانِ دین کے پرحکمت اقوال میں بڑی نصیحت اور دانائی کے موتی ہوتے ہیں، جن پر عمل پیرا ہوکر معرفت حق حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ توبہ کے متعلق اکابریں دین کے کچھ اقوال مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول

حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ گناہ پر نادم ہونا انہیں مٹا دیتا ہے اور نیکیوں پر مغرور ہونا انہیں برباد کردیتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے توبہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ خدا سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ جب خدا سے ڈروگے تو اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں سے بچادے گا اور جب لوگوں سے ڈروگے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہاری کچھ پیش نہ جائے گی۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا قول

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا کہ جو فاسقوں کے ساتھ نشت و برخاست کرتا ہے، وہ گناہ پر دلیر ہوجاتا ہے اور اسے توبہ کرنے کی توفیق نہیں رہتی۔

حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا قول

حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ توبہ کے چار ستون ہیں۔

(۱) زبان سے معافی کا طالب ہونا۔

(۲) دل سے پشیمان ہونا۔

(۳) اعضاء کو گناہ سے روکنا۔

(۴) یہ نیت رکھنا کہ آئندہ ایسا گناہ نہیں کروں گا۔

اور یہ بھی فرمایا کہ توبۃ النصوح یہ ہے کہ توبہ کرے اور جس گناہ سے توبہ کی ہے اس کی طرف پھر نہ لوٹے۔

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کا قول

آپ نے فرمایا کہ صرف زبان سے توبہ کرنا جھوٹوں کا شیوہ ہے۔ اگر خود بخود توبہ کریں تو پھر دوسری توبہ کی حاجت نہیں رہتی۔ ایک اور جگہ پر فرماتی ہیں کہ میرے استغفر اللہ کہنے میں جو عدم خلوص پایا جاتا ہے اس سے میں استغفار کرتی ہوں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ کا قول

عام لوگ گناہ سے اور خواص غفلت سے توبہ کرتے ہیں۔ اور انبیاء کی توبہ اس سے ہوتی ہے کہ وہ دیکھتے ہیں کہ جو مرتبہ اوروں نے حاصل کیا ہے یہ اسے حاصل کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عوام سے ظاہر کے متعلق سوال ہوگا۔ اور خواص سے اعمال کی حقیقت کے متعلق باز پرس ہوگی، کیونکہ غفلت عوام کے لئے رکاوٹ اور خواص کے لئے حجاب ہوتی ہے۔

ایک اور جگہ پر آپ فرماتے ہیں کہ گناہوں کو چھوڑے بغیر توبہ کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمین اپنے وسعت کے باوجود تجھ پر تنگ ہو جائے۔ یہاں تک کہ تیرے لئے فرار کی راہ باقی نہ رہے۔ اس کے بعد تیری جان تجھ پر تنگ ہو جائے۔

حضرت حبیب بن ابی رحمتہ اللہ علیہ کا قول

قیامت کے دن آدمی پر اس کے گناہ پیش کئے جائیں گے۔ جو خطا اس کے سامنے

آئے گی۔ اس پر یہی کہے گا کہ میں اسی سے ڈرا کرتا تھا۔ چنانچہ اس کا قصور اس سے معاف کر دیا جائے گا۔

حضرت ابوالحسن بوشلجی رحمتہ اللہ علیہ کا قول

ان کا قول ہے کہ اگر گناہ کی یاد میں لذت نہ رہے تو یہ توبہ ہے۔ گناہ کی یاد یا تو ندامت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یا دلی خواہش کی وجہ سے۔ جب ندامت کی وجہ سے ہو تو انسان تائب ہوتا ہے جب ارادے سے یاد آئے تو گناہ ہے۔ گناہ کا مرتکب ہونے میں وہ آفت نہیں جو اس کے ارادت میں ہے۔ کیونکہ ارتکاب تو ایک بار ہو چکا ہے مگر ارادت مستقل طور پر دل میں جاگزیں رہتی ہے۔ گھڑی بھر جسم سے گناہ کرنا اتنا سنگین نہیں جتنا کہ رات دن ارادت گناہ میں منہمک رہنا سنگین ہے۔

شیخ سوسی رحمتہ اللہ علیہ کا قول

آپ سے توبہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا توبہ ہر اس چیز سے کی جاتی ہے جس کی علم نے مذمت کی ہو۔ اور جس کی چیز کی علم نے تعریف کی ہو اس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ یہ تعریف ظاہر و باطن دونوں میں شامل ہے اور اس کا تعلق اس شخص سے ہے جسے علم کامل عطا کیا گیا ہو۔ چنانچہ علم کے سامنے جہالت اس طرح غائب ہو جاتی ہے جیسے طلوع آفتاب سے رات غائب ہو جاتی ہے۔

حضرت ابراہیم دقاق رحمتہ اللہ علیہ کا قول

آپ فرماتے ہیں توبہ یہ ہے کہ جس طرح تو پہلے اللہ کی طرف پشت کئے ہوئے تھا اور ادھر توجہ نہیں دیتا تھا۔ اب تو ہمہ تن توجہ بن جائے اور پھر اس کی طرف پشت نہ کرے۔

حضرت لقمان رحمتہ اللہ علیہ کا قول

جو رحم کرتا ہے اس پر رحم ہوتا ہے۔ جو چپ رہتا ہے وہ سلامت رہتا ہے۔ جو اچھی بات کہتا ہے وہ غنیمت پاتا ہے۔ جو بری بات کہتا ہے وہ گنہگار ہوتا ہے اور جو اپنی زبان نہیں

روکتا وہ ندامت اٹھاتا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ کا قول

اچھے آدمی کی ضرورت اسی لئے ہے کہ بھول چوک آدمی کو ہی کام ہے اور سب انسان انسان نہیں ہوتے۔ انسان گزر گئے اور بھوت رہ گئے۔ ان کو انسان کیسے جانیں جو آدمیوں کی ہتک کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں تین چیزوں میں مخفی رکھی ہیں۔ اول اپنی رضامندی کو اپنی طاعت میں۔ پس کسی طاعت کو حقیر مت جانو۔ شاید خدا کی رضامندی اسی میں ہو۔ دوم اپنے غضب کو معاصی میں۔ اس لئے کسی گناہ کو چھوٹا مت سمجھو، شاید اس کا غضب اسی میں ہو۔ سوم اپنی ولایت کو بندوں میں مخفی کر رکھا ہے لہٰذا اپنے بندوں میں سے کسی کو حقیر مت سمجھو۔ شاید اللہ کا ولی ہو۔

شیخ ابوالحسن رضوی رحمتہ اللہ علیہ کا قول

آپ کا قول ہے کہ توبہ یہ ہے کہ تم خدا کی یاد سے باہر ہر چیز کی یاد سے توبہ کرلو اور اس کے سوا تمہارے دل میں کوئی چیز نہ رہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ کا قول

حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم اپنی ذات کے خود وصی بنو۔ اور دوسرے لوگوں کو اپنے لئے وصی نہ بناؤ جب کہ خود تم نے اپنی زندگی میں اپنی نفس کی وصیت ضائع کر دی تو پھر تم ان دوسروں کو اس بات پر کس طرح برا کہہ سکتے ہو کہ انہوں نے تمہاری وصیت رائیگاں اور ضائع کر دی ہے۔

حضرت ابوعلی دقاق رحمتہ اللہ علیہ کا قول

آپ نے فرمایا کہ توبہ کے تین درجے ہیں۔

(۱) توبہ (۲) انابت (۳) اوبت

توبہ ابتدائی درجہ ہے۔ درمیانی درجہ انابت اور آخری یا انتہائی درجہ اوبت ہے۔ جس نے عذاب الہیٰ کے خوف سے توبہ کی وہ صاحب توبہ ہے۔ جس نے ثواب کے خاطر یا عذاب سے بچنے کے لئے توبہ کی وہ صاحب انابت ہے اور جس نے محض اللہ کے حکم کی تعمیل میں توبہ کی، ثواب کی امید اور عذاب سے بچنے کے اندیشہ سے نہیں وہ صاحب اوبت ہے۔ انابت اولیائے مقربین کی صفت ہے، اوبت انبیاء ومرسلینؑ کی صفت ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کا قول

آپ نے فرمایا کہ توبہ تین معانی پر حاوی ہے۔

(۱) گناہ پر پشیمانی۔

(۲) جس چیز کو اللہ نے منع فرمایا اس چیز کو دوبارہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ۔

(۳) حقوق انسانی کو ادا کرنے کی کوشش۔

ایک اور مرتبہ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پہنچا تو میں نے ان کا رنگ پریدہ پایا۔ میں نے وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ ایک جوان نے مجھ سے توبہ کے بارے میں دریافت کیا میں نے اس کو بتایا کہ توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہ کو نہ بھولے۔ وہ نوجوان مجھ سے جھگڑنے لگا اور کہا کہ توبہ یہ ہے کہ اپنے گناہوں کو بھلا دے۔ میں نے کہا کہ میرے نزدیک تو توبہ کے یہی معنی ہیں جو اس جوان نے بتائیں ہیں۔ حضرت سری سقطی نے پوچھا کیوں، یہ معنی کیوں کر رہے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ میں کہتا ہوں کہ جب میں رنج وعلم کے عالم میں ہوتا ہوں تو وہ مجھے آرام وراحت کی حالت میں لے جاتا ہے۔ اور آرام وراحت کی حالت میں رنج والم کو یاد کرنا ظلم ہے۔ یہ سن کر وہ خاموش ہوگئے۔

حضرت ابوالحسن شاذلی رحمتہ اللہ علیہ کا قول

خواہ تم سے کوئی گناہ سرزد ہو یا نہ ہو پھر بھی ہمیشہ استغفار کیا کرو۔ مومنوں کی جماعت

کو نہ چھوڑ و گو یا وہ گنہگار اور بدکار ہی کیوں نہ ہوں۔

حضرت ابوسعید رحمتہ اللہ علیہ کا قول

حضرت ابوسعید نے وصیت کی کہ خدا کا خوف اپنے اوپر لازم کر، کہ ہر ایک چیز کی خیر یہی ہے اور جہاد کرنا اپنے اور پر لازم کر کہ اسلام میں رہبانیت اسی کو کہتے ہیں اور قرآن مجید کو ہمیشہ پڑھا کر، کہ وہ تیرے لئے زمین والوں میں نور ہوگا اور آسمان والوں میں تیری یاد رہے گی اور بہتر بات کے سوا سکوت اختیار کر کہ اس کے باعث شیطان پر غالب آجائے گا۔

حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کا قول

انسان کو چاہئے کہ جس چیز سے توبہ کرے، اسے ہمیشہ اپنا دشمن جانے۔ جب تک بندے کے ساتھ خواہشوں میں سے کوئی خواہش رہے گی۔ وہ ہرگز اللہ تعالیٰ تک نہ پہنچے گا۔

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کا قول

راہ سلوک میں قدم رکھنے کے لئے ذکر وفکر کی ضرورت ہے اور ذکر وفکر کے لئے پہلی شرط توبہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن محمد بن علی رحمتہ اللہ علیہ کا قول

حضرت نے فرمایا کہ توبہ کرنے والا تو اپنی لغزشوں سے توبہ کرتا ہے۔ ایک تائب غفلت سے توبہ کرتا ہے، ایک توبہ کرنے والا نیکیوں کے دیکھنے سے توبہ کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان تینوں میں بہت فرق ہے۔

حضرت ابوبکر واسطی رحمتہ اللہ علیہ کا قول

آپ نے فرمایا کہ توبہ یہ ہے کہ تائب کے ظاہر و باطن میں معصیت کا شائبہ باقی نہ رہے۔ جس کی توبہ خالص ہوتی ہے وہ پرواہ نہیں کرتا کہ توبہ کے بعد اس کی شام کیسی گزری۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمتہ اللہ علیہ کا قول

آپ نے مناجات میں کہا کہ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میں نے توبہ کی ہے، نہ یہ کہتا ہوں کہ اب ایسا نہیں کروں گا کیونکہ میں اپنی سرشت کو پہچانتا ہوں اور نہ میں اس کی ضمانت دے سکتا ہوں کہ آئندہ گناہ نہیں کروں گا کیونکہ میں اپنی کمزوریوں کو جانتا ہوں، پھر بھی میں کہتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا کیونکہ شاید میں دوبارہ ایسا کرنے سے پہلے مر جاؤں۔ ایک اور جگہ آپ نے فرمایا کہ توبہ کے بعد کا ایک گناہ توبہ سے پہلے کے تہتر گناہوں سے بدتر ہے۔

حضرت ابن عطار رحمتہ اللہ علیہ کا قول

حضرت ابن عطاؒ نے فرمایا کہ توبہ دو طرح کی ہے توبہ انابت اور توبہ استجابت۔ توبہ انابت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے توبہ کرے، توبہ استجابت یہ ہے کہ بندہ اللہ کے لطف و کرم سے حیا کرتے ہوئے توبہ کر لے۔

حضرت ابوعمر الظائی رحمتہ اللہ علیہ کا قول

آپ نے فرمایا کہ ایک روز ایک وزیر ایک عظیم لشکر کے ساتھ جا رہا تھا۔ عوام پوچھنے لگی کہ یہ کون ہے؟ سر راہ کھڑی ہوئی ایک ضعیفہ نے کہا کہ کیا تم یہ پوچھتے ہو کہ یہ کون ہے یہ ایک بندہ ہے۔ جو خدا کی نظروں سے گر گیا ہے اور خدا نے اس کو دنیا میں مبتلا کر دیا ہے جس میں تم جا رہے ہو۔ ضعیفہ کی یہ بات اس وزیر نے سن لی، گھر واپس جا کر انہوں نے وزارت سے استعفا دے دیا اور مکہ مکرمہ میں پہنچ کر مقیم ہو گئے۔

شیخ رویم رحمتہ اللہ علیہ کا قول

آپ فرماتے ہیں کہ توبہ کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ توبہ سے توبہ کی جائے۔

شیخ حسن المغازلی رحمتہ اللہ علیہ کا قول

آپ فرماتے ہیں کہ توبہ انابت یہ ہے کہ تم اللہ سے اس لئے ڈرو کہ وہ تم پر قادر ہے۔ کسی نے کہا کہ توبہ استجابت کیا ہے؟ فرمایا وہ یہ ہے کہ تم اللہ سے اس لئے شرماؤ کہ وہ تم سے قریب ہے۔ یہی وہ توبہ ہے کہ اگر وہ کسی بندہ حق کے دل میں جاگزیں ہو جائے تو وہ نماز میں بھی اللہ کے ذکر کے علاوہ ہر تصور اور وسوسہ سے توبہ استغفار کرے۔

ابو علی شفیق بن ابراہیم الازمی رحمتہ اللہ علیہ کا قول

آپ کے زمانے میں ایک سال بلخ میں سخت قحط پڑا لوگ ایک دوسرے کو کھا رہے تھے۔ اس عالم مصیبت میں آپ نے دیکھا کہ ایک نوجوان سر باز ناچ رہا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم کیوں ناچ رہے ہو، تمام خلقت مصیبت میں مبتلا ہے تمہیں اپنی روش پر شرم آنی چاہئے؟ نوجوان نے جواب دیا مجھے کوئی غم نہیں، میرا مالک ایک پورے گاؤں کا مالک ہے اور وہ میری روزی کا کفیل ہے۔ آپ نے چلا کر کہا، خدایا یہ نوجوان اس بات پر مطمئن ہے کہ اس کا مالک پورے گاؤں کا مالک ہے۔ تو شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے اور روزی کا وعدہ کر چکا ہے پھر ہم بدنصیب اپنے آپ کو رنج و مصیبت میں مبتلا سمجھتے ہیں۔ پھر آپ نے توبہ کر کے راہ حق کو اختیار کر لیا۔

ایک بزرگ کا قول

ایک بزرگ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے پس جو شخص دوسرے پر ظلم کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت میں پہل کرے گا۔ ایک اور قول ہے کہ جو شخص گناہ سے توبہ کر کے سات برس تک پکارہے تو پھر کبھی اس سے وہ گناہ نہ ہوگا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی القاسم رحمتہ اللہ علیہ کا قول

مسلمان کا توبہ کرنا ایسا ہے جیسا اسلام کے بعد اسلام لانا۔

ایک اور بزرگ کا قول ہے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ اللہ جل شانہ میری مغفرت

کب کرتا ہے لوگوں نے پوچھا کب؟ فرمایا جب مجھے توبہ کی توفیق دیتا ہے۔

حضرت ابوحفص حدادی رحمتہ اللہ علیہ کا قول

آپ فرماتے ہیں کہ توبہ میں بندے کا اپنا کچھ اختیار نہیں ہوتا کیونکہ توبہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے بندے کی طرف سے نہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی اپنی کوشش کا نتیجہ نہ ہو بلکہ حق تعالیٰ کی عطا ہو۔

آپ توبہ کی منزل پر اس طرح پہنچے کہ آپ ایک لڑکی کی محبت میں مبتلا تھے اور اپنے دوستوں کے مشورے کے مطابق نیشاپور کے ایک یہودی سے مدد کے طالب ہوئے۔ یہودی نے کہا کہ چالیس دن تک نماز اور دعا کو ترک کرو، کوئی نیکی کا کام نہ کرو۔پھر میرے پاس آؤ۔میں کچھ ایسا انتظام کروں گا کہ محبوب تمہارے قدموں میں آ کر گرے گا۔ابوحفص نے یہودی کی ہدایت پر عمل کیا اور چالیس دن کے بعد پھر اس کے پاس پہنچے۔اس نے حسب وعدہ ایک نقش دیا مگر یہ بالکل بے اثر ثابت ہوا، یہودی نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان چالیس دنوں میں تم نے ضرور کوئی نیک کام کیا ہے۔

سوچو، ابوحفص نے جواب دیا کوئی ایسا کام نہیں کیا سوائے اس چیز کے کہ راستے میں ایک چھوٹا سا پتھر پڑا ہوا تھا وہ میں نے پرے ہٹا دیا، تاکہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے، یہودی نے کہا اس خدا کی خلاف ورزی نہ کرو جس نے تمہاری اتنی سی نیکی کو ضائع نہیں ہونے دیا۔حالانکہ تم متواتر چالیس روز تک اس کے احکام سے روگرداں رہے ہو، ابوحفص نے توبہ کی اور یہودی مسلمان ہو گیا۔

حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ کا قول

حضرت مالک بن دینار خواجہ حسن بصریؒ کے مصاحب تھے، ان کی توبہ کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک رات کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول

تھے۔ جب سو گئے تو ایک ساز سے آواز آئی، اے مالک! تجھے کیا ہو گیا۔ کیوں توبہ نہیں کرتا؟ مالک بن دینار نے سب کچھ ترک کر دیا اور خواجہ حسن بصریؒ کے پاس آئے اور سچے دل سے توبہ کی اور بلند مقام پایا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک المروزیؒ کا قول

حضرت عبداللہ بن مبارک المروزیؒ بزرگ مشائخ میں گزرے ہیں، انہوں نے توبہ اس طرح کی کہ وہ ایک کنیز پر عاشق ہو گئے، ایک رات وہ رندوں کی صحبت سے اٹھے اور ایک ساتھی کو ہمراہ لیکر معشوقہ کی دیوار کے نیچے جا کھڑے ہوئے۔ وہ چھت پر آ گئی اور دونوں صبح تک ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ صبح کی اذان ہوئی تو عبداللہ سمجھے کہ شاید عشاء کی آذان ہے۔ جب سورج نکلا ہوا دیکھا تو معلوم ہوا کہ تمام رات دیدار میں غرق رہے۔ طبیعت کو بہت قلق ہوا، دل ہی دل میں کہا کہ اے ابن مبارک! تجھے شرم آنی چاہئے۔ ساری رات خواہش نفسانی میں کھڑا رہا، کرامات کا بھی طالب ہے۔ چنانچہ انہوں نے اللہ کے حضور توبہ کی اور بعد میں علم اور طب میں مشغول ہو کر بلند مقام پایا۔

حضرت ابوعمرو بن نجید اور ابوعثمان کا قول

کہا جاتا ہے کہ ابوعمرو بن نجید ابتداء میں ابوعثمان کی مجلس میں آیا کرتے تھے۔ ان کے کلام کا ان کے دل پر اثر ہوا اور ابوعمرو نے توبہ کر لی۔ پھر ان سے دوستی ہو گئی۔ اب جب ابوعثمان کو دیکھتے تو دور بھاگتے اور ان کی مجلس میں بھی نہ جاتے۔ ایک بار ابوعثمان سامنے سے آ نکلے۔ ابوعمرو راستہ سے ہٹ کر دوسرے راستے پر ہو لئے۔ ابوعثمان نے ان کا پیچھا کیا۔ وہ ان کے پیچھے چلتے رہے یہاں تک کہ ان کو پالیا، کہا بیٹا! جو شخص تجھ سے صرف اس صورت میں محبت کرتا ہے جب تو معصوم ہو تو ان کی صحبت میں نہ رہے۔ ابوعثمان تجھ کو اس حالت میں نفع پہنچا سکتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ابوعمرو بن نجید نے توبہ کی اور ان کے مرید ہو گئے اور اس پر قائم رہے۔ (بحوالہ: اللہ میری توبہ)

بشر الحافیؒ کا قول

ایمان کے بعد سب سے پہلی چیز توبہ ہے مگر صحیح توبہ کے ابتدائی مرحلوں پر چند روحانی احوال کی ضرورت ہوتی ہے، اگر وہ درست رہیں تو توبہ میں استقامت نصیب ہوتی ہے لہٰذا توبہ سے پہلے ملامت کرنے والے ضمیر کا ہونا ضروری ہے۔ یہ ضمیر روحانی حال اور فیض خداوندی کا نتیجہ ہے۔ زجر و ملامت کی حالت توبہ کی کنجی اور اس کا آغاز ہے۔

ایک آدمی نے بشر الحافی سے پوچھا ''کیا بات ہے کہ میں تمہیں غمگین دیکھتا ہوں'' انہوں نے فرمایا ''اس کی وجہ یہ ہے کہ میں بھٹکا ہوا ہوں۔ راستے میں بھٹک گیا ہوں اور اس کی تلاش میں ہوں اگر یہ معلوم ہوتا کہ منزل مقصود کا راستہ کدھر ہے تو میں اسے تلاش کرتا مگر مجھ پر ایسا خواب غفلت طاری ہے کہ اس سے کوئی چھٹکارا نہیں۔ البتہ اگر مجھے زجز و ملامت کی جاتی تو مجھ پر اس کا اثر ہوتا۔''

کہتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ایک بدو کو دیکھا جس کی آنکھیں دکھ رہی تھیں اور ان میں سے پانی بہہ رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا ''تم اپنی آنکھیں کیوں نہیں پونچھتے؟'' اس نے مجھے کہا ''طبیب نے منع کر رکھا ہے اور جو منع کرنے سے باز نہ آئے اس کا بھلا نہیں ہوتا۔''

شیخ ابو یزیدؒ کا قول

باطن میں برائی سے روکنے والا ایک حال ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اور توبہ کرنے والے کے لئے اس کا وجود ضروری ہے۔ اس طرح باز آجانے کے بعد طالب حق پر انتباہ (بیدار ہونا) کا حال طاری ہوتا ہے جس کے بارے میں ایک بزرگ نے فرمایا ہے'' جس نے حوادث اور مختلف کیفیات کے مطالعہ کو ضروری قرار دیا وہ بیدار ہے''

شیخ ابو یزیدؒ کا قول ہے کہ انتباہ کی پانچ علامتیں ہیں۔

۱۔ جب اپنے نفس کو یاد کرے تو اپنے آپ کو فقیر سمجھے۔

۲۔ جب اپنے گناہ کو یاد کرے تو استغفار کرے۔

۳۔ جب دنیا کو یاد کرے تو عبرت حاصل کرے۔

۴۔ جب آخرت کو یاد کرے تو خوش رہے۔

۵۔ جب مولیٰ کو یاد کرے تو لرزہ براندام ہو جائے۔

حضرت سعد بن المسیبؒ کا قول

حضرت سعد بن المسیبؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی یہ آیت انہ کان للاوابین غفورا ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو گناہ کرتے ہیں توبہ کرتے ہیں، پھر گناہ کرتے ہیں، پھر توبہ کرتے ہیں۔

حضرت فضیلؒ کا قول

حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ گناہ گاروں کو خوشخبری سناؤ کہ اگر انہوں نے توبہ کی تو میں ان کی توبہ قبول کروں گا، اور صدیقین کو تنبیہ کرو کہ اگر میں نے ان پر عدل کیا تو میں انہیں عذاب دوں گا۔

علق ابن حبیبؒ کا قول

علق ابن حبیبؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ایسے عظیم ہیں کہ لوگ انہیں ادا نہیں کر پاتے بلکہ گناہ گار ہوتے ہیں، اگر وہ صبح و شام توبہ نہ کریں تو معاملہ دشوار ہو جائے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر کا قولؓ

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو بندہ اپنے قصور پر نادم ہوتا ہے اس کا وہ قصور نامہ اعمال سے محو ہو جاتا ہے۔

ایک بزرگ کا قول

ایک بزرگ کا قول ہے کہ بندہ گناہ کرتا ہے اور زندگی بھر اس پر نادم رہتا ہے یہاں

تک کہ وہ موت کے بعد جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔اس وقت شیطان کہتا ہے کہ کاش میں اسے گناہ میں مبتلا نہ کرتا۔

حبیب ابن ثابتؒ کا قول

حبیب ابن ثابتؒ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن بندے پر اس کے گناہ پیش ہوں گے۔اس کے سامنے جب بھی کوئی گناہ آئے گا وہ کہے گا کہ میں اسی سے خوفزدہ تھا، اس کے کہنے سے وہ قصور معاف کر دیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے ایک گناہ کیا ہے اگر میں توبہ کرلوں تو اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہو جائے گی یا نہیں؟ پہلے آپؓ نے اس کی طرف سے منہ پھیرلیا، پھر آنسو بہاتے ہوئے فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جو کبھی بند ہوتے ہیں اور کبھی کھول دئے جاتے ہیں۔صرف توبہ کا دروازہ ایسا ہے جو بند نہیں ہوتا، تم عمل کرتے رہو اور اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔

حضرت عبدالرحمٰنؒ کا قول

عبدالرحمٰن بن ابو قاسم سے روایت ہے کہ ایک بار عبدالرحمٰنؒ کی مجلس میں کافر کی توبہ کا ذکر ہوا اور اس آیت پر بھی گفتگو ہوئی ان ینتھو ایغفر لھم ماقد سلف .... انہوں نے فرمایا مجھے توقع ہے کہ مسلمان کا حال اللہ کے نزدیک زیادہ اچھا ہوگا کیونکہ مجھے یہ روایت ملی ہے کہ مسلمان کا توبہ کرنا ایسا ہے جیسے اسلام کے بعد پھر اسلام لانا۔

حضرت عبداللہ بن اسلامؒ کا قول

حضرت عبداللہ بن اسلامؒ فرماتے ہیں کہ میں تم سے روایت بیان کرتا ہوں وہ یا تو نبی مبعوث آنحضرت ﷺ سے سنی ہوئی یا آسمان سے نازل شدہ کتاب قرآن کریم میں دیکھی

ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ گناہ کرنے کے بعد ایک لمحہ کے لئے توبہ کر لیتا ہے تو اس سے کم عرصے میں وہ گناہ اس سے ساقط ہو جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ کا قول

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو، اس لئے کہ وہ نرم خو اور نرم دل ہوتے ہیں۔

ایک بزرگؒ کا قول

ایک بزرگ نے کہا کہ میں یہ بات جانتا ہوں کہ میری مغفرت اللہ کب کرے گا، کسی نے پوچھا کہ کب کریگا؟ تو فرمایا کہ جب وہ میری توبہ قبول کرے گا۔

ایک بزرگ کا قول

ایک بزرگ کا قول ہے کہ میں توبہ سے محروم رہوں اس سے زیادہ خوفناک بات یہ ہے کہ میں مغفرت سے محروم رہوں اس لئے کہ مغفرت توبہ کے لئے لازمی ہے اگر توبہ نہ ہوگی تو مغفرت بھی نہ ہوگی۔

حضرت ذوالنون مصریؒ کا قول

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنہوں نے گناہوں کے درخت لگائے اور انہیں توبہ کے پانی سے سیراب کیا، پھر ان پر ندامت اور حزن کے پھل لگے، یہاں تک کہ بغیر جنون کے دیوانے ہو گئے اور بغیر عاجزی اور گونگے بن کے غبی بن گئے۔ حالانکہ یہ لوگ بڑے فصیح و بلیغ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی معرفت رکھنے والے ہیں۔ پھر انہوں نے جام صفا نوش کیا اور طویل مشقت کے باوجود صبر کے خوگر بنے، پھر ان کے دل عالم ملکوت کی سیاحت کے مشتاق ہوئے اور انہوں نے اپنے فکر کی کمندیں پردہ ہائے جبروت کے مخفی اسرار پر پھینکنی شروع کیں۔ ندامت کے شجر سایہ دار کے نیچے بیٹھ کر انہوں نے اپنے گناہوں کا صحیفہ پڑھا اور اپنے نفوس پر خوف طاری کیا، یہاں

تک کہ تقویٰ کی سیڑھی لگا کر بلندیوں تک جا پہنچے، دنیا کی تلخی بھی شیریں ہوگئی اور بستر کی سختی بھی نرمی سے بدل گئی۔ نجات اور سلامتی کے زینے میسر آئے اور ان کی روحیں اتنی بلند ہوئیں کہ جنات نعیم کو ٹھکانہ بنالیا۔ یہ لوگ دریا حیات میں محو سفر ہوئے، انہوں نے مایوسی اور خوف کی خندقوں کو عبور کیا، نفسانی خواہشات کے پلوں سے گزرے، یہاں تک کہ علم کے وسیع میدان میں فروکش ہوئے، حکمت کے چشموں سے سیراب ہوئے، ذہانت کی کشتی کو ذریعہ سفر بنالیا، اس پر نجات کے بادبان تانے اور سلامتی کے سمندروں میں کشتی کو آگے بڑھایا۔ ساحل مراد تک پہنچے، راحت کے خیمے لگائے اور عزت وکرامت کے معدن سے فیض اٹھایا۔

ایک بزرگ کا قول

ایک بزرگ کا قول ہے کہ انتباہ نیکی کی رہنمائی کا آغاز ہے۔ جب کوئی اپنی غفلت کی نیند سے چونکے تو یہ چیز اسے بیداری کی راہ تک پہنچا دیتی ہے اور یہ بیداری اسے راہ ہدایت کی تلاش پر لگا دیتی ہے جب وہ اس کی تلاش میں پھرتا ہے تو اسے پتا چلتا ہے کہ وہ راہ حق پر ہے اس لئے وہ تلاش حق کرتا ہے اور وہ توبہ کی طرف لوٹتا ہے۔ اس حال انتباہ کے بعد اسے بیداری کا حال نصیب ہوتا ہے۔

شیخ فارسؒ کا قول

شیخ فارسؒ کا قول ہے'' قامل ترین حال بیداری اور عبرت انگیزی ہے کہتے ہیں بیداری وہ نجاست کے مشاہدہ کے بعد راستے کی لکیر کے ظاہر ہونے کا نام ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب صحیح بیداری نصیب ہو جائے تو بیدار انسان راہ توبہ کے آغاز میں پہنچ جاتا ہے۔ بیداری پرہیزگاروں کے دلوں کے لئے مولیٰ کی ایک نشانی ہے جو انہیں راستہ بتاتی ہے اور جب بیداری کی تکمیل ہو جائے تو اسے مقام توبہ کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ بہرحال یہ تین حالتیں ہیں جو توبہ سے پہلے رونما ہوتی ہیں۔

حضرت جنیدؒ کا قول

حضرت جنیدؒ کا قول ہے جس کی نگرانی درست ہو اس کی ولایت ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ شیخ واسطی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ ''کون سا کام افضل ہے'' تو آپ نے فرمایا: افضل کام سر باطن کی نگہداشت ہے جو ظاہر کے محاسبہ اور باطن کے مراقبہ سے ہے، ان میں سے ہر ایک کی دوسرے سے تکمیل ہوتی ہے اور ان دونوں سے توبہ قائم رہتی ہے۔''

مراقبہ اور نگہداشت دو عمدہ روحانی حال ہیں۔ توبہ کے مقام کی درستی کے ساتھ یہ بھی درست رہتے ہیں اور ان کی تکمیل سے توبہ درست رہتی ہے لہٰذا محاسبہ مراقبہ اور نگہداشت مقام توبہ کے لئے ضروری ہیں۔

شیخ جریریؒ کا قول

شیخ جریریؒ کا قول ہے ہمارا کام ان دو فضیلتوں پر مبنی ہے۔

(۱) مراقبہ کو ضرور سمجھو۔ (۲) علم تمہاری ظاہری حالت کو اچھی حالت میں برقرار رکھے۔

یہ علم قیام ہے اور اسی کے ذریعے علم حال کی تکمیل اور اس کی کمی بیشی کا علم ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ اپنے تعلقات کا معیار معلوم کرے۔ یہ تمام چیزیں صحیح توبہ کے لئے ضروری ہیں۔ صحیح توبہ ان کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ تصور عزائم کا پیش خیمہ ہوتا ہے اور عزائم اعمال کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ تصورات سے قلب کے ارادہ کی تکمیل ہوتی ہے اور چونکہ قلب اعضاء وجوارح کا حاکم ہے اس لیے جب تک قلب کوئی ارادہ نہ کرے اس وقت تک اعضاء حرکت میں نہیں آتے۔ لہٰذا مراقبہ ایسی چیز ہے جس کے ذریعے سے بڑے تصورات کے مواد کا قلع قمع ہوتا ہے۔ مراقبہ کی تکمیل سے توبہ کی تکمیل ہوتی ہے اور جو تصورات کو ضبط کرے وہ اعضاء وجوارح کی ضروریات کو پورا کر لیتا ہے۔ اس کے بعد مراقبہ سے جو چیز چھوٹ جائے اس کی تلافی محاسبہ کرتا ہے۔

مالک بن دینارؒ کا قول

مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں ایک ہمسایہ کے گھر گیا جو مرض موت میں مبتلا تھا، وہ ایک گنہگار آدمی تھا۔ میں نے اس سے کہا کیا تو اللہ تعالیٰ سے عہد نہیں کرتا کہ تو کبھی گناہ نہیں کرے گا، ممکن ہے کہ تم اسی عہد پر مرجاؤ۔ مالک رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے گھر کے اندر سے ایک آواز سنی کہ اگر اس کا عہد ایسا ہو جیسا کہ وہ ہمارے ساتھ کرتا ہے اور پھر توڑ دیتا ہے تو اس میں کچھ فائدہ نہیں بلکہ اس کا نقصان اور بڑھتا ہے۔ پس مالکؒ غش کھا کر گر پڑے۔

ربیع بن خثیمؒ کا قول

ربیع بن خثیم رحمتہ اللہ علیہ جب مرض موت میں گرفتار ہوئے تو لوگوں نے ان سے کہا ''آپ طبیب کیوں نہیں بلواتے؟'' وہ کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمانے لگے:

''کہاں ہیں عاد اور ثمود اور اصحاب الراس اور ان کے درمیان دیگر بہت سی امتیں۔ خدا نے تمام کے سامنے مثالیں بیان کی اور تمام کو ہلاک کردیا''۔

سفیان بن عینیہؒ کا قول

سفیان بن عینیہؒ فرماتے ہیں کہ ہم فضیل بن عیاضؒ کی عیادت کو گئے تو فرمانے لگے کہ اگر تم میرے پاس نہ آتے تو مجھے یہ بات تمہارے آنے سے زیادہ پسند تھی، میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تمہارے پاس اپنے رب عزوجل کی شکایت نہ کروں۔

یحیٰ بن معاذؒ کا قول

یحیٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم کسی مریض کی عیادت کو گئے ہم نے اس کا حال دریافت کیا اس نے کہا جناب میں دنیا میں آیا تھا تو ناخوش تھا اس میں ظالمانہ زندگی بسر کی اب میں اس سے علیحدہ ہوتا ہوں تو پشیمان ہوں۔

عطا سلمیؒ کا قول

حسن بصریؒ عطا سلمیؒ کے پاس ان کی بیماری کی حالت میں گئے ان پر صفرا کا غلبہ تھا۔ حسن بصریؒ نے کہا۔ اے عطا! اگر تم صحن میں لیٹو تو اچھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا میں اپنے رب سے شرماتا ہوں کہ وہ مجھے حظ نفس کے لئے سعی کرتے دیکھے۔

شداد بن حکیمؒ جب بیمار ہوتے تو مرض کے شکرانہ میں سو درہم صدقہ کرتے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا قول

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بیمار ہوئے تو ان کے پاس ایک نصرانی طبیب آیا۔ انہوں نے اسے ہاتھ لگانے سے روک دیا۔ جب وہ اٹھ کر چلا تو انہوں نے اسے جاتے ہوئے دیکھا اور فرمایا۔ ''اے اللہ جیسے تو نے مجھے کفر کی تکلیف سے نجات دی ہے ایسے ہی جو تیری مرضی ہو میرے ساتھ کر۔''

سفیان ثوریؒ کا قول

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں اکابر کے سوا بہت کم مریض ان چار خصلتوں سے بچ سکتے ہیں۔ ا۔ طمع ۲۔ جھوٹ ۳۔ شکوہ ۴۔ ریا۔

حضرت عمر بن خطابؓ کا قول

حضرت عمر بن خطابؓ جب بیمار ہوتے تو طبیب کے مشورہ کے مطابق عمل نہ کرتے۔ لوگوں نے ایک دفعہ ان سے کہا آپ طبیب کیوں نہیں بلاتے؟ انہوں نے فرمایا بخدا اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ تندرستی کان کو ہاتھ لگانے میں ہے تو کان کو کبھی ہاتھ نہ لگاؤں اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے اچھا کرتا ہے۔

موت کے بارے میں اللہ والوں کے ارشادات

لوگ یحییٰ بن معاذؒ کے پاس آئے اور ان کا حال دریافت کیا تو انہوں نے کہا'' میں

نے دنیا میں ظالمانہ زندگی بسر کی ہے۔"

امام شافعیؒ سے جب لوگوں نے حال دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا "میں دنیا سے رخصت ہونے کو ہوں اور میرے بداعمال میرے سامنے آنے والے ہیں اور میں خدا کے فضل پر بھروسہ کئے ہوں۔"

داؤد طائیؒ کے پاس ان کی بیماری میں ایک امیر آیا اور اس نے ایک ہزار دینار ان کے پہلوں میں رکھ دیئے اور کہا کہ "انہیں اٹھائیں، اللہ آپ کو آرام دے۔" پھر دریافت کیا "کیا کوئی اور ضرورت ہے؟" انہوں نے فرمایا ہاں آج کے بعد پھر تم میرے پاس نہ آنا"۔ پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "یہ میری برائی کی موت سے پہلے اور بھاری بنانا چاہتا ہے۔"

فضیل بن عیاضؒ کے پاس لوگ عیادت کو گئے اور ان سے دریافت کیا۔ "آپ کیا چاہتے ہیں؟" انہوں نے فرمایا "موت سے پہلے اپنے دوست یوسف بن اسباطؒ کو ایک نظر دیکھ لوں۔"

حاتم اصمؒ کسی بخیل کو موت میں خیرات کرتے دیکھتے تو فرماتے۔ "اللہ اسے ہمیشہ بیمار رکھنا کیونکہ بیماری اس کے گناہ کا کفارہ ہے اور فقراء کے لئے بھی بہتر ہے۔"

محمد بن سیرینؒ سے لوگوں نے مرض موت میں ان کی حالت دریافت کی تو انہوں نے فرمایا "میں شدید بلا میں گرفتار ہوں اگر بھوکا ہوتا ہوں تو سیر نہیں ہوتا، پیاس لگتی ہے تو بجھتی نہیں اور سونا چاہتا ہوں تو نیند نہیں آتی۔" کہتے ہیں کہ محمد بن سیرینؒ بیماری کی حالت میں بہت کم شکایت کیا کرتے تھے لیکن یہ مرض ان پر بھاری ہوا اور ان کے جھیلنے کی طاقت نہ رکھتے تھے اس لئے وہ دوستوں سے کہتے کہ "مہربانی کر کے میرے لئے دعا کرو۔"

ایک مرتبہ فضیل بن عیاضؒ بیمار ہوئے لوگوں نے ان سے حال دریافت کیا تو فرمانے لگے۔ "راضی ہوں مگر میرے لئے ہر لمبی بیماری کی دعا کرو تا کہ میں لوگوں کو نہ دیکھوں اور نہ لوگ مجھے دیکھیں۔" ابوبکر بن عبداللہؒ کے پاس لوگ عیادت کے لئے گئے

،ابوبکر دو آدمیوں کے سہارے سے باہر آئے تو لوگوں نے دعا کے لئے عرض کیا تو آپ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو اپنے رب کی اطاعت میں مشغول ہو اس سے پہلے کہ اس پر میرے جیسی حالت وارد ہو۔"

مامون کے پاس لوگ آخری وقت میں عیادت کے لئے گئے تو مامون اپنے خادموں کو کہہ رہا تھا۔" میرے لئے گھوڑے کی جھول بچھاؤ اور اس پر خاکستر پھلاؤ۔" چنانچہ انہوں نے تعمیل کی پھر وہ لوٹنے لگا اور کہا" اے دائمی ملک کے بادشاہ فانی ملک کے بادشاہ پر رحم کر۔"

سلمان فارسیؓ کا وقت وفات قریب آیا تو وہ رونے لگے اور فرمایا" رسول اللہ ﷺ نے ہمیں وصیت کی تھی کہ تمہارا دنیاوی سامان اتنا ہونا چاہئے جتنا سوار کا توشہ لیکن افسوس کہ میں نے اس قدر مال ومتاع جمع کرلیا ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا جب ان کا انتقال ہوا تو تمام اسباب کی قیمت صرف پندرہ درہم لگائی گئی۔

ابراہیم نخعیؒ کا جب وقت موت قریب آیا تو وہ روئے۔لوگوں نے پوچھا رونے کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا" میں اپنے رب کے قاصد کا منتظر ہوں معلوم نہیں وہ جنت کی خوشخبری سناتا ہے یا دوزخ کی۔"

محمد بن منکدرؒ کی موت کا وقت آیا تو وہ روئے۔لوگوں نے پوچھا آپ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا" میں ان گناہوں پر روتا ہوں جنہیں میں اپنی نظر میں حقیر خیال کرتا تھا مگر وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں۔"

محمد بن سیرینؒ کا انتقال ہونے لگا تو وہ روئے۔لوگوں نے دریافت کیا آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا" گزشتہ زندگی میں کوتاہی اور نار جہنم میں جانے پر روتا ہوں۔"

عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات قریب آئی تو فرمانے لگے" اے اللہ! میں نے گناہ کئے ہیں،اگر معاف کردے تو مجھ پر احسان ہے اور اگر عذاب دے تو تیرا عدل ہے ظلم نہیں ہے لیکن میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔" پھر

جان بحق ہو گئے۔

عامر بن قیسؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو روئے اور فرمانے لگے۔ ''میں موت کے ڈر سے نہیں روتا اور نہ مجھے دنیا کی حرص ہے بلکہ میں اپنے رب کی جی بھر کے اطاعت نہ کرنے پر اور سردیوں کی راتوں میں قیام نہ کرنے پر روتا ہوں۔''

عبداللہ بن مبارکؒ جب فوت ہونے لگے تو اپنے غلام سے کہا۔ ''میرا سر مٹی پر رکھ دو''۔ غلام رونے لگا۔ انہوں نے رونے کا سبب پوچھا۔ اس نے عرض کیا ''مجھے آپ کا وہ آرام یاد آتا ہے جس میں آپ تھے اور اب آپ وہی ہیں کہ اس حالت میں جان دیتے ہیں''۔ انہوں نے فرمایا ''میں نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ میں ایسی حالت میں ہی مروں۔'' پھر فرمانے لگے۔ ''اے دوست! جب حالت بدل جائے تب مجھے لاالٰہ الا اللہ کی تلقین کرنا اور ایک دفعہ تلقین کر کے دوبارہ نہ کرنا۔ مگر جب میں اس کے بعد کوئی اور کام کروں۔''

عطاء بن یسارؒ فرماتے تھے کہ امام احمد بن حنبلؒ کے پاس شیطان آیا اور کہنے لگا ''اے احمد تو دنیا سے اس حالت میں جا رہا ہے کہ مجھ سے مامون ہے۔'' انہوں نے فرمایا ''میں ابھی تیری عداوت سے مامون نہیں ہوں۔''

حضرت حسن بصریؒ ایک آدمی کے پاس گئے جو نزع کی حالت میں تھا تو فرمانے لگے ''جس کام کا انجام ایسا ہو اس سے شروع ہی سے بے رغبتی لازم ہے۔''

ابوذرؓ کا وقت وفات قریب آیا تو فرمانے لگے۔ ''اے موت گلہ گھونٹنے میں جلدی کر کیونکہ میں اللہ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔''

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کا وقت آیا تو فرمانے لگے ''اے اللہ! ایک نہایت ہی سخت دل گنہگار بوڑھے پر رحم کر۔ اے اللہ میری لغزش معاف کر دے اور خطائیں بخش دے اور اس جاہل پر نرمی کر جو تیرے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کرتا اور نہ کسی سے امید رکھتا ہے۔'' پھر دھاڑیں مار کر رونے لگے۔

ہشام بن عبدالملک رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو اپنی اولاد کو دیکھا جو ان کے پاس رو رہی تھی اور کہنے لگے۔ ''ہشام نے تمہارے لئے دنیا بخش دی اور تم اس پر روتے ہو اور اس نے جو کچھ جمع کیا تمہارے لئے چھوڑ دیا اور تم نے اس پر اس کے کمائے ہوئے گناہ چھوڑے پس اگر اللہ تعالیٰ نے معاف نہ کیا تو ہشام کا انجام کیسا برا ہے۔''

آٹھواں باب

گناہوں سے توبہ کرنے والوں کے سبق آموز واقعات

واقعہ نمبر......۱

بنی اسرائیل کے کِفل نامی شخص کی توبہ کا واقعہ

ترمذی شریف کے اندر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا عجیب وغریب واقعہ منقول ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس واقعہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک ہی دو مرتبہ نہیں سنا بلکہ سات آٹھ مرتبہ سے بھی زیادہ سنا اور یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے درمیان بڑی اہمیت کے ساتھ بار بار بیان فرمایا کرتے تھے۔ اور اس شخص کا نام کِفل تھا۔ اس نے دنیا کا کوئی ایسا گناہ نہیں چھوڑا جس کا اس نے ارتکاب نہ کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دولت دے رکھی تھی اور اس نے اس دولت کا ہمیشہ غلط استعمال کیا، فاحشات میں، برائیوں میں اس کا پیسہ خرچ ہوتا تھا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک غریب محتاج عورت اس سے کچھ قرض مانگنے کے لئے آئی تو اس شخص نے اپنے لئے موقع غنیمت سمجھا اور عورت بھی حسین وجمیل تھی عورت سے کہا کہ میں تمہیں ساٹھ دینار اس شرط پر دوں گا کہ تم مجھے اپنے ساتھ منہ کالا کرنے کا موقع دو۔ عورت ضرورت مند تھی مجبور ہو کر اس کی شرط منظور کر لی۔ اور جب یہ شخص اس عورت کے ساتھ منہ کالا کرنے کے لئے بیٹھنے لگا تو عورت کے پورے بدن میں لرزہ طاری ہو گیا اور بے اختیار رونے لگی تو کِفل نے پوچھا کہ میں نے تمہارے ساتھ زور وزبردستی کا معاملہ تو نہیں کیا تو اس عورت نے کہا کہ ٹھیک ہے تم

نے میرے ساتھ زور و زبردستی تو نہیں کی لیکن یہ ایسا کام ہونے جارہا ہے جو میں نے کبھی نہیں کیا اور آج ان پیسوں کی ضرورت کی بناء پر مجھے آپ کی شرط ماننی پڑی اور یہ ناجائز کام ہونے جارہا ہے میں اسی وجہ سے رو رہی ہوں۔ اور اسی وجہ سے میرے بدن میں لرزہ طاری ہورہا ہے۔ اور میں ایسا کام کبھی کرنا نہیں چاہتی۔ جب عورت کی بات کِفل نے سنی تو اسی وقت کِفل کو ہدایت نصیب ہوگئی اور یہ کہہ کر عین وقت میں عورت کو چھوڑ دیا، کہ میں آئندہ سے کبھی کسی قسم کا گناہ نہیں کروں گا۔ اور عورت سے کہا کہ میں نے تمہیں وہ ساٹھ دیناریوں ہی دیدیئے۔ جاؤ اس سے اپنی ضرورت پوری کرلو۔ اور کِفل نے اللہ سے عہد و پیمان کے ساتھ توبہ کرلی کہ اب کبھی کوئی گناہ نہیں کروں گا۔ اتفاق سے اسی رات میں کِفل کا انتقال ہوگیا۔ اور بنی اسرائیل میں اللہ کی طرف سے یہ حکم جاری تھا کہ جب کوئی شخص رات میں کوئی گناہ کرے گا تو صبح کو اس کے دروازے کی چوکھٹ پر گناہ لکھا ہوا ہوتا اور اگر کسی نے توبہ کی ہے اور اللہ نے اس کی توبہ قبول فرمالی ہے تو اس کے دروازے پر صبح کو یہ لکھا ہوا ملتا کہ اس کی مغفرت ہوچکی ہے۔ چنانچہ کِفل کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا کہ جب رات میں اس کا انتقال ہوا تو صبح کو اس کے دروازہ پر لوگوں کو یہ لکھا ہوا ملا کہ اللہ نے کِفل کی مغفرت فرمادی ہے۔ تمام لوگ حیران اور ششدر ہوکر رہ گئے کہ اس کی کیسے مغفرت ہوگئی جبکہ اس نے اپنی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور عیش پرستی اور زناکاری میں گزاری ہے۔ مگر اللہ کی مغفرت کا سمندر انسان کے گناہ اور معصیت سے کہیں زیادہ وسیع اور بڑھا ہوا ہے انسان اپنے گناہ اور نافرمانی سے اتنا آگے بڑھنے پر قدرت نہیں رکھتا کہ اس کے گناہ کا سمندر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سمندر سے بڑھ جائے اور ادھر اللہ نے یہ قانون بنا رکھا ہے کہ اللہ کی رحمت ہمیشہ اللہ کے غصے پر غالب رہا کرے گی۔ (ترمذی شریف)

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۲

بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کے بیٹے کی توبہ کا واقعہ

ابن اقدامہ المقدسیؒ نے اپنی تصنیف ''کتاب التوابین'' میں بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کے بیٹے کا عجیب قصہ بیان کیا ہے۔ قصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کو اللہ تعالیٰ نے کافی لمبی عمر دی اور مال و اولاد میں بھی بڑا وافر حصہ عنایت فرمایا۔ اس کے لڑکوں میں سے جب بھی کوئی لڑکا بڑا ہوتا تو بالوں کا بنا ہوا موٹا لباس پہنتا اور پہاڑوں میں جا کر ٹھہر جاتا اور درختوں کے پتے کھا کر گزارا کرتا۔ زمین میں چل پھر کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں زندگی گزار دیتا، یہاں تک کہ موت کا وقت آجاتا اور وہ اس دنیا فانی سے رخصت ہو جاتا۔ چنانچہ یکے بعد دیگر اس کے کئے لڑکوں کا یہی حال ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو بڑھاپے میں ایک لڑکا عنایت فرمایا تو اس بادشاہ نے اپنی رعایا کے سرکردہ لوگوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اور ادھر میرے بڑھاپے کی حالت ہے اور یہ بھی تم خوب جانتے ہو کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ میرا لڑکا بھی بڑا ہو کر اپنے بھائیوں کی طرز اختیار نہ کر لے۔ مجھے اس بات کا خطرہ لاحق ہے کہ اگر میرے بعد میرا کوئی لڑکا تخت نشین نہ ہوا تو کہیں ملک میں تمہاری تباہی اور بربادی کی حالت پیدا نہ ہو جائے اس لئے تم ابھی اس لڑکے کو سنبھال لو اور اس کے دل میں دنیا کی رغبت و محبت پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ ہو سکتا ہے کہ یہ میرے بعد تمہارا بادشاہ بن جائے اور ملک کا نظام درست رہے، تم تباہی سے بچے رہو۔ چنانچہ لوگوں نے بادشاہ کے حکم سے اس کی رہائش کے لئے تین تین میل لمبی چوڑی جگہ کے اردگرد دیوار بنادی اور وہاں اس کا دل بہلانے کا ہر طرح سے انتظام کیا۔ چنانچہ شہزادہ اس چاردیواری میں عرصہ دراز تک رہا۔

عرصہ دراز کے بعد شہزادے نے ہوش سنبھالا، بڑا ہوتو ایک دفعہ وہ گھوڑے پر سوار

ہوا اور اس نے نظر دوڑائی کہ اس کے چاروں طرف ایک ایسی دیوار ہے جس کا کوئی بھی دروازہ نہیں۔ اس شہزادے نے اپنے خدمت گاروں سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ اس دیوار کے پیچھے کوئی دوسرا ایسا جہان ہے جہاں اور لوگ بستے ہیں اس لئے مجھے اس دیوار سے باہر نکالو تا کہ میں اور لوگوں سے بھی ملوں اور میرے علم میں اضافہ ہو۔ اس کی اس خواہش کی بادشاہ کو اطلاع کی گئی۔ بادشاہ اس کی یہ بات سن کر خوف زدہ ہوا کہ کہیں یہ بھی اپنے بھائیوں کی روش نہ اختیار کر لے۔ اس لئے بادشاہ نے خدمگاروں سے کہا کہ اس کو لہولعب اور کھیل تماشوں میں خوب مشغول کر دو تا کہ اس کا یہ خیال دل سے نکل جائے چنانچہ خدمت گاروں نے حکم کی تعمیل کی۔

سال گزر جانے کے بعد وہ لڑکا پھر ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار ہوا اور تقاضہ کیا کہ اس چار دیواری سے باہر ضرور نکلنا ہے۔ بادشاہ کو اس کی اطلاع دی گئی بادشاہ نے شہزادے کو چار دیواری سے باہر نکلنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ جلدی میں تیاری شروع ہوئی اور اس کو سونے، زمرد وغیرہ جواہرات سے جڑا ہوا تاج پہنایا گیا اور لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ اس دوران کہ شہزادہ جا رہا تھا، اچانک اس کی نظر ایک مصیبت زدہ پر پڑی۔ شہزادے نے خدمت گاروں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اس کو کیا ہوا؟ خدمت گاروں نے جواب دیا کہ ایک مصیبت زدہ بیمار آدمی ہے۔ شہزادے نے پوچھا یہ مصیبت اور بیماری کسی کسی کو آتی ہے یا ہر شخص کو مصیبت آ سکتی ہے۔ شہزدے نے پوچھا مجھ جیسے شہزادے کو بھی اس کا خطرہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں۔ شہزادے نے کہا افسوس تمہاری عیش والی زندگی پر جو ایسے خطرات والی ہو۔ اس کے بعد شہزادہ غمگین حالت میں واپس ہوا۔ شہزادے کی یہ صورت حال بادشاہ کو بتلائی گئی۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کو لہو ولعب اور کھیل تماشوں میں خوب مشغول کر دو تا کہ اس کے دل سے غم وحزن نکل جائے۔ چنانچہ شاہی حکم کی تکمیل کی گئی۔

ایک سال گزر جانے کے بعد شہزادے نے پھر اس چار دیواری سے باہر جانے کا تقاضہ کیا چنانچہ خدمت گاروں نے اس کو پہلے کی طرح سونے اور قیمتی جواہرات سے جڑا

ہوا تاج پہنایا اور وہ شہزادہ بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ چاردیواری سے باہر نکلا۔

اسی دوران جب شہزادہ بڑی شان و شوکت سے جا رہا تھا اچانک اس کی نظر ایک ایسے آدمی پر پڑی جو بہت بوڑھا ہو چکا تھا اور اس کے منہ سے رال بہہ رہی تھی۔ شہزادے نے خدمت گاروں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے اور اس کو کیا ہوا؟ انہوں نے جواب دیا کہ جی! یہ بوڑھا شخص ہے اور بڑھاپے کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہوگئی ہے۔ شہزادے نے پوچھا کہ کیا اسی کی یہ حالت ہوگئی ہے یا ہر بوڑھے، زیادہ عمر والے کو اس کا خطرہ لاحق ہے؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں! بوڑھے شخص کو اس حالت کا خطرہ ہے۔ شہزادے نے کہا افسوس تمہاری اس زندگی پر جس میں کوئی شخص بھی خطرات سے محفوظ نہیں۔

اس دفعہ بھی شہزادے کی صورتحال سے بادشاہ کو مطلع کیا گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کو خوب لہو لعب میں مشغول رکھو چنانچہ خدمگاروں نے بادشاہ کے حکم کی تکمیل کی اور شہزادہ ایک سال کا عرصہ چاردیواری میں ہی رہا۔ جب عرصہ ایک سال گزر گیا تو شہزادہ پھر گھوڑے پر سوار ہوا اور چاردیواری سے نکل کر شہر میں چل دیا۔

اب کی مرتبہ بھی شہزادہ بازار سے گزر رہا تھا تو اس نے اچانک ایک جنازہ دیکھا کہ لوگ اس کو کندھوں پر اٹھائے ہوئے جا رہے ہیں۔ شہزادے نے پوچھا مرنا کیا ہوتا ہے؟ اس کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ جنازہ شہزادے کے پاس لایا گیا۔ شہزادے نے لوگوں سے کہا اس کو بٹھاؤ، لوگوں نے جواب دیا جی! یہ تو مردہ ہے اب یہ بیٹھ نہیں سکتا۔ شہزادے نے کہا ذرا اس سے بات کرو، انہوں نے جواب دیا اب یہ بات نہیں کر سکتا۔ شہزادے نے پوچھا اب تم اس کو کہاں لے جا رہے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا کہ قبرستان میں تاکہ اس کو قبر میں دفن کریں۔ شہزادے نے پوچھا پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ لوگوں نے جواب دیا اس کو حشر کا سامنا کرنا پڑے گا شہزادے نے پوچھا حشر کیا چیز ہے؟ لوگوں نے جواب دیا **یوم یقوم الناس لرب العالمین** (المطففین ۶) ''جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے پیش ہونگے۔'' ہر شخص کو اسکے اچھے برے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ شہزادے نے پوچھا

کیا اس جہاں کے علاوہ بھی کوئی اور دوسرا جہاں ہے جہاں ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ ملے گا؟ لوگوں نے کہا جی ہاں! ضرور ہے۔

شہزادہ یہ سن کر گھوڑے سے نیچے اترا اور اپنے منہ پر مٹی ملنے لگا اور لوگوں سے کہا میں جس بات سے ڈرتا تھا تم نے ظاہر کردی۔ یہ کتنے نقصان کی بات ہوئی کہ حشر کا دن آ پہنچتا اور مجھے اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔ قسم ہے اس رب کی جو ہر ایک کا پالنے والا ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے حساب لے گا اور ہر ایک کو اس کے اچھے برے کا بدلہ دے گا، یہ میری اور تمہاری آخری ملاقات ہے، آج کے بعد تمہارا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ خدمت گاروں نے کہا ہم تو آپ کو نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ خدمت گار شہزادے کو بادشاہ کے پاس لے گئے، شہزادے کی حالت ایسی ہوگئی کہ قریب تھا اس کا خون خشک ہو جائے۔ بادشاہ نے شفقت کے ساتھ پوچھا بیٹا! یہ بے قراری اور بے چینی کس وجہ سے ہے؟ شہزادے نے جوادب دیا میری یہ بے قراری اور بے چینی اس دن کے خوف سے ہے جس دن ہر شخص کو اس کے اچھے برے کا ضرور بدلہ ملے گا۔

اس کے بعد شد شہزادے نے شاہی جوڑے اتار دیئے، عام سادہ لباس پہن لیا اور کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں رات کو نکل جاؤں۔ چنانچہ جب رات کا آدھا حصہ گزر گیا تو وہ چل دیا۔ ابھی وہ شاہی محل کے دروازے سے نکلا ہی تھا کہ اس نے یہ دعا مانگی ''الٰہی میں تجھ سے صرف ایک ہی سوال کرتا ہوں نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ۔ وہ یہ ہے کہ میں اس فانی دنیا کو اپنی آنکھوں کے ساتھ ایک نظر بھی نہ دیکھوں۔''

❀❀❀❀

واقعہ نمبر......۳

بنی اسرائیل کی ایک عورت کی توبہ کا واقعہ

فقیہہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے یہ حکایت سنی کہ بنی اسرائیل

میں ایک فاحشہ عورت تھی لوگ اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوہوجاتے تھے۔ اس کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا اور جو بھی ادھر سے گزرتا اسے دروازے کے سامنے گھر میں چار پائی پر بیٹھے دیکھتا اور جو شخص اسے ایک نظر دیکھ لیتا بس اس پر لٹو ہو جاتا۔ اور اگر اس کے پاس پہنچنے کا ارادہ کرتا تو اسے دس دینار کے قریب پیش کرنے ہوتے۔ تب وہ اپنے پاس آنے کی اجات دیتی۔ ایک دن ایک عابد کا ادھر سے گزر ہوا عورت گھر میں اپنے تخت پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی نگاہ جو اس پر پڑی فریفتہ ہو گیا۔ دل قابو میں نہ رہا۔ ہزار جتن کئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں مگر اس کے دل سے عورت کی محبت زائل نہ ہوئی اور اس وجہ سے بہت مشقتیں جھیلتا رہا۔ بالآخر اپنا مال و اسباب بیچ کر جتنے دینار ضروری تھے جمع کئے اور اس کے دروازے پر پہنچ گیا۔ عورت نے دینار اپنے وکیل کے حوالے کرنے کو کہا اور عابد کو ایک مقررہ وقت کا وعدہ دیا۔ عابد مقررہ وقت پر اس کے پاس آیا عورت زیب و زینت کئے ہوئے اپنے پلنگ پر بیٹھی تھی۔ عابد بھی اس کے ساتھ پلنگ پر جا بیٹھا اور بے تکلفی سے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے اس کی حفاظت فرمائی، سابقہ عبادتوں کی برکتوں کا ظہور ہوا۔ فوراً دل میں یہ خیال آیا کہ عرش والا مجھے اس حالت میں دیکھ رہا ہے۔ میرے اس حرام عمل سے سب کی ہوئی عبادتیں ضائع ہو جائیں گی۔ پس دل پر ایک ایسا رعب چھایا جس سے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا رنگ بدل گیا عورت یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی کہنے لگی کیا ہوا ہے۔ عابد بولا مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے اور ڈر لگتا ہے بس جانے کی اجازت دیجئے عورت کہنے لگی بڑی افسوس ناک بات ہے کتنے لوگ ہیں جو اس فرصت کی تمنا رکھتے ہیں جو تجھے اس وقت میسر ہے تو کس وسوسے میں الجھ گیا ہے۔ عابد کہنے لگا مجھے تو اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ میں نے جو مال دیا ہے وہ تجھے حلال ہے بس مجھے جانے دو۔ عورت بولی یوں لگتا ہے کہ تو نے پہلے کبھی یہ عمل نہیں کیا۔ عابد نے کہا نہیں۔ عورت نے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے اور کیا نام ہے۔ عابد نے اپنی بستی کا پتہ بتایا اور اپنا نام بھی بتایا۔ عورت نے اسے باہر جانے کی اجازت دے

دی۔ یہ وہاں سے نکلا اور واویلا کرتا ہوا روتا اور سر پر مٹی ڈالتا تھا۔ ادھر عورت کے دل میں بھی اس عابد کی برکت سے خوف طاری ہونے لگا۔ اور وہ اپنے جی میں کہنے لگی کہ اس شخص کا یہ پہلا گناہ تھا اور اس پر یہ اتنا خوف زدہ تھا اور میں برسوں سے گناہوں میں مبتلا ہوں اور جس اللہ سے وہ ڈرتا ہے میرا بھی وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لئے مجھے تو بہت ہی خوف کھانا چاہیئے اس کے بعد توبہ کر لی گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ پھٹے پرانے کپڑے پہن لئے اور عبادت میں مشغول ہوگئی۔ ایک دن اس کے دل میں آیا کہ کیوں نہ اس عابد کے پاس چلی جاؤں ہوسکتا ہے وہ میرے ساتھ نکاح ہی کر لے اور میں اس کے پاس رہ کر کچھ دین کی باتیں سیکھ لوں۔ اور وہ شخص عبادت میں بھی میرا معاون ہوگا۔ چنانچہ اس نے سامان باندھ کر تیاری کر لی حسب ضرورت خادم ساتھ لے کر اس بستی میں پہنچی اور اس عابد کا پتہ پوچھا عابد کو بتایا گیا کہ ایک عورت آئی ہے اور آپ سے ملنا چاہتی ہے وہ باہر نکلے عورت نے اسے دیکھا تو چہرہ کھول دیا کہ وہ بھی اسے پہچان لے عابد دیکھ کر پہچان گیا اور تمام ماجرا اس کی نگاہوں میں پھر گیا۔ ایک چیخ ماری اور روح پرواز کر گئی۔ عوت کو اس کا بہت صدمہ ہوا۔ کہنے لگی کہ میں تو اسی کے لئے آئی تھی اور یہ فوت ہو چکے ہیں۔ کیا ان کے خاندان میں کوئی ہے جسے رشتہ کی ضرورت ہو۔ لوگوں نے بتایا کہ ان کا ایک بھائی ہے جو کہ بڑا نیک ہے البتہ مالدار نہیں وہ کہنے لگی کہ مال کی ضرورت نہیں۔ میرے پاس کافی مال ہے چنانچہ اسی کے ساتھ نکاح ہوگیا جس سے سات بچے پیدا ہوئے جو بنی اسرائیل کے نبی بنے۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۴

بنی اسرائیل کے ۹۹ افراد کے قاتل کی توبہ کا واقعہ

بخاری و مسلم میں بنی اسرائیل کے ایک قاتل کا واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے یہاں توبہ کی قبولیت سے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے بنی اسرائیل کے ایک قاتل کا نہایت خوبصورت اور ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص چوری ڈکیتی اور قتل میں بہت مشہور تھا اور نہایت معمولی بات پر کسی کو قتل کر دیتا تھا، ہوتے ہوتے اس کے ہاتھ سے ۹۹ افراد کا قتل ہو چکا۔ اس کے بعد اس کے دل میں احساس پیدا ہوا کہ مجھے بھی تو اللہ کے یہاں جانا ہے۔ چنانچہ یہ فکر بڑھتا رہا اور لوگوں سے معلومات کرتے ہوئے سرگداں پھرنے لگا کہ کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے یا نہیں؟ کسی عالم شخص سے ملاقات کی فکر ہوئی کہ معلوم کیا جائے کہ ایسے شخص کی توبہ قبول ہوسکتی ہے یا نہیں؟ لوگوں نے ایک عابد شخص کے پاس جانے کا مشورہ دیا۔ اس شخص نے اس کے پاس جا کر مسئلہ معلوم کیا کہ کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے، اور کیا میری مغفرت ہوسکتی ہے جبکہ میں نے ننانوے انسانوں کی جان ماردی ہے۔ تو اس عابد کو مسئلہ معلوم نہیں تھا تو اس نے اپنی عقل سے قیاس آرائی کہ جو آدمی ننانوے انسانوں کی جان مار سکتا ہے اس کی مغفرت کہاں سے ہوگی۔ چنانچہ اس نے کہہ دیا کہ تیری توبہ قبول نہیں ہوگی، تو اس شخص نے غصہ اور جلال میں آکر اس کو بھی قتل کر کے سو (۱۰۰) پورے کر دیئے۔ کہ جب میری توبہ قبول نہیں ہوتی ہے تو لاؤ تجھے بھی ختم کر کے سو (۱۰۰) پورے کر دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے سو پورے کر دیئے۔

مگر اس کے دل میں تردد باقی رہا کہ میری مغفرت کی کوئی شکل ضرور ہوگی۔ اس لئے اس نے لوگوں سے پھر معلومات کا سلسلہ جاری کر دیا کہ روئے زمین میں سب سے بڑا عالم کون ہے اس سے جا کر کے معلوم کروں گا، وہی صحیح مسئلہ بتا سکتا ہے۔ آخر لوگوں نے اس کو بتلایا کہ فلاں جگہ ایک عالم رہتا ہے اس سے جا کے معلوم کرو۔ چنانچہ اس نے اس عالم صاحب کے پاس جا کر اپنی زندگی کی کارگذاری سنائی اور سو آدمیوں کو کس طرح سے قتل کیا ہے سارا کارنامہ سنا کر معلوم کیا کہ اب بتلایئے کہ میری توبہ قبول ہوسکتی ہے یا نہیں؟ کیا اللہ کے یہاں مجھ جیسے گناہ گار کے لئے بھی مغفرت کا کوئی خانہ ہے تو اس عالم

صاحب کو چونکہ علم تھا تو اس نے بتلایا کہ تیرے گناہ معاف کرنے میں اللہ کے یہاں کیا رکاوٹ ہے۔ اللہ کی رحمت کا سمندر تجھ جیسے گناہ گاروں کے گناہوں سے بہت بڑا اور بہت وسیع ہے چنانچہ اس عالم صاحب نے مشورہ دیا کہ تم فلاں جگہ سفر کر کے جاؤ وہاں کچھ اللہ کے بندے رہتے ہیں ان کا مشغلہ صرف اللہ کی عبادت ہے، ان کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرو، اور نادم ہو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ انشاء اللہ تمہاری مغفرت ہو جائے گی۔ جب اس شخص نے آدھا راستہ طے کر لیا تو ملک الموت آ گئے اور اس کی موت ہو گئی۔ اب اس کی روح لیجانے کا مسئلہ کھڑا ہوا۔ آسمانوں سے رحمت کے فرشتے بھی آئے اور عذاب کے فرشتے بھی۔ رحمت کے فرشتے کہنے لگے کہ اس کی روح لیجانے کا حق ہم کو ہے۔ اس لئے کہ یہ سچے دل سے تائب ہو کر عبادت کے لئے جا رہا ہے اور عذاب کے فرشتے کہنے لگے کہ اس کی روح لے جانے کا حق ہم کو ہے اس لئے کہ اس شخص نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا ہے۔ پوری زندگی معصیت میں گنوادی ہے اسی دوران آسمانوں سے آدمی کی شکل میں ایک فرشتہ آیا۔ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آنے والا فرشتہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تھے۔ چنانچہ اس فرشتہ نے تشریف لا کر ان دونوں طرح کے فرشتوں کے درمیان یہ فیصلہ کیا کہ دونوں طرف کی مسافت ناپ کر کے دیکھ لو کہ جہاں سے آ رہا ہے وہاں کی مسافت قریب ہے یا جہاں جا رہا ہے وہاں کی مسافت۔؟

لہٰذا جہاں کی مسافت قریب ہو اس شخص کو وہاں والوں میں شمار کر دیا جائے۔ چنانچہ دونوں طرف کی زمین ناپ کر دیکھی گئی تو جہاں جا رہا تھا وہاں کی مسافت جہاں سے آ رہا تھا اس کے مقابل میں صرف ایک بالشت قریب ہے چنانچہ فیصلہ ہوا کہ مقام معصیت سے مقام عبادت صرف ایک بالشت قریب ہے، س لئے رحمت کے فرشتوں کو اس کی روح لیجانے کا حق ہوگا۔ چنانچہ اللہ کی طرف سے اس کی مغفرت کا اعلان ہو گیا۔

ایک روایت میں آتا ہے قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حسن نے فرمایا کہ ہم سے

یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اس شخص کے پاس جب ملک الموت آیا تو وہ شخص سینے کے بل اس سرزمین کی طرف گھسٹتا گیا۔

حدیث قدسی میں آتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں اور وہ مجھے جہاں بھی یاد کرے میں اس کے ساتھ ہوں، بخدا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جتنی خوشی تم میں سے کسی ایسے شخص کو ہوتی ہے جس کا جانور بیابان میں گم ہوکر پھر اسے مل جائے، اور جو شخص ایک بالشت میری طرف آتا ہے میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوجاتا ہوں اور جو شخص ایک ہاتھ میرے قریب آتا ہے میں اس کے ایک باع (پھیلائے ہوئے دونوں ہاتھوں کے درمیان کی مسافت) قریب ہوجاتا ہوں اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ (بخاری شریف)

❀❀❀❀

واقعہ نمبر......۵

ایک نافرمان شخص کی توبہ کا واقعہ

ایک بار بنی اسرائیل قحط میں گرفتار ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام باران طلب کرنے کے لئے نکلے۔ اس سے سوائے حرارت افتاب کے اور کچھ نہ بڑھا اور آسمان بلکل ابر سے صاف ہوگیا۔ انہوں نے عرض کیا اے رب! اگر آپ کے نزدیک میری جاہ میں کہنگی آگئی ہو تو محمد ﷺ کی جاہ کی بدولت ہمیں باران رحمت عطا فرمایئے۔ خدا تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آپ کے جاہ اور مرتبے میں کچھ کہنگی نہیں آئی ہے لیکن آپ کی جماعت میں ایک شخص چالیس برس کا ہے اور وہ میری نافرمانی کیا کرتا ہے۔ اس وجہ سے میں نے بارش روک دی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے نافرمان! جو چالیس برس کا ہوکر بھی اپنے رب کی نافرمانی کئے جاتا ہے میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو ہماری جماعت

سے نکل جا۔ اس نافرمان نے کہا اگر میں اٹھوں گا تو تمام بنی اسرائیل مجھے پہچان لیں گے ۔اس نے گریبان میں اپنا منہ ڈال لیا اور کہنے لگا الٰہی میں آپ کے سامنے توبہ کرتا ہوں اس کے بعد ایسی بارش ہوئی گویا مشکوں کا منہ کھل گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے رب! آپ نے کس کی بدولت ہمیں باران رحمت سے سیراب کیا ہے؟ ارشاد ہوا اس نافرمان کی بدولت ۔انہوں نے کہا اے رب! میں بھی اسے دیکھوں مجھے بھی دکھا دیجئے۔ ارشاد ہوا اے موسیٰ! میں نے نافرمانی کی حالت میں تو اسے رسوا کیا نہیں پھر بھلا اب کیسے رسوا کروں۔ حالانکہ وہ توبہ کر چکا ہے۔

عقائق الحقائق میں لکھا ہے کہ عرش کے پایہ میں ہر بندے کی صورت ہوتی ہے اور اس پر پردہ پڑا رہتا ہے۔ جب کوئی فرماں برداری کا کام کرتا ہے تو پردہ اٹھ جاتا ہے۔ فرشتے اسے دیکھتے ہیں اور جب کوئی نافرمانی کرتا ہے تو پردہ گر پڑتا ہے۔ پس فرشتے اسے نہیں دیکھ سکتے۔ میں نے احیاء العلوم میں دیکھا ہے کہ بندہ جس حالت میں ہوتا ہے اسی حالت کے موافق عرش میں اس کی صورت مثالی بن جاتی ہے۔ جب وہ سکرات موت میں ہوتا ہے تو عرش میں اسے اپنی صورت مشکوف ہو کر معلوم ہونے لگتی ہے۔ پس کبھی اپنے کو نافرمانی کی حالت میں دیکھتا ہے تو اس پر ایسا خوف طاری ہوتا ہے جس کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ میں نے خداتعالیٰ کے قول **مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید** کی تفسیر میں دیکھا ہے کہ خداتعالیٰ نیکیوں کے کاتب کو روزانہ بدل دیا کرتا ہے اور برائیوں کا کاتب وہی حاضر رہتا ہے۔ اس کو تبدیل نہیں فرماتا چنانچہ اس قول میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ قیامت میں بندہ کی نیکیوں کے بکثرت گواہ آئیں گے اور برائیوں کا کاتب ایک ہی ہوگا۔ خدائے تعالیٰ ارشاد فرمائے گا میں اتنی بڑی جماعت کی چھوڑ کر ایک کی نہیں مانتا۔

واقعہ نمبر......۶

ایک گناہ گار کی توبہ کا واقعہ

بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو بیس برس تک نبرہ کاری میں مبتلا رہتا تھا۔ پھر ایک بار اس نے آئینہ دیکھا تو ڈاڑھی میں سفید بال نظر پڑے۔ کہنے لگا الٰہی میں بیس برس تک نافرمان رہا ہوں۔ اگر پھر میں آپ کی طرف رجوع ہو جاؤں تو کیا آپ قبول فرمالیں گے؟ آواز آئی تو ہم سے محبت کرتا تھا۔ ہم تجھ سے محبت کرتے تھے تو نے ہمیں چھوڑ دیا ہم نے تجھے چھوڑ دیا تو ہمارا نافرمان بنا ہم نے تجھے مہلت دی۔ اگر تو ہماری طرف رجوع ہو جائے گا ہم تجھے مقبول بنالیں گے۔ سورہ یوسف کی تفسیر علائی میں میری نظر سے گذرا اللہ تعالیٰ نے صحف ابراہیم علیہ السلام میں نازل فرمایا ہے اللہ عزوجل وحمید کی جانب سے گریز پابندوں کو معلوم ہو کہ یہ تم کو میرا پیغام ہے۔ چونکہ تم کو میں نے نور علم اور تیزی فہم کے ساتھ مخصوص کیا ہے اولاً یہ کہ میں تم کو عدم سے وجود میں لایا میں نے تمہاری آنکھیں بنائیں تو تم بینا ہوئے۔ تمہارے کان پیدا کئے تو تم سننے کے قابل ہوئے۔ تم کو زبان دی تو تم گویا کہلائے۔ تمہیں دل عنایت کئے تو تم کو علم ملا۔ عقل دی تو تم سمجھدار بنے۔ تمہاری جانوں کو میں نے وحدانیت کا شاہد بنایا تو تم اس کے شاہد ہوئے۔ آنے کے وقت تم نے پشت پھیر لی۔ اقرار کر کے تم متنفر ہو گئے۔ تم عہد شکنی کر کے غدار بنے۔

المختصر یہ باتیں تمہیں وحشت زدہ نہ بنائیں۔ اگر تم رجوع ہو گئے تو ہم بھی رجوع ہو جائیں گے اور زیادہ کرم کریں گے۔ ہم نے پیدا کیا پس جس سے لغزش ہو گی، ہم درگزر کریں گے، جو الگ ہو گا ہم اس سے ملیں گے جو توبہ کرے گا ہم قبول کریں گے، جو فراموشی اختیار کریگا ہم اس کو یاد رکھیں گے جو تھوڑا عمل کرے گا اس کی ہم قدردانی کریں گے ہم عطا کریں گے ہم دیں گے ہم بخشش کریں گے، نرمی سے پیش آئیں گے معاف کریں گے درگزر کریں گے ہمارا کرم سب پر مبذول ہے، ہمارا پردہ آویزاں ہے۔ اے میرے

بندے آسمان اوراس کی بلندی کی طرف نظر کر، آفتاب اوراس کی شعاع کو دیکھ زمین اوراس کے اطراف کو اس کے دریاؤں اور موجوں کو، اس کی فصلوں اور مختلف زمانوں کو، جو کچھ ظاہر اور پوشیدہ ہے، جو متحرک اور ساکن ہے جو قریب اور بعید ہے، جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے، جو کچھ تر و خشک ہے، جو ٹھرانے اور بیٹھنے والا ہے، جو متحرک اور جامد ہے، جو بیدار اور خوابیدہ ہے، جو رکوع اور سجدے میں ہے، جو غائب یا حاضر ہے، جو پوشیدہ و عیاں بھی ہے، یہ سب کے سب میرے جلال کے شاہد ہیں۔ میرے کمال کا اقرار کرتے ہیں۔ میرے ذکر کا اعلان کرنے والے ہیں۔ میرے شکر سے غافل نہیں۔ اے میرے بندے! میں تو تیری یاد رکھتا ہوں اور تو مجھے فراموش کئے ہوئے ہے۔ میں تیری پردہ پوشی کرتا ہوں اور تو میرا لحاظ نہیں کرتا۔ اگر میں زمین کو حکم دوں تو اسی دم تجھ کو نگل جائے، اگر دریاؤں کو حکم دوں تو تجھے غرق کر دیں۔ لیکن میں اپنی قدرت سے تیرا حامی ہوں اور اپنی قوت سے تیرا مددگار۔ ایک زمانہ مقرر اور مدت معین تک میں ٹال رہا ہوں۔ پھر ناچار تجھے میرے پاس آنا پڑے گا اور میرے سامنے تجھے کھڑا ہونا ہوگا۔ میں تیرے اعمال تیرے سامنے ایک ایک کر کے گن دوں گا اور تیرے کل افعال کی تجھے یاد دہانی کروں گا۔ یہاں تک کہ جب تجھے اپنی تباہی کا یقین آ جائے گا اور تو کہے گا اب لامحالہ ہوا تو اپنی مغفرت تجھے عطا کروں گا اور اپنی رضامندی تجھے عنایت کروں گا۔ تیرے گناہوں اور خطاؤں کو بخش دوں گا اور کہوں گا غمگین نہ ہو۔ چنانچہ تیری وجہ سے میرا نام غفار ہے۔

عظۃ الالباب میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیؑ کے پاس وحی بھیجی کہ اے میرے نبی! گنہگاروں کے لئے بساط کرم بچھایئے اور خطا کاروں کے لئے میری رحمت کے وسعت کو پہچانئے اور بھاگنے والوں کو میری طرف واپس لایئے اور طالبوں کو میری راہ بتلایئے اور نافرمانوں کو کہہ دیجئے کہ میں نے ان کے لئے اپنے پاس بساط قبول بچھا رکھی ہے۔ اور آسان تر اعمال سے میں انہیں اپنا مقرب بنالوں گا۔ پھر میری مغفرت کے سامنے ان کے گناہوں کی کیا حیثیت ہے اور ان کی خطائیں میری وسعت رحمت کے قریب ہی نہیں

پہنچ سکتیں۔ اگر گناہ عظیم ہوں یا عیب بہ کثرت ہوں تو کیا ہوا۔ میرے ابرے کرم کا ایک قطرہ ان کا ایک گناہ بھی باقی نہ رکھے گا اور میری رضامندی کی ایک نگاہ ان کے کسی عیب کو نہ چھوڑے گی۔ اے میرے نبی میرا یہ برتاؤ اس کے ساتھ ہے جو مجھ سے روگردان ہو جائے۔ پھر بلا اس کے ساتھ میرا کیا معاملہ ہوگا جس کو دل مجھ سے پر ہو۔ میری اطاعت نے اس کے تمام اوقات کا احاطہ کرلیا ہو۔ میرے معاملے میں اس کی عمر گزر گئی ہو۔ اے میرے نبی! میری طرف قصد کر کے آنے والوں کو مژدہ ہو۔ میری طرف چل کر آنے والوں کو بشارت ہو۔ ان کے دن روزا اور راتیں شب بیداری ہیں۔ میں گفتگو میں ان کی خبر رکھتا ہوں۔ میرے فرشتے ان کا مشاہدہ کرتے ہیں اور میری جنت ان کی مشتاق ہے۔ ان کے دل میری معرفت کے خزانے ہیں۔ وہ مجھ سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کے ایسے مشتاق ہیں جیسے کبوتر کا اشتیاق ہوا کرتا ہے اور میرے لئے یتیموں کی طرح روتے ہیں ان کی دردناک آواز میرے نزدیک فرشتوں کی تسبیح سے افضل ہے۔ قسم اپنی عزت اور جلال کی میں ان کو ایسی چیزیں دوں گا جو کسی آنکھ نے نہ دیکھی ہوں گی نہ کسی کان نے سنی ہوگی۔ اے میرے نبی مجھ سے بھاگنے والا بھاگ کر کہاں جائے گا یا گناہ گار مجھ سے کہاں تک بھاگے گا۔ کیا قیامت اس کو یک جان کردے گی اور میرے ہی پاس اسے پھر پھرا کر آنا پڑے گا۔ پھر میں اسے جزا دینے والے کی طرح جو مخفی بھید جانتا ہو محاسبہ کروں گا اور اس سے ایسی باز خواست کروں گا جیسے کوئی واقف کار بعض خواست کرے۔ جس سے دلوں کے بھید بھی پوشیدہ نہ رہ سکیں۔ اپنی عزت اور جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر میں چاہتا تو جو تھوک منہ میں ہوتا ہے اسی سے اس کا دم بند کردیتا اور وہ گھٹ کر ختم ہو جاتا یا جو کپڑے وہ پہنے تھا اسی میں آگ لگا دیتا وہ جل کر خاک سیاہ ہو جاتا لیکن میں ایسے دن پر اس کو ٹال رہا ہوں جس دن اس کی ٹکٹکی بندہ کر رہ جائے گی اور کوئی عذر باقی نہ رہے گا۔

طہارت القلوب میں بروایت فضیل رح نقل ہے کہ انہوں نے جبل عرفات پر کسی شخص سے کہا بتلاؤ کہ اگر اتنے سب لوگ کسی مالدار سے ایک دانگ مانگیں تو ان کو نہ دے

گا۔اس نے جواب دیا نہیں انہوں نے کہا تمہارے نزدیک ایک دانگ دو تہائی ہے خدا کے نزدیک مغفرت یقیناً۔اس سے بھی کم ہے۔

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۷

بنی اسرائیل کے ایک شخص کی توبہ کا واقعہ

بنی اسرائیل میں ایک شخص بڑا گنہگار تھا۔آخر عمر میں غفلت سے چونکا اور اپنے گھر والوں سے کہنے لگا کیا کوئی ایسا ہے جو خدا سے میری سفارش کر دے۔انہوں نے کہا کوئی نہیں۔وہ جنگل کو نکل گیا اور زمین پر گر پڑا اور کہنے لگا اے اللہ! آپ ہی میری بیماری اور آپ ہی میری بیماری کا علاج جانتے ہیں میں آپ کے پاس خانہ برباد فقر اور عمل در از صلاح کے ساتھ حاضر ہوا ہوں اور مجھے کوئی نہیں ملا جو میری سفارش کرتا اور نہ پناہ گزین ہونے کے قابل کوئی مقام ملا جو مجھے بچالیتا۔میری درخواست ہے کہ جو معاملہ آپ کے کرم کو شایاں ہے میرے ساتھ کیجئے۔ہاتف نے آواز دی کریم مہربان کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے دیکھو اس کے ساتھ وہ کیا معاملہ کرتا ہے۔ہم نے تیرے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا اور تیرے درجے بلند کر دیئے۔خبر میں وارد ہے جب کوئی بندہ توبہ کرتا ہے آسمان اور زمین کے درمیان ستر قندیلیں روشن کی جاتی ہیں اور منادی پکارتا ہے۔سن لو کہ بندے نے اپنے مالک سے صلح کر لی ایک بار کا ذکر ہے کہ ایک مرد صالح کا ایک چرواہے پر گزر رہوا جو بکریاں چرا رہا تھا اور بھیڑیے اس کے ساتھ ساتھ تھے۔وہ بولا بکری اور بھیڑیے میں کیسے صلح ہو گی اس نے جواب دیا جیسے کہ چرواہے نے اپنے خدا سے صلح کر لی۔

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۸

ایک شخص کی توبہ کا واقعہ

موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک بندہ تھا جو توبہ پر جمتا نہ تھا۔ خدائے تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کے اس سے کہہ دیجئے کہ اپنی توبہ کو برباد نہ کرے۔ اگر پھر گناہ کیا تو تجھے سزا ملے گی اور تیری توبہ قبول نہ ہوگی۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ پیغام اسے پہنچادیا کچھ دنوں تک تو وہ صبر کئے رہا لیکن ایک پھر گناہ کر بیٹھا۔ خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کہ پاس وحی بھیجی کہ اس سے کہہ دیجئے میں اس پر غضبناک ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ پیغام بھی اس تک پہنچادیا۔ وہ جنگل کونکل گیا اور کہنے لگا یاالٰہی موسیٰ کے پاس آپ کا یہ پیغام پہنچا ہے کیا آپ کے عفو کے خزانے ختم ہو گئے یا میرے گناہ سے آپ کا کچھ نقصان ہوگیا یا آپ نے اپنے بندوں پر اب بخل کرنا اختیار کرلیا ہے۔ اور آپ کے عفو کے سامنے کونسا بڑا گناہ ہوگا یہاں تک کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں تجھے نہ بخشوں گا اور آپ مجھے کیسے نہ بخشیں گے حالانکہ کرم آپ کے صفات میں سے ہے اور جب آپ اپنے بندوں کو ناامید کردیں گے تو آپ کا امیدوار کون بنے گا۔ اگر آپ ہی انہیں بھگادیں گے تو آپ کی طرف آنے کا قصد کون کریگا۔ اے اللہ اگر آپ کی رحمت ختم ہوچکی ہواور مجھے عذاب دینا ضروری ہی ہوتو آپ اپنے سارے بندوں کے گناہ مجھ پرڈال دیجئے۔ میں بیشک ان پر سے اپنی جان قربان کردوں گا۔ خدا تعالیٰ نے موسیٰؑ کے پاس وحی بھیجی کہ اس سے کہہ دیجئے کہ اگر تیرے گناہ آسمان کو چھپا بھی دیتے تو بھی میں تجھے بخش دیتا۔ کیونکہ کہ تو میرے کمال عفواور رحمت کو پہچانتا ہے۔

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۹

امام احمد بن حنبل کے پڑوسی کی توبہ کا واقعہ

جعفر صائغ کا بیان ہے کہ ابوعبداللہ احمد بن حنبل کے پڑوسیوں میں ایک شخص تھا جو گناہوں اور فواحش کا ارتکاب کرتا تھا۔ ایک دن امام احمد بن حنبل کی مجلس میں آیا اور سلام کہا۔ امام احمد نے اس کو پورا جواب نہیں دیا اور پیشانی پر شکن ڈال دی۔

اس نے کہا اے ابوعبداللہ! مجھ سے کیوں ناراض ہو میں نے تو اس کام سے توبہ کر لی ہے جب سے میں نے ایک خواب دیکھا ہے، احمد بن حنبل نے کہا: کیا دیکھا ہے۔

اس نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ اونچی جگہ پر کھڑے تھے اور بہت سے لوگ نیچے بیٹھے ہوئے تھے، وہ لوگ ایک ایک کر کے اٹھتے تھے اور آپ ﷺ سے دعا کی درخواست کرتے تھے، آپ ﷺ دعا فرماتے۔ یہاں تک کہ ان میں صرف میں رہ گیا۔ میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن جن بُرے اعمال کا میں ارتکاب کرتا تھا اس کی وجہ سے مجھے شرم آئی (اور نہیں اٹھا)

آپ ﷺ نے مجھ سے کہا اے فلاں! تم کیوں نہیں اٹھتے؟ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! جس برائی پر میں عمل پیرا ہوں اس کی وجہ سے شرم آتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شرم آئے تب بھی اٹھو اور مجھ سے دعا کی درخواست کرو میں تیرے لئے دعا کروں گا۔ کیونکہ تو میرے صحابہ میں سے کسی کو گالیاں نہیں دیتا۔ میں اٹھا اور دعا کی درخواست کی، آپ ﷺ نے میرے لئے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اس افعال بد کو مبغوض بنا دیا۔ امام احمد بن حنبل نے کہا اے جعفر اے فلاں: اس واقعہ کو یاد کرو اور بیان کرو شاید اس سے کسی کو فائدہ ہو۔

(بحوالہ کتاب التوابین)

واقعہ نمبر......۱۰

ایک شرابی کی بخشش کا واقعہ

ایک مرتبہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سوئے ہوئے تھے۔ان کو خواب میں کسی بزرگ کی زیارت ہوئی اور فرمایا گیا کہ: تمہارے پڑوسی کا جنازہ تیار ہے، تم جا کر اس کا جنازہ پڑھو۔سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جانتے تھے، کہ ان کا پڑوسی بڑا شرابی تھا۔اب وہ اٹھ تو بیٹھے لیکن بڑے حیران تھے کہ اس پڑوسی کے بارے میں مجھے خواب میں فرمایا گیا ہے کہ جاؤ اس کی نماز جنازہ پڑھ کے آؤ۔ پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ ہوسکتا ہے کہ اس کی کوئی وجہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس کے اہل خانہ سے پچھوایا کہ اس کو موت کس حال میں آئی۔انہوں نے جواب دیا کہ یہ ایک غافل سا بندہ تھا لیکن موت کے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، اور یہ اللہ تعالیٰ سے یوں فریاد کر رہا تھا:

''اے دنیا و آخرت کے مالک! اس شخص پر رحم فرما، جس کے پاس نہ دنیا ہے، نہ آخرت ہے۔''

اس عاجزی کے صدقے اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت اس کے گناہ کو معاف فرما دیا......سبحان اللہ۔

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۱۱

ایک عورت کی لاجواب توبہ کا واقعہ

ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں ایک عورت کبیرہ کا ارتکاب کر بیٹھی۔ کسی کو اس کا پتہ بھی نہیں تھا۔ یہ معاملہ اس کے اور اس کے پروردگار کے درمیان تھا۔مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ احساس ڈالا کہ دنیا کی تکلیف تھوڑی ہے اور آخرت کی زیادہ

ہے اور دنیا کی ذلت تھوڑی ہے اور آخرت کی زیادہ ہے۔

لہٰذا مجھے چاہئے کہ میں اپنے اس گناہ کو دنیا میں ہی پاک صاف کرواجاؤں۔ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنا رخ دوسری طرف پھیرلیا۔ اس نے دوسری طرف سے آ کر کہا، اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے پھر اپنا رخ پھیرلیا۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے چار اطراف میں رخ کیا اور اس نے چاروں طرف آ کر بتایا کہ مجھ سے گناہِ کبیرہ سرزد ہوا ہے۔...... چار مرتبہ کیوں رخ پھیرا؟...... اس لئے کہ نبی علیہ الصلوٰہ والسلام اس سے چار مرتبہ گواہی لینا چاہتے تھے۔ کیونکہ اس وقت تک حد جاری نہیں ہو سکتی جب تک گواہی نہ ہو۔ اس عورت نے اقرار کرتے ہوئے کہا کہ میں نے گناہ کیا ہے اور وہ گناہ میرے پیٹ میں پل رہا ہے۔ اب میں چاہتی ہوں کہ آپ ﷺ مجھ پر حد جاری کر کے مجھے اس گناہ سے پاک فرمادیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ابھی جاؤ، اور جب وضع حمل ہو جائے تو پھر آنا۔ چنانچہ وہ عورت چلی گئی۔

جب بچے کی پیدائش ہوگئی تو وہ بچے کو لے کر پھر آئی اور پھر عرض کرنے لگی کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! اب آپ مجھ پر حد جاری کیجئے۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی اس بچے کو دودھ پلاؤ۔ چنانچہ وہ پھر واپس چلی گئی۔

دو سال دودھ پلانے کے بعد پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی، اے اللہ کے محبوب ﷺ! آپ مجھ پر حد جاری کر دیجئے۔ اب کی بار جب وہ آئی تو بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا جسے وہ کھا رہا تھا۔ وہ بتانا چاہتی تھی کہ اب یہ میرے دودھ کا محتاج نہیں رہا...... اب اس پر حد جاری کی گئی۔

غور کیجئے کہ اس نے وضع حمل سے پہلے اپنے گناہ کا اقرار کیا، پھر دو سال دودھ پلانے کے بھی گزرے۔ مگر اس میں ایسی استقامت تھی کہ وہ بار بار آتی رہی۔ اللہ نے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی تھی کہ میں دنیا میں ہی اس بوجھ سے پاک ہو جاؤں۔ چنانچہ اس کو

سنگسار کر دیا گیا...... سنگسار کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے اس کے بارے میں کوئی سخت بات کہہ دی مگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''عمر! اس نے ایسی سچی توبہ کی ہے کہ اگر اس کی توبہ کے اجر وثواب کو شہر والوں پر تقسیم کر دیا جائے تو شہر کے سب گنہگاروں کی مغفرت ہو جائے۔''

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۱۲

مالک بن دینارؒ کی توبہ کا واقعہ

مالک بن دینار سے اس کی توبہ کا سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا، میں ایک سپاہی تھا اور شراب کا رسیا تھا۔ میں نے ایک نفیس باندی خریدی اور وہ میرے دل میں خاص مقام کی مالک بن گئی اس سے میری ایک بچی پیدا ہوگئی، میں اس بچی کو حد سے زیادہ پیار کرتا تھا جب وہ زمین پر گھسٹ کر چلنے لگی تو میرے دل میں اس کی محبت اور بڑھ گئی، وہ مجھ سے مانوس ہوگئی اور میں اس کے سامنے جب شراب لاکر رکھتا تو وہ آ کر کھینچا تانی کر کے میرے کپڑوں پر شراب بہا دیتی جب اس کے دو سال ہوگئے تو وہ مرگئی میرے دل کو اس کے غم نے بیمار کر دیا۔

پندرہ رمضان کو جمعہ کی رات میں شراب کے نشے میں مدہوش تھا، میں نے عشاء کی نماز بھی نہیں پڑھی تھی میں نے خواب میں دیکھا کہ صور پھونکا گیا اور قیامت قائم ہوگئی مردے قبروں سے اٹھائے گئے اور تمام مخلوق جمع ہوگئی میں بھی ان میں تھا میں نے اپنے پیچھے سے آہٹ سنی مڑ کر دیکھا تو ایک بہت بڑا اژدھا ہے کالے رنگ کا، آنکھیں نیلی ہیں، منہ کھولے میری طرف دوڑ رہا ہے۔

خوف و دہشت کے مارے میں بھاگا راستے میں ایک ستھرے لباس والے شخص کے پاس سے گذر ہوا میں نے سلام کہا اس نے جواب دیا میں نے کہا بابا! مجھے اس

اژدھے سے پناہ دو تجھے اللہ تعالیٰ پناہ دے گا وہ بوڑھا رونے لگا اور کہا میں کمزور اور ضعیف ہوں اور یہ اژدھا زبردست ہے، میرے بس میں نہیں آگے چلو اور بھاگو شاید اللہ تعالیٰ تیری نجات کی کوئی صورت بنا دے۔

میں آگے بھاگنے لگا اور ایک بلند جگہ پر چڑھ گیا ادھر سے میں نے جہنم کے طبقات کو جھانک کر دیکھا ان کی ہولناکیاں دیکھیں، قریب تھا کہ اژدھے کے خوف سے میں ان میں گر جاتا۔

مجھے کسی نے آواز دیکر کہا چلو یہاں سے تم یہاں کے رہنے والے نہیں ہو، میں اس کی بات سے مطمئن ہو گیا اور وہاں سے واپس لوٹا تو اژدھا میرے پیچھے تھا۔ میں پھر اسی بوڑھے کے پاس آیا اور کہا بابا! میں نے آپ سے درخواست کی کہ اس اژدھے سے میری جان چھڑاؤ آپ نے کچھ نہیں کیا، وہ بوڑھا پھر رونے لگا اور کہا میں ناتواں ہوں البتہ تم اس پہاڑ کے پاس جاؤ جہاں مسلمانوں کی امانتیں ہیں اگر تمہاری کوئی امانت ہو تو وہ تمہاری مدد کرے گی، میں نے دیکھا چاندی کا ایک گول پہاڑ ہے اور اس میں جگہ جگہ سوراخ اور روشندان ہیں اور پردے لٹکے ہوئے ہیں ہر روشندان پر سونے کے دو پٹے ہیں اور ان کے قبضے یاقوت کے ہیں اور آرائش موتیوں کی، ہر پٹ پر ایک ریشمی پردہ ہے۔

جب میں نے پہاڑ کی طرف نظر دوڑائی تو فوراً اس کی طرف بھاگا اور اژدھا میرے پیچھے تھا جب میں پہاڑ کے قریب پہنچا تو ایک فرشتے نے آواز دی: پردے ہٹاؤ، دروازہ کھول دو، اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ شاید اس حاجت مند کی یہاں کوئی امانت ہو جو اسے اس کے دشمن سے نجات دلائے۔

میں نے دیکھا پردے ہٹ گئے اور دروازے کھل گئے اور ان روشندانوں سے بہت سارے بچے میرے طرف جھانکنے لگے ان کے چہرے چاند کی مانند تھے، اژدھا بھی میرے نزدیک پہنچ چکا تھا میں حیران رہ گیا ان بچوں میں سے ایک نے چلا کر کہا:

اے سب آ ؤ اس کا دشمن اس کے قریب آ گیا ہے، چنانچہ وہ جوق در جوق کھڑے ہو کر جھانکنے لگے اچانک میری وہ بچی جو مر گئی تھی وہ بھی ان کی ساتھ جھانک رہی ہے، جب اس نے مجھے دیکھا تو رونے لگی اور کہا: ہائے یہ تو میرا باپ ہے پھر اس نے نور کے جھرمٹ میں تیر کی تیزی کے ساتھ چھلانگ لگائی اور میرے سامنے آ کھڑی ہوئی اس نے اپنا بایاں ہاتھ میری طرف بڑھا کر میرا دایاں ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے دائیں ہاتھ کو اژدھے کی طرف بڑھادیا تو وہ بھاگ گیا۔

پھر اس نے مجھے بٹھایا اور میری گود میں بیٹھ گئی اور اپنے دائیں ہاتھ سے میری داڑھی پکڑ کر کہا: اے ابا جان:

''کیا مومنوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے جھک جائیں۔'' (سورۃ حدید ۱۶)

میں رونے لگا اور کہا اے بیٹی تم لوگ بھی قرآن کو جانتے ہو؟ اس نے کہا ہم تو تم سے بھی زیادہ قرآن کو جانتے ہیں میں نے کہا اژدھے کے بارے میں تو کچھ بتاؤ جو مجھے ہلاک کرنے کے درپے تھا اس نے کہا وہ تیرا بُرا عمل ہے جس کو تو نے طاقتور بنایا ہے اور وہ تجھے جہنم کی آگ میں ڈبونا چاہتا ہے۔

میں نے کہا اس بوڑھے کے بارے میں بتاؤ جو راستے میں ملا اس نے کہا وہ تیرا نیک عمل ہے جسے تو نے اتنا کمزور کر دیا کہ اب وہ بُرے عمل کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

میں نے کہا اے بیٹی! تم اس پہاڑی میں کیا کرتی ہو؟ اس نے کہا ہم سب مسلمانوں کے بچے ہیں، ہم یہاں قیامت تک رہیں گے۔تمہارے انتظار میں ہیں جب تم آؤ گے تو ہم تمہاری سفارش کریں گے۔

مالک بن دینار کہتا ہے میں گھبرا کر اٹھا اور صبح کو میں نے شراب چھوڑ دی اور اس کے برتن توڑ ڈالے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی یہ میری توبہ کا سبب ہے۔

واقعہ نمبر......۱۳۰

ابراہیم بن ادہم کی توبہ کا واقعہ

ابراہیم بن بشار (جو ابراہیم بن ادہم کا خادم تھا) نے کہا میں نے ابراہیم بن ادہم سے پوچھا آپ کا ابتدائی واقعہ کیسا ہوا؟ (یعنی آپ کے اہل اللہ کی جماعت میں آنے کا سبب کیا ہے) اس نے کہا: میرا والد بلخ والوں میں سے تھا اور اس کا تعلق خراسان کے بادشاہوں سے تھا ہمیں شکار کھیلنے کا شوق دلایا گیا ایک دن میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا اور میرا شکاری کتا بھی میرے ساتھ تھا اچانک سامنے سے ایک لومڑی یا خرگوش بھاگا میں نے اپنے گھوڑے کو حرکت دی تو میں نے پیچھے سے آواز سنی:

''تمہیں اس لئے نہیں پیدا کیا گیا اور نہ تجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔''

میں رک گیا دائیں بائیں دیکھا کچھ نظر نہیں آیا تو میں نے کہا اللہ ابلیس پر لعنت کرے پھر میں نے گھوڑے کو حرکت دی تو پھر ذرا اونچی آواز میں وہی بات سنی۔ پھر میں رک گیا اور دائیں بائیں دیکھا تو کچھ نہیں نظر آیا میں نے کہا لعنت ہو ابلیس پر پھر تیسری مرتبہ گھوڑے کو حرکت دی تو میں نے وہی آواز اپنے گھوڑے کی زین کے سامنے والے حصّے سے سنی تو میں رک گیا اور میں نے کہا بیدار کیا بیدار کیا یہ ایک ڈرانے والا ہے اللہ کی طرف سے قسم بخدا میں آج کے بعد اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

میں اپنے گھر واپس آیا پھر میں نے اپنے والد کے چرواہوں میں سے کسی کے پاس گیا اور اس سے ایک جبہ اور کمبل لے لیا اور اپنے کپڑے اتار کر اس کو دے دیئے اور عراق کی طرف روانہ ہوا نشیب و فراز میں سفر کرتا رہا یہاں تک کہ میں عراق پہنچا۔ وہاں میں نے چند دن کام کیا لیکن مجھے حلال کمائی میسر نہیں ہوئی میں نے کسی بزرگ سے مشورہ کیا اس نے کہا اگر آپ حلال کمائی چاہتے ہیں تو ملک شام چلے جائیں، میں ملک شام چلا گیا ایک شہر میں داخل ہوا جس کو منصورہ کہتے تھے وہاں بھی کئی دن میں نے کام کیا لیکن حلال

ہاتھ نہ آیا میں نے پھر کسی شیخ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا اگر تم خالص حلال چاہتے ہو تو طرسوس شہر میں چلے جاؤ، وہاں مباح چیزیں ہیں اور کام بھی زیادہ ہے۔ میں طرسوس چلا گیا وہاں میں نے چند دن کام کیا باغوں کی نگرانی کرتا تھا اور کھیتی کاٹتا تھا ایک دن میں سمندر کے کنارے پر بیٹھا تھا ایک شخص آیا اور مجھے اپنے باغ کی نگرانی کے لئے اجرت پر لے گیا میں اس کے باغ میں بہت عرصہ رہا ایک دن میں نے دیکھا ایک خادم آیا اور اس کے ساتھ دوسرے ساتھی بھی تھے آ کر بیٹھ گئے پھر اس نے آواز دی اے باغبان میں نے کہا ہاں میں ہوں اس نے کہا جاؤ ایک بڑا دانہ انار کا لے کر آؤ جو میٹھا ہو۔ میں چلا گیا اور ایک بڑا دانہ انار لے کر آیا اس نے لے لیا اور اس کو توڑ دیا تو اس کو کھٹا پایا اس نے کہا اے باغبان تم اتنے عرصے سے ہمارے باغ میں رہتے ہو پھل میوہ انار کھاتے ہو لیکن آج تک تجھے کھٹے اور میٹھے کا پتہ نہیں چلا؟ ابراہیم بن ادھم کہتے ہیں کہ میں نے کہا قسم بخدا میں نے تمہارے پھل میں سے کچھ نہیں کھایا ہے اور واقعتہً میں کھٹے میٹھے کا فرق نہیں کر سکتا اس خادم نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر کے کہا کہ سنو یہ کیا کہتا ہے اگر ابراہیم بن ادھم بھی ہوتا تب بھی اس سے نہ بڑھتا۔ کل کو اس نے میری تعریف مسجد میں کی تو بعض لوگوں نے مجھے پہچان لیا پھر وہ خادم آیا اور اس کے بہت سارے لوگ تھے جب میں نے دیکھا کہ وہ لوگوں کے ساتھ میرے پاس آ رہا ہے تو میں درخت کے پیچھے چھپ گیا لوگ اندر آ گئے تو میں بھی ان کے ساتھ مل گیا جب سب لوگ اندر آ گئے تو میں وہاں سے باہر نکل کر بھاگ گیا۔ یہ میرا شروع کا حال ہے اور طرسوس سے اس ریگستان میں آنے کا سبب ہے۔

واقعہ نمبر......۱۴

ایک سبق آموز واقعہ

حافظ ابن قیمؒ نے ایک عجیب بات لکھی ہے، فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ایک گلی سے گزر رہا تھا۔ ایک دروازہ کھلا، میں نے دیکھا کہ کوئی آٹھ نو سال کا بچہ ہے اور اس کی ماں اس سے خفا ہوکر اس کو تھپڑ لگا رہی ہے، اس کو دھکے دے رہی ہے کہہ رہی ہے تو نافرمان بن گیا ہے، میری کوئی بات نہیں سنتا، کوئی کام نہیں کرتا، دفع ہو جا (چلا جا) یہاں سے۔ یہ کہہ کر ماں نے جو دھکا دیا تو وہ بچہ گھر سے باہر آ گیا۔ فرماتے ہیں کہ ماں نے کنڈی لگالی، اب میں وہیں کھڑا ہو گیا کہ دیکھوں اب ہوتا کیا ہے؟...... فرماتے ہیں کہ بچہ رو رہا تھا، چونکہ مار پڑی تھی، خیر وہ اٹھا اور کچھ سوچتا سوچتا ایک طرف کو چلنے لگا، چلتے چلتے وہ ایک گلی کے موڑ پر پہنچا، وہاں کھڑے ہوکر وہ کچھ سوچتا رہا، اور سوچنے کے بعد اس نے پھر واپس آنا شروع کر دیا اور چلتے چلتے اپنے گھر کے دروازے پر آ کر بیٹھ گیا، تھکا ہوا تھا، رو بھی رہا تھا کافی دیر سے رو رہا تھا، دہلیز پر قدم رکھا نیند آ گئی وہیں پر سو گیا۔ چنانچہ کچھ دیر کے بعد اس کی والدہ نے کسی کام کے لئے دروازہ کھولا تو کیا دیکھتی ہے کہ بیٹا اسی دہلیز پر سر رکھے پڑا ہے۔ والدہ کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا، وہ پھر ناراض ہونے لگی اور کہنے لگی چلا جا یہاں سے دور ہو جا میری نگاہوں سے، جب اس نے پھر اسے ڈانٹا وہ بچہ کھڑا ہو گیا۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے کہنے لگا، امی! جب آپ نے گھر سے دھتکار دیا تھا میں نے سوچا تھا کہ میں چلا جاؤں گا، میں بازار جا کر بھیک مانگ لوں گا، مجھے کچھ نہ کچھ کھانے کو مل جائے گا، امی میں نے سوچا میں کسی کے جوتے صاف کر دیا کروں گا، کچھ کھانے کو مل جائے گا، امی میں کسی کے گھر کا نوکر بن کر رہ جاؤں گا مجھے جگہ بھی مل جائے گی، مجھے کھانا بھی مل جائے گا۔ امی یہ سوچ کر میں گلی کے اس موڑ تک چلا گیا تھا، مجھے دل میں خیال آیا مجھے دنیا کی سب نعمتیں مل جائیں گی لیکن امی جو محبت مجھے آپ دے سکتی ہیں یہ محبت مجھے کہیں نہیں مل سکتی۔ میں یہ سوچ کر میں آ گیا ہوں،

امی میں اسی در پر پڑا ہوں تو مجھے دھکے دے، یا مارے، میں کہیں بھی نہیں جا سکتا، جب اس بچے نے یہ بات کہی، ماں کی مامتا جوش میں آ گئی اس نے بچے کو اپنے سینے سے لگا لیا اور کہا، میرے بیٹے! اگر تیرے دل میں یہ کیفیت ہے کہ جو محبت تجھے میں دے سکتی ہوں، وہ کوئی نہیں دے سکتا، تو میرے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

فرماتے ہیں، جب گنہگار بندہ اس احساس کے ساتھ رب کے دروازے پر آتا ہے اور کہتا ہے:

الٰھی عبدک العاصی اتاک

مقرا با لذنوب وقد دعاک

(اللہ تیرا گنہگار بندہ در پر حاضر ہے، اے اللہ! گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے آپ سے فریاد کرتا ہوں)

فان تغفر فانت لذاک احل

فان تطرد فمن یرحم سواک

(اللہ! اگر آپ معاف کر دیں، تو یہ بات آپ کو سجتی ہے۔ اللہ! اگر آپ ہی دھکا دیں دیں تو کون ہے ہم پر رحم کرنے والا اور کون ہے سینے سے لگانے والا)

تو جب انسان اس طرح اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے پھر پروردگار اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیتے ہیں، رب کریم! ہم پر احسان فرمائیے، سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائیے اور آئندہ زندگی کو گزری ہوئی زندگی کا کفارہ بنا دیجئے اور آنے والے وقت سے بہتر فرما دیجئے۔ (آمین) (بحوالہ گناہوں سے توبہ کیجئے)

واقعہ نمبر......۱۵

ایک گناہ گار کی توبہ کا واقعہ

ایک روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے بیس برس تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی، پھر بیس برس تک اس کی نافرمانی کی۔ایک دن آئینے میں چہرہ دیکھا تو سر اور داڑھی کے بالوں میں سفیدی نظر آئی، یہ دیکھ کر اسے بڑی تکلیف ہوئی۔اس نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ اے اللہ! میں نے تیری بیس برس تک عبادت کی ہے اور بیس برس تک نافرمانی کی ہے۔اب اگر میں تیری طرف رجوع کروں تو میری توبہ قبول کرلے گا۔غیب سے آواز آئی کہ اے شخص تو ہم سے محبت کرتا تھا ہم تجھ سے محبت کرتے تھے، تو نے ہمیں چھوڑا ہم نے تجھے چھوڑ دیا، تو نے نافرمانی کی ہم نے تجھے مہلت دی، اب اگر تو ہماری طرف رجوع کرے گا تو ہم تجھے اپنے سایہ رحمت میں جگہ دیں گے۔

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۱۶

ابراہیم بن ادھم کے ہاتھ پر ایک گنہگار نوجوان کی توبہ کا واقعہ

ایک شخص ابراہیم بن ادہم کے پاس آیا اور کہا اے ابواسحٰق میں نے آپ پر بہت زیادتی کی ہے مجھے کوئی راستہ بتادیجئے جو مجھے باز رکھے اور میرے دل سے فضولیات کو نکال دے۔

ابراہیم نے کہا: پانچ باتیں ایسی ہیں جن پر عمل کرو تو تجھے کوئی گناہ نقصان نہیں دے سکے گا اور کوئی لذت تجھے گمراہ نہیں کر سکے گی۔

اس نے کہا: وہ کیا ہیں؟ ابراہیم نے کہا پہلی بات یہ ہے کہ تم کسی گناہ کا ارادہ کرو تو اللہ کے رزق سے نہیں کھاؤ اس نے کہا پھر کیا کھاؤں ساری چیزیں تو اس کے رزق سے

ہیں۔ابراہیم نے کہا کیا یہ اچھی بات ہے کہ تم اس کے رزق سے کھاؤ اور اس کی نافرمانی کرو؟

نوجوان: نہیں اچھا نہیں ہے دوسری بات کیا ہے؟

ابراہیم نے کہا: جب تم اس کی نافرمانی کرنا چاہو تو اس کی زمین پر نہیں رہو۔

نوجوان: واہ یہ تو پہلی بات سے بھی بڑی ہے جب مشرق ومغرب اور ان کے درمیان جو کچھ ہے وہ سب اللہ کی زمین ہے تو میں کہاں رہوں؟

ابراہیم نے کہا: یہ مناسب ہے کہ تم اس کا رزق کھاؤ اس کی زمین پر رہو اور اس کی نافرمانی کرو؟

نوجوان: نہیں مناسب نہیں ہے، تیسری بات کیا ہے؟

ابراہیم: جب تم اس کے رزق سے کھاؤ اور اس کی زمین پر رہو اور پھر بھی اس کی نافرمانی کرنا چاہو تو ایسی جگہ تلاش کرو جہاں وہ تجھے نہ دیکھے۔

نوجوان: یہ کیسے ہوسکتا ہے وہ تو تمام پوشیدہ جگہوں کو جانتا ہے؟

ابراہیم: پھر کیا یہ ٹھیک ہے کہ تم اس کا رزق کھاؤ اس کی زمین پر رہو اور تم اس کی نافرمانی اس حال میں کرو کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہو؟

نوجوان: نہیں ہرگز نہیں، چوتھی بات کیا ہے؟

ابراہیم: جب ملک الموت تیرے پاس آئے تو اس سے کہو مجھے مہلت دو تا کہ میں سچی توبہ کرلوں اور اللہ کے لئے نیک اعمال کروں۔

نوجوان: وہ تو نہیں مانے گا۔

ابراہیم: جب تم موت کو اپنے آپ سے دفع کرنے پر قادر نہیں ہو اور جانتے ہو کہ موت جب آئے گی تو نہیں ہٹے گی تو کیسے چھٹکارے اور توبہ کی امید رکھتے ہو:

نوجوان: پانچویں بات کیا ہے؟

ابراہیم: قیامت کے دن جب تیرے پاس دوزخ کے فرشتے آجائیں اور تجھے جہنم

کی طرف لے جانا چاہیں تو تم انکار کرو۔

نوجوان: وہ تو مجھے نہیں چھوڑیں گے اور میری بات نہیں مانیں گے۔

ابراہیم: پھر کیسے نجات کی امید رکھتے ہو؟

نوجوان: بس ابراہیم میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔ اس کے بعد وہ ابراہیم بن ادہم کے ساتھ عبادت کرتا رہا یہاں تک کہ موت نے دونوں میں علیحدگی کردی۔ (بحوالہ کتاب التوابین)

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۱۷

امراءالقیس کندی کی توبہ کا واقعہ

امرءالقیس کندی خواہشات اور لذت کے ساتھ انتہائی شغف رکھتا تھا اور عیش و طرب میں منہمک رہتا تھا۔ ایک دن صحرا میں نکلنے کی خواہش سے یا شکار کھیلنے کی غرض سے باہر نکلا اور وہاں وہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا اچانک اس نے دیکھا کہ ایک شخص نے مردوں کی بہت ساری ہڈیاں اپنی سامنے جمع کر رکھی ہیں اور ان کو الٹا پلٹا کر رہا ہے۔

اس نے کہا کیا حال ہے تیرا صاحب! اور کیا سبب ہے تیری حالت کی پراگندگی جسم کی لاغری اور اڑے اڑے رنگ ہونے کا اور کیا سبب ہے تیری پراگندہ حالت لاغر جسم اور اڑی اڑی رنگت کا؟ اور اس جنگل میں اکیلے کیسے ہو؟ اس شخص نے کہا بھائی میں ایک لمبے سفر پر ہوں میرے پیچھے دو موکل ہیں جو مجھے بے چین کئے ہوئے ہیں اور وہ مجھے ہنکا کر ایسی جگہ لے جارہے ہیں جو تنگ، تاریک اور خوفناک ہے اور پھر وہ مجھے منوں مٹی کے نیچے مردوں کے پڑوس میں بوسیدگی کے حوالے کردیں گے۔ پھر بھی میں اگر اس اذیت ناک، تنگ و تاریک، وحشت ناک جگہ میں جس میں میری رگ و پے کو زمین کے حشرات کھا جاتے ہیں چھوڑ دیا جاتا ہے یہاں تک کہ میں خاک میں مل جاتا ہوں اور

میری ہڈیاں بوسیدہ ہوکر بکھر جاتی ہیں تو ابتلا وآزمائش ختم ہوسکتی اور بدنصیبی کی انتہا آجاتی ،لیکن میں اس کے بعد حشر کے لئے اٹھایا جاؤں گا اور پھر مجھے یوم الجزاء کے خوفناک مناظر کا سامنا ہوگا۔ اور پھر مجھے نہ معلوم دو گھروں (جنت و دوزخ) میں سے کس میں جانے کا حکم ہوگا،تو جس کا معاملہ اس حد تک خطرناک ہے وہ کس حال میں خوش ہوسکتا ہے۔

جب امرءالقیس نے اس کی بات سن لی تو گھوڑے سے کود کر اس کے سامنے جا کر بیٹھ گیا اور کہا اے صاحب ! تیرے کلام نے تو میری رنگین زندگی کو گدلا کردیا اور اندیشوں نے میرے دل کو گھیرے میں لے لیا،آپ اپنی تقریر کو ذرا دوبارہ کہہ دیں اور میرے لئے اپنے دین کی تشریح کریں۔

اس شخص نے کہا: کیا تم دیکھ رہے ہو جو میرے سامنے ہیں؟ اس نے کہاں: ہاں اس نے کہا کہ یہ ہڈیاں ان بادشاہوں کی ہیں جن کو دنیا کی خوبصورتی نے دھوکے میں رکھا اور ان کے دلوں کو قابو کرلیا اور ان کو اس افتادگی کی تیاری سے غافل رکھا یہاں تک کہ اچانک ان پر موت آئی اور ان کی آرزوئیں ساتھ چھوڑ گئیں اور سب رونقیں اور نعمتیں لٹ گئیں اور عنقریب یہ ہڈیاں پھر سے جسم بن کر اٹھیں گی اور اپنے اعمال کا بدلہ پاکر یا تو چین و آرام کی جگہ جائیں گی اور یا ہلاکت کی گھاٹ اتر جائیں گی۔ اس کے بعد وہ اچانک غائب ہوگیا اور پھر اس کا کوئی سراغ نہیں ملا بادشاہ (امرءالقیس) کے ساتھی جب آکر مل گئے تو دیکھا کہ بادشاہ کا رنگ اڑا ہوا ہے اور اس کے آنسو لگاتار جاری ہیں۔

بادشاہ اپنی سواری پر خستہ حالت میں سوار ہوا جب رات کی تاریکی چھا گئی تو اس نے اپنے شاہانہ لباس اتار دیئے اور پرانے کپڑے پہن کر رات کی تاریکی میں نکل گیا اور اس کے بعد اس کا کسی کو پتہ نہیں چلا۔

واقعہ نمبر......۱۸

حضرت بشر حافیؒ کی توبہ کا واقعہ

حضرت بشر حافیؒ کی توبہ کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حالت دیوانگی میں کہیں چلے جارہے تھے کہ راستہ میں ایک کاغذ پڑا ہوا ملا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس کاغذ کو عطر سے معتر کر کے کسی بلند مقام پر رکھ دیا اور اسی شب خواب میں دیکھا کہ کسی درویش کو منجانب اللہ یہ حکم ملا کہ بشر حافی کو یہ خوشخبری سنادو کہ ہمارے نام کو معطر کر کے جو تم نے تعظیماً ایک بلند مقام پر رکھا ہے اس کی وجہ سے ہم تمہیں بھی پاکیزہ مراتب عطا کریں گے اور بیداری کے بعد جب ان درویش کو یہ تصور آیا کہ بشر حافی تو فسق وفجور میں مبتلا ہیں۔ اس لئے شاید میرا خواب صحیح نہیں۔ لیکن دوسری اور تیسری مرتبہ بھی جب یہی خواب آیا تو وہ آپ کے گھر پہنچے۔ وہاں معلوم ہوا کہ آپ میکدے میں ہیں اور جب وہ درویش میکدے میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ بشر حافی نشہ میں چور اور بدمست پڑے ہیں۔ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ آپ سے جاکر کہہ دو کہ میں آپ کے لئے ضروری پیغام لایا ہوں۔ چنانچہ جب لوگوں نے آپ سے کہا تو فرمایا کہ نہ معلوم عتاب الٰہی کا پیغام ہے یا سزا کا اور یہ کہہ کر میکدہ سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر کے نکلے جس کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ نے وہ عظیم مراتب عطا فرمائے کہ آپ کا ذکر بھی قلوب کے لئے وجہ سکون بن گیا اور چونکہ آپ اس احساس کی وجہ سے ننگے پاؤں رہا کرتے تھے کہ زمین کو اللہ تعالیٰ نے فرش فرمایا ہے اس لیے شاہی فرش پر جوتے پہن کر چلنا آداب کے منافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو حافی کہا جاتا ہے۔

واقعہ نمبر......۱۹

ایک چور کی سچی توبہ

ایک دفعہ حضرت شیخ احمد خضرویہؒ کے گھر میں رات کو ایک چور گھس آیا۔ ادھر اُدھر بہت ٹٹولتا پھرا لیکن ایک بوریہ نشین کے گھر میں کیا رکھا تھا۔ مایوس ہو کر واپس جانے لگا۔ شیخ اس وقت جاگ رہے تھے اور ایک کونے میں مصروف عبادت تھے۔ انہوں نے چور کو اس طرح خالی ہاتھ اور مایوس جاتے دیکھا تو دل میں اس سے ہمدردی پیدا ہوئی۔ اس کو پکار کر کہا اے بھائی! فقیر کے گھر سے اس طرح تہی دست نہ جا۔ میرا کہنا مان یہ ڈول لے کر اس کنوے میں سے پانی نکال اور وضو کر کے نماز میں مشغول ہو جا۔ شاید اللہ تعالیٰ تیرے لئے کوئی صورت پیدا کر دے۔ چور نے آپ کے ارشاد پر عمل کیا اور وضو کر کے نمام میں مشغول ہوگا۔ صبح ہوئی تو ایک شخص شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دوسو اشرفیاں نذر کیں۔ آپ نے وہ اشرفیاں چور کے ہاتھ میں رکھ دیں اور فرمایا یہ تیری ایک نماز کا صلہ ہے۔ چور یہ دیکھ کر سکتے میں آ گیا اور اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ کہنے لگا کہ افسوس میں نے گزشتہ عمر برے کاموں میں صرف کر دی اور محروم رہا۔ صرف آج کی رات میں نے اللہ کا کام کیا اور اس نے مجھ پر اتنا کرم فرمایا۔ اگر میری گزشتہ زندگی بھی اس کی یاد میں بسر ہوتی تو مجھے کیا کچھ نہ ملتا۔ یہ کہہ کر اس نے سچے دل سے توبہ کی اور شیخ احمد خضرویہؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا۔

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۲۰

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی توبہ کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بندگی اور ولایت کے بلند درجہ پر پہنچنے سے قبل دنیاوی

عیش وعشرت میں مبتلا تھے۔ آپ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ایک کنیز پر عاشق ہوگئے اور اس عشق کی آزادی کی وجہ سے ہر لمحہ بیقرار رہنے لگے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک رات جب سردی بلا کی پڑ رہی تھی۔ آپ اپنی معشوقہ کی دیوار کے نیچے صبح تک کھڑے رہے۔ تمام رات برف باری ہوتی رہی اور آپ کا سارا جسم تقریباً شل ہونے لگا تھا۔ جب صبح کی آزان ہوئی تو آپ کی خود فراموشی کا یہ عالم تھا کہ یہ خیال ہوا کہ شاید عشاء کی آذان ہوئی ہے۔ جب آفتاب طلوع ہوا اور کائنات روشنی سے منور ہونے لگی۔ تب جا کر آپ کو کہیں خیال گزرا کہ آپ نے ساری رات معشوقہ کے انتظار میں گزار دی۔ آپ نے اپنے آپ سے کہا اے مبارک کے فرزند! تجھے شرم آنی چاہئے کہ ایسی مبارک رات تو نے نفس کے خاطر کھڑے کھڑے گزار دی۔ اس کے بجائے اگر تو امام کے ساتھ نماز میں ہوتا اور وہ کوئی لمبی سورت پڑھتا ہوتا تو دیوانہ ہوجاتا اور شور برپا کرتا۔ یہ خیال آتے ہی آپ کے دل میں ایک اور درد پیدا ہوا۔ چنانچہ اسی دم آپ نے توبہ کی اور عبادت میں مشغول ہوگئے اور بہت ہی مختصر عرصے میں خدا سے آپ کو ایسا درجہ عطا ہوا کہ ایک روز آپ کی والدہ ماجدہ باغ میں تشریف لے گئیں تو دیکھا کہ آپ گلاب کے پودے کے نیچے سوئے ہوئے ہیں اور ایک سانپ منہ میں شاخ نرگس لئے ہوئے آپ کے اوپر پنکھا کر رہا ہے۔

❀❀❀❀

واقعہ نمبر......۲۱

حبیب عجمیؒ کی توبہ کا واقعہ

حضرت حبیب عجمیؒ ابتداء میں مالدار تھے۔ آپ اہل بصرہ کو سود پر روپے دیا کرتے تھے اور جن سے کچھ لینا ہوتا تھا جب تک نہ لے لیتے وہاں سے نہ ٹلتے۔ اس سود کی رقم پر گزارہ کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک شخص کے ہاں جب سود کی رقم لینے پہنچے تو وہ

شخص گھر موجود نہ تھا۔ اس کی بیوی گھر پر موجود تھی۔ اس نے اس نے کہا کہ میرا شوہر تو باہر گیا ہوا ہے۔ میرے پاس کوئی چیز بھی نہیں ہے۔ ایک بکری ذبح کی تھی لیکن اس کے سر کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہی۔ اگر آپ اسے لینا پسند کریں تو حاضر کردوں۔ آپ نے کہا چلو یہی دے دو۔ چنانچہ بکری کا سر لے کر واپس آئے اور اپنی اہلیہ سے کہا کہ یہ سود میں ملی ہے۔ اسے پکاؤ اہلیہ محترمہ نے کہا کہ گھر میں لکڑی اور روٹی بھی تو نہیں ہے۔ آپ نے کہا تم فکر نہ کرو میں لکڑی اور روٹی بھی سود میں لے آتا ہوں۔ چنانچہ آپ باہر گئے اور اسی طرح لکڑی اور روٹی بھی سود میں لے آئے اہلیہ نے سالن چولہے پر چڑھایا۔ جب ہانڈی تیار ہوئی اور آپ نے چاہا کہ اسے برتن میں انڈیلیں کہ عین اسی وقت دروازے پر ایک فقیر نے صدا بلند کی اور کھانے کے لئے کچھ طلب کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ جا تجھے کوئی چیز نہیں پہنچتی اگر ہم تجھے تھوڑا سا دے بھی دیں اس سے تو کچھ امیر نہ ہو جائے گا۔ بلکہ ہم غریب ہو جائیں گے۔ فقیر ناامید ہوکر واپس چلا گیا۔ آپ کی اہلیہ نے جب ہانڈی سے گوشت نکالنا چاہا تو وہ سب خون ہو گیا تھا۔ انہوں نے شوہر کو آواز دی اور کہا کہ دیکھ سختی اور جبر سے حاصل کیا ہوا مال کیا ہو گیا۔ آپ نے جب آ کر دیکھا تو دل کی حالت متغیر ہو گئی۔ آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ میں اپنی سب برائیوں سے توبہ کرتا ہوں۔

دوسرے روز آپ گھر سے باہر تشریف لے گئے تاکہ قرضداروں سے جا کر روپیہ واپس لے آئیں اور پھر سود کے لین دین کا خاتمہ کریں۔ اس روز جمعہ کا دن تھا۔ جب آپ سڑک سے گزرے تو لڑکے کھیل رہے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا حبیب سود خور آ رہا ہے۔ زرا دور ہٹ جاؤ تاکہ اس کے پاؤں کی گرد ہم تک نہ پہنچے مبادا ہم بھی اسی طرح ہو جائیں۔ آپ نے جب یہ سنا تو دل بھر آیا اور حضرت حسن بصریؒ کی مجلس کی طرف چلے۔ حسن بصری نے اپ سے چند کلمات ایسے کہے کہ آپ کے دل کی حالت متغیر ہو گئی اور آپ نے توبہ کر لی۔ جب آپ حسن بصریؒ کی مجلس سے واپس ہوئے تو ایک قرضدار آپ کو دیکھ کر بھاگنے لگا آپ نے اس سے فرمایا بھاگو مت۔ اب تو مجھے تم سے بھاگنا چاہئے۔

لڑکوں نے آپ کو آتے دیکھ کر ایک دوسرے سے کہنا شروع کی حبیب تائب آ رہا ہے۔ دور ہٹ جاؤ تاکہ ہم ہمارے گرد اس پر نہ پڑے اور ہم خدا کے نزدیک گنہگار ہو جائیں۔

❀❀❀❀

واقعہ نمبر......۲۲

ایک سنار کا اپنی غلطی سے توبہ کا واقعہ

کسی شہر میں ایک بہشتی رہتا تھا جو ایک سنار کے گھر میں پانی بھرا کرتا تھا اور اسے پانی بھرتے ہوئے تیس سال کا عرصہ ہو گیا تھا۔ اس سونار کی بیوی بڑی خوبصورت تھی اور جس قدر خوب صورت تھی اسی قدر نیک اور پارسا بھی تھی۔

ایک روز بہشتی پانی بھرنے کو آیا تو اس نے سنار کی بیوی کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے اپنی طرف کھینچا۔ اس نے بمشکل ہاتھ چھڑایا اور اندر جا کر دروازہ بند کر لیا تھوڑی دیر کے بعد سنار گھر آیا تو اس کی بیوی نے اس سے پوچھا کہ آج دکان پر کونسا کام آپ نے خدا کی رضا کے خلاف کیا ہے۔ سنار بولا کہ آج ایک عورت کے ہاتھ میں کنگن پہناتے ہوئے مجھے اس کا بازو بڑا خوبصورت نظر آیا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا۔ بس یہی لغزش مجھ سے واقع ہوئی ہے۔ بیوی بولی۔ تو اب معلوم ہوا کہ تمہارے بہشتی نے آج میرا ہاتھ پکڑ کر کیوں کھینچا تھا۔ سنار سے سارا واقعہ سنا تو کہنے لگا میں اپنی غلطی سے توبہ کرتا ہوں۔ خدا مجھے معاف فرمائے۔ دوسرے روز بہشتی آیا اور کہنے لگا کہ کل والی غلطی سے میں توبہ کرتا ہوں۔ خدا مجھے معاف کرے۔ سنار کی بیوی نے کہا میاں بہشتی جاؤ اس میں تمہارا کوئی قصور نہ تھا یہ تو میرے میاں ہی کا قصور تھا۔ (روح البیان: ص۹۹ ج۲)

❀❀❀❀

واقعہ نمبر......۲۳

حضرت ذولنون مصریؒ کے تائب ہونے کا واقعہ

حضرت ذوالنون مصریؒ کے تائب ہونے کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی شخص نے آپ کو اطلاع پہنچائی کہ کسی مقام پر ایک نوجوان عبادت گزار رہتا ہے اور جب آپ اس سے شرف ملاقات حاصل کرنے کے لئے پہنچے تو دیکھا کہ وہ نوجوان ایک درخت سے الٹا لٹکا ہوا ہے اور اپنی نفس سے مسلسل کہہ رہا ہے کہ جب تک تو عبادت الٰہی میں میری ہمنوائی نہیں کرے گا میں تجھے اذیت دیتا رہوں گا۔ حتیٰ کہ تیری موت واقع ہو جائے۔ سارا منظر دیکھ کر آپ کو اس نوجوان پر اس قدر ترس آیا کہ آبدیدہ ہو گئے اور جب نوجوان عابد نے پوچھا کہ یہ کون ہے جو ایک بے حیا خطا کار پر ترس کھا رہا ہے اور رو رہا ہے تو یہ سنتے ہی آپ نے اس کے سامنے جا کر سلام کیا۔ تفصیلات جاننے پر نوجوان عبادت گزار نے بتایا کہ چونکہ یہ بدن عبادت الٰہی میں آمادہ نہیں ہے اس لئے میں اسے سزا دے رہا ہوں۔ آپ نے نوجوان سے کہا کہ مجھے تو یہ اندیشہ ہوا کہ شاید تم نے کسی کو قتل کر دیا ہے یا تم سے کوئی گناہ عظیم سرزد ہو گیا ہے۔

اس پر نوجوان نے جواب دیا کہ تمام گناہ مخلوق سے اختلاط کی وجہ سے جنم لیتے ہیں۔ اس لئے میں مخلوق کے رسم وراہ کو گناہ عظیم تصور کرتا ہوں۔ آپ نے نوجوان عابد سے فرمایا کہ تم واقعی بہت بڑے زاہد و عابد ہو۔

نوجوان نے جواب دیا کہ اگر تم کسی بڑے زاہد کو دیکھنا چاہتے ہو تو سامنے والے پہاڑ پر جا کر دیکھو۔ چنانچہ جب آپ وہاں پہنچے تو وہاں ایک نوجوان کو دیکھا جس کا ایک پاؤں کٹا ہوا باہر پڑا تھا اور اس کا جسم کیڑوں کی خوراک بن چکا تھا۔ آپ کی درخواست کرنے پر اس ابتر حالت میں پڑے ہوئے نوجوان نے بتایا کہ ایک دن میں اسی جگہ عبادت میں مصروف تھا کہ ایک خوبصورت عورت میرے سامنے سے گزری۔ جس کو دیکھ کر

میں شیطانی خیالات میں مبتلا ہو کر اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ عین اس وقت ندا آئی کہ اے بے غیرت! تمیں سال خدا کی عبادت واطاعت میں گزار کر آج شیطان کی عبادت کرنے چلا ہے۔ لہٰذا میں نے اسی وقت اپنا پہلا پاؤں کاٹ دیا کیونکہ گناہ کی جانب پہلا قدم اس نے اٹھایا تھا۔ اب آپ ہی بتائیں مجھ جیسے گنہگار کے پاس آپ کس لئے آئے ہیں اور اگر واقعی آپ کو کسی بڑے زاہد کی جستجو ہے تو اس پہاڑ کی چوٹی پر چلے جایئے۔

لیکن جب بلندی کی وجہ سے آپ کے لئے وہاں پہنچنا ناممکن ہو گیا تو اس نوجوان نے خود ہی اس بزرگ کا قصہ شروع کر دیا۔ اس نے بتایا کہ پہاڑی کی چوٹی پر جو بزرگ ہیں ان سے ایک دن کسی نے کہہ دیا کہ روزی محنت سے حاصل ہوتی ہے۔ پس اسی دن سے انہوں نے یہ عہد کر لیا کہ جس روزی میں مخلوق کا ہاتھ ہوگا وہ میں استعمال نہ کروں گا اور جب بغیر کچھ کھائے پیئے چند روز گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو حکم دیا کہ ان کے گرد جمع ہو کر انہیں شہد مہیا کرتی رہیں چنانچہ ہمیشہ وہ شہد ہی استعمال کرتے ہیں۔

نوجوان کی زبانی بزرگ کے بارے میں یہ داستان سن کر حضرت ذوالنون نے درس عبرت حاصل کیا اور اسی وقت سے عبادت وریاضت میں مصروف ہو گئے۔ آپ جس وقت پہاڑ سے نیچے اتر رہے تھے تو آپ نے دیکھا کہ ایک اندھا پرندہ درخت سے نیچے آ کر بیٹھ گیا۔ اس وقت آپ کو خیال آیا کہ نجانے اس پرندے کو کہاں سے رزق میسر آتا ہوگا۔ پھر اگلے ہی لمحے آپ نے دیکھا کہ اس پرندے نے اپنی چونچ سے زمین کریدی جس میں سے ایک سونے کی پیالی برآمد ہوئی۔ اس پیالی میں تل بھرے ہوئے تھے اور دوسری چاندی کی پیالی گلاب کے عرق سے لبریز تھی۔ چنانچہ وہ پرندہ تل کھا کر اور گلاب کا عرق پی کر درخت پر جا بیٹھا اور پیالیاں غائب ہو گئیں۔

یہ پراثر منظر دیکھ کر حضرت ذوالنون مصریؒ نے بھی توکل پر کمر باندھ لی اور یقین کر لیا کہ متوکل علی اللہ کو بھی تکلیف نہیں ہوتی۔ اس کے بعد آپ نے جنگل کی راہ لی۔ جہاں آپ کے کچھ پرانے دوست مل گئے اور اتفاق سے وہاں ایک خزانہ برآمد ہو گیا جس میں ایک ایسا

تحفہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک کندہ تھے۔ جس وقت اس خزانے کو تقسیم کیا جانے لگا تو آپ نے اپنے لئے صرف لکڑی کا وہ تختہ لیا۔ پھر ایک رات آپ نے خواب دیکھا کوئی آپ سے کہہ رہا تھا اے ذوالنون! سب نے دولت کو آپس میں تقسیم کرلیا مگر تو نے ہمارے نام کو پسند کرلیا۔ جس کے عوض ہم نے تیرے اوپر علم وحکمت کے دروزے کھول دیئے ہیں۔ اس کے بعد آپ واپس شہر آ گئے۔

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۲۴

حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ کی توبہ کا واقعہ

حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ سلسلہ چشتیہ کے اکابر متقدمین میں سے ہیں۔ آپ کی ابتدائی زندگی کی حالت میں مذکور ہے کہ آپ اس زمانے میں اپنے علاقے کے چوروں اور ڈاکوؤں کے سرغنہ تھے۔ حضرت فقیرانہ لباس پہنے جنگل میں ڈیرہ ڈالے پڑے رہتے تھے۔ جب کوئی قافلہ ادھر سے گزرتا تو اسے لوٹ لیا کرتے تھے۔ حضرت کے گروہ کے آدمی جب غارتگری کا مال حضرت کے سامنے پیش کرتے تو حضرت حسب پسند کوئی چیز رکھ کر باقی اپنے دوستوں میں تقسیم کردیتے تھے۔ لیکن اس سرقہ بالجبر اور ڈکیتی کے باوجود حضرت اور حضرت کے ساتھی پکے نمازی تھے۔ وقت پر سب لوگ نماز باجماعت پڑھا کرتے تھے جو شخص نماز نہ پڑھتا تھا اس کو اپنے گروہ سے خارج کردیتے تھے۔

ایک روز لوٹ مار کے قصد سے حضرت کے ساتھی کسی مسافر قافلے کی جستجو میں گئے ہوئے تھے کہ حضرت کے قریب سے ایک قافلہ گزرا۔ اس قافلے کا ایک شخص قرآن پاک کی تلاوت کرتا جارہا تھا۔ جس وقت وہ شخص حضرت کے سامنے سے گزرا اس کی زبان پر کلام پاک کی یہ آیت تھی **الم یان للذین امنو ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ** یہ آیت سنتے ہی حضرت کے دل پر سخت چوٹ لگی۔ جسم پر لرزہ طاری ہوگیا۔ کہنے لگے فضیل! کب تک

رہزنی کرتا رہے گا۔ اب توبہ کا وقت آ گیا ہے۔ حضرت نے اسی وقت سچے دل سے توبہ کی۔ ترک وطن کر کے مکہ معظمہ ہجرت فرما گئے اور اولیائے کبار سے فیض حاصل کر کے مسند رشد و ہدایت پر فائز ہوئے اور مرجع خلائق و خواص و عوام ہوئے۔

❀❀❀❀

واقعہ نمبر......۲۵

حضرت ابوحفص حدادؒ کی توبہ کا واقعہ

حضرت ابوحفص حدادؒ کی ابتدائی حالت یہ تھی کہ آپ اپنی ایک کنیز پر عاشق ہو گئے۔ آپ کا صبر وقرار جاتا رہا۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ نیشا پور کے ایک گاؤں میں ایک جادوگر رہتا ہے جو یہودی ہے۔ آپ اس کے پاس تشریف لے جائیں۔ ممکن ہے کہ وہ آپ کی کوئی صورت پیدا کر سکے۔ چنانچہ آپ نیشاپور تشریف لے گئے اور اس یہودی سے ملے اور اپنا حال زار بیان فرمایا۔ یہودی نے آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ چالیس روز تک عبادت ورضاعت نہ کریں اور نہ ہی کوئی نیک خیال دل میں لائیں تو پھر میں عمل کروں اور اپنے جادو کے وصف سے آپ کو مقام مقصود تک پہنچاؤں گا۔ آپ نے یہودی کی بات پر رضامندی ظاہر کی۔ چنانچہ وہاں چلے آئے اور اس کی ہدایت پر قائم رہے۔ جب چالیس دن گزر گئے تو اس یہودی کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ تمہارا طلسم تو بالکل غیر موثر ثابت ہوا۔ یہودی نے فرمایا کہ آپ نے ان چالیس دن کے اندر کوئی نہ کوئی ضرور نیک کام کیا ہے اور اسی سے میرا طلسم باطل ہوگیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان چالیس دنوں میں ظاہری طور پر تو مجھ سے کوئی بھی نیکی عمل میں نہیں آئی البتہ اتنا ضرور ہوا کہ میں ایک دفعہ راستہ میں جا رہا تھا تو میں نے راہ سے ایک پتھر اٹھا کر کنارے پر رکھ دیا تھا تا کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگے۔ اس پر یہودی نے کہا کہ اس خدا کو آزردہ نہ کر کہ جس کی نافرمانی تو چالیس دن تک کرے اور وہ اپنی مہربانی سے تیرے اس معمولی سے عمل کو بھی ضائع نہ ہونے دے۔ اس بات سے آپ

کے دل میں ایک آگ سی لگی اور آپ نے وہیں توبہ کی اور خدا کے راستے پر گامزن ہو گئے۔

واقعہ نمبر......۲۶

ایک عورت کی توبہ کا واقعہ

ایک مرید اپنے شیخ سے یہی سوال کیا کرتا تھا کہ پیر کا حق مرید پر کیا ہے؟ شیخ کچھ جواب نہ دیتے تھے۔ چندروز بعد وہ مرید راسخ الاعتقاد حاضر ہوا تو شیخ نے حکم دیا کہ تم فوراً چلے جاؤ۔ وہ مرید فوراً کسی طرف کو چل دیا۔ ساتویں روز ایک شہر کے قریب پہنچا اس شہر کا حاکم بھی اسی بزرگ کا مرید تھا۔ اس پر اس مسافر مرید کا حال منکشف ہوا۔ اس شخص کو بلا کر حالت دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کہاں جا رہا ہوں۔ حاکم نے کہا کہ تم کو میرے ہی پاس بھیجا گیا ہے۔ چندروز میرے پاس ٹھرو چندروز کے بعد اس شہر کے حاکم نے ایک ہزار روپے دے کر اسے رخصت کیا۔ اثنائے راہ میں وہ شخص ایک شہر میں پہنچا تو وہاں ایک بازاری عورت پر جو حسن و جمال میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھی۔ دل وجان سے فریفتہ وشیدا ہو گیا۔ ایک ہزار روپے پر ملاقات طے ہوئی۔ جب خلوت میں جا کر ارادہ فاسد کیا تو غیب سے زوردار تماچہ منہ پر لگا۔ تین بار یہی معاملہ گزرا۔ عورت نے پوچھا۔ تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟ اور یہ کیا معاملہ ہے؟ اس شخص نے ساری سرگزشت بیان کی۔ وہ بولی کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا شیخ مرد کامل ہے۔ اس خیال باطل کو چھوڑ دو۔ آؤ ہم تم دونوں ان کی خدمت میں چلیں۔ یہ لو اپنا روپیہ کمر سے باندھو۔ دونوں اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عورت نے افعال بد سے توبہ کی۔ شیخ نے اس عورت کا نکاح اسی مرد سے کروادیا اور وہ ہزار روپے بھی ان کو عطا فرمائے۔ چندروز بعد اس مرید نے پھر اپنے مرشد سے وہی پرانا سوال کیا۔ شیخ نے جواب دیا پیر کا حق وہ تھا جو تو نے بے چوں و چراں ادا کیا اور مرید کا حق وہ تھا جو فلاں شہر میں تجھ پر اس عورت کے ساتھ گزرا تھا۔

واقعہ نمبر......۲۷

کچھ لڑکوں کی توبہ کا واقعہ

حضرت معروف کرخیؒ ایک مرتبہ کچھ لوگوں کے ہمراہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں آپ نے چند لوگوں کو لڑتے جھگڑتے دیکھا۔ جب آپ ان کے پاس سے گزرے اور دجلہ کے کنارے پہنچے تو آپ کے ساتھیوں نے آپ سے عرض کیا کہ شیخ دعا فرمایئے کہ حق تعالیٰ ان سب کو غرق کردے تا کہ ان سب کی بدبختی کا خاتمہ ہو۔ لوگوں کو چین وسکون میسر ہو اور ان کے فساد کا اثر دوسروں تک نہ پہنچے۔

حضرت معروف کرخیؒ نے فرمایا تم سب لوگ دعا کے لئے اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔ سب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو آپ نے فرمایا الٰہی! جیسے تو نے ان لوگوں کو دنیا میں عیش وآرام فرمایا ہے اسی طرح آخرت میں بھی ان کو عیش وعشرت سے سرفراز فرما۔

احباب کو اس پر سخت تعجب ہوا اور انہوں نے باادب وآداب عرض کیا کہ اے شیخ! یہ حکمت ہماری سمجھ سے بعید ہے۔ آپ نے فرمایا صبر سے کام لو۔ یہ راز تم پر ابھی منکشف ہوا جا تا ہے۔ تھوڑی دیر بعد جب حضرت ان تمام اصحاب اکرام کی معیت میں واپس اس راستے سے آئے اور ان لوگوں کی نگاہ آپ کے روئے مبارک پر پڑی تو وہ خوف سے کانپ اٹھے۔ انہوں نے اسی وقت اپنی لڑائی بند کردی۔ شراب کے پیالے پھینک دیئے اور آپ کے قدم بابرکت میں آگرے اور گناہوں سے توبہ کی۔ حضرت نے اپنے احباب سے مخاطب ہوکر فرمایا تم نے دیکھا کہ خوف خدا نے انہیں ان کی صحیح منزل پر پہنچایا اور یہ نیکوں کے زمرے میں شامل ہوگئے۔

واقعہ نمبر......۲۸

توبہ کا باعث عبرت واقعہ

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ میں تھے۔ کبھی کبھی ان آیات وعلامات خداوندی کا جو خدا نے اپنے خاص بندوں اور اپنے دوستوں کو عطا فرمائی ہیں ذکر کرتے تھے۔ ایک شخص نابینا ہمارے قریب رہتا تھا جو کچھ ہم کہتے وہ سنتا تھا ایک مرتبہ وہ ہمارے پاس آیا اور کہا مجھ کو تمہاری باتوں سے انس پیدا ہو گیا ہے۔ صاحبو! میرے بال بچے تھے میں جانب بقیع لکڑی لینے گیا۔ وہاں ایک جوان ملا۔ قمیض کتان کا پہنے ہوئے ہاتھ میں موتی لئے ہوئے۔ میں نے اپنے جی میں کہا یہ مال مفت ہاتھ سے نہ جانا چاہیے۔ اور اس کے کپڑے اتا لینے کا قصد کیا۔ میں نے اس سے کہا اپنے کپڑے اتار دے۔ اس نے کہا خدا کی حفاظت میں چلا جا۔ میں نے اس سے دو مرتبہ بلکہ تین مرتبہ یہی سوال کیا۔ اس نے کہا تو میرے کپڑے ضرور لے گا، میں نے کہا ضرور لوں گا۔ پھر اس جوان نے اپنی دو انگلیوں سے میری آنکھوں کی طرف اشارہ کیا دونوں آنکھیں نکل کر گر پڑیں۔ میں نے کہا خدا کی قسم تم کون ہو۔ کہا میں ابرہیم خواص ہوں۔

ابراہیم خواصؒ نے چور کو اندھا ہونے کی بددعا دی اور ابراہیم ادہمؒ نے اپنے مارنے والے کے حق میں جنت کی دعا کی۔ وجہ اس کی یہ ہے۔ شیخ ابراہیم خواصؒ نے دیکھا کہ چور بغیر اندھا ہوئے توبہ نہ کرے گا یہ دنیا کا عذاب اس کے حق میں مناسب سمجھا اور شیخ ابراہیم ادہمؒ کو اس مارنے والے کو ایذا دینے میں اس کا توبہ کرنا معلوم نہ ہوا لہٰذا ابراہ کرم وجوانمردی اس کے حق میں نیک دعا فرمائی۔ ان کی دعا کی برکت سے اس شخص کو برکت و خیر حاصل ہوئی اور توبہ واستغفار وعذر کرتا ہوا ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا وہ سر جو محتاجی اور عذر خواہی کا تھا بلخ میں چھوڑ آیا۔ یعنی تکبر ریاست کا اور غرور شرافت کا میرے دماغ میں اس وقت تھا جب کہ میدان تکبر وخود بینی میں حب جاہ زینت

دنیا کے گھوڑے پر سوار ہو کر سلطنت بلخ میں دوڑتا پھرتا تھا اور اب تو میرے سر سے یہ سب نکل گیا اور بعوض تکبر و خودی پسندی کے لذت و عاجزی و تواضع لے لی اور حمقوں کی خلعت جو غرور کے سوت سے بنی گئی تھی میں نے اتار ڈالی ۔ کمینوں کا زیور جو کہ نحوست و حیرانی وشادمانی کے تانے بانے سے بنایا گیا ہے اتار پھینکا اور بعوض اس کے مجھ کو وہ خلعت عطا ہوئی ہے جس میں شرافت ابدی ہے اور اہل تحقیق اور صاحبان خضوع کے زہد و پرہیز کے سوت سے جو توفیق کے تکلے پر کتا ہے بنایا گیا ہے۔ مجھ کو وہ زیور مرحمت ہوا ہے جس کو اولیاء اللہ پہنتے ہیں اور وہ زیور معرفت کے جواہر، ادب کے یاقوتوں ، نیک عادات کے اہل طریق سے مرصع ہے اور مجھ کو شراب محبت اور مشاہدہ جمال دوست کے فرش پر بیٹھا کر پلائی گئی ہے جبکہ مجھ کو بادشاہ حقیقی کا قرب حاصل ہو گیا اب مجھ کو ایک ادنیٰ خادم کی خطا سے جو میرے لشکر کا سپاہی ہو کیا پرواہ ہے اور جبکہ لیلیٰ اپنے مجنوں کی جانب ملتفت ہو کر اس حالت زار پر متوجہ ہوا اور اپنے دوست کو بلند جگہ عنایت کرے ۔ اپنے قیمتی جمال کی خوبی کے مشاہدے میں مشغول رکھے تو اس وقت اگر کتا لیلیٰ کے قبیلے کا بھونکے یا حملہ کرے مجنوں کو کیا غم ہے۔

❀❀❀❀

واقعہ نمبر......۲۹

ذکر استغفار کی جزاء کا واقعہ

حضرت شبلیؒ سے مروی ہے کہ میں ایک دن گاؤں کے ارادے سے چلا راہ میں ایک کم سن نوجوان ملا جس کا جسم نہایت لاغر و گرد آلود تھا اور بال بکھرے ہوئے تھے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور وہ صحرا میں بیٹھے ہوئے دو قبروں کے درمیان کی خاک میں اپنے رخسار مل رہا تھا ۔ اور گھڑی گھڑی آسمان کی طرف دیکھتا جاتا تھا اور اپنے ہونٹ ہلاتا جاتا تھا اس کے آنسو رخساروں پر جاری تھے اور ذکر استغفار اور دعا میں ایسا مشغول تھا کہ اور

کوئی مشغلہ اس کو تسبیح وتقدیس اور تمہید وتمجید وتعظیم سے باز نہیں رکھ سکتا تھا جب میں نے اس جوان کو اس حالت میں دیکھا تو میرا قلب اس کی طرف مائل ہوا اور میں اس کی ملاقات کو چلا اور میں اپنا راستہ چھوڑ کر اسکی طرف ہوا، اس نے جب مجھے اپنی طرف آتے دیکھا تو اپنے جگہ سے اٹھ کر بھاگنے لگا میں بھی اس کے پیچھے بھاگا کہ شاید میں اسے پکڑلوں لیکن نہ پکڑ سکا میں نے کہا اے ولی اللہ! مجھ پر مہربانی کرو اس نے کہا قسم ہے اللہ کی ہرگز نہ کروں گا میں نے کہا خدا کے واسطے ٹھر جاؤ اس نے انگلی سے اشارہ کیا نہیں اور زبان سے اللہ کہا میں نے کہا اگر تیرا قول سچا ہے تو اپنی سچائی جو اللہ کے ساتھ ہے دکھائے۔ فوراً ہی اس نے چلا چلا کر اللہ اللہ اللہ تین دفعہ کہا اور بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ میں نے قریب جا کر اسے ہلایا تو وہ مر گیا تھا ۔ میں متفکر ہوا اور اس حال اور صدق سے متعجب ہوا اور جی میں کہا یختص برحمته من یشاء یعنی اللہ جسے چاہے اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کرے پھر لاحول الاقوہ الا باللہ العظیم پڑھتے ہوئے اس کی تجہیز وتکفین کی تیاری کی نیت سے ایک قبیلہ عرب کی طرف گیا جب میں وہاں سے لوٹا تو وہ میری نظر سے غائب ہوگیا۔ میں نے اسے بہت ڈھونڈا لیکن کچھ پتا نہ چلا نہ کوئی خبر ملی میں نے جی میں کہا یہ جوان مجھ سے غائب ہوگیا مجھ سے پہلے اس کا سامان کرنے والا کون آگیا جو اسے اٹھا کر لے گیا اتنے میں ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا اے شبلی تو اس جوان کی فکر سے بچ گیا اس کا کام فرشتوں نے کیا تو اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہ اور صدقہ زیادہ کیا کر۔ کیونکہ یہ جوان بھی اس مرتبہ تک ایک دن کے صدقے سے پہنچا ہے جو ساری عمر میں ایک بار کیا تھا۔ میں نے کہا میں خدا کے لئے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ کیا صدقہ تھا اس نے کہا اے شبلی یہ شخص اپنے اوائل عمر میں نافرمان گنہگار فاسق اور زانی تھا اللہ کی جانب سے اسے خواب نظر آیا جس سے وہ گھبرایا کہ اس کا ذکر اژدھا بن گیا اور اس کے منہ کی اطرف گھیرا لگا ربیٹھ گیا پھر اس اژدھا کے منہ سے شعلے نکل کر اس کے منہ میں جاتے لگے اور وہ شخص جل کر کوئیلہ ہوگیا یہ خواب دیکھ کر گھبرایا ہوا خوف زیادہ اٹھا اور سب تعلقات چھوڑ کر بھاگ نکلا اور اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہوگیا۔ اسے

تعلقات منقطع کیے ہوئے آج بارہ سال ہوئے اور وہ تضرع وازاری اور خضوع وخشوع میں مصروف تھا کل یک ساحل نے اس کے پاس آکرایک دن کی خوراک کا سوال کیا اس نے اپنے کپڑے اسے اتار دیئے وہ سائل بہت خوش ہوا اور ہاتھ اٹھا کر اس کے لئے دعاء مغفرت کی۔ حق تعالیٰ نے اس صدقہ کی برکت سے جس سے فقیر کا جی خوش ہوا اس کی دعا قبول کی چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو سائل صدقہ سے خوش ہو کر دعا کرے اسے غنیمت جانو۔

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۳۰

تین ڈاکوؤں کی توبہ کا واقعہ

حضرت ابو یزید قرطبی سے مروی ہے کہ ہم نے ایک بار سفر کیا اور ہمارے ہمراہ ایک گاؤں کے ایک نیک آدمی تھے۔ ہم ایک خندق پر پہنچے جس میں بہت سے درخت تھے۔ اس شخص کو آثار قدیمہ کی واقفیت تھی۔ انہوں نے کہا کہ اس خندق میں آبادی ہے۔ ہم خندق میں اترے اور سرعت سے جھپٹتے ہوئے خندق کے دوسری جانب چلے۔ جب ہم نے دوزخیوں کو قطع کیا اور آگے بڑھے تو ہم نے تین آدمی ہتھیار بند دیکھے جو ہم پر حملہ کرنے کے واسطے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ہم جمع ہوئے اور ہم نے کہا کیا تجویز کرنا چاہئے۔ اسی بدوی نے کہا کہ اپنا کام اصل کی طرف راجع کرو کیا تم اللہ کی طرف نہیں نکلے ہو۔ ہم نے کہا کیوں نہیں۔ کہا پھر اپنا کام اللہ کے سپرد کرو اور میرے پیچھے چلے آؤ اور تم میں سے کوئی دائیں بائیں نہ دیکھے۔ چنانچہ وہ شخص آگے ہو چلا اور ہم لوگ سب ان کے پیچھے چلے اور چور رستہ سے ہٹے ہوئے ہمارے برابر چلتے تھے۔ ہم چلنے میں ان سے آگے نکل گئے اور وہ لوگ ہمارے محاذ سے پیچھے رہ گئے۔ میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے تھا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے ہم کو اپنے نیزوں کی نوک پر لے لیا ہے۔ میں نے ساتھیوں سے کہا

کہ ان لٹیروں نے تو ہمیں پالیا اور وہ شخص بدوی ادھر ادھر نہیں دیکھتا تھا۔ میری بات سن کر وہ کھڑا ہو گیا اور مڑ کے دیکھا۔ جب وہ لوگ نظر آئے تو کہا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم اے اللہ ان شیاطین کی شرم ہم سے دور کر دے میں نے کہا دیکھو ہم کیا کریں۔ اس نے کہا ہم کیا کریں۔ میں نے کہا یہ چاشت کا وقت ہے اور نفل نماز میں جماعت جائز ہے۔ میں آگے بڑھ کر تمہیں نماز پڑھاتا ہوں اس وقت وہ لوگ آگے نکل جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ کہا اے ابویزید! ہمیں حاجت ہے کہ ہم ان سے پوشیدہ ہو جائیں۔ میں نے کہا تم جانو۔ اتنے میں انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دو انگلیوں انگشت شہادت اور وسطی سے ان ڈاکوؤں کی طرف اشارہ کر کے کہا "کھڑے رہو" میں نے انہیں دیکھا کہ کھڑے ہو گئے اور کوئی ان میں سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ نہ اپنے ساتھیوں سے مل سکتا تھا۔ جو جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔ ہم آگے چلے اور اس شخص نے اس کے بعد کچھ نہ کھایا۔ پھر جب ہم ایک دورہ میں پہنچے اور ایسی جگہ پر پہنچ گئے جہاں وہ ہمیں پکڑ نہیں سکتے تھے۔ وہ شخص کھڑے ہوئے اور ہم بھی اس کے ساتھ کھڑے ہوئے پھر کہا کہ دیکھو ان شیاطین کو کہ ابھی تک اس طرح کھڑے ہیں۔ واللہ اگر اللہ کا خوف نہ ہوتا تو انہیں اسی حالت پر چھوڑ کر چلا جاتا لیکن اے اللہ ہمارا واقعہ ان کے لئے سبب توبہ کا کر دے۔ پھر ان کی طرف اشارہ کیا جاؤ۔ میں نے دیکھا کہ وہ سب کے سب زمین پر بیٹھ گئے اور اپنے ساتھیوں باتیں کرنے لگے۔ پھر جہاں سے آئے تھے وہیں لوٹ گئے۔ بعدازاں اللہ تعالیٰ نے ان کو توبہ کی توفیق دی اور وہ تائب ہو گئے۔

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۳۱

نیک بندوں کے بارے میں بدگمانی پر توبہ کا واقعہ

ایک صالح بزرگ سے روایت ہے کہ میں نے شیخ ابوالفضل ابن جوہری مصری کی

خبر سنی اور آپ کی زیارت کے قصد سے اپنے شہر سے چلا۔ جمعہ کے روز شہر مصر میں داخل ہو کر شیخ کی مجلس وعظ میں حاضر ہوکر سامعین میں شریک ہوا۔ میں نے دیکھا کہ شیخ نہایت خوبصورت بلیغ آدمی اور لباس فاخرہ اور عمدہ کپڑے پہنے ہوئے تھے اور عمامہ خوش رنگ اور ایسی ہی ایک چادر بھی تھی۔ ان کی ہمت بڑی ہوئی تھی اور قاب کشادہ تھی یا یوں کہئے کہ دنیا ان کے پاس بہت کشادہ تھی۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ یہ ابن جوہری ہیں جن کی نسبت بہت کچھ کہا جاتا ہے اور ان کی صلاح اور دین اور پرہیز گاری کی شہرت ہے اور ان کے صفات حمیدہ اور قوت ایمانی اور کمال یقین مشہور ہے اور ان کا لباس اور ان کی یہ ہئیت وآرائش ہے۔ میں متعجب رہ گیا اور انہیں اس حال پر چھوڑ کر چلا گیا۔ جب میں مصر کے کوچہ اور بازاروں سے گزر رہا تھا تو میں نے ایک عورت کو چیخ پکار مچاتے ہوئے سنا۔ وہ رو رہی تھی گریہ وزاری کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی **و امصیبتاہ و انبتاہ و افضیحتاہ** میں اس پر رحم کھا کر اس کے پاس گیا اور پوچھا اے عورت! تجھے کیا ہوگیا ہے اور تیرا کیا قصہ ہے۔ اس نے کہا حضرت میں ایک پردہ نشین عورت ہوں اور میری ایک لڑکی کے سوا کوئی اولاد نہیں ہے اور میں نے بڑی کوشش سے اس لڑکی کی پرورش کی اور دل وجان سے اس کی حفاظت کی۔ حتیٰ کہ وہ جوان ہوئی۔ اس کی ایک نیک بخت صالح مسلمان سے میں نے منگنی کی۔ جب میں سمجھ گئی کہ وہ اس کا ہمسر اور کفو ہے تو اس کے ساتھ میں نے اس لڑکی کا عقد کر دیا۔ آج اسکی رخصت کی رات ہے اور آج ہی اس پر جن کا اثر ہوگیا ہے اور اس کی عقل جاتی رہی ہے۔ میں نے اس پر شفقت کر کے کہا کچھ مت ڈر اس کا علاج کرنا مجھ پر ہے اور اس کی حالت کی اصلاح کرنا میرے ذمہ ہے **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** کی برکت سے۔ یہ سن کر اس عورت کی پریشانی کچھ دور ہوئی اور وہ میرے آگے ہوئی اور میں اس کے پیچھے پیچھے ہولیا حتیٰ کہ وہ عظیم الشان خوبصورت مکان میں مجھے لے گئی اور اندر آنے کی اجازت دی۔ میں مکان میں گیا۔ دیکھا قسم قسم کی چیزیں جو بیاہ شادی میں اور بچوں والے گھروں میں ہوا کرتی ہیں وہاں موجود تھیں۔ اس نے مجھ سے کہا بیٹھ جاؤ۔ میں

بیٹھ گیا اچانک اس کی لڑکی نظر آئی جو کبھی دائیں اور کبھی بائیں طرف دیکھتی تھی۔ اور اس پر خدا کے حکم سے جن کا اثر ہو گیا تھا اور وہ بڑی خوبصورت تھی۔ میں نے قرآن شریف کی دس آیتیں ساتوں قراتوں کے ساتھ اس پر پڑھ کر دم کیں۔ اس وقت جن فصیح زبان میں جسے نزدیک اور دور کے سب لوگ سنتے تھے کہنے لگا اے شیخ ابوبکر تم سات قراتوں سے قرآن پڑھ کر ہم پر فکر نہ کرو ہم ستر قسم کے جن ہیں جو حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیئر ذات العلم کے روز مسلمان ہوئے تھے۔ آج ہم شیخ صالح ابوالفضل ابن جوہری کے پیچھے نماز جمعہ ادا کرنے کی غرض سے آئے تھے جن کی تم نے حقارت کی اور ان کی نسبت بدگمانی کی۔ خدا سے استغفار کرو اور اپنی غفلت کا توبہ سے تدارک کرو۔ ہم اس راستے سے جا رہے تھے کہ اس لڑکی نے ہم پر نجاست پھینکی جب کہ ہم نماز کے لئے اس کے گھر پر سے گزر رہے تھے چنانچہ سب ساتھی بچ گئے اور میرے کپڑے نجس ہو گئے اور حضرت شیخ صالح ابوالفضل کے پیچھے نماز پڑھنے سے محروم رہا میں نے غصہ میں آکر یہ کیا جو تم نے دیکھا۔ میں نے کہا اس شیخ صالح کی حرمت سے جن کے پیچھے تم نماز ادا کرنے آئے تھے اس پر سے اتر جاؤ۔ کہا بہت اچھا جن نے سن لیا اور مان لیا اور اسی وقت اس پر سے اتر گیا اور وہ لڑکی اسی وقت اچھی ہو گئی اور منہ پر اسی وقت مجھ سے شرما کر برقعہ ڈال لیا۔ گویا اسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ اس کی والدہ بہت خوش ہوئی اور کہا خدا تمہیں نیک جزا دے اور جیسا کہ تم نے ہماری عیب پوشی کی خدا تمہاری عیب پوشی کرے۔ پھر میں اسی وقت نکل کھڑا ہوا اور عزم حضرت شیخ صالح کی زیارت کا کر لیا۔ جب مجھے شیخ نے اپنی طرف آتے دیکھا تو مسکرا کر فرمایا اھلاً وسھلاً شیخ ابوبکر، تمہیں ہماری حالت کا یقین نہ تھا جب تک کہ جن نے یہ خبر نہ دی۔ ان کی یہ بات سن کر میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ پھر ایک مدت تک شیخ کے یہاں وعظ سنتا رہا اور ان کی صحبت میں ہی رہ گیا۔ وہ خانقاہ کے ایک حجرے میں رہتا تھا اور اللہ سے توبہ کر لی کہ کرامات اولیاء سے کبھی انکار نہ کروں گا۔

واقعہ نمبر......۳۲

بار بار توبہ کا ایک واقعہ

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک آدمی تھا جو توبہ کر کے توڑ دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اس شخص سے کہہ دو وہ آئندہ توبہ کر کے نہ توڑے ورنہ میں اس سے ناراض ہو جاؤں گا اور اسے سخت عذاب دوں گا۔ یہ پیغام سن کر وہ شخص چند روز تو اپنی عادت کے خلاف صبر سے رہا لیکن پھر توبہ سے گیا اور نافرمانی پر اتر آیا۔ اس پر اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام کی وساطت سے پھر وحی بھیجی کہ اللہ تعالیٰ اس نافرمان بندے سے ناراض ہے۔

موسیٰ علیہ السلام یہ پیغام سن کر وہ اللہ کا عاصی بندہ جنگل کی طرف نکل گیا اور تنہائی میں یوں اللہ عزوجل سے مخاطب ہوا۔ اے اللہ! تو نے موسیٰؑ کی وساطت سے یہ پیغام بھیجا ہے کیا تیرے بخشش کے خزانے ختم ہو گئے یا میری نافرمانی سے تجھے کوئی نقصان پہنچا ہے کیا تو اپنے بندوں پر بخل سے کام لیتا ہے، کیا کوئی گناہ تیرے عفو و کرم سے بڑا ہے۔ جب عفو و کرم تیری صفت ہے پھر تو مجھے نہیں بخشے گا۔ اگر تو اپنے بندوں کو ناامید کر دے گا تو وہ کس دروازے پر جائیں گے۔ تیرے در سے ٹھکرائے ہوئے کس کی پناہ تلاش کریں۔ اے الٰہی! اگر تیری رحمت ختم ہو چکی ہے اور تیرا عذاب مجھ پر لازم ہو گیا ہے تو اپنے تمام بندوں کے گناہ مجھ پر ڈال دے میں ان سب کے لئے اپنی جان قربان کرتا ہوں۔ اس پر اللہ عزوجل کی رحمت جوش میں آئی اور موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے اس آدمی کو پیغام بھیجا کہ "اے میرے گنہگار بندے! تو میری رحمت سے ناامید نہیں ہے اگر تیری خطاؤں سے زمین اور آسمان کے درمیان کی فضا بھی بھر جائے تو بھی میں تجھے بخش دوں گا۔ کیونکہ تو میری رحمت کاملہ اور عفو عام کا اعتراف کرتا ہے۔"

واقعہ نمبر......۳۳

حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

حضرت شفیق بلخی فرماتے ہیں کہ میں ۱۴۹ھ میں حج کے ارادے سے گھر سے چلا۔ قادسیہ میں پہنچا وہاں میں نے لوگوں کی زینت اور کثرت دیکھی کہ اچانک ایک خوبصورت نوجوان پر نظر پڑی۔ نفیس لباس پہنے ہوئے تھے اور اوپر سے اونی چادر اوڑھے ہوئے پاؤں میں جوتی۔ لوگوں سے الگ بیٹھا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ جوان صوفی ہے۔ لوگوں پر بار ہوگا میں اس کے پاس ضرور جاؤں اور اسے دھمکاؤں۔ میں اس کے قریب گیا و۔ جب اس نے مجھے متوجہ پایا کہا اے شفیق! گمان کرنے سے بچو۔ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور مجھے چھوڑ کر چل دیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا اس نے جو میرے جی میں تھا کہہ دیا اور میرا نام لیا۔ یہ تو کوئی مرد صالح معلوم ہوتا ہے۔ میں اس سے ضرور ملوں گا اور میں اس سے بدگمانی صاف کراؤں گا۔ میں اس کے پیچھے چل دیا مگر اسے نہ پایا اور میری نظر سے غائب ہوگیا۔ جب ہم مقام واقصہ میں اترے تو اس کو نماز میں پایا۔ اس کے اعضاء کانپ رہے تھے اور آنسو جاری تھے۔ میں نے کہا یہ تو وہی میرا دوست ہے میں اس سے مل کر اپنا قصور بدگمانی کا معاف کراؤں۔ میں نے کچھ دیر صبر کیا اور وہ فارغ ہوکر بیٹھا۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا۔ جب مجھے آتے دیکھا کہا اے شفیق! یہ آیت پڑھ **وانی لغفار لمن تاب الخ**

''جو کوئی توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے عمل کرے اور راہ پائے میں اس کے گناہ بخش دیتا ہوں'' پھر مجھے چھوڑ کر چلتا بنا۔ میں نے کہا یہ جوان ضرور ابدال ہے میرے دل کی بات دو مرتبہ بیان کردی۔ جب ہم منیٰ میں اترے تو میں نے اسی جوان کو دیکھا ہاتھ میں کوزہ لئے پانی کے واسطے کنوے پر کھڑا ہے اس کے ہاتھ سے کوزہ کنوے میں گر پڑا میں اس کو دیکھ رہا تھا۔ اس جوان نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور کہا اے خداوند اے میرے

مالک! تو خوب جانتا ہے میرے پاس سوائے اس کے اور کچھ نہیں مجھ سے یہ گم نہ کر۔ شفیق فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ کنوے کا پانی اوپر تک ابل آیا۔ اس جوان نے اپنا کوزہ لے کر پانی سے بھرا اور وضو کر کے نماز کے لئے کھڑا ہوا۔ نماز ادا کرنے کے بعد ریت کے ایک ٹیلے پر گیا اور بالو اٹھا اٹھا کر کوزے میں بھرتا تھا اور ہلا ہلا کر بار بار پیتا تھا میں اس کے پاس گیا اور سلام کیا۔ اس نے جواب دیا میں نے کہا اپنا جھوٹا مجھے عنایت کیجئے۔ کہا اے شفیق خدا کی نعمتیں ظاہری باطنی ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں۔ اپنے پروردگار کے ساتھ نیک گمان رکھو پھر مجھ کو کوزہ دیا۔ میں نے اس میں سے پیا، ستو اور شکر اس میں گھلے ہوئے تھے۔ خدا کی قسم اس سے زیادہ لذیذ اور خوشبودار چیز کبھی کوئی میں نے نہیں پی ہوگی۔ میری بھوک پیاس جاتی رہی اور کئی دن تک وہاں ٹھہرا رہا۔ کھانے پینے کی خواہش نہ ہوئی پھر راہ میں مجھ کو وہ جوان نہ ملا یہاں تک کہ قافلہ مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ ایک رات متصل پانی کے قبہ کے آدھی رات کے وقت میں نماز پڑھتے دیکھا نہایت عاجزی سے نماز پڑھتا تھا رونے کی آواز سنی جاتی تھی اسی حالت میں تمام رات گزر گئی۔ جب صبح ہوئی اپنے مصلے پر بیٹھا تسبیح پڑھتا رہا پھر کھڑا ہو کر نماز فجر ادا کی اور سلام پھیر کر خانہ کعبہ کا طواف کیا اور حرم سے باہر نکلا۔ میں اس کے ساتھ ہولیا۔ اس کے خادم وغلام نظر آئے۔ راستے میں جس وضع سے تھا یہاں اس کے خلاف پایا۔ لوگ گرد جمع ہو گئے اور سلام کر رہے تھے۔ میں نے ایک شخص سے جو اس کے قریب تھا دریافت کیا یہ جوان کون ہے۔ کہا حضرت امام جعفر صادقؒ ہیں۔ مجھے سخت تعجب ہوا کہ بے شک یہ عجیب وغریب اللہ کی عنایات انہیں عطا ہوئی ہیں۔

❀❀❀❀

واقعہ نمبر......۳۴

ایک عظیم انسان کی توبہ کا واقعہ

حضرت ابراہیم ادہم رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانے کے بہت متقی بزرگ تھے۔ ابتداء

میں آپ بلخ کے بادشاہ تھے۔ بڑی شان وشوکت سے حکومت کرتے تھے۔ ایک رات جبکہ اپنے محل میں محو خواب تھے۔ آپ کے ساتھ عجیب واقعہ پیش آیا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی چھت کے اوپر ٹہل رہا ہے۔ پوچھا تو کون ہے اور یہاں اس وقت کیا کررہا ہے؟ اس نے کہا آپ کا دوست ہوں اور یہاں اس وقت اپنا اونٹ تلاش کررہا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ کیسے ممکن ہے کہ شاہی محلات کی چھتوں پر اونٹ آجائیں۔ اس آدمی نے جواب دیا بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جامعہ اطلس پہن کر عیش وعشرت میں خدا مل جائے۔ اس جواب سے آپ پر ایک خوف طاری ہوگیا۔

دوسرے دن آپ دربار عام میں تشریف فرما تھے۔ اچانک ایک بہت بارعب شخص اندر داخل ہوا۔ دربار میں سے کسی کی جرات نہ ہوئی کہ اس سے اس طرح گستاخانہ طور پر اندر آنے کی وجہ پوچھی۔ وہ آدمی تخت شاہی تک پہنچ گیا۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے پوچھا تو کون ہے اور یہاں کس طرح آیا؟ اس نے کہا میں اس سرائے میں ذرا ٹھرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ سرائے نہیں شاہی محل اور دربار ہے۔ اس آدمی نے کہا آپ سے پہلے اس محل میں کون رہتا تھا؟ فرمایا میرا باپ۔ پھر پوچھا تمہارے باپ سے پہلے کون تھا۔ فرمایا میرا دادا۔ اسی طرح کئی پشتوں تک پہنچ کر اس نے پوچھا آپ کے بعد یہاں کون رہے گا؟ فرمایا میری اولاد۔ پھر آدمی نے کہا ذرا خیال کرو جس مقام پر اتنے آدمی آئیں اور جائیں کسی کا مستقل قیام نہ ہو۔ پھر وہ مقام سرائے نہیں تو کیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ شخص باہر آ گیا۔ آپ اس کے پیچھے دوڑے اور پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا میں خضر ہوں۔

یہ سنتے ہی آپ کا سکون جاتا رہا آپ باہر ہوا خوری کے لئے گھوڑے پر سوار ہوکر نکلے۔ اس وقت آپ نے آواز سنی کہ ابراہیم! اس وقت سے پہلے جاگو جس وقت کہ تم کو موت کے ذریعہ جگایا جائے۔ چنانچہ آپ تخت وتاج سے دست بردار ہوگئے اور سچی توبہ کرکے اللہ تعالیٰ کی تلاش میں نکل پڑے اور اپنے گناہوں پر روتے جاتے تھے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے جاتے تھے حتیٰ کہ چالیس سال تک آپ گریہ وزاری کرتے رہے۔

نقل ہے کہ آپ نے ایک درویش کو دیکھا جو مفلسی کی شکایت کرتا جاتا تھا۔آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے درویشی مفت میں حاصل کی ہے۔درویش نے پوچھا کیا درویشی کو خریدا بھی جاسکتا ہے۔فرمایا ہاں! میں نے درویشی حکومت بلخ کے عوض خریدی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا دل تین حالتوں میں خدا کی طرف حاضر نہ ہوتو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اس پر دروازہ بند کیا جاچکا ہے۔اول تلاوت قرآن کے وقت ،دونماز کے وقت،سوم ذکر الٰہی کے وقت۔

روایت ہے کہ آپ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ اے شیخ میں اپنے آپ پر بہت ظلم کر چکا ہوں مجھ کو کچھ نصیحت فرمایئے۔فرمایا اگر منظور کرو تو چھ باتیں بتاتا ہوں۔

اول یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ کی نافرمانی کروتو خدا کی دی ہوئی روزی نہ کھاؤ۔اس نے کہا پھر کہاں سے کھاؤں۔زیب نہیں کہ جس کی روزی کھاؤ اسی کی نافرمانی کرو۔

دوم یہ جب گناہ کرنے کا ارادہ کروتو خدا کی بادشاہت سے باہر ہو نکل کر کرو،عرض کیا ساری کائنات اسی کی ہے۔کوئی کہاں جائے۔فرمایا یہ مناسب ہے کہ اس کے ملک میں رہ کر گناہ کیا جائے۔

سوم یہ گناہ ایسی جگہ کیا جائے جہاں وہ دیکھ نہ سکے۔کہا یہ ناممکن ہے۔وہ تو دلوں کے بھید تک سے واقف ہے۔فرمایا جب رزق اس کا کھاؤ اس کے ملک میں رہوتو پھر اس کے سامنے گناہ کرنا کہاں تک انصاف پر مبنی ہے۔

چوتھے یہ کہ جب موت کا فرشتہ آئے تو اس سے کہو ذرا توبہ کر لینے کی مہلت دے دو ،عرض کیا یہ بھی ناممکن ہے۔وہ میرا کہنا نہ مانے گا۔فرمایا جب یہ حالت ہے تو اس کے سامنے آنے سے پہلے توبہ کر لینی چاہئے۔

پانچویں یہ کہ جب قبر میں منکر نکیر آئیں تو ان کو باہر نکال دینا۔عرض کیا میں یہ بھی نہیں کرسکتا فرمایا پھر ان سوالوں کا جواب دینے کے لئے تیار رہو۔

چھٹی یہ کہ قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد گنہگاروں کو دوزخ کی طرف بھیجا جائے گا۔ تم دوزخ میں جانے سے انکار کردینا۔ عرض کیا یہ بھی ناممکن ہے۔ تو پھر گناہ مت کرو۔

ایک اور روایت ہے کہ لوگوں نے کہ کیا بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو قبول نہیں کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم خدا تعالیٰ کو جانتے ہو لیکن اس کی اطاعت نہیں کرتے رسول اللہ ﷺ کو پہچانتے ہو مگر ان کی پیروی نہیں کرتے، قرآن کریم پڑھتے ہو مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کھاتے ہو مگر شکر نہیں کرتے۔ جانتے ہو کہ دوزخ گنہگاروں کے لئے ہے مگر اس سے زرا بھی نہیں ڈرتے۔ شیطان کو دشمن سمجھتے ہو مگر اس سے نہیں بھاگتے۔ موت کو برحق سمجھتے ہو مگر کوئی سامان نہیں کرتے۔ خویش واقارب کو اپنے ہاتھوں سے دفن کرتے ہو لیکن عبرت نہیں پکڑتے۔ بھلا جو شخص اس طرح کا ہو اس کی دعا کیوں کر قبول ہو سکتی ہے؟

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۳۵

ابوسلیمان دارانی رحمتہ اللہ علیہ کی توبہ کا واقعہ

ابوسلیمان دارانیؒ سے حکایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک قصہ خواں کی مجلس میں جایا کرتا تھا۔ اس کے کلام کا میرے دل پر اثر ہوا۔ مگر مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا تو میرے دل میں کوئی اثر نہ رہا۔ میں دوبارہ اس کی مجلس میں گیا اور اس کا کلام سنا تو میرے دل پر اس کا اثر راستہ بھر رہا۔ مگر پھر زائل ہو گیا۔ تیسری بار پھر گیا تو اس کا اثر میرے دل پر گھر پہنچنے تک رہا۔

چنانچہ میں نے مخالفت کی سارے آلات توڑ ڈالے اور طریقت اختیار کی راہ پر لگ گیا۔

اس کے بعد انہوں نے یحییٰ بن معاذ کو یہ حکایت سنائی تو فرمایا۔ ایک چڑیا نے کرکی (کونج) کا شکار کرلیا۔ چڑیا اس کی مراد قصہ خواں تھا اور کرکی سے ابوسلیمان دارائیؒ۔

ابوحفص حدادؒ سے حکایت کی جاتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کئی بار اپنا پیشہ چھوڑا مگر پھر وہی پیشہ کرنے لگ جاتا۔ آخر اس پیشہ نے مجھے چھوڑ دیا جس کے بعد پھر میں نے وہ کام نہیں کیا۔

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۳۶

توبہ کا عبرت ناک واقعہ

زہری رحمہ اللہ ناقل ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ یارسول اللہ دروازہ پر ایک نوجوان رو رہا ہے جس نے میرا دل جلا دیا ہے۔ فرمایا عمر! اسے اندر لے آؤ۔ وہ نوجوان روتا ہوا حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی۔ کہنے لگا یارسول اللہ میرے گناہوں کا ڈھیر مجھے رلا رہا ہے اور مجھے جبار سے ڈر آتا ہے کہ وہ مجھ پر غضب ناک ہوگا۔ آپ نے فرمایا نوجوان! کیا تو نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا ہے۔ عرض کیا نہیں۔ کیا تو نے کسی جان کو ناحق قتل کیا ہے عرض کیا نہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ تیرے گناہوں کو معاف فرما دیں گے اگرچہ وہ سات آسمان سات زمینوں اور تمام پہاڑوں کے برابر ہوں۔ نوجوان بولا حضور! میرا گناہ ساتوں آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں سے بھی بڑھا ہوا ہے آپ نے ارشاد فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا کرسی کہنے لگا میرا گناہ بڑا ہے۔ فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا عرش، اس نے کہا میرا گناہ بڑا ہے۔ ارشاد فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا تیرا اللہ یعنی اس کی عفو۔ کہنے لگا ہاں البتہ میرا اللہ اور اس کی عفو بہت بڑی ہے پس ارشاد فرمایا کہ گناہ عظیم کو خدائے عظیم ہی

معاف فرمائے گا جو بہت ہی عفوودرگزرکرنے والا ہے۔ پھر فرمایا ذرا اپنا گناہ تو بتا۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے آپ سے حیا آتی ہے۔ آپ نے پھر پوچھا تو کہنے لگا میں کفن چور تھا اور سات سال تک یہی پیشہ کیا۔ ایک دفعہ انصار کی ایک لڑکی فوت ہوئی میں نے اس کی قبر کھودی اور کفن اتار کر چل دیا تھوڑی دور گیا تھا کہ شیطان نے مجھ پر غلبہ پایا اور میں نے لوٹ کر اس سے مجامعت کر لی۔ نکل کر تھوڑی دور گیا تھا کیا دیکھتا ہوں وہ لڑکی کھڑی پکار کر کہہ رہی ہے اے جوان تجھے قیامت کے دن جزا وسزا دینے والے سے حیا نہیں آتی جس وقت وہ اپنی کرسی فیصلہ کے لئے رکھیں گے اور ظالم سے مظلوم کا بدلہ دلوائیں گے۔ تو مرنے والوں کے مجمع میں مجھے ننگی کر کے چل دیا ہے اور میرے اللہ کے روبرو مجھے بحالت جنابت حاضر ہونے پر مجبور کیا۔ یہ سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اچھل کر کھڑے ہو گئے اور اس کی گدی میں ایک دھول رسید کی اور فرمایا او فاسق تو تو بس آگ کے لائق ہی ہے، دفع ہو یہاں سے۔ نوجوان وہاں سے نکلا، چالیس راتوں تک اللہ کے حضور توبہ کرتا مارا مارا پھرتا رہا۔ چالیس راتوں کے بعد آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خدا، آدم وحوا کے معبود اگر تجھے میری توبہ منظور ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس کی خبر دے دے ورنہ پھر آگ بھیج کر مجھے جلا دے اور آخرت کے عذاب سے نجات دے دے۔ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے سلام کہا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو سلام پہنچایا۔ آپؐ نے فرمایا وہ خود سلام ہیں سلام کا مبدا اور منتہیٰ بھی وہی ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا مخلوق کو آپ نے پیدا کیا ہے فرمایا مجھے بھی اور تمام مخلوق کو اسی نے پیدا فرمایا ہے عرض کیا وہ پوچھتے ہیں کہ کیا آپ مخلوق کو رزق دیتے ہیں۔ فرمایا بلکہ مجھے بھی اور تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتے ہیں۔ عرض کیا وہ پوچھتے ہیں کیا بندوں کی توبہ آپ قبول کرتے ہیں فرمایا بلکہ میری بھی اور تمام بندوں کی توبہ وہی قبول فرماتے ہیں۔ پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندے کی توبہ قبول

کرلی ہے آپ بھی اس پر نگاہِ شفقت فرمایئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان کو بلاکر اسے توبہ قبول ہونے کی بشارت سنائی۔

فقیہہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عقل مند آدمی کو اس سے سبق لینا چاہیئے اور جاننا چاہیئے کہ زندہ کے ساتھ زنا کرنا مردہ کے ساتھ زنا کرنے سے زیادہ گناہ ہے اس کی معافی کے لئے حقیقی اور سچی توبہ کرنی چاہیئے ۔ دیکھئے نوجوان نے جب سچی توبہ پیش کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرمادیا اور یہ بھی ضروری ہے کہ جس حیثیت کا گناہ ہو توبہ بھی اسی درجے کی ہونی چاہیئے ۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۳۷

ایک عورت کی توبہ کا واقعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر نکلا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت نقاب اوڑھے راستہ پر کھڑی ہے اور مجھے پوچھ رہی ہے کہ مجھ سے بڑا گناہ ہوگیا ہے کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے میں نے پوچھا تیرا کیا گناہ ہے کہنے لگی مجھ سے زنا کی حرکت سرزد ہوگئی اور اس سے پیدا ہونے والے بچے کو بھی قتل کردیا۔ میں نے کہا تو خود بھی ہلاک ہوگئی اور ایک جان اور بھی ہلاک کی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم تیری توبہ قبول نہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ سن کر اس عورت نے چیخ ماری اور بے ہوش ہوکر گر پڑی۔ اور میں آگے چلا آیا اور اپنے جی سے یوں کہہ رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موجود ہوتے تجھے فتویٰ دینے کا کیا حق تھا۔ صبح ہوئی تو میں جلدی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ گزشتہ رات ایک عورت نے مجھ سے فلاں مسئلہ پوچھا اور میں نے اس کا یوں جواب دیا۔ آپؐ نے یہ سن کر۔ ان للہ و انا الیہ راجعون ۔

پڑھا اور فرمایا بخدا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو خود بھی ہلاک ہوا اور اسے بھی ہلاک کیا۔ کیا تجھے یہ آیت معلوم نہیں تھی۔

والذین لا یدعون مع اللہ الھا آخر ولا یقتلون النفس التی حرّما للہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذالک یلق اثآما یضعف لہ العذاب یوم القیمۃ ویخلدفیہ مھانا الا من تاب و امن و عمل عملاً صالحا فاولئک یبدل اللہ سیئا تھم حسنت ط و کان اللہ غفورا رحیماO (سورۃ فرقان)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی پرستش نہیں کرتے اور نہیں قتل کرتے اسے جسے اللہ نے منع فرمادیا ہے مگر جس کا قتل حق پر ہو اور زنا نہیں کرتے اور جو کوئی یہ کام کرے وہ جا پڑا گناہ میں اسے قیامت کے دن دگنا عذاب ہوگا۔ اور خوار ہو کر اس میں پڑا رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور یقین اور کچھ نیک کام کیا تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی برائیوں کی جگہ بھلائیاں بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سے چلا گیا اور حال یہ تھا کہ مدینہ کی گلیوں میں دوڑتا پھرتا تھا اور پکارتا جاتا تھا کہ کون ہے جو مجھے فلاں عورت کا پتہ بتائے جس نے گزشتہ رات مجھ سے ایسا ایسا مسئلہ پوچھا تھا۔ میرا یہ حال دیکھ کر بچے شور کرتے تھے کہ ابو ہریرہ دیوانہ ہو گیا حتیٰ کہ اسی طرح رات ہو گئی تو وہ عورت کل والی جگہ پر مجھے پھر ملی تو میں نے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک سنایا کہ اس کی توبہ قابل قبول ہے۔ یہ سن کر وہ عورت چیخ مار کر خوشی میں رونے لگی اور کہا کہ میرے پاس فلاں باغ ہے جسے میں گناہ کے کفارہ میں مساکین کے لئے صدقہ کرتی ہوں۔ (بحوالہ تنبیہ الغافلین)

واقعہ نمبر......۳۸

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ روزانہ تہجد کی نماز کے لئے اٹھا کرتے تھے، ایک دن تہجد کے وقت آنکھ نہ کھلی۔ حتیٰ کہ تہجد کا وقت نکل گیا، چونکہ اس سے پہلے کبھی تہجد کی نماز نہیں چھوٹی تھی۔ پہلی مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ تہجد کی نماز چھوٹ گئی۔ چنانچہ اس کی وجہ سے ان کو اس قدر ندامت اور رنج ہوا کہ سارا دن روتے روتے گزار دیا کہ یا اللہ، مجھ سے آج تہجد کی نماز چھوٹ گئی۔ جب اگلی رات کو سوئے تو تہجد کے وقت ایک بزرگوار نے تشریف لا کر آپ کو تہجد کی نماز کے لئے جگانا شروع کر دیا کہ اٹھ کر تہجد پڑھ لو، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فوراً اٹھ گئے، اور اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اور یہاں کیسے آئے؟ اس نے جواب دیا کہ میں وہی بدنام زمانہ ابلیس اور شیطان ہوں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمہارا کام تو انسان کو غفلت میں مبتلا کرنا ہے۔ نماز کے لئے اٹھانے سے تمہارا کیا کام؟ شیطان نے کہا: اس سے بحث مت کرو، جاؤ، تہجد پڑھو، اور اپنا کام کرو، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، پہلے بتاؤ: کیا وجہ ہے؟ مجھے کیوں اٹھا رہے تھے؟ جب تک نہیں بتاؤ گے، میں نہیں چھوڑوں گا، جب بہت اصرار کیا تو شیطان نے بتایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ گزشتہ رات آپ پر میں نے غفلت طاری کر دی تھی، تاکہ آپ کی تہجد کی نماز فوت ہو جائے، چنانچہ آپ کی تہجد کی نماز فوت ہوگئی، لیکن تہجد چھوٹ جانے کے نتیجے میں آپ نے سارا دن روتے روتے گزار دیا۔ اور اس رونے کے نتیجے میں آپ کے اتنے درجات بلند ہوگئے کہ اگر آپ اٹھ کر تہجد پڑھ لیتے تو آپ کے درجات اتنے بلند نہ ہوتے۔ یہ تو بہت خسارے کا سودا ہوا، اس لئے میں نے سوچا کہ آج آپ کو اٹھا دوں، تاکہ اور زیادہ درجات کی بلندی کا راستہ پیدا نہ ہو۔

(بحوالہ اصلاحی خطبات ج)

واقعہ نمبر......۳۹

زاذان گویّئے کی توبہ کا واقعہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک دن کوفہ کی ایک جانب سے گذرے۔ فساق کا مجمع لگا ہوا تھا، شراب کا دور چل رہا تھا اور زاذان نامی گویا سارنگی بجا تا تھا اور گا رہا تھا۔ اس کی آواز بہت سریلی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آواز سن کر فرمایا کس قدر حسین ہے یہ آواز اے کاش کہ یہ تلاوت قرآن کے لئے ہوتی۔ گویّے کے دل میں ایک ہیبت سی پیدا ہوئی اٹھ کھڑا ہوا۔ سارنگی زمین پر مار کر توڑ ڈالی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھاگا پاس پہنچ کر رومال اپنے گلے میں ڈالا اور سامنے جا کر رونا شروع کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے گلے لگالیا اور خود بھی رونے لگے۔ پھر فرمایا میں اس شخص سے کیسے محبت نہ کروں جس سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں۔ زاذان نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی رہنے لگا حتی کہ قرآن سیکھا اور علوم قرآن اور دیگر علوم سے حصہ وافر حاصل کیا اور علوم کا امام بنا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بہت سی روایات انہی زاذان رحمہ اللہ کے واسطے سے مروی ہیں۔

(بحوالہ تنبیہ الغافلین)

واقعہ نمبر......۴۰

توبہ کی برکت کا واقعہ

حضرت بکر بن عبداللہ المزنی قدس سرہ نے کہا ہے کہ ایک قصائی اپنے پڑوس کی لونڈی پر عاشق تھا، ایک مرتبہ وہ لونڈی کسی گاؤں کو جا رہی تھی وہ قصائی پیچھے پیچھے جا کر اس سے لپٹ

گیا، لونڈی نے کہا اے جوانمرد جس قدر تجھے مجھ سے محبت ہے اس سے زیادہ مجھے تجھ سے عشق ہے لیکن کیا کروں اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہوں، قصائی نے کہا نیک بخت جو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہے تو میں کیونکر نہ ڈروں۔ یہ کہہ کر توبہ کی اور پھر راہ میں اس پر پیاس غالب ہوئی ہلاک ہوجانے کا خوف تھا کہ ایک شخص پیغمبر وقت کا قاصد کہیں جاتا تھا وہ تشریف لائے اور اس قصائی سے پوچھا کہ تجھے کیا آفت پہنچی ہے۔ جواب دیا کہ پیاس کی شدت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تو دعا کر کہ حق تعالیٰ ابر بھیج دے اور جب تک ہم شہر کو نہ پہنچیں وہ ہم پر سایہ کئے رہے۔ تو یہ دعا کر اور میں اس دعاء پر آمین کہوں۔ قصائی نے کہا کہ میں تو کچھ عبادت نہیں کرتا ہوں، تم ہی دعا کروں میں اس پر آمین کہوں غرضیکہ ایسا ہی کیا، ابر آیا اور ان کے سر پر چھا گیا حتیٰ کہ ایک دوسرے سے جدا ہوئے وہ ابر قصائی کے ساتھ چلا، اور وہ قاصد پیغمبر دھوپ میں چلے اور قصائی سے فرمانے لگے اے جوان تو کہتا تھا کہ میں کچھ عبادت نہیں رکھتا ہوں، اب راز کھلا کہ یہ ابر تو تیرے ہی واسطے تھا تو اپنا حال بتا! قصائی نے کہا کہ میں اور تو کچھ نہیں جانتا مگر اس لونڈی کے کہنے سے توبہ کی ہے۔ قاصد پیغمبر نے فرمایا کہ ایسا ہی ہے حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک جو مقبولیت توبہ کرنے والے کے واسطے ہے وہ کسی کے واسطے نہیں۔ (بحوالہ کیمیائے سعادت)

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۱۴۱

ایک نوجوان کی توبہ کا واقعہ

ایک دفعہ ایک نوجوان حضرت شیخ سقطی کے حضور حاضر ہوکر رو رو کر کہنے لگا حضرت مجھ سے ایک گناہ عظیم ہوگیا ہے۔ اب کسی پل چین نہیں۔ خدا کے حضور معافی مانگتا ہوں، گڑگڑاتا ہوں لیکن دل مطمئن نہیں نجانے میری توبہ قبول بھی ہوئی ہوگی یا نہیں۔ آپ کو خدا کا واسطہ مجھے توبہ کی حقیقت سے آگاہ کریں۔ شیخ سقطی نے غور سے اسے دیکھتے ہوئے کہا

نوجوان! توبہ کا مطلب یہ تو نہیں کہ تو اپنا گناہ ہی بھول جائے۔ یہ سن کر نوجوان بیچارگی سے مزید رونے لگا اور آنسوؤں سے لبریز آنکھیں اٹھا کر شیخ کو مخاطب کرتے ہوئے بولا کہ گویا میں گناہ کر کے ایک دل دل میں اتر گیا ہوں۔ میرا نکلنا دشوار ہی نہیں ناممکن ہے۔ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنا میرا مقدر بن چکا ہے۔ یہ کہہ کر پھر رونے لگا شیخ سقطیؒ اسے خاموشی سے دیکھتے جا رہے تھے۔ نوجوان نے آنسوؤں بھرا چہرا اٹھا کر دوبارہ لرزتی ہوئی آواز میں شیخ سے پوچھا۔ شیخ! لیکن میں نے تو توبہ کا مطلب یہ سنا ہے کہ آدمی اپنے گناہ بھلا دے۔ کیا یہ درست نہیں؟

حضرت سقطی کے ساتھ نوجوان کے اس بحث کے دوران جنید بغدادی بھی تشریف فرما تھے۔ ان دنوں آپ زیر تربیت تھے۔ آپ بھی مسلسل توجہ سے نوجوان اور شیخ سقطی کے درمیان ہونے والی گفتگو کو سن رہے تھے۔ اس لئے جونہی نوجوان نے یہ پوچھا اور اس سے پہلے کہ شیخ سقطی جواب دیتے آپ بول پڑے نوجوان تو نے سچ ہی سنا ہے۔ توبہ کا مطلب ہی یہی ہے کہ انسان اپنے گناہوں کو بھلا دے۔

آپ کی یہ بات سن کر حضرت سقطی نے غصے کے عالم میں جنید پر نظر ڈالی جنید بغدادی نے آپ کی نظروں کا مفہوم سمجھ لیا۔ سو سر جھکا کر ادب سے بولے مرشد! میں خیال کرتا ہوں کہ یہ بات برحق ہے کہ اگر ایک انسان کے اللہ سے تعلق خراب ہو جائیں اور پھر وہ انسان توبہ واستغفار کے ذریعے اپنے پروردگار کو منا لے اور دل میں مطمئن ہو جائے تو اس کا مطلب ہوا کہ دوبارہ تعلق خالق سے استوار ہو گیا ہے۔ سو ایسے میں پرانے حالات بھلا دینا ہی بہتر ہوتا ہے اور اسی طرح اپنی پہلی حالت کا خیال دل میں لانا اچھا نہ ہوگا۔

شیخ سقطی نے آپ کی وضاحت سنی تو سر جھکا کر اعتراف کر لیا اور کہا کہ جنید میرے بیٹے! تم نے سچ کہا۔ میں واقعی غلط پر تھا۔

واقعہ نمبر......۴۲

ایک مرید کی توبہ کا واقعہ

کسی مرید کے قلب میں یہ وسوسہ شیطانی پیدا ہوگیا کہ اب میں کامل بزرگ ہوگیا ہوں اور مجھے صحبت مرشد کی حاجت نہیں اور اس خیال کے تحت جب وہ گوشہ نشین ہوگیا تو رات کو خوابوں میں دیکھا کرتا کہ ملائکہ اونٹ پر سواری کر کے جنت میں سیر کرانے لے جاتے ہیں اور جب یہ بات شہرت کو پہنچ گئی تو ایک دن آپ بھی اس کے پاس پہنچ گئے اور فرمایا کہ آج رات کو جب تم جنت میں پہنچو تو لاحول پڑھنا۔ چنانچہ جب اس نے آپ کے حکم کی تعمیل کی تو دیکھا کہ شیاطین تو فرار ہوگئے ہیں اور ان کی جگہ مردوں کی ہڈیاں پڑی ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ تائب ہوگیا اور آپ کی صحبت اختیا کر کے یہ طے کرلیا کہ مرید کے لئے گوشہ نشینی ہی قاتل ہے۔

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۴۳

ایک مغنیہ کی توبہ کا واقعہ

حضرت شیخ ابوسعیدؒ کا واقعہ ہے کہ ایک روز بازار میں سے گزر رہے تھے کہ ایک مغنیہ دیکھائی دی جو شراب میں مست تھی اور چہرے پر غازہ مل رکھا تھا۔ وہ حضرت صاحب کے سامنے آکر کھڑی ہوئی۔ لوگوں نے اسے جھڑکا کہ شرم کرو اور دفعہ ہو جاؤ وہ نزدیک آئی تو آپ نے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا:

(تم بن سنور کر مست خرام بازار میں آرہے ہو اور دوست تمہیں علم نہیں کہ گرفتار آرہے ہو)

یہ شعر سن کر عورت وجد میں آگئی اور بلک بلک کر رونے لگی۔ نزدیک ہی مسجد میں چلی گئی۔ قیمتی لباس اور زیورات اتار کر سادہ لباس پہن لیا اور عرض کی کہ اب میں نے توبہ

کرلی ہے۔میرے لئے دعا فرمائیں۔آپ کی دعا کی برکت سے وہ زمانے کی نیک عورتوں میں شامل ہوگئی۔

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۴۴

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ کی توبہ کا واقعہ

آپ فرماتے ہیں کہ میری توبہ کا سبب یہ ہوا کہ مجھے ایک شخص کے ساتھ محبت تھی۔میں ایک مرتبہ خلوت میں بیٹھا ہوا تھا اور بکمال توجہ اس سے گفتگو کررہے تھے کہ ایک روز میرے کان میں یہ آواز آئی کہ اے بہاؤالدین! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم سب باز آکر ہماری درگاہ کی طرف متوجہ ہوجاؤ؟

اس آواز سے میرا حال متغیر ہوا اور بے قرار ہوکر میں وہاں سے نکلا۔موسم گرمی کا تھا اور وہاں ایک نہر تھی۔میں پانی میں اترا اور غسل انابت کیا اور کپڑے دھوئے اور اس حالت میں دو رکعت نماز ادا کی۔جب سے اس وقت تک اس آرزو میں ہوں کہ پھر کبھی ویسی نماز میسر ہوجائے مگر سالہا سال گزر گئے پھر ویسی نماز نصیب نہ ہوئی۔

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۴۵

ایک درویش کی توبہ کا واقعہ

حضرت سید جلال الدین شاہ بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے اپنے ملفوظات میں یہ واقعہ درج کیا ہے کہ میں مکہ معظّمہ کی زیارت کے بعد بکھر واپس آیا۔تو وہاں کے لوگوں نے مجھے بتایا کہ قبضہ الور کے قریب ایک پہاڑ کے غار میں ایک درویش رہتا ہے جو یہ دعوی کرتا ہے کہ خداوند کریم نے اسے نماز معاف کردی ہے۔میں یہ سن کر ایک درویش

کے پاس گیا۔ وہاں دیکھا کہ بڑے بڑے امراء اور اکابر جمع تھے میں ان میں سے گزرتا ہوا اس درویش کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ اور سلام میں نے اس کو دانستہ نہیں کیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے **الفرق بین المومن والکافر الصلوٰۃ** (یعنی مومن اور کافر کے درمیان صرف نماز ہی فرق کرتی ہے۔)

درویش نے جواب دیا سید صاحب! میرے پاس جبرائیل آتے ہیں۔ بہشت کا کھانا لاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا سلام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم کو نماز معاف کر دی گئی ہے اور تم خاصان خدا میں شامل ہو گئے ہو۔

مجھے اس کی بات سن کر بہت غصہ آیا اور میں نے اس سے کہا بیہودہ مت بکو۔ سرور انبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے تو نماز معاف نہیں ہوئی۔ تجھ جیسے جاہل کے لئے کیسے ہو سکتی ہے۔ تیرے پاس جبرائیل نہیں بلکہ شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں جبرائیل ہوں۔ جبرائیلؑ وحی کے فرشتے ہیں۔ وہ انبیاء اور رسل کے سوا کسی کے پاس نہیں آتے۔ اور جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے وہ غلاظت ہے۔ درویش نے کہا کہ وہ کھانا بہت لذیذ ہوتا ہے۔ میں نے کہا اس کی حقیقت تجھے بہت جلد معلوم ہو جائے گی۔ اب جب وہ نام نہاد فرشتہ تیرے پاس آئے تو تم **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** پڑھنا۔ یہ تاکید کر کے اپنی قیام گاہ پر واپس آ گیا۔ دوسرے دن جب میں اس درویش کے پاس گیا تو وہ میرے پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ میں نے آپ کے کہنے کے مطابق عمل کیا۔ جب وہ نام نہاد فرشتہ آیا تو میں نے لاحول پڑھی۔ وہ اسی وقت وہاں سے غائب ہو گیا اور اس کا لایا ہوا کھانا میرے ہاتھ سے گر پڑا اور میرے اپنے کپڑے ناپاک ہو گئے۔ یہ سن کر میں نے اس بے نماز درویش سے توبہ کروائی اور جو نمازیں ترک ہو چکی تھیں ان کی قضا پڑھوائی۔

واقعہ نمبر......۴۶

ایک ڈاکو کی توبہ کا واقعہ

ایک مرد صالح کا بیان ہے کہ میں سفر کر رہا تھا میں نے دریائے دجلہ کے کنارے پر دو کھجور کے درخت دیکھے۔ایک سرسبز تھا اس میں تر کھجوریں لگی تھیں اور دوسرا خشک تھا۔پھر میں نے ایک پرندہ دیکھا جو تر کھجوریں خشک کی طرف لا رہا ہے۔میں درخت پر چڑھ گیا۔دیکھتا کیا ہوں کہ ایک اندھے سانپ کو پرندہ تر کھجوریں لاکر کھلا رہا ہے۔میں نے کہا اے رب! یہ سانپ ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مارڈالنے کا حکم دیا ہے اور آپ نے پرندہ مقرر کر دیا ہے جو اس کی روزی اس کو بہم پہنچاتا ہے۔میں آپ کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہوں اور آپ نے مجھے راستے کے طے کرنے پر مقرر فرمایا ہے۔اتنے میں ہاتف نے آواز دی کہ میرا دروازہ قصد کرنے والوں کے لئے کھلا ہوا ہے۔اس پر میں نے اپنی تلوار توڑ ڈالی اور توبہ توبہ کہنے لگا۔جب میں اس کے پاس آیا تو انہوں نے اس کی نسبت مجھ سے دریافت کیا میں نے کہا میں مردود تھا لیکن اب صلح ہوگئی۔وہ بولے تو ہم بھی تجھ سے مصالحت کریں گے۔پھر ہم نے اپنے کپڑے اتار دیئے اور مکہ معظّمہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔جب ہم گاؤں میں داخل ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک عورت کہہ رہی ہے کہ تم میں فلاں کردی تو نہیں ہے۔میں بول اٹھا کہ ہاں میں ہوں۔اس نے کپڑے نکالے اور کہنے لگی۔یہ میرے لڑکے کے کپڑے ہیں۔میں نے انہیں خیرات کرنا چاہا تھا تو حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ مجھ سے فرمارہے ہیں کہ یہ کپڑے فلاں کردی کو دے دو۔چنانچہ میں نے وہ سب کپڑے لے لئے اور اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیئے۔

❋❋❋❋

واقعہ نمبر......۴۷

ایک بدکار شخص کی توبہ کا واقعہ

بغداد میں ایک شخص گنہگار تھا اور اس کی ماں صالحہ تھی۔ جب کبھی اس سے کوئی گناہ ہوجاتا تھا تو وہ ایک کتاب میں لکھ دیا کرتا تھا۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا وہ نکل کر دیکھتا کیا ہے کہ ایک خوب صورت عورت کھڑی ہے۔ اس نے اسے پوچھا تیری کیا حاجت ہے۔ وہ بولی میرے پاس یتیم بچے ہیں تین دن سے انہوں نے کھایا نہیں ہے اس شخص نے کہا اچھا اندر چلی آ۔ وہ عورت تاڑ گئی کہ اس کے جی میں کوئی برائی ہے کہنے لگی پناہ اس پر اس نے اسے زبردستی کھینچنا شروع کیا وہ کہنے لگی اے مصیبت کے دور کرنے والے! اس سے مجھے بچائیے۔ پھر کہنے لگی اچھا میری ایک بات سنو یہ کہہ کر اشعار پڑھنے لگی جن کا مفہوم یہ ہے:

''اے اپنی کوچ کے دن کو فراموش کرنے والے تفرقہ انداز موت سے مجھے تو تو غافل نظر آتا ہے۔ کیا ان باتوں نے تجھے کچھ بھی پند آموزی نہیں کی کہ بہیترے لوگ دیار کہنگی کو سفر کر گئے اور تمام دنیا کو جس حالت میں تھی اس پر خیر باد کہہ کر چل دئے۔ انہیں دنیا سے سوائے تھوڑی سی روٹی اور کپڑے کے کچھ بھی لے جانا نصیب نہ ہوا اور جو منزل انہوں نے آباد کی تھی وہ خالی ہوگئی۔ اور تو بھی کل یا اس کے بعد اسی روز تن تنہا گورستان میں جا گزین ہوکر انہیں کی ہمسائیگی میں جا لگے گا۔''

پھر وہ عورت رونے لگی اور بولی اے میرے رب! میری فریاد کو پہنچ اور اس مرد سے مجھے بچا۔ اس نے جب اس کی یہ بات سنی بہت رویا۔ پھر وہ عورت کہنے لگی تجھے خدا کی قسم! جب تیرے اور تیرے مالک کے مابین صلح ہوگئی تو اب مار کو نہ بھول۔ اس پر اس نے عورت کو کچھ دیا اور بولا جا اپنے بچوں کو کھلا اور ان سے میرے لئے دعا کی درخواست کر کہ جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے وہ مٹ جائے۔ اس نے کہا اچھا چنانچہ جب اس نے اپنے بچوں

ئے لئے کھانا تیار کیا تو ان سے اس کے لئے دعا کی درخواست کی وہ کہنے لگے جب تک اس کے لئے دعا نہ کر لیں گے کھانا نہ کھائیں گے کیونکہ اجیر جب تک کام نہ کر لے اجرت کا مستحق نہیں ہوتا۔ پھر وہ شخص اپنی ماں کے پاس گیا اور اس نے کتاب جا کر دیکھی تو اس کو سفید پایا۔ اس میں کوئی گناہ نہ تھا۔ یہ خبر اس نے اپنی ماں کو دی۔ اس نے پوچھا اس کا کیا سبب ہے اس نے کہا ایک عورت مجھ سے اپنے بچوں کے لیے کھانا مانگنے آئی تھی۔ اسی کے ہاتھ پر میری خدا سے صلح ہوگئی۔ اس کے بعد اس نے وضو کیا اور کہنے لگا اے اللہ! جیسے آپ نے میرے لکھے ہوئے گناہ مٹا دیئے مجھے اپنے پاس بلا لیجئے پھر سجدہ کیا اس کی ماں نے جو اس کو حرکت دی تو دیکھا گیا ہے کہ اس کا انتقال ہو چکا ہے۔

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۴۸

ایک سپاہی کی توبہ کا واقعہ

حکایت ہے کہ ایک شب حضرت سید احمد رفائیؒ ایک دریا کے کنارے پر گئے۔ دیکھا تو ایک کشتی جا رہی تھی۔ اس میں بیٹھ گئے۔ لیکن اس میں پہلے سے کوتوال اور دیوان کے ملازمین سوار تھے۔ ان کے ہمراہ بیگاریوں کی ایک جماعت تھی اور ان کے پیچھے ایک سپاہی بھی تھا۔ جب سپاہی نے حضرت کو بیٹھا دیکھا تو کہا اے شیخ چلو ہمارے ساتھ! آپ ساتھ ہو گئے۔ اس نے آپ کو بھی بیگاریوں میں شامل کر لیا۔ حضرت ان کے ہمراہ گئے اور قریہ بذریہ میں صبح کے وقت پہنچے۔ اس وقت آپ کو ایک فقیر نے دیکھ لیا۔ وہ چلایا اور فریاد کرنے لگا۔ اتنے میں بہت سے فقراء ان کے پاس جمع ہو گئے اور شور غل مچانے لگے۔ جب کشتی والوں کو معلوم ہوا کہ وہ سید احمد ہیں تو اپنے کئے پر بہت نادم اور پشیمان ہوئے اور گھبرا گئے اور آپ کے پاس حاضر ہو کر معذرت کرنے لگے۔ کہ جو کچھ ہوا اچھا ہی ہوا تمہاری حاجت پوری ہوئی۔ ہمیں نیکی ملی اور کوئی نقصان بھی نہ ہوا اور میں تو گھر میں بیٹھا رہتا ہوں اور بیٹھا

کچھ کام نہیں کرتا۔ تم بیکار ضعیفوں کو پکڑتے ہو یا کاروباریوں کو پکڑتے ہو اور ان کے کاموں سے بیچاروں کو روکتے ہو اور گنہگار بنتے ہو۔ اس کے بعد اگر تمہیں کبھی ضرورت پڑے تو مجھے خبر کرو میں اپنے تھکنے تک تمہارا کام کروں گا، پھر لوٹ جاؤں گا۔ انہوں نے کہا ہم اپنے فعل سے استغفار کرتے ہیں۔ آپ بھی ہمیں اللہ کے حضور سے معافی کروا دیجئے اور ہم سے راضی ہو جایئے۔ آپ نے انہیں سچی توبہ کی طرف مائل کیا اور کہا خدا تم سے اور ہم سے راضی ہوئے۔ پھر ان کے لئے دعا کی اور انہیں رخصت کیا۔ اس سپاہی نے جس نے آپ کو پکڑا تھا، کہا حضرت! ان لوگوں سے تو آپ راضی ہو گئے اور جو سب سے بڑا بد بخت ہے اس کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا خدا تجھ سے بھی راضی ہو۔ اس نے کہا حضور مجھے بھی توبہ کرائیں۔ آپ نے اسے بھی توبہ کرائی اور عہد لیا اور کہا اے اللہ! تو گواہ ہے کہ ہم دنیا اور آخرت کے بھائی ہیں۔ پھر وہ لوگ واسط کو گئے۔ اس سپاہی نے دنیاداروں اور بادشاہوں کی خدمت ترک کی اور حضرت سید احمد کے پاس آ کر رہنے لگا۔ اور آپ کو اطلاع دی کہ میں نے ملازمت چھوڑ دی ہے پھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں رہا اور نیک بن گیا۔

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۴۹

ہارون الرشید کے زمانے میں توبہ کا ایک واقعہ

ہارون الرشید کے دور خلافت میں ایک بار بغداد میں بارش رک گئی۔ حتیٰ کہ لوگ ہلاکت کے قریب پہنچے اور سب لوگ غسل کر کے پاک ہوئے اور جنگل کی طرف نکلے تاکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ انہیں کسی نہ کسی روز بارش عطا کرے۔ لیکن پانی نہ برسا۔ اس زمانہ میں کہ وہ لوگ روز روز جا جا کر سوال کرتے تھے۔ ایک شخص جنگل کے درمیان سے نکلا گرد آلود بال بکھرے ہوئے، دو چادر اوڑھے ہوئے اور ان کے ساتھ تین کنواری لڑکیاں تھیں جو بہت خوبصورت تھیں اور آ کر لوگوں کے ایک جانب کھڑا ہوا۔ اور سلام کیا لوگوں

نے جواب دیا۔انہوں نے کہا اے قوم! تمہیں کیا ہوگیا ہے کیوں یہاں جمع ہو۔کہا اے شیخ ہم نے اللہ سے دعا کی ہم پر بارش برسا دے لیکن نہ برسائی۔کہا اے لوگو کیا وہ شہر سے غائب ہے جو تم جنگل میں آئے ہو۔کیا اللہ سبحان وتعالیٰ ہر جگہ حاضر نہیں ہے کیا حق تعالیٰ نے اپنی محکم کتاب میں یہ نہیں فرمایا ہے۔وھو معکم این ما کنتم واللہ بماتعملون بصیر۔

یعنی اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے عمل دیکھتا ہے۔ ہارون الرشید کو اس کی خبر ہوئی کہا یہ کلام ایسے شخص کا ہے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی راز ہے۔اسے میرے پاس لے آؤ۔جب ان کے پاس لایا گیا اور ایک دوسرے کو سلام کیا تو ہارون الرشید نے اس سے مصافحہ کیا اور اپنے آگے بٹھایا اور کہا اے شیخ اللہ سے دعا کرو کہ ہم پر پانی برسائے،شاید تیرا اس کے پاس کچھ رتبہ ہو۔یہ سن کر وہ مسکرایا اور کہا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے اللہ سے دعا کروں کہا ہاں۔کہا تو سب لوگ ہمارے ساتھ توبہ کریں۔ لوگوں میں توبہ کی ندا کی گئی اور سب نے توبہ کی اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔پھر اس شیخ نے آگے بڑھ کر دو رکعت نماز خفیف پڑھائی اور سلام پھیر کر اپنی لڑکیوں کو دائیں بائیں کھڑا کیا اور ہاتھ پھیلائے اور آنسو جاری کئے اور دعا کی ابھی دعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ آسمان پر ابر گھر گیا اور بادل گرجنے لگا اور بجلی چمکنے لگی اور بارش خوب ہوئی،اس سے ہارون الرشید بہت خوش ہوئے اور ارکان دولت تہنیت کے واسطے جمع ہوئے۔ہارون الرشید نے کہا کہ میرے پاس شیخ صالح کو لے آؤ۔ڈھونڈا تو وہ اسی مقام پر کیچڑ میں اللہ کے واسطے سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔لوگوں نے لڑکیوں سے کہا کہ وہ سجدہ سے سر نہیں اٹھاتے۔انہوں نے کہا ان کی یہی عادت ہے کہ جب وہ سجدہ کرتے ہیں تو تین دن تک سر نہیں اٹھاتے۔اس کی ہارون الرشید کو خبر دی گئی۔یہ سن کر وہ بہت روئے اور کہا اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اور تیرے یہاں صالحین کا وسیلہ پکڑتے ہیں کہ تو انہیں ہم کو عطا کرے اور ان کی بڑی بڑی برکتیں اپنے فضل سے ہم پر برسائے یاارحم الراحمین و نفعنا بہ آمین۔

واقعہ نمبر......۵۰

ایک شہزادے کی توبہ کا واقعہ

اہل مکہ کے ایک مرد کامل فرماتے ہیں کہ ایک پہاڑ کے غار میں مجرد رہتا تھا بسااوقات ایک مہینہ یااس سے کم زیادہ مقیم رہتا تھا لیکن کوئی آدمی وہاں نظر نہ آتا تھا اور مباح چیزوں سے اپنا پیٹ بھرتا تھا۔ جب مجھے بھوک لگتی تو غار سے نکل کر پہاڑ پرآتا اور بقدرضرورت کھاتا اور غار میں لوٹ جاتا ایک دن دستور کے موافق جب میں غار سے نکلا تو جنگل سے ایک سوار کوآتے دیکھا دیکھتے ہی میں آنکھ بچا کر غار میں داخل ہوگیا ایک ساعت کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ شخص غار کے دروازے پر کھڑا میرا نام لیکر پکار رہا ہے میں سن کر کھڑا ہوگیا اور اس کی طرف چلا اور اس نے مجھے سلام کیا میں نے دریافت کیا کیا تو آدمی ہے کہا ہاں میں نے کہا کہاں کا باشندہ ہے اور میرا نام کس نے بتایا؟ اور تجھے میرا نام کس نے بتایا کہا میں شہزادہ ہوں تین دن ہوئے شکار کو چلا تھا۔ اپنے ساتھیوں سے جدا ہوکر جنگل میں پریشان مارا مارا پھرتا رہا اور اس شدت کی پیاس لگی اور قریب الحلاق ہوگیا اچانک میری بے خبری میں ایک شخص چادر اوڑھے ہوئے میرے پاس آئے اور اس کے ہاتھ میں کوزہ تھا۔ مجھے اس کا پانی پلایا اور مٹھی بھر گھاس مجھے دی۔ اسے میں نے کھایا وہ اور ترکاریوں سے زیادہ مزے دار تھی جب میں کھا چکا تو مجھ سے کہا اے محمد اس سے پہلے تو نے کبھی توبہ کی ہے میں نے کہا میں حضرت کے ہاتھ پر ابھی توبہ کرتا ہوں چنانچہ میں نے اس کے ہاتھ چوم کران کے ہاتھ پر توبہ کی اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا اور کہا اے حضرت آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ مجھے قبول کرلے آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور کہا اے رب محمد اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی نسبت سے ہم پر رحم کر اور اس کی توبہ قبول فرمالے آنسو جاری تھے اور ان کی اس دعا کی حلاوت میرے اس قلب میں محسوس ہونے لگی اور میں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرلیا کہ میں جس سے نکل چکا ہوں پھر اس میں واپس نہ جاؤں گا پھر انہوں نے مجھ

سے کہا سوار ہو جاؤ میں نے کہا میں سوار نہیں ہونگا انہوں نے مجھے قسم دی اور کہا سوار ہو جاؤ اور وہ میرے آگے آگے چلتے تھے پھر تمہاری جگہ اور نام بتایا، فرمایا ان کے پاس بیٹھ وہ تجھے نیکی کی تعلیم دیں گے۔

میں نے کہا گھوڑے کا کیا کروں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ گھوڑے پر سے اتر کر اسے چھوڑ دیا اور میں اسے ساتھ لے کر غار میں داخل ہوا اور میں نے اپنے کھانے کی چیزیں اس کے سامنے پیش کیں اس نے ان میں سے کھایا اور رات تک ہم دونوں بیٹھے رہے۔ پھر میں نے کہا اے بیٹے! عبادت شرکت کے ساتھ ٹھیک نہیں ہوتی ہمارے قریب ایک اور غار تھا اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ تو اس میں جا بیٹھ وہ شخص اس میں جا بیٹھا میں تین دن میں اس سے جا کر ملتا تھا اسے بھی جب بھوک لگتی تو غار سے نکل کر مباح چیزیں کھاتا اور غار میں چلا جاتا ہمارے پاس ایک چشمہ بھی تھا۔ گھوڑا بھی دن بھر چرتا اور شام کے وقت ہمارے پاس آ بیٹھتا ایک دن وہ جوان گھبرایا ہوا میرے پاس آیا میں نے دریافت کیا کہ تیرا کیا حال ہے؟ کہنے لگا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ماں باپ پیچھے تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ گشت کر رہے ہیں اور ان کے ہاتھ میں دو چراغ جل رہے ہیں جب میرے قریب آتے ہیں تو ایک شخص جس کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا ہیرا ہے نکالتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ میں تم سے خدا کے واسطے سوال کرتا ہوں کہ تم اپنے لڑکے سے راضی ہو جاؤ اور اسے خدا کے واسطے چھوڑ دو کیوں کہ وہ خدا کی طرف بھاگ نکلا ہے اور مجھ سے یہ ہیرا لے لو وہ شخص یہی کہتا رہا حتیٰ کہ انہوں نے کہا ہم اس سے راضی ہیں۔ اور مجھ سے کہا کہ یہ ہیرا تیرے لئے بشارت ہے میں اس حالت میں بیدار ہوا۔

میں نے کہا اے بیٹے یہ تمہاری توبہ کا نتیجہ ہے جو اللہ نے تمہیں دکھایا ہے میرا قول سن کر وہ خوش ہوا اور ایک مدت تک ہم اسی حالت پر رہے ایک رات میں نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ میرے مکان میں داخل ہوئے اور فرمایا تو اور وہ جوان دونوں شہر میں جاؤ تا کہ لوگوں کو تم سے نفع ہو اور تمہیں بھی فائدہ پہنچے صبح ہوتے ہی میں اس جوان کے پاس گیا

اورخواب کی خبر کی اس نے کہا حضرت میں نے بھی رات خواب دیکھا ہے۔ کہ میرے ہاتھ میں ایک رسی ہے اور خوبصورت آدمی میرے دائیں جانب کھڑا ہوا اسے کھول رہا ہے اور مجھ سے کہہ رہا ہے کہ جو کچھ تمہیں حکم دیں اس پر عمل کرو میں نے کہا صاحبزادے اس پر خدا کا شکر ہے چنانچہ میں اور وہ شخص دونوں پہاڑ سے اتر کر بکر کے ایک شہر میں گئے اور گھوڑا بھی ہمارے پیچھے پیچھے چلا اور شہر کی ایک خانقاء میں پہنچے اس کے شیخ کا دو دن پہلے انتقال ہو چکا تھا۔ جب ان لوگوں کی نظر مجھ پر پڑی تو کہا یہ شخص ہے میں خاموش رہا ان لوگوں نے کہا کیا آپ یہاں رہیں گے۔ پھر ایک خوبصورت شیخ تشریف لائے اور کہنے لگے حضرت خدا کے واسطے ہمارے پاس قیام فرمائیں میں نے کہا اللہ کو اختیار ہے۔ اس روز ایک فقیر ہمارے یہاں آیا تھا تو اس کو ہم نے گھوڑا دے دیا اور اس کا قصہ بھی بیان کر دیا اور وہ جوان ان کے پاس بیس برس تک خانقاء میں رہا کسی کو اس جوان کا قصہ معلوم نہ ہوا۔ نہ یہ خبر ہوئی کہ وہ کہاں کا رہنے والا ہے حتیٰ کہ وہ مر گئے۔ میں اس کے بعد حج کے ارادے سے چلا اور میری نیت یہ تھی کہ بیت اللہ کی مجاورت کروں۔ راوی کہتے ہیں کہ شیخ تین سال مکہ معظمہ میں رہے۔ اس کے بعد آپ نے وفات پائی اور بطحہ میں دفن ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ۔

❀❀❀❀

واقعہ نمبر......۵۱

حضرت مالک بن دینارؒ کے ہاتھ پر ایک نوجوان کی توبہ کا واقعہ

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ اس کا چہرہ نورانی سے دعا کی قبولیت کے آثار ظاہر ہیں اور اس کے رخساروں پر انسو بہہ رہے ہیں میں نے اسے پہچانا کہ بصرہ میں اسے مالدار دیکھا تھا مجھے اس کی پریشان حالی پر سخت رنج ہوا اور اس حال میں دیکھ کر رونے لگا اور اس نے بھی مجھے دیکھ کر رو دیا پھر اس نے

مجھے سلام کیا۔ اور کہا مالک! خدا کے واسطے اپنے وقت خاص خلوت میں مجھے ضرور یاد رکھنا اور میرے حق میں توبہ اور مغفرت کی دعا کرنا امید ہے کہ تمہاری دعا کی برکت سے وہ رحیم اور کریم رحم فرمائیں اور گناہ معاف کریں مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ چل دیا اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے جب حجا کا زمانہ آیا میں مکہ معظّمہ کو روانہ ہوا اور وہاں پہنچا ایک دن مسجد حرام میں تھا کہ لوگوں کے مجمع پر نظر پڑی اور اس مجمع میں ایک نوجوان نظر آیا جو زار و قطار رو رہا تھا اور اس کے رونے کی کثرت سے لوگ طواف سے رکے ہوئے تھے میں بھی لوگوں کے ساتھ ٹھر کر اسے دیکھنے لگا معلوم ہوا کہ یہ تو میرا دوست ہے میں اسے پا کر بہت خوش ہوا اور اسے سلام کیا کہا شکر خدا کا اللہ تعالٰی نے تیرے خوف کو امن سے بدل دیا اور جو تیری تمنا تھی تجھے دے دی مالک بن دینارؒ کہتے ہیں۔ میں نے کہا تجھے خدا کی قسم سچ بتا تیرا کیا حال ہے تو اپنے حال سے مجھے متلع کر جواب دیا سب خیریت ہے اس نے اپنے فضل وکرم سے مجھے بلایا اور میں آیا جو کچھ مانگا سو پایا مالکؒ فرماتے ہیں میں تواف میں مصروف ہوا اور وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا پھر میں نے اسے نہ دیکھا نہ کچھ خبر پائی۔

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۵۲

ایک عورت کی توبہ کا واقعہ

بایزید بسطامیؒ کے زمانے میں ایک آراستہ مکان میں کوئی خوبصورت عورت رہتی تھی اور کسی کو روکتی نہ تھی جس کا جی چاہے چلا آئے۔ ایک روز اس کے دروازے پر بایزید جا بیٹھے۔ کوئی اس کے پاس اس روز نہ آیا اس نے اپنی لونڈی سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا دروازے پر ایک مرد صالح بیٹھا ہوا ہے۔ وہ بولی تو اسی کو آنے دے۔ جب وہ اندر آئے تو پوچھنے لگی آپ کی کیا حاجت ہے۔ انہوں نے فرمایا میرے ساتھ ایک رات سو رہ۔ وہ بولی میری ایک رات کی دو سو اشرفیاں ہوتی ہیں۔ انہوں نے جیب سے سو اشرفیاں

نکالی اس کے سوا اور ان کی جیب میں ایک درہم بھی نہ تھا۔ اس عورت نے جب سو اشرفیاں لے لی تو پوچھنے لگی آپ کیا چاہتے ہیں انہوں نے فرمایا میرے کپڑے پہن کر میرے سامنے چند قدم چل اس نے ایسا ہی کیا اس کے بعد انہوں نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا اے اللہ آپ نے اس کا ظاہر درست کیا ہے تو آپ ہی اس کا باطن بھی درست کیجئے۔ اس کے بعد اس سے کہا میرے کپڑے اتار دے۔ وہ بولی خدا کی پناہ میں خدا سے توبہ کر چکی ہوں۔ جفا کے بعد صفائی وحشت کے بعد انس جدائی کے بعد وصال غضب کے بعد رضا میسر ہوئی ہے۔ المختصر وہ اس عورت کو چھوڑ کر چل دیئے۔ ایک مدت کے بعد بایزید نے اس کو خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ اس نے انہیں بے فصل کے میوے کھلائے۔ اس کے بعد غائب ہوگئی۔

۞۞۞۞

واقعہ نمبر......۵۳

بصرہ کے ایک نوجوان کی توبہ کا واقعہ

بصرہ کا ایک نوجوان تھا جو ہمیشہ اپنے پروردگار کی نافرمانی کرتا تھا۔ اس کی والدہ اسے برے کاموں سے روکتی تھی۔ مگر وہ باز نہ آتا تھا۔ اس کی والدہ حسن بصریؒ کی مجلس میں وعظ میں حاضر ہوتی تھی اور پھر واپس آ کر اپنے لڑکے کو وعظ سنا کر ڈراتی تھی۔ جب اس نوجوان کی موت کا وقت قریب ہوا تو اپنی والدہ سے عرض کی کہ تم حضرت حسن بصریؒ کو میرے پاس بلاؤ تا کہ وہ مجھے توبہ کرنے کا طریقہ سمجھا دے۔ جب اس کی والدہ حضرت حسن بصری کی خدمت میں پہنچی اور اپنے بچے کی درخواست پیش کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں ایک فاسق فاجر کے پاس نہیں جاؤں گا اور نہ ہی اس کا جنازہ پڑھوں گا۔ والدہ غمزدہ ہو کر واپس گھر آئی اور سارا قصہ اپنے بچے کو سنا دیا۔ بیٹے نے والدہ کو وصیت کی کہ جب میں مر گیا تو میری گردن میں رسی ڈال دینا اور مجھے منہ کے بل گھر میں گھسیٹتے ہوئے کہنا کہ خدا

کے نافرمان بندوں کی یہی سزا ہوتی ہے اور پھر گھر میں ہی میری قبر بنوانا تا کہ دوسروں مردوں کو مجھ سے تکلیف نہ ہو۔ اس کے مرنے کے بعد جب اس کی والدہ نے اس کی گردن میں رسی ڈالی تو آواز آئی کہ نوجوان کی والدہ اللہ کے دوست کے ساتھ نرمی کا سلوک کرو۔ پھر اسے گھر میں ہی دفن کر دیا گیا۔

اس کے بعد حضرت حسن بصریؒ تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مجھے خواب میں فرمایا ہے کہ اے حسن تو نے میرے بندے کو ناامید کر دیا تھا۔ لیکن میں نے اپنے بندے کو بخش کر جنت میں مقام عطا فرمایا ہے۔

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۵۴

اللہ کی رحمت کی حد کا واقعہ

انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ایک روز اپنی امت کے گناہوں کی وجہ سے متفکر ہو رہے تھے۔ اتنے میں ایک پرندہ یاقوت سے آراستہ نظر پڑا۔ حضور اکرم ﷺ کو اس سے اور اس کی خوش روئی سے تعجب ہوا۔ پھر وہ ایک ریت کے جزیرے کی طرف اڑ گیا اور اپنی چونچ میں اس میں سے کچھ اٹھاتا تھا اور اس کو دریا میں ڈال دیتا تھا۔ پھر حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو یہ خبر دی۔ آپ نے پوچھا ریت کو چونچ میں اٹھا اٹھا کر دریا میں ڈالنے سے تو نے کیا ارادہ کیا تھا؟ اس نے کہا کہ میں نے دریا کی موجوں کو پھیرنا چاہا تھا۔ حضور اکرم ﷺ مسکرا دیئے اور آپ نے فرمایا تیری خوشروئی اور بدعقلی پر مجھے تعجب آتا ہے۔ اس نے کہا خدا نے مجھ کو فرشتہ پیدا کیا تھا۔ آپ کے دل میں جو بات گزری تھی وہ جان کر مجھ کو مثال بنا کر بھیجا ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے آپ کی امت کے گناہ کی خدا کی رحمت کی وسعت کے سامنے اتنی ہستی ہوگی جتنی کہ ایک پرندہ ریت اٹھا اٹھا کر دریا میں ڈالتا ہو۔

واقعہ نمبر......۵۵

ایک نوجوان کی توبہ کا واقعہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک نیک شخص کی ایک مرتبہ دیوار گر پڑی۔مزدوروں کے اڈے پر گیا کہ کسی مزدور کو لاکر دیوار درست کرواؤں۔وہاں جا کر دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان کے سوا اور کوئی مزدور نہیں ہے۔اس سے کہا کہ ہماری دیوار بنادو اور مزدوری اپنی لےلو۔کہا بہت اچھا مگر جو مزدوری مقرر ہو جائے اس میں فرق نہیں ہونا چاہئے اور ہماری طاقت سے زیادہ کام نہ لو اور نماز کے واسطے پہلے سے اجازت دےدو۔مالک نے کہا منظور ہے۔پھر اسے گھر لا کر کام بتادیا اور خود اپنے روزگار پر چلا گیا۔شام کو دیکھا تو دو مزدوروں کے برابر کام کیا تھا۔بہت خوش ہو کر مزدوری دے کر رخصت کر دیا۔پھر صبح کو انتظار کیا۔جب بہت دیر ہوگئی تو پھر مزدوروں کے اڈے پر گیا مگر اسے دوسروں سے دریافت کرنے پر پتا چلا کہ وہ ہر روز مزدوری نہیں کرتے بلکہ ہفتہ میں ایک روز کرتے ہیں اور سات روز کھاتے ہیں۔یہ سمجھے کہ کوئی کاملین سے ہیں پھر ان کے مکان پر گئے دیکھا تو بیمار ہیں اور زمین پر پڑے ہیں،ان کا یہ حال دیکھ کر بہت افسوس کیا۔پھر کہا آپ مسافر اور بیمار ہیں اور زمین پر پڑے ہیں میرے حال پر عنایت فرمایئے اور غریب کھانے پر تشریف لے چلیں۔انہوں نے جواب دیا۔بہتر ہے مجھے کچھ نہ کھلائیں۔چنانچہ مکان پر آئے تین دن تک نہ کچھ کھایا نہ کچھ پیا نہ کچھ کلام کیا چوتھے روز مجھ کو بلا کر فرمایا کہ میرا وقت قریب ہے۔چند وصیتیں کرتا ہوں ان کو بخوبی ادا کرنا۔اول یہ کہ میرے گلے میں رسی باندھ کر زمین پر خوب گھسیٹنا اور کہنا کہ جو کوئی اپنے مالک کی نافرمانی کرے گا اس کا یہی حال ہوگا شاید رحمت الٰہی جوش میں آئے اور میری مغفرت فرمادے اور انہی کپڑوں میں کفنانا۔بعد اس کے بادشاہ وقت کے پاس جا کر یہ انگھوٹی اور قرآن شریف دے دینا اور کہنا کہ ذرا غفلت سے ہوشیار رہنا اور ثروت دنیا کو خواب وخیال سمجھنا۔ایسا نہ ہو کہ اچانک موت آجائے اور سارا سامان

غفلت خاک میں مل جائے اس وقت کوئی تدبیر مفید نہ ہوگی۔ اس کے بعد ان کی جان نکل گئی۔ پھر وصیت کے مطابق چاہا کہ گلے میں رسی ڈالیں کہ گوشہ مکان سے آواز غیب آئی کہ خبردار! ایسا نہ کرنا اولیاء اللہ اہل مغفرت ہیں نہ کوئی لائق ذلت۔ پھر یہ خوبی دفنادیا۔ اس کے بعد انگھوٹی اور قرآن لے کر بادشاہ کی سواری جہاں سے جاتی تھی جا کر کھڑا ہوا کہ دربار میں کون جانے دے گا۔ پھر دور سے عرض ومعروض کی۔ کسی نے نہ سنی، ناگاہ بادشاہ کی نظر پڑ گئی تو بلا کر پوچھا کہ کون ہو کیا کام ہے؟ عرض کیا اسی شہر کا رہنے والا ہوں۔ ایک شخص کا پیام اور یہ قرآن شریف اور انگشتری لایا ہوں۔ بادشاہ نے وہ دونوں چیزیں لے کر کہا کہ وہ شخص کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔ کہا وہ مرگیا اور وہ دیوار بناتا تھا۔ سنتے ہی بادشاہ رونے لگا یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہوگیا۔ حیرانی ہوئی کہ الٰہی یہ کیا معاملہ ہے، بہت دیر کے بعد جب ہوش آیا کہا کچھ وصیت بھی اس نے کی ہے تو اس نے کہا کہ اس نے یہ کلمات آپ کی جناب میں کہے ہیں کہ ذرا خواب غفلت سے بیدار رہنا مبادہ اچانک موت آجائے اور سامان حشمت اور بادشاہت بالائے طاق رہ جائے۔ پھر تو بادشاہ کا یہ حال تھا کہ کپڑے پھاڑتا اور سر میں خاک ڈالتا اور کہتا تھا اے میرے ناصح اے میرے شفیق!'' پھر شب کو چادر اوڑھ کر میرے ساتھ اس کی قبر پر گیا پھر قبر سے لپٹ کر بہت روتا رہا۔ پھر کہا کہ یہ میرا بیٹا تھا، ہمیشہ شراب وکباب میں گرفتار تھا، اللہ کی رحمت سے اس نے توبہ کر کے ہدایت پائی۔ ایک مرتبہ لہو ولعب میں مشغول تھا اور سب سامان عشرت مہیا تھا۔ کوئی ادھر کوئی ادھر نشہ میں بے ہوش تھا۔ ناگاہ مکتب سے کسی لڑکے نے یہ آیت کریمہ ستائیسویں پارہ سورہ حدید کی پڑھی: **الم یان للذین امنو ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ** یعنی کیا وقت نہیں پہنچا، ایمان والوں کو گڑگڑائیں ان کے دل اللہ کی یاد سے۔ اس کے دل پر جا لگی اور سب عیش وعشرت چھوڑ کر توبہ کی راہ اختیار کی۔ پھر اس لڑکے کے پاس آکر کہا کہ ہاں وہ وقت آگیا ہے کہ اللہ کی یاد سے دل تھرا گئے اور اپنا کام کر گئے۔ پھر ترک لباس کیا اور چلا گیا۔ بہت تلاش کیا کہیں پتا نہیں چلا۔ آج پتہ لگا تو زخم کاری دل پر لگا۔

واقعہ نمبر......۵۶

توبہ کا ایک دلچسپ واقعہ

بعضوں نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادہم گورخر کے شکار کو گئے کہ خود ہی شکار ہو گئے۔ دنیا کی بادشاہی چھوڑ کر عقبیٰ کی کامیابی لے لی۔ یعنی گورخر کے پیچھے گھوڑا ڈالا اور لشکر سے الگ ہو گئے۔ اس نے الٹ کر بزبان فصیح کہا اے ابراہیم بن ادہم! تو اس کام کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ جا اپنا کام کر پس ابراہیم بن ادھم متحرک ہو کر غش کھا کر گھوڑے سے گر پڑے۔ گھوڑا لشکر کو چلا گیا۔ لشکر والوں نے گھوڑا خالی دکھا تو کہا بادشاہ واللہ اعلم کہاں مارا گیا ہے۔ روتے چلاتے سب طرف ڈھونڈ کر بیٹھ رہے کہ کہیں پتہ نہ چلا۔ جب ابراہیم کو ہوش آیا اٹھ کر جنگل کو چلے۔ چرواہوں سے کہا ہمارا لباس اپنے سے تبدیل کرلو۔ انہوں نے کہا ہم تو سب غلام شاہی ہیں۔ ہم ہرگز لائق لباس شاہی کے نہیں۔

القصہ بادشاہ نے سب بکریاں ان کو بخش دیں کہ اللہ تعالیٰ شاید مجھ کو بھی ایسے ہی بخش دے اور ان کا کمبل خود اوڑھ لیا۔ اور بزور اپنا لباس ان کو دے دیا۔ پھر انہوں نے عرض کیا اے بادشاہ تمہارا کیا حال ہوا؟ کس چیز نے تم سے بادشاہت چھڑا دی اور فقیری دلائی کہا گورخر کے شکار کو آیا تھا۔ خود شکاری ہو گیا۔ اور یہ حال کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا پھر سب جنگل والے روتے چلاتے تھے اور ابراہیم اس مضمون کے اشعار پڑھتے تھے۔ کہ

الٰہی تیرے در یتیم کے لئے اپنی اولاد یتیم کی۔

ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں اگر تیرے جمال کے خیال کے سوا کسی خیال کو دل میں راہ دوں۔

کہ تیرے جمال کی دولت سے تمام جی جان مالا مال ہے۔

اور باقی خواب وخیال بل وبال ہے۔

واقعہ نمبر......۵۷

شوہر کی نافرمانی پر احساس توبہ کا واقعہ

ایک پیر طریقت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی بیوی پر عاشق تھے۔ ایک دن اپنی بیوی کے ہمراہ گھر میں سوئے ہوئے تھے کہ یک دم ان پر ایک خاص حالت طاری ہوگئی۔ انہوں نے اس حالت میں جو کچھ کہا وہ بیوی سنتی رہی۔ اور کچھ دیر کے بعد جب انہیں کچھ افاقہ ہوا تو بیوی نے پوچھا۔ حضرت آپ کی کیا حالت تھی۔ انہوں نے کہا تم نے کیا دیکھا۔ بیوی نے کہا اچھا ہی دیکھا۔ اس کے بعد وہ باہر نکلی انہوں نے اسے جانے دیا۔ اس نے ایک نوکر سے کہا کہ میری ماں اور بہن کو بلاؤ۔ وہ بلا لایا، جب وہ آئے تو اس نے ان سے بیان کیا کہ میرے شوہر کو جنون ہوجاتا ہے لہٰذا میں ہرگز اس کی بیوی بن کے نہ رہوں گی۔ کیونکہ وہ مجنون ہے۔ میں اس کے ساتھ ایک گھر میں نہیں رہوں گی۔ اس کے رشتہ داروں نے بہت کچھ نصیحت کی اور واپس لوٹانا چاہا مگر اس نے انکار کیا انہوں نے کہا تم گھر ہی میں رہو تاکہ ہم ان سے ملیں۔ جب حضرت کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنی زوجہ محترمہ سے پوچھا تمہارا کیا ارادہ ہے وہ کہنے لگی جدائی۔ ورنہ میں اپنا خون کرلوں گی اور تم ہی اس خون کا سبب بنو گے حضرت نے کہا ایک ہفتہ صبر کرو اور وہ مان گئی شیخ طریقت کو اس کے فراق کا بہت صدمہ تھا اور اسے بہت کچھ دے کر راضی کرنا چاہتا تھا مگر وہ نہیں مانتی تھی انہوں نے رشتہ داروں کی ایک جماعت سفارش کے لئے روانہ کی اس نے ان کی بھی نہ مانی جب انہیں اس کا عزم معلوم ہوگیا تو انہیں سخت تشویش ہوئی اور پریشانی لاحق ہوئی اور ان کی حالت متغیر ہوگئی مہلت کے دنوں میں سے صرف ایک رات باقی رہ گئی اور ان کی حالت نہ گفتہ بہ ہوگئی تو انہوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا اور اپنا کام اس کے سپرد کردیا کہ جو کچھ وہ کرے گی میں اسپر راضی ہوں اور یہ دعا پڑھنے لگے اللھم یاعالم الخفیات ویا سامع الا صون بیدہ ملکوت الارض والسمٰوات ویا مجیب الدعوات استغیث بک

واستجرت بک یامجیرا جرنی : تین مرتبہ پڑھنے کے بعد جب آدھی رات گزری اور قلب کی جانب متوجہ ہوکر بیٹھے تھے کہ اچانک وہ گھر میں داخل ہوئی اوران کے پاؤں چومنے لگی اور کہنے لگی کہ میں خدا کے لئے تم سے سوال کرتی ہوں کہ مجھ سے راضی ہو جاؤ اور میں اپنے فعل سے توبہ کرتی ہوں اوراللہ کی طرف رجوع کرتی ہوں اوراسی سے سوال کرتی ہوں کہ وہ میری توبہ قبول کرلے شوہر نے کہا جب تک مجھے اس تبدیلی کی وجہ نہ بتاؤ گی میں راضی نہ ہوں گا اس نے کہا میں رات اپنے ارادے پر چلی تھی ایک شخص میرے خواب میں آیا اس کے ایک ہاتھ میں کوڑا اور دوسرے میں چھری تھی۔اس نے کہا اگر اس بات سے تو رجوع نہ کرے گی تو تجھے اس چھری سے ذبح کردوں گا۔اور پھر میری پشت پر تین کوڑے لگائے میں ڈر کر اٹھ بیٹھی ابھی تک ان کوڑوں کی سوزش میرے قلب پر تھی پھر تھوڑی دیر کے بعد سوگئی ، پھر اس شخص کو دیکھا اس کے ہاتھ میں کوڑا اور چھری تھی اس نے کہا کیا میں نے تجھے نصیحت نہیں کی تھی میں نے تجھے نہیں ڈرایا تھا اتنے میں میں گھبرا کر چونک اٹھی اور تمہارے پاس دوڑی آئی تا کہ تم میری توبہ قبول کرلو۔راضی ہو جاؤ اوراللہ سے میرے لئے توبہ کرو۔پھر اس نے کپڑا اٹھایا تو تین زخم تھے۔تو اس پر خاوند نے کہا خدایا میری اور میری بیوی کی توبہ قبول کرلے میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں راضی ہوگیا بیوی نے کہا میں اپنا مہر اللہ کے شکر میں تمہیں معاف کرتی ہوں اور میرے پاس زیور کے بیس درہم ہیں وہ بھی اور میرا کپڑا بھی اللہ کے شکر میں فقیروں کا ہے۔جب صبح ہوئی تو اس نے اپنے عہد کو پورا کیا اور خاوند نے بھی سوچا کہ اللہ نے اپنے لطف وکرم سے جو کچھ مجھ پر عنایت فرمایا یہ اس کے فعل پر راضی رہنے کا نتیجہ ہے اسے یقین ہوگیا کہ سارے کام اللہ سبحان وتعالٰی کے قبضہ قدرت میں ہے کچھ عرصے کے بعد وہ خاتون انتقال کرگئیں۔موت کے بعد انہوں نے بیوی کو خواب میں دیکھا۔کہ نہایت خوبصورت اور عمدہ زیور اور لباس جو تعریف سے باہر ہیں پہنے ہوئے نظر آئیں۔انہوں نے کہا اللہ تعالٰی نے تیرے ساتھ کیا کیا اور تو نے کیا پایا کہا تم دیکھ رہے ہواب میں تمہاری ملاقات کی منتظر ہوں جیسا تم مجھ سے راضی ہوئے خدا تم سے

راضی ہو۔

واقعہ نمبر......۵۸

اللہ کے حضور مغفرت مانگنے کا واقعہ

ایک فقیر سے مروی ہے کہ میں ایک شیخ کی خدمت میں گیا۔ وہ مجھے خدمت کا حکم کرتے تھے اور میں خوش ہوتا تھا ایک دن مجھے کسائی کے یہاں بھیجا کہ میں وہاں سے فقیروں کے واسطے گوشت اٹھا لاؤں چنانچہ میں بقدر ضرورت گوشت خرید کر لایا اور چلنے کے قصد سے پلٹا ہی تھا کہ سامنے سے ایک آدمی نظر آیا جو ایک لدا ہوا جانور ہانکے لا رہا تھا مجھے اس شخص کا دھکا لگا اور میں قصائی کی دکان کی ایک میخ پر گر پڑا میرا پہلو زخمی ہو گیا دکاندار نے مجھے اس میخ سے اٹھایا اور پٹی بندوا ہی رہا تھا کہ اتنے میں وہ گدھے والا تین آدمیوں کو ساتھ لئے ہوئے آ گیا اور کہا یہاں میرا ایک بٹوا گر پڑا ہے جس میں دس دینار تھے اور وہ مجھے اور کساب کو اور دو آدمیوں کو پکڑ کر کوتوال کے سامنے لے گیا اور کہا انہوں نے میرا بٹوا چرایا ہے چنانچہ میرے سب ساتھیوں کو کوڑے لگے اور مجھے بھی آخر میں پیٹا گیا اور مار میرے زخم پر ہی لگ رہی تھی کہ اتنے میں ایک سپاہی کی نظر اس برتن پر پڑی جس میں گوشت تھا دیکھا تو اس میں بٹوا پڑا ہوا تھا اس نے کہا یہی چور ہے کوتوال نے کہا اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ چنانچہ اس کے حکم سے تیل گرم کیا گیا اور مجھ پر ایک مخلوق جمع ہو گئی۔ کوئی مارتا تھا کوئی گالیاں دیتا تھا اور میں چار آدمیوں کے بیچ میں تھا اتنے میں ایک شخص نے آواز دی تیل گرم ہو چکا چور کو حاضر کرو میں اپنا کام اللہ کے سپرد کر چکا تھا۔ جس کے ہاتھ میں ہر شے کی حکومت ہے ایک شخص نے اس زور سے ایک تماچہ مارا کہ میرے ہوش بالکل جاتے رہے۔ اس وقت بھی میں اس بلا پر صابر تھا اور اپنا کام اللہ ہی کے سپرد کرتا تھا۔ پھر اس نے کہا ''اے چور اے، ڈاکو!'' اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک جھٹکا دیا جس سے میں منہ کے بل زمیں

پر سجدے کی ہیئت میں گر پڑا۔اس وقت میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ مسکرا رہے ہیں۔میری طرف دیکھ رہے ہیں، میں ابھی وہاں سیدھا کھڑا ہی نہیں ہوا تھا کہ وہ ساری مصیبت مجھ سے دفع ہوگئی ایک شخص نے چلا کر کہا یہ شخص جس کو تم نے گرفتار کیا ہے وہ شیخ کا خادم ہے اس وقت لوگوں نے مجھے غور سے دیکھا اور چلا کر کہا لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اب تو سب لوگ میرے پاؤں پر گرنے لگے کوتوال صاحب بھی دوڑتے ہوئے آئے اور میرے پاؤں چومنے لگے حضرت! خدا کے وسطے عرض کرتا ہوں کہ میری خطا معاف کر دیں گریہ وزاری کرنے لگا اور کہا مجھ سے راضی ہوجایئے خدا مجھے اور تجھے معاف کرے یہ ایک آزمائش تھی جس سے میرا پوشیدہ ضبط کی طاقت ظاہر ہوئی پھر بٹوا کھولا گیا۔معلوم ہوا کہ وہ بوجھ اور بٹوا دونوں شیخ ہی کے وسطے بھیجا گیا تھا اتفاقاً اس واقعے کے وقت شیخ اور جملہ فقراء ایک آپس کی نزع کے سبب استغفار میں مشغول تھے اور کوئی باہر نہ نکلا یہاں تک کہ میں دروازے پر آ کھڑا ہوا میرے پاس گوشت اور وہ بٹوا تھا میں نے سارا قصہ بیان کیا۔فرمایا جس نے صبر کیا اس نے جمال وکمال حاصل کیا پھر فرمایا اے بیٹے یہ واقعہ طریقت میں تمہارے کامل ہونے کا سبب بن گیا ہے اب جہاں چاہو سفر کرو۔

❀❀❀❀

واقعہ نمبر......۵۹

ایک مخنث کی توبہ کا واقعہ

حضرت شفیق بلخیؒ سے مروی ہے کہ ہم نے پانچ چیزیں طلب کیں اور انہیں پانچ چیزوں میں پایا۔روزی کی برکت طلب کی وہ نماز چاشت میں ملی۔اور قبر کی روشنی طلب کی اسے تہجد کی نماز میں پایا اور ہم نے منکر و نکیر کے سوالوں کا جواب طلب کیا تو اسے قرات قرآن میں پایا۔اور ہم نے پل صراط کا پار ہونا طلب کیا تو اسے روزہ صدقہ میں پایا۔ اور ہم نے عرش کا سایہ طلب کیا تو اسے توبہ میں پایا۔بعض علماء فرماتے ہیں ہم نے مجلس وعظ

کے آخر میں دعا کی اے الٰہی ! ہم میں جس کا قلب زیادہ سیاہ ہے اور جس کی آنکھیں زیادہ خشک ہیں اور جس کی معصیت کا زمانہ زیادہ قریب ہے اس کی مغفرت کر۔ ہمارے نزدیک ایک شخص مخنث گنہگار تھا۔ اس نے کھڑے ہوکر کہا یہ دعا پھر کرو۔ کیونکہ تم سب میں میں ہی زیادہ سیاہ قلب اور خشک آنکھ اور قریب المعصیت ہوں۔ میرے واسطے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول کرے۔ وہ عالم فرماتے ہیں دوسری شب میں نے خواب دیکھا کہ گویا میں حق تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ مجھے یہ بہت اچھا لگا ہے کہ تم نے میرے اور میرے بندے کے درمیان صلح کرادی۔ میں نے تجھے اور اس مجلس کے سبھی شرکاء کو معاف کیا۔

نقل ہے کہ ایک شخص نے ایک بزرگ کو بعد وفات خواب میں دیکھا۔ پوچھا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ کہا اللہ تعالیٰ نے میرا نامہ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا۔ اس میں مجھے اپنی ایک لغزش نظر آئی۔ میں اس کے پڑھنے سے شرمایا اور کہا الٰہی مجھے رسوا نہ کر۔ ارشاد ہوا کہ جب تو نے یہ فعل کیا تھا اور مجھ سے نہیں شرمایا، اس وقت میں نے تجھے رسوا نہ کیا تو آج جب کہ تو مجھ سے شرماتا ہے، میں تجھے کیوں کر رسوا کروں گا۔ میں نے تیری لغزش معاف کر کے اپنی رحمت سے تجھے جنت میں داخل کیا۔ وہ عیبوں کا ڈھانکنے والا حلم وکرم والا پاک ہے۔

❀❀❀❀

واقعہ نمبر......۶۰

توبہ کا عبرت ناک واقعہ

نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصریؒ متفکر ہوکر دریا کے کنارے پر کھڑے تھے۔ دیکھا کہ ایک بڑا بچھو دوڑتا ہوا دریا کے کنارے پر آیا اور ایک مینڈک فوراً دریا سے نکل کر اس کو سوار کر کے اس کے دریا کے پرلے کنارے لے چلا۔ یہ عجیب معاملہ دیکھ کر

حضرت مصری بھی اس کنارے پر گئے۔ پھر وہ جلدی سے اتر کر ایک درخت کے نیچے گیا۔ وہاں ایک سانپ سوتے مسافر کی چھاتی پر بیٹھا تھا۔ چاہتا تھا کہ اسے کاٹے اس نے جاتے ہی سانپ کو ڈنگ مارا وہ مرگیا۔ مسافر بچ گیا۔ پھر جلدی سے بچھوا پنے مکان کو اسی طرح چلا گیا۔ میں نے سوچا کہ آدمی کوئی کام کا ہے کہ عنایت الٰہی نے اس قدر اس کی حفاظت فرمائی کہ ایک موذی کو دوسرے موذی سے ختم کر دیا اور اسے بچایا۔ اس کی ملازمت حاصل کرنا چاہئے۔ جب اس کے نزدیک گیا چاہا کہ قدم آگے بڑھاؤں اس نے آنکھ کھول دی۔ دیکھا تو کوئی شرابی سا ہے۔ مجھ کو کمال تعجب ہوا کہ اللہ اللہ اس کا یہ حال ہے اور عنایت خدا کا وہ حال۔ اللہ کی طرف سے غیبی آواز آئی کہ اے ذولنون! حیران کیوں ہوئے ہو کہ یہ بھی ہمارا بندہ ہے اگر چہ گندہ ہے۔ اگر ہم صرف نیکوں ہی کی حفاظت کریں تو بروں کی حفاظت کرنے والا کون ہے۔ پس جو جناب باری میں زاری کرتا ہے فضل باری اس کی دستگیر کرتا ہے۔ جیسا کہ جناب رسالت مآب ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ **التائب من الذنب کمن لاذنب لہ** یعنی جو گریہ وزاری کے ذریعے گناہ سے بیزاری چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماتا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ذالنون پر حالت جذب وجنون کی طاری تھی کہ گھومتے تھے اور کہتے تھے افسوس اور پر حال اس غافل کے کہ رحمت الٰہی اس جوش وخروش سے اس کی ہمدوش ہو اور وہ بے ہوش خواب خرگوش میں مدہوش۔ جب شام ہوئی اور ہوا سرد چلی اور غلت زدہ کے حق میں صبح ہوئی۔ نیند سے چونکا اور ذوالنون کو بیٹھا دیکھا۔ متحیر و نادم ہو کر کہا اے مقتدائے وقت! تم یہاں کہاں۔ فرمایا تو اپنا حال بیاں کر۔ کہا میرا حال آپ پر بخوبی روشن ہے۔ پھر میں نے اس کو وہ سانپ دکھایا۔ دیکھتے ہی تھرا گیا۔ جب سب قصہ سنایا تو رو چلا کر سر میں خاک ڈالنے لگا۔ چیخیں مارتا، مارتا کپڑے پھاڑتا جنگل کو چلا گیا اور نفس کو بہت لعنت ملامت کرتا تھا کہ جب بروں کے حال پر اس قدر رحم ہے تو نیک لوگوں پر کس قدر عنایت ہوگی۔ پھر اللہ کے حضور سچی توبہ کی اور تائب ہو کر عبادت میں مصروف ہوگیا۔ اور کچھ عرصے کے بعد اللہ نے اور کرم کیا تو وہ مستجاب الدعوات ہوگیا۔ جس بیمار کو دم کرتا

تندرست ہو جاتا ہے اور تادم آخر اللہ کا احسان مند رہا۔

❀❀❀❀

واقعہ نمبر......۶۱

عیش پرستی سے توبہ کا واقعہ

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ منصور بن عاد بصرہ میں جا رہے تھے کہ ایک عظیم الشان مکان دیکھا جو بہت مکلّف اور سونے چاندی کے نقش سے منقش تھا۔ اس کا صحن بہت وسیع ہے اور صدہا دربان دروازے پر ٹہل رہے ہیں اور مکان کے اندر شاہی تخت بچھا ہے اور ایک خوبصورت جوان اس پر جلوہ افروز ہے اور چاروں طرف خدام خوش کلام مؤدب دست بستہ کھڑے تھے۔ منصور کا کہنا ہے کہ یہ دیکھ کر میری عقل دنگ رہ گئی۔ چاہا کہ خود اندر جا کر حقیقت دریافت کروں مگر درباریوں نے جانے نہ دیا اتفاق سے وہ کسی مشغلہ میں مشغول ہوئے تو میں فوراً مکان کے اندر چلا گیا۔ یکا یک امیر نے عورتوں کو بلایا۔ ان کے آتے ہی سارا مکان ایسا روشن ہو گیا جیسے رات کو آفتاب نکل آئے اور صدہا لونڈیاں، باندیاں ان کے ساتھ کوئی خوشبو لگاتی دل الجھاتی زلف سلجھاتی ہوئی سرگرداں وحیران اور آئینہ دکھاتی ،خوشبو لگاتی۔ غرض ہر ایک کسی نہ کسی کام میں مصروف تھی۔ پھر وہاں کوئی مرد ذات نہ رہا ۔صرف میں اپنی جان پر کھیل کر یہ کھیل تماشہ دیکھتا رہا۔ اچانک بادشاہ کی نظر پڑی۔ آتش غضب سے سلگ گیا۔ مانند شعلہ افروختہ ہو کر کہا کہ تیرے سر پر موت کھیلتی ہے جو تجھ کو محل سرا میں کھیل تماشے کے حیلے سے لائی ہے۔ میں خوف سے کانپ گیا۔ خوشامد سے جان کو بچایا کہ آتش غضب کو عاجزی کا پانی بجھاتا ہے۔ جب اس کا غصہ کم ہوا۔ کہا تو کون ہے کہاں سے آیا ہے۔ عرض کیا خطاوار ہر سزا کے سزاوار ہوں طبیب ہوں امراض دل کا معالجہ کرتا ہوں۔ فرمایا ادھر آؤ اور کچھ کلام حق سناؤ۔ تب میں نے نڈر ہو کر صاف صاف حکم حاکم حقیقی کا بیان کرنا شروع کیا۔ اے بادشاہ! تیرے پاس عورتوں کا ایک ہجوم ہے ملک میں

ظالموں کی دھوم ہے کیا نہیں جانتا کہ اس وبا سے تیرا اعمال نامہ مالا مال ہوگا اور سخت گنہگاری میں مبتلا ہوگا۔ ذرا ہوش پکڑ اس قدر مستی حکومت سے نہ اکڑ۔ خدا کو نہ بھول۔ خودی کے نشہ سے اس قدر نہ پھول۔ انصاف کے دن ہر زبردست زیردست ہوگا اور زیردست زبردست سے، دودھ پانی سے اور پانی دودھ سے جدا ہوگا۔ اور دوزخ ایسی زبردست آواز کرے گی کہ پتھر پانی ہوجائے گا نیکوکار سرخرو اور بدکار سزاوار ہوں گے۔ فی الحقیقت دنیا اور معاملات دنیا دل لگانے کے قابل نہیں۔ تو عورتوں کی محبت میں چور ہے۔ حوران بہشتی سے دور ہے۔ اگر جنت کی رحمتوں کا مزہ چکھتا اور حوران جنان کو ایک نظر دیکھتا واللہ لذت دنیا اور محبت زنان میں ہرگز گرفتار نہ ہوتا اور مرنے کے بعد اگر عورتوں کو دیکھے تو بدبو کے سوا کچھ حسن و جمال بھی نہ پائے گا بلکہ نفرت آجائے۔ پس ان کی صحبت سے دور ہو اور حوران بہشتی کو طلب کر کہ خلقت ان کی مشک و کافور و زعفران سے ہے وہ جمال باکمال نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا گویا لعل و یاقوت ہیں یا موتی و مرجان ہیں کہ چمک رہے ہیں پس یہ باتیں سن کر لوٹ پوٹ ہوگیا۔ اور کہا اے طبیب! تیری باتیں میرے جی میں کارگر ہوگئیں۔ پھر کہو شاید برائی سے نجات پاؤں اور راہ راست پر آؤں کہ میں بہت بڑا گنہگار ہوں۔ کیا عجب ہے کہ غفور الرحیم اپنے فضل و کرم سے بخش دے۔ میں نے کہا حقیقت میں وہ بڑا رحیم و کریم ہے۔ پھر زار و زار روتا تھا۔ اور کپڑے بدن کے پھاڑتا تھا اور اللہ کے حضور سچی توبہ کی، آخر محل کو چھوڑ کر چلنے لگا تو عوتوں نے کہا کہ ہر حال میں ہم تمہارے شریک رہیں۔ اب کیا مقتضائے مروت ہے کہ تم جاتے ہو اور ہم کو چھوڑے جاتے ہو۔ پھر سب نے رات کو لباس شاہی دور کیا اور بھیس بدل لیا۔ پھر رات ہی رات سب کو ساتھ لے کر چلا گیا۔ عرصہ کے بعد جو میں اس محل سرائے کو گیا تو اجاڑ پڑا دیکھا کہ دن میں ڈر معلوم ہوتا تھا۔ پھر تائیدالٰہی سے اتفاقاً بیت اللہ کو گیا۔ دیکھا تو عبدالملک موجود ہے اور طواف کعبہ میں مصروف ہیں۔ مجھ سے سلام علیک کی میں حال ان کا دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ میں نے کہا عورتیں کہاں ہیں کہا حاضر ہیں۔ پھر وہ سب آئیں اور بندگی میں مستعد پائیں

مجھ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور کہا اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل کی مراد پوری کی جو تمہاری زیارت نصیب ہوئی۔ حضرت ہم جیسے گنہگاروں کو بھی اللہ تعالیٰ بخشے گا کہ جان و مال سب اس کی محبت میں کھودیا۔ فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ اپنے تابعداروں کو بخشے گا۔ پھر جوش وخروش میں آکر ایک نعرہ مارا اور جان بحق تسلیم کی۔ عبدالملک یہ حال دیکھ کر بہت غمگین ہوئے۔ کہا افسوس ایسے وقت میں مجھ سے الگ ہوئے۔ پھر بخوبی کفنا دفنا دیا۔ اس کے بعد وہ بھی رحلت کر گیا۔ اس کو بھی کفنا دیا۔ لوگوں نے بہت افسوس کیا۔ میں نے اس کی قبر پر وعظ کیا اور لوگوں کو عذاب قبر سے ڈرایا اور جنت کے آرام کا مژدہ سنایا۔

❁❁❁❁

واقعہ نمبر......۶۲

ابن ساباط کی توبہ

ابن ساباط بغداد کا نامی چور تھا کوئی شریف آدمی اس کا نام سن کر انتہائی نفرت کا اظہار کئے بغیر نہ رہتا تھا وہ اپنے پیشہ میں ایسا ماہر تھا کہ بیسیوں چوریاں کرنے کے باوجود قانون کی گرفت میں نہیں آیا تھا لیکن آخر کب تک ایک دن حکام نے اسے گرفتار کر ہی لیا قانون وقت کے مطابق اس کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا گیا اور پھر اس کو ایک نا قابل اصلاح مجرم قرار دے کر مدت العمر کے لئے قیدخانہ میں بھیج دیا گیا اہل بغداد اب اسکا ذکر ہتھ کٹے شیطان'' یا ایک ہاتھ کے شیطان کے نام سے کرتے تھے دس برس کی طویل زندگی قیدخانہ میں بسر کر کے ایک دن ابن ساباط کسی طرح بھاگ نکلا اور قیدخانے سے باہر آتے ہی اپنے قدیم پیشہ کو ازسرنو شروع کرنے کا ارادہ کرلیا ایک ہاتھ کے نقصان اور قید و بند کی طویل پرصعوبت زندگی نے اس کے مزاج اور کردار پر ذرہ برابر اثر نہیں ڈالا تھا آزادی کی فضا میں سانس لیتے ہی چوری کی خواہش نے اسے بے تاب کر دیا اور رات کا اندھیرا پھیلتے ہی وہ اپنی مہم پر چل کھڑا ہوا

ادھر ادھر پھرتے تین پہر رات گزر گئی لیکن اسکو کسی مکان میں داخل ہونے کا موقع نہ مل سکا آخر اسے ایک وسیع حویلی نظر آئی جس کے چاروں طرف دور دور تک سناٹا تھا اس حویلی کے وسط میں ایک بہت بڑا پھاٹک تھا ابن ساباط پھاٹک کے پاس پہنچ کر رک گیا اور سوچنے لگا کہ اندر جانے کے لئے کون سا راستہ اختیار کیا جائے اسی سوچ بچار میں اس کا ہاتھ پھاٹک پر جا پڑا وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا اس نے آہستگی سے دروازہ پیچھے کی طرف دھکیلا اور اندر داخل ہو گیا یہ ایک وسیع احاطہ تھا جس کے اندر چاروں طرف کمرے بنے ہوئے تھے اور وسط میں ایک بڑا کمرہ تھا ابن ساباط اس بڑے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا اسے یقین تھا کہ یہ کسی بڑے امیر یا سوداگر کا مکان ہے جونہی اس نے دروازے کو ہاتھ لگایا وہ بھی پھاٹک کی طرح فوراً کھل گیا کمرے میں داخل ہو کر اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی تو اس کی قیمتی ساز و سامان سے بالکل خالی پایا ایک طرف کھجور کے پتوں کی پرانی چٹائی بچھی ہوئی تھی اس کے قریب چمڑے کا ایک تکیہ اور بھیڑ کے کھال کی چند ٹوپیاں پڑی تھیں ایک گوشہ میں پشمینہ کے موٹے کپڑے کے چند تھان بکھرے پڑے تھے ابن ساباط ایسے معمولی سامان کو دیکھ کر جھلا اٹھا اور مکان کے مالک کو بے تحاشا گالیاں دینے لگا اس احمق نے اتنے بڑے مکان میں کیسا گھٹیا کپڑا اور سامان رکھا ہوا ہے بہر حال مکان سے خالی ہاتھ جانا اسے منظور نہ تھا اس نے پشمینہ کے تھانوں کی ایک گٹھڑی بنائی اور اس کے باندھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن ہزار جتن کے باوجود ایک ہاتھ سے صوف کے موٹے کپڑے کو گرہ نہ لگا سکا اور ہانپتا ہوا بیٹھ گیا عین اسوقت دروازہ کھلا اور ایک شخص ہاتھ میں چراغ لئے کمرے میں داخل ہوا خوف اور دہشت سے ابن ساباط کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اس نے داخل ہونے والے آدمی کو دیکھا اس کا قد دراز، کمر خمیدہ اور جسم انتہائی نحیف تھا جس پر ہلکے رنگ کی ایک لمبی قبا تھی اور سر پر بھیڑ کی کھال کی کشادہ سیاہ ٹوپی تھی اس قدر نحیف و نزار ہونے کے باوجود اس شخص کے چہرے پر عجیب طرح کا اطمینان اور نور تھا اس کی آنکھوں میں ایسی چمک تھی

جس سے کوئی دوسرا شخص اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا اس نے کمرے میں داخل ہو کر چراغ ایک طرف رکھ دیا اور انتہائی شیریں آواز میں ابن ساباط سے مخاطب ہو کر کہا میرے بھائی خدا تم پر رحم کرے یہ کام روشنی اور کسی ساتھی کی مدد کے بغیر انجام نہیں پا سکتا دیکھو یہ چراغ روشن ہے اور تمہاری مدد کے لئے میں حاضر ہوں اب ہم دونوں یہ کام اطمینان کے ساتھ کر لیں گے ابن ساباط حیرت سے اجنبی کے منہ کی طرف تک رہا تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے اتنے میں اجنبی نے تھانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور پھر ان کی الگ الگ دو گٹھڑیاں باندھ لیں پھر اچانک اسے خیال آیا اور اس نے ابن ساباط سے مخاطب ہو کر کہا میرے بھائی مجھے معاف کرنا مجھے خیال ہی نہیں کہ ایسا تھکا دینے والا کام کر کے تمہیں بھوک لگ رہی ہو گی میں ابھی تمہارے لئے گرم گرم دودھ لاتا ہوں اسے پی کر تم تازہ دم ہو جاؤ گے یہ کہہ کر اجنبی کمرے سے باہر نکل گیا اور ابن ساباط عالم تحیر میں کھو گیا یکا یک اسے کوئی خیال آیا اور اس نے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہا میں بھی کیسا احمق ہوں اتنا بھی نہ سمجھ سکا کہ یہ کوئی میرا ہی ہم پیشہ ہے اتفاق سے آج ہم دونوں اس مکان میں جمع ہو گئے ہیں یہ گھر کا بھیدی معلوم ہوتا ہے اسے معلوم تھا کہ آج یہ مکان رہنے والوں سے خالی ہے اسی لئے وہ روشنی کا سامان لے کر آیا جب اس نے دیکھا کہ میں پہلے سے پہنچا ہوا ہوں تو اس سامان میں سے آدھے کا حق دار بننے کے لئے میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گیا وہ یہی سوچ رہا تھا کہ اجنبی ہاتھ میں دودھ کا پیالہ لئے پھر کمرے میں داخل ہوا اور یہ کہہ کر پیالہ ابن ساباط کے ہاتھ میں پکڑا دیا کہ اسے پی لو یہ تمہاری بھوک اور تھکان کو دور کر دے گا۔

ابن ساباط کو فی الواقع سخت بھوک لگ رہی تھی اس نے آناً فاناً دودھ کا پیالہ خالی کر دیا اور پھر کڑک کر اجنبی سے کہا ''دیکھو میں تم سے پہلے پہنچ گیا تھا اس لئے ہمارے پیشہ کے اصول کے مطابق تمہارا اس مال پر مطلق کوئی حق نہیں تاہم تم نے مال سمیٹنے میں جس مستعدی کا ثبوت دیا ہے اس کے پیش نظر میں تمہیں تھوڑا بہت مال دے دوں

گا چلواب گٹھڑیاں اٹھائیں اور چلیں' ابن ساباط کے جواب میں اجنبی مسکرایا اور پھر شفقت آمیز لہجے میں کہا میرے بھائی تم میرے حصے کا خیال کر کے کیوں اپنا دل میلا کرتے ہو میں تم سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کروں گا تمہارا ایک ہاتھ ہے یہ چھوٹی گٹھری تم اٹھا لو اور بڑی گٹھری میں اٹھا لیتا ہوں جہاں تم کہہ دو میں پہنچا دوں گا ابن ساباط نے کہا بس ٹھیک ہے تمہیں مجھ سے بہتر سردار سارے ملک میں نہیں مل سکتا میں یہ چھوٹی گٹھری اٹھا لیتا ہوں اور تم بڑی گٹھری اٹھا کر میرے آگے آگے چلو نحیف الجثہ اجنبی نے پورا زور لگا کر بڑی گٹھری کمر پر لادی اس کی خمیدہ کمر اس کے بوجھ سے اور بھی خمیدہ ہوگئی اور وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ابن ساباط کے آگے آگے چل پڑا لیکن ابن ساباط کو بہت عجلت تھی کیونکہ رات بہت تیزی سے ختم ہو رہی تھی وہ بار بار اجنبی کو ٹوک دیتا کہ تیز چلو اجنبی کئی بار ٹھوکر کھا کر گرا لیکن پھر اٹھ کر کھڑا ہوا اور ہانپتا کانپتا پھر تیز تیز قدم اٹھانے لگا ایک جگہ چڑھائی تھی اجنبی کو بھاری بوجھ کی وجہ سے سخت مشکل پیش آئی اور وہ ایک جگہ بے اختیار گر پڑا ابن ساباط نے اس پر گالیوں کی بوچھاڑ کر دی اور پھر اس کی کمر پر زور سے ایک لات رسید کی اجنبی جوں توں کر کے اٹھ کھڑا ہوا اور ابن ساباط سے معذرت کرنے لگا ابن ساباط نے گٹھری پھر اس کی پیٹھ پر رکھ دی اور دونوں چلتے چلتے شہر سے دور ایک پرانے کھنڈر میں جا پہنچے یہاں ابن ساباط کی پناہ گاہ تھی وہ اپنی گٹھری باہر رکھ کر کھنڈر کی دیوار سے اندر کود گیا اور اجنبی نے دونوں گٹھریاں باہر سے اندر پھینک دیں اسوقت چاند کی روشنی میں ابن ساباط نے اطمینان سے اجنبی کے چہرے پر نظر ڈالی جو اس کے سامنے کھڑا ہانپ رہا تھا اس نے محسوس کیا کہ اجنبی کے چہرے سے نور کی شعاعیں پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہیں یکا یک وہ ملکوتی تبسم کے ساتھ یوں گویا ہوا میرے بھائی یہ مال تمہیں مبارک ہو اس مکان کا مالک میں ہی ہوں اور یہ مال تجھے خوشی سے بخشتا ہوں افسوس کہ میں تمہاری خاطر خواہ خدمت نہیں کر سکا بلکہ راستے میں اپنی کمزوری اور سستی کی وجہ سے تمہارے لئے پریشانی کا باعث بنا خدا کے لئے مجھے معاف کر دو اچھا اب میں تم سے رخصت چاہتا ہوں، خدا حافظ۔

اجنبی یہ کہہ کر تیزی سے شہر کی طرف روانہ ہو گیا لیکن اس کے الفاظ خنجر بن کر ابن ساباط کے سینے پر پیوست ہو گئے سیاہ کالی کے اس پتلے کے دل و دماغ کو اجنبی کے محیّر العقول حسن سلوک نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا وہ سوچ رہا تھا کہ دنیا میں ایسے انسان بھی ہوتے ہیں میں نے اسے کیا سمجھا اور اس کے ساتھ کیا سلوک کیا اور اس نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا یہ سوچتے سوچتے اس کا دماغ ماؤف ہو گیا ضمیر کی خلش نے اسے بے چین کر دیا اور سپیدہ سحر نمودار ہوتے ہی اجنبی کی تلاش کے لئے نکل کھڑا ہوا اب اس کے دل میں کسی کا خوف نہیں تھا بس یہی آرزو تھی کہ اس اجنبی کے قدموں پر سر رکھ دے رات والا مکان ڈھونڈنے میں اسے کوئی دقت نہیں ہوئی اس کے باہر کھڑے ہو کر ایک شخص سے پوچھا یہ کس تاجر کا مکان ہے؟ اس شخص نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور کہا میاں تم مسافر معلوم ہوتے ہو یہاں کسی تاجر کا کیا کام یہ تو شیخ جنید بغدادیؒ کی قیام گاہ ہے ابن ساباط نے یہ نام سن رکھا تھا لیکن شیخ کا صورت آشنا نہ تھا پھاٹک سے اندر داخل ہوا اور دیکھا کہ سامنے والے بڑے کمرے کا دروازہ کھلا ہے اور چٹائی پر تکیہ سے سہارا لگائے وہی رات والا اجنبی بیٹھا ہے اور اس کے سامنے تیس چالیس آدمی مؤدبانہ انداز میں بیٹھے ہیں ابن ساباط ٹھٹک کر وہیں کھڑا ہو گیا اتنے میں مسجد سے آذان کی آواز آئی لوگ اٹھ کر کھڑے ہوئے جب وہ سب چلے گئے تو شیخ بھی اٹھے جونہی انہوں نے دروازے کے باہر قدم رکھا ابن ساباط روتا ہوا ان کے قدموں پر گر گیا انفعال کے آنسوؤں نے اس کے دل کی ساری سیاہی دھو ڈالی تھی شیخ نے نہایت محبت اور شفقت سے اس کو زمین سے اٹھایا اور گلے لگا لیا ابن ساباط کے دل کی دنیا اب بدل چکی تھی دوسروں نے جو راہ برسوں میں نہیں دیکھی تھی ابن ساباط نے دو چند لمحوں میں طے کر لی، وہ شیخ کے حلقے ارادت میں داخل ہو گیا اور ان کے فیض صحبت سے ہتھ کٹے شیطان کے بجائے شیخ احمد ابن ساباطؒ بن گیا، اور اہل اللہ میں شمار ہوا جس شخص کو چالیس سال تک دنیا کی ہولناک سزائیں نہ بدل سکیں اس

کوایک مردِ خدا کے حسنِ اخلاق اور قربانی نے چند ساعتوں میں خاصانِ خدا کی صف میں شامل کر دیا۔ (بحوالہ حکایاتِ صوفیہ از طالب ہاشمی)

واقعہ نمبر......٦٣

اللہ کی نافرمانی سے توبہ کا واقعہ

حضرت سری سقطیؒ بہت بڑے ولی کامل تھے۔ اور امام الاولیاء ان کا لقب تھا اور بغداد شریف میں اکثر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ ہزاروں آدمی ہدایت پاتے۔ ایک مرتبہ احمد بن زید خلیفہ وقت مع اپنے غلام ترکی وردی بڑے تزک وشان سے آئے اور ایک طرف مجلس وعظ میں بیٹھ گئے۔ حضرت فرمارہے تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک آٹھ ہزار برس ہوئے ہوں گے۔ کوئی مخلوقات میں انسان سے ضعیف تر اور نافرمانی جنابِ باری میں دلیر تر اور رحیلہ گر جملہ کائنات سے معظم تر جنابِ باری نے پیدا نہیں کیا۔ چنانچہ ہزاروں طرح سے رب العزت نے اس کی نجات دارین کے واسطے سمجھایا اور صدہا طریقے سے اللہ والوں نے سمجھایا بجھایا مگر اس کے ایک کارگر نہ ہوا۔ یہ سنتے ہی احمد بن زید کے تیر سا جگر پار ہوگیا۔ روتے روتے بیہوش ہوگیا۔ جب کچھ افاقہ ہوا گرتا پڑتا اپنے گھر گیا۔ وہاں نہ کچھ کھایا نہ پیا نہ کچھ کلام کیا۔ دوسرے دن پھر تنہا آ کر چپکے سے بیٹھ گیا۔ وعظ سنتا رہا، وعظ کے بعد جب سب آدمی چلے گئے تو حضرت سری سقطیؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا حضرت آپ کا وعظ مجھ پر کارگر ہوگیا۔ اور تیر سا جگر کے پار ہوگیا۔ اور دنیا کی محبت دل سے بالکل نکل گئی اور عظمتِ حق دل میں سما گئی ہے۔ اب مجھے دنیا اور اہل دنیا کی صورت سے نفرت اور وحشت آتی ہے اور کوسوں جی بھاگتا ہے۔ سچ ہے لذتِ ایمانی جی جان سے سما جاتی ہے تو سب طرف سے دل مسرور ہو جاتا ہے۔

پھر جنگل کو چلے گئے تھوڑے دن کے بعد ایک عورت روتی چلاتی حضرت کی خدمت میں آئی کہ یا حضرت میرا بیٹا خوش رو، خوبصورت، خوب سیرت، نازک اندام دل آرام

آپ کے وعظ میں اول مرتبہ کروفر سے آیا پھر یہاں سے فقیر ہو کر گیا۔ دوبارہ سب سامان ریاست اور حشمت کا پھینک کر آیا۔ تیسری بار جو آیا تو اس کا پھر پتہ نہ پایا کہ کیا ہوا اور کہاں گیا۔ یہ کہتی تھی اور زار و زار روتی تھی اور کھڑے بیٹھے کو رلاتی تھی۔ حتیٰ کہ حضرت کو بھی نہایت رقت تھی۔ معلوم ہوا کہ احمد بن زید کی ماں ہے۔ فرمایا اے نیک بخت! صبر کر اور قرار پکڑ۔ جس وقت وہ یہاں آئے گا تجھے فوراً اطلاع ہوگی۔ حضرت کے ارشاد سے اس بے چین کے جی کو کچھ چین ملا اور دل بیقرار نے ذرا قرار پکڑا۔ پھر گھر کو چلے گئے تھوڑے دن کے بعد رات کو حضرت کے دروازے کی کسی نے کنڈی کھٹکھٹائی فرمایا کون؟ کہا احمد بن زید خادم کو ارشاد کیا دروازہ کھول دے۔ اور اس کی ماں کو جلد بلا لے۔ پھر اس نے آ کر حضرت سے السلام علیکم کی۔ آپ نے جواب دیا اور فرمایا تیرا کیا حال ہے جو ایسا حقیر اور خوار زار ہے کہ کمر جھک گئی صورت بدل گئی۔ کہا اے امام! میں بہت خوش ہوں۔ تم نے مجھ کو دنیا سے چھڑایا اور خدا سے ملایا تمہارے احسان کس دل و جان سے بیان کروں اللہ تعالیٰ تم کو اس کا اجر دے گا۔ اچانک دیکھا کہ اس کی ماں اور بیوی بچے روتے چلاتے آگئے۔ اس کا حال دیکھ کر نہایت پریشان ہوئے۔ اس قدر روتے اور چیخیں مارتے تھے کہ در و دیوار کو رلاتے تھے۔ آدمی کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ پھر مادر مشفقہ نے کہا اے میرے جگر پارے! کیا ان بچوں کے حال پر بھی رحم نہیں آتا؟ تجھے کیا ہو گیا ہے، کیا تیرے جی میں سما گیا ہے۔ پھر ہر طرح سے منت و خوشامد کی کہ کسی طرح سے گھر تک چلے۔ مگر وہ ہرگز نہ مانا۔ تنگ ہو کر حضرت کی خدمت میں عرض کرنے لگا کہ یا حضرت یہ کیا بلا میرے پیچھے لگا دی ہے کہ مجھ کو جان چھڑانا مشکل ہو گیا ہے۔ فرمایا میں نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے۔ پھر عورت مایوس ہو کر کہنے لگی ہائے میری جوانی کیوں کر کٹے گی۔ کہا تجھ کو اختیار ہے جو تیرا جی چاہے سو کر۔ میرے خیال میں نہ پڑ۔ میں خودی سے گزر گیا اور خدا کی محبت میں گھل مل گیا۔ بولی اپنے بیٹے کو ساتھ لو کہا بہت اچھا۔ احمد بن زید نے لڑکے کے ریشمی کپڑے اتارنے شروع کئے اور اس کے ہاتھ میں زنبیل دینے کا قصد کیا۔ تب ماں نے واویلا کر کے لڑکے کو لے لیا۔ یہ دیکھ کر احمد بن زید نے

کہا آئندہ تم کو اختیار ہے میرے پاس لڑکا رہے گا تو میرے جیسا ہو کر رہے گا یہ حال دیکھ کر ہر کس و ناکس زار و زار روتا تھا۔ گویا حشر بر پا تھا۔ پھر جنگل کو چلا گیا اور سب کو روتا چلاتا چھوڑ گیا۔ مگر اپنے راستے سے منہ نہ موڑا۔ دو برس کے بعد حضرت کے پاس ایک آدمی آیا کہ آپ کو احمد بن زید نے بلایا ہے کہ اس کا وقت آخری ہے۔ آپ اسکے ہمراہ گئے دیکھا تو ایک قبرستان میں ایک جانب کو تنگ و تاریک جگہ میں پڑے ہیں اور ایسے کلمات کہتے ہیں کہ بھلائی چاہنے والوں بھلائی کرنا۔ آپ صبح تک وہاں رہے اسی اثناء احمد بن یزید کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ حضرت اپنے مکان پر آئے کہ تجہیز و تکفین کا انتظام کریں۔ دیکھا تو ہزاروں آدمی شہر سے آتے ہیں متحرک ہو کر کہا۔ خیر تو ہے؟ بولے خیر ہے۔ رات کو آواز غیب آئی تھی کہ جس کو نماز جنازہ ولی اللہ کی پڑھنی ہو وہ مقبرہ شوتیریہ میں صبح کو جائے۔ اس واسطے تمام شہر وہاں جاتا ہے۔ چنانچہ کثرت ہجوم سے قریب نماز عصر کے کفن دفن کی نوبت پہنچی۔ (بحوالہ کتاب التوابین)

مراجع ومصادر

اس کتاب کی تالیف میں جن کتابوں سے براہِ راست یا بالواسطہ خاص طور پر استفادہ کیا گیا ہے ان کے نام یہ ہیں۔

تفسیرِ مظہری.................................حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ

تفسیرِ عثمانی.................................حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

معارف القرآن.................................حضرت مفتی شفیع عثمانیؒ

بخاری شریف.................................محمد اسماعیل البخاریؒ

مسلم شریف.................................ابی الحسن بن الحجاج القشیریؒ

ترمذی شریف.................................ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ

ابوداؤد.................................ابی داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانیؒ

ابن ماجہ.................................ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینیؒ

مشکوٰۃ شریف.................................ابومحمد الحسنین بن مسعودؒ

الادب المفرد.................................حضرت امام بخاریؒ

ریاض الصالحین.................................حضرت امام نوویؒ

معارف الحدیث.................................حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ

مظاہرِ حق جدید.................................حضرت نواب محمد قطب الدینؒ

حجۃ اللہ البالغہ.................................حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

تنبیہ الغافلین.................................حضرت ابولیث سمرقندیؒ

احیاء العلوم.................................حضرت امام غزالیؒ

آدابِ انسانیت.................................حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

آدابِ زندگی.................................حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

احکامِ اسلام عقل کی نظر میں..............................حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
بہشتی زیور..............................حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
التبلیغ..............................حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
مخزنِ اخلاق..............................حضرت مولانا رحمت اللہ سبحانیؒ
خطباتِ حکیم الاسلام..............................حضرت قاری طیب صاحبؒ
فضائل صدقات..............................حضرت مولانا زکریا صاحبؒ
فضائل اعمال..............................حضرت مولانا زکریا صاحبؒ
مجالسِ مفتی اعظمؒ..............................حضرت مفتی شفیع عثمانیؒ
خطبات حکیم الامت..............................مولانا اشرف علی تھانویؒ
ملفوظات حکیم الامت..............................مولانا اشرف علی تھانویؒ
خطباتِ اکابر..............................ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
خطباتِ مدنی..............................مولانا حسین احمد مدنیؒ
خطبات حضرت لاہوریؒ..............................حضرت لاہوریؒ
آپ کے مسائل اوران کا حل..............................حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ
اصلاح معاشرہ اور اسلام..............................حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ
اصلاحی مواعظ..............................حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حقوق الوالدین..............................حضرت مولانا عاشق الٰہیؒ
خطباتِ علی میاں..............................حضرت ابوالحسن علی ندویؒ
خطباتِ مسیح الامت..............................حضرت مولانا مسیح اللہ خانؒ
خطبات جمیل..............................حضرت مولانا طارق جمیل صاحب
رسول اللہ ﷺ کی نصیحتیں..............................حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ
زبان کی حفاظت..............................حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ